دیباچہ طبع ثانی

اسوۂ صحابہؓ کا پہلا ایڈیشن جب شائع ہوا تو وہ اگر چہ اس قدر مقبول عام ہوا کہ لوگوں نے اس کی تنقید کی طرف بہت کم توجہ کی۔ تاہم بہ مقتضائے فطرت انسانی اس میں جا بجا غلطیاں تھیں اور وہ صرف کتابت ہی کی غلطیوں تک محدود نہ تھیں بلکہ بعض مقامات پر خود مجھ سے نقل وترجمہ وادائے معنی ومطالب میں متعدد غلطیاں ہوگئی تھیں، بعض لوگوں نے انکی طرف توجہ دلائی تو اسی وقت میں نے ارادہ کرلیا کہ جب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوگا تو میں تمام وکمال دوبارہ اس کتاب پر نظر ثانی کروں گا۔ اوراس وقت ان تمام غلطیوں کی اصلاح ہوجائے گی، چنانچہ امسال اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے طبع واشاعت کی باری آئی۔ تو میں نے اس پر نظر ثانی کی اور صرف عبارت وکتابت کی اصلاح تک اپنی کوشش کو محدود نہیں رکھا، بلکہ ایک ایک روایت کی تطبیق کی اور اس کو اصل کتاب سے ملایا۔ اسی طرح تمام آیات قرآنی کی تصحیح کی۔ اسی سلسلے میں اور بھی متعدد واقعات نظر سے گزرے جن کا اضافہ کیا اور بعض چیزیں حذف کردیں اور عبارت میں بہت کچھ تغیر کیا ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق درستگی کی بہت کوشش کی ہے اور بعض روایتوں کی تطبیق وتصحیح میں ہمارے عزیز رفیق مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی نے مجھ کو مدد دی ہے اس لئے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

عبدالسلام ندوی

دیباچہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ○

انسان کے فرائض میں سب سے مقدم اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی اصلاح اور نفوس بشری کی تہذیب و تکمیل کی جائے، علوم وفنون، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت، غرض وہ تمام چیزیں جو ہمیشہ سے دنیا کا سرمایہ ناز رہی ہیں۔ آسمان کی ہزاروں گردشوں اور زمانہ کے ہزاروں انقلابات کے بعد عالم وجود میں آئیں، لیکن تہذیب نفوس انسانی کا فرض اس قدر ضروری تھا کہ دنیا کا پہلا انسان، آدمؑ، دنیا میں آیا تو اسکی ذمہ داریوں سے گرانبار ہو کر آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اس سلسلے کو زیادہ ترقی ہوئی اور بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوئے لیکن ان سب کے فضائل ومناقب کا مجموعہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک تھی جہاں پہنچ کر یہ سلسلہ ابدالاباد تک کے لئے مکمل ہو گیا اور وحی الٰہی نے یہ مژدہ سنایا۔

﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا،﴾

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس برگزیدۂ اصفیاء اور عصارۂ انبیاء یعنی سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقدس فرض کو کس وسعت اور کس جامعیت کے ساتھ ادا کیا؟ اور نفوس بشریہ کو تہذیب اخلاق کے کس درۂ کمال تک پہنچایا؟ تو اس کا جواب ہم کو اسلام کے ان مقدس بزرگوں کے فضائل اخلاق کی خاموش زبان سے دینا ہو گا جو آپؐ کے اخلاق واعمال کے مظہر اتم اور آپ کی تعلیم وتربیت کی مثال ہیں آپ کی ہدایت وارشاد کے مخاطب اول اور آپؐ کے فیض صحبت سے شب و روز بہرہ اندوز تھے۔

اس مقدس جماعت کی نشوونما بھی دنیا کے حیرت انگیز واقعات کی ایک عجیب وغریب

مثال ہے، اول اول جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل عرب کو عقائد و اعمال کے اصلاح کی دعوت دی تو ریگستان عرب کے ایک ذرّے نے بھی اسکا جواب نہ دیا، لیکن صداقت کے اثر اور تربیت پذیری کے جوہر نے چند ہی دنوں میں آپؐ کے آگے پیچھے، دائیں بائیں غرض ہر طرف ان بزرگوں کی قطاریں کھڑی کر دیں جن کے وجود سے دعوت نوح بعثتِ موسیٰ اور نبوت عیسیٰ کی تاریخ اکثر خالی ہے، ابتداءً ان بزرگوں کا نام انگلیوں پر گنا جا سکتا تھا ہجرت کے زمانہ تک ان میں معتد بہ اضافہ ہوا، اور غزوہ بدر کی صف میں تین سو تیرہ سرفروش تیغ بکف نظر آئے۔ فتح مکہ میں یہ تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی اور حجۃ الوداع میں تیرہ ہزار صحابہ آپؐ کے جلو میں روانہ ہوئے لیکن جب آپؐ نے انتقال فرمایا تو یہ تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔

دریائے حق کے جزر و مد کا یہ کتنا عجیب و غریب منظر ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام مدتوں توحید کا غلغلہ بلند کرتے رہے لیکن ان کے سائے کے سوا کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انصار و اعوان کی جستجو میں ''من انصاری الی اللہ'' کا نعرہ لگا یا لیکن چند حواریین کے سوا کسی نے ان کی حمایت نہ کی لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو چھوڑا تو اس آفتاب عالمتاب کے نور سے ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ روشن تھا، لیکن دوسرے پیغمبروں پر آپ کو صرف یہی فضیلت حاصل نہیں ہے کہ آپ کے اصحاب کی تعداد اکثر پیغمبروں کے اصحاب سے زیادہ ہے بلکہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ کے نور ہدایت نے جن ذروں کو روشن کر دیا تھا وہ اب تک اسی آب و تاب کیساتھ چمک رہے ہیں اور گم گشتگان راہ انھیں ستاروں کی روشنی میں اصحابی کالنجوم اپنی منزل مقصود کا پتا لگا رہے ہیں، اگر ہم شناوران طوفان نوحؑ کے حالات کا پتہ لگانا چاہیں تو ناکامی کے سوا ہم کو کیا ملے گا؟ اگر ہم معتکفانِ وادیِ تیہ کے اخلاق و عادات سے واقف ہونا چاہیں تو خاک بیزی کے سوا کیا حاصل ہوگا؟ اگر ہم حواریین عیسیٰ کے سوانح تلاش کریں تو چند غیر مرئی نقوش کے سوا ہم کو تاریخ کے صفحوں میں کیا نظر آئے گا۔ لیکن اصحاب

محمدؐ کے ایک ایک خط وخال کو ہم تاریخ کے مرقع میں دیکھ سکتے ہیں اور اس مرقع کو مذہبی، علمی، سیاسی، اخلاقی غرض ہر حیثیت سے دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔

تاریخ کے اسی خاص سلسلے کا نام سیر الصحابہ ہے اور علمائے اسلام کو اس سلسلہ کی تدوین وترتیب کا خیال اس بناء پر پیدا ہوا کہ روایات میں سب سے پہلے صحابہؓ کرام ہی کا نام آتا ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ اول اول محدثین نے اس کی طرف توجہ کی اور صحابہ کرام کے حالات میں سب سے پہلی کتاب امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ نے تصنیف کی جس کا نام اسماء الصحابہ تھا اور جس کا کچھ حصہ علامہ ابو القاسم بغوی کبیر نے اپنی کتاب معجم الصحابہ میں نقل کیا ہے۔ (مقدمہ اصابہ وکشف الظنون ۱۲) اسکے بعد اس فن کو بہت زیادہ ترقی ہوئی اور بکثرت علماء مثلاً ابوبکر بن ابوداؤد عبدان مطین، ابوعلی بن السکن، ابوحفص بن شاہین، ابومنصور ماوردی، ابوحاتم بن حبان اور طبرانی وغیرہ نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کیں لیکن ان میں سب سے زیادہ ابو عبداللہ مندہ، ابونعیم اور قاضی ابوعمر بن عبدالبر کی کتابیں مقبول ہوئیں اور انہیں کو تمام متاخرین نے اپنی کتابوں کا ماخذ قرار دیا۔

یہ کتابیں اگرچہ قدماء کی کتابوں سے زیادہ جامع تھیں تاہم ان میں بھی بہت سے صحابہؓ کے حالات رہ گئے تھے اس لئے متعدد علماء نے ان پر ذیل لکھے، چنانچہ ابوالموسیٰ المدینی نے عبداللہ بن مندہ کی کتاب پر اور ابوبکر بن فتحون اور ابوعلی غسانی نے قاضی عبدالبر کی تصنیف پر ذیل لکھا اور اس میں بہت سے صحابہؓ کے حالات کا اضافہ کیا لیکن یہ کتابیں ناپید ہیں۔ صرف قاضی عبدالبر کی کتاب استیعاب دو جلدوں میں موجود ہے جس میں ساڑھے تین ہزار صحابہ کے حالات مذکور ہیں اور ابن فتحون نے جو ذیل لکھا تھا اس میں قریب قریب اسی قدر ناموں کا اور اضافہ کیا تھا۔

(مقدمہ اصابہ واسد الغابہ)

ان سب کے بعد علامہ ابن اثیر جزری (المتوفی ۶۳۰ھ) نے صحابہؓ کے حالات میں ایک نہایت مبسوط کتاب لکھی جس کا نام اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ ہے اس کتاب میں

سات ہزار پانچ سو چون ؔ صحابہ کے حالات ہیں اور اس کا ماخذ ابن مندہ قاضی عبد البر وابونعیم اورابو موسیٰ کی کتابیں ہیں جن میں صحابہ کے جس قدر حالات مذکور تھے علامہ موصوف نے اس سب کو اپنی کتاب میں یکجا جمع کر دیا اور ذیل ابوعلی غسانی وغیرہ کی مدد سے بہت سے ناموں کا اضافہ کیا اس کے ساتھ اور بھی بہت سی کتابوں سے مدد لی اور سب کی مختلف خصوصیات کو ایک جگہ جمع کر دیا لیکن اس کتاب میں بھی بہت سے ایسے لوگوں کے نام آ گئے ہیں جو صحابی نہ تھے اس لئے علامہ ذہبی نے تجرید الصحابہؓ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں ان غلطیوں کی اصلاح کی اور آٹھ ہزار صحابہ کے ناموں کا اور اضافہ کیا۔ (مقدمہ تجرید اسماء الصحابہ، مقدمہ اسد الغابہ مقدمہ اصابہ)

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے پانچ جلدوں میں ایک نہایت مفصل کتاب لکھی جس کا نام ''اصابہ فی تمیز الصحابہ'' رکھا اور اس میں ان تمام صحابہؓ کے علاوہ جو استیعاب اور اسد الغابہ میں مذکور ہیں اور بہت سے صحابہ کے حالات کا اضافہ کیا اور حافظ جلال الدین سیوطی نے ''عین الاصابہ'' کے نام سے اسکا ایک خلاصہ لکھا جو ناتمام رہا۔

(کشف الظنون ذکر اصابہ وعین الاصابہ)

لیکن بایں ہمہ ضبط واستقصاء کا یہ کل سرمایہ اس دریا کا صرف ایک قطرہ ہے جو مدتوں ریگستان عرب میں موجیں مارتا رہا، ابو زرعہ کا قول ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا یا آپ سے سنا ان کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی۔

(مقدمہ تجرید اسماء الصحابہ)

بہر حال صحابہؓ کے حالات میں سر دست جو کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں وہ صرف یہی استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ اور تجرید اسماء الصحابہ ہیں، لیکن ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں سے صحابہؓ کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ مثلاً حافظ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں ان تمام صحابہؓ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے مصر میں قیام کیا طبقات الحفاظ اور

طبری میں بھی اکابر صحابہ کے حالات مذکور ہیں اور طبقات ابن سعد کی متعدد جلدوں میں بھی صحابہ کے مفصل حالات ملتے ہیں۔

لیکن اب تک بار بار مشک کے رگڑنے کی ضرورت باقی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان کتابوں کے ذریعہ سے صحابہ کرامؓ کے عام حالات معلوم ہو سکتے ہیں لیکن اس زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مقدس زندگی کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے جس سے لوگوں میں شوق عمل پیدا ہو اور اس مثال کو پیش نظر رکھ کر لوگ خود بخود اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کی طرف مائل ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور تجدید اصلاح میں ہندوستان کے مجدد اعظم مولانا شبلی مرحوم کو جب مسلمانوں کی ترقی و اصلاح کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے اسی تریاق اکبر کو اس درد کا علاج قرار دیا اور ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب اس ترتیب و جامعیت کے ساتھ لکھے جائیں کہ دنیا کے سامنے معاشرت و اخلاق اور عبادات و معاملات کا بہترین عملی مجموعہ آجائے چنانچہ ایک بار مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے اس مقدس کام کے لئے آمادگی ظاہر کی تو یہ دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی اور ان کو ایک خط میں لکھا۔

''واللہ میرے دل کی بات چھین لی، صحابہؓ کے حالات سے بڑھ کر کوئی چیز ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتی، لیکن ہر پہلو کو لیجئے اور ان پہلوؤں کو صاف دکھایئے جن سے آج کل کے مولوی قصداً چشم پوشی کرتے ہیں۔'' مفصلہ ذیل کتابیں اس کے لئے ضروری ہیں، استیعاب قاضی عبدالبر، اسد الغابہ اصابہ ابن کثیر' شامی'' (مکاتیب شبلی جلد اول صفحہ ۲۲۴)

سیرت نبوی کی تدوین و تالیف میں مصروف ہوئے تو یہ ضرورت اور بھی شدت کے ساتھ محسوس ہوئی اور عملاً اس کام کی تکمیل کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ مولوی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ ریاست بھوپال کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

سیرت کی رقم بھی مستقل ہو جاتی تو بہت اچھا ہوتا، اس مد کی تصنیف کا مستقل سلسلہ قائم رہتا کانوں میں بھنک تو ڈال دیجئے وسیع سلسلہ ہے مثلاً سیر الصحابہ سیر ازواج پیغمبر علیہ السلام وغیرہ۔ (مکاتیب شبلی جلد اول صفحہ ۲۶۸)

لیکن ابھی خود سیرت بھی مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ ع

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

تاہم کاروان رفتہ کا نقش قدم باقی تھا، یعنی مولانا ے مرحوم کے فرزندان روحانی باقی تھے اور ان کے غیر مختتم اعمال صالحہ کی تکمیل کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف کر چکے تھے، اس لئے انہوں نے سیرت نبوی کی تکمیل کے ساتھ سیر الصحابہ کی تدوین وتالیف کا کام شروع کر دیا۔ اور الحمدللہ کہ توفیق ایزدی نے ان کو اس ارادہ میں کامیاب کیا، اور مولانا ے مرحوم نے اس کتاب کا جو ذہنی خاکہ قائم کیا تھا اسی کے مطابق کتاب کی تدوین وتالیف کا سلسلہ جاری ہوا اور تین شخصیتوں نے اس مقدس کام میں شب وروز مصروف وسرگرم رہ کر اس کو درج ذیل طرز پر مکمل کیا

(۱) ایک شخص نے متعدد جلدوں میں مہاجرین کے حالات لکھے جس میں عشرہ مبشرہ کیلئے ایک حصہ مخصوص کر لیا اور بقیہ حصے عام مہاجرین کے حالات میں لکھے گئے۔

(۲) ایک شخص نے انصار کے حالات زندگی متعدد جلدوں میں لکھے، جس میں خلفائے انصار کے تذکرے بھی شامل ہیں۔

(۳) اسی سلسلے میں صحابیات کے حالات بھی ایک مستقل جلد میں لکھے جس میں مہاجرات اور انصاریات دونوں کے حالات ہیں۔

(۴) سادہ حالات زندگی کے علاوہ ایک جلد میں صحابہ کرامؓ کے عقائد، عبادات، معاملات معاشرت، اخلاق وسیاست اور کارنامہائے زندگی کی تفصیل کی گئی اور یہ اس کا پہلا حصہ ہے جو اس وقت قوم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

انبیاء صوفیا اور پیشوایان مذہب کے متعلق جو مبالغہ آمیز اور موضوع روایتیں پیدا ہو

جاتی ہیں وہ قدرتی طور پر صحابہ کرامؓ کے متعلق بھی پیدا ہوئیں اور اس شدت کے ساتھ اسلامی لٹریچر میں سرایت کرگئیں کہ عام طور پر فضائل ومناقب کے لفظ سے اسی قسم کی روایتوں کی طرف ذہن متبادر ہوتا ہے لیکن اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس قسم کی دوراز کار روایات کو بالکل نظر انداز کردیا گیا ہے اور تمام واقعات اسماء الرجال اور تاریخ کی مستند کتابوں سے بہم پہنچائے گئے ہیں اور جہاں تک ہوسکا ہے تاریخ ورجال کی کتابوں کے علاوہ صحاح ستہ بالخصوص صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے مدد لی گئی ہے۔

کتاب کی مقبولیت وعدم مقبولیت کا تمامتر دارمدار خدا کے فضل وکرم، قوم کے مذہبی احساس اور ذوق صحیح پر ہے لیکن کتاب کی ترتیب میں جو کدوکاوش کی گئی ہے۔ صحت کا جو التزام کیا گیا ہے فضائل اخلاق کے جو عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی کے ایک ایک خدوخال کو جس طرح نمایاں کیا گیا ہے اس کے لحاظ سے یہ دعوی بے جانہ ہوگا کہ اس موضوع پر آج تک ایسی جامع کتاب اردو فارسی کیا عربی میں بھی نہیں لکھی گئی، لیکن اس کتاب کی تدوین وتالیف کا یہ مقصد نہیں ہے کہ قوم سے صرف حسنِ قبول کا تمغہ حاصل کیا جائے، بلکہ اصلی مقصد یہ ہے کہ خداوندتعالی اس کتاب سے قوم میں وہی اخلاقی مذہبی اور علمی روح پیدا کردے جو صحابہ کرامؓ کے قالب میں موجود تھی، اس بناپر اگر قوم نے اس حیثیت سے اس کتاب کا خیر مقدم کیا تو وہی ان ناچیز کوششوں کا صلہ ہوگا جو اس کتاب کی تدوین وترتیب میں کی گئی ہیں۔

السعی منی و الا تمام مِنَ اللہ   عبدالسلام ندوی

☆☆☆

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ نصلی علٰی رسولہِ الکریم

صحابی کی تعریف:

عہدرسالت میں بہت سے بزرگوں نے مدتوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا، بہت سے بزرگوں نے آپ کے ساتھ متعدد غزوات میں شرکت کی تھی، بہت سے بزرگوں نے آپ سے بکثرت احادیث کی روایتیں کی تھیں۔ (مثلاً خلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہؓ) بہت سے بزرگوں نے مسلمان ہوکر سنِ بلوغ میں آپ کو دیکھا تھا، (مثلاً شرکائے حجتہ الودع) بہت سے بزرگوں نے آپ کو قبل اسلام تو دیکھا تھا لیکن بعد اسلام ان کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا (مثلاً ورقہ بن نوفل) بہت سے لوگ گو عہدرسالت میں موجود تھے، لیکن ان کو آپ سے ملنے یا آپ کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ (مثلاً حضرت اویس قرنی اور احنفؓ بن قیس) بہت سے لوگوں نے آپ کی زندگی میں تو آپ کو نہیں دیکھا، لیکن آپ کی وفات کے بعد ان کو آپ کا دیدار نصیب ہوا اور ان کے علاوہ بہت سے بچے تھے جو آپ کے مبارک عہد میں پیدا ہوئے۔ (مثلاً ابن ابی ذویب الہندی شاعر) اور صحابہ کرامؓ نے حصول برکت کیلئے ان کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا اور آپؐ نے ان کا نام رکھا اور ان کو دعا دی!اب سوال یہ ہے کہ ان مختلف الحیثیات بزرگوں میں کون لوگ ہیں جن پر لفظ صحابی کا اطلاق کیا جاسکتا ہے؟ اور وہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس خطاب سے یاد کیے جاسکتے ہیں۔

ا۔محدثین کی ایک جماعت اور جمہور اصولیین نے صحابی ہونے کی لئے یہ شرط لگائی ہے کہ ایک مدت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نشست وبرخاست کا موقع ملا

ہو، کیونکہ عرف عام میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا ساتھی یا رفیق ہے تو اس سے صرف یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس نے ایک کافی زمانہ تک اس کی صحبت اٹھائی ہے جو لوگ کسی شخص کو محض دور یا قریب سے دیکھ لیتے ہیں اور ان کو اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور بات چیت کرنے کا موقعہ نہیں ملتا، ان کو عام طور پر اس کا رفیق و ساتھی نہیں کہا جاتا قاضی ابوبکر محمد بن الطیب کا قول ہے کہ باتفاق اہل لغت صحابی صحبت سے مشتق ہے مگر صحبت کی کسی مخصوص مقدار سے مشتق نہیں بلکہ اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوسکتا ہے جس نے کم یا زیادہ کسی کی صحبت اٹھائی ہو، اس لیے کہا جاتا ہے کہ میں نے ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی تک ایک شخص کی صحبت اٹھائی، اس لئے صحبت کی تھوڑی یا زیادہ مقدار دونوں پر صحبت کا اطلاق ہوسکتا ہے لیکن اس کے ساتھ عرفاً

۱۔ صحابی صرف اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طویل صحبت اٹھائی ہو، عرفاً اس شخص کو صحابی نہیں کہہ سکتے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک گھنٹہ کی ملاقات کی ہو یا اس کے ساتھ چند قدم چلا یا اس سے کوئی حدیث سنی ہو۔ (اسد الغابہ جلد ۱ص ۱۲)

لیکن حضرت سعید بن مسیبؒ کے نزدیک صحابی صرف اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو ایک غزوات میں شرکت کا موقع ملا ہو اور کم از کم اس نے سال دو سال تک آپؐ کے ساتھ قیام کیا ہو۔

۲۔ بعض لوگوں کے نزدیک صحابی صرف اس کو کہتے ہیں، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث کی روایت کی ہو۔

۳۔ بعض لوگوں کے نزدیک صحابی ہونے کیلئے صرف طویل صحبت کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے آپؐ کی صحبت بغرض علم وعمل اختیار کی ہے، چنانچہ علامہ سخاوی المغیث میں لکھتے ہیں۔

قال ابو الحسین فی المعتمد ھو من طالت مجالسۃٗ له علی طریق

التبع لهٔ والا خذعنه امامن طالت بدون قصد الا تباع اولم تطل کالو افدین فلا (فتح المغیث ص ۳۷۱)

ابوالحسین نے معتمد میں کہا ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے بطریق اتباع آپ کی طویل صحبت اٹھائی ہو اور آپ سے علم حاصل کیا ہو۔ جن لوگوں نے اس کے بغیر آپ کی طویل صحبت اٹھائی یا اس مقصد کو تو پیش نظر رکھا لیکن طویل صحبت نہیں اٹھائی مثلاً وفود میں آنے والے لوگ، تو وہ صحابی نہیں۔

۴۔ بعض لوگ ہر اس مسلمان کو صحابی کہتے ہیں جس نے حالت بلوغ اور حالت صحت عقل میں آپ کو دیکھا ہو۔

۵۔ بعض کے نزدیک آپ کا دیکھنا بھی ضروری نہیں بلکہ ہر اس مسلمان کو صحابی کہہ سکتے ہیں جو عہد رسالت میں موجود تھا، چنانچہ قاضی عبدالبر نے اپنی کتاب استیعاب میں اور ابن مندہ نے اپنی کتاب معرفتہ الصحابہ میں اسی شرط کی بناء پر صحابہؓ کے ساتھ بہت سے ان لوگوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو آپ کے عہد میں موجود تھے مگر آپ کو دیکھا نہیں تھا، لیکن در حقیقت یہ لوگ صحابی نہ تھے بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ اس زمانہ کے تمام لوگوں کے حالات کا استقصاء کرلیا جائے۔

۶۔ محدثین کی ایک جماعت جس میں امام احمد، علی بن مدینی اور امام بخاری بھی شامل ہیں، صحابی کا خطاب صرف ان لوگوں کو دیتے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حالت اسلام میں دیکھا بلکہ آنکھوں سے دیکھنا بھی ضروری نہیں صرف آپ کی ملاقات کافی ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ اندھے تھے اس لئے آپ کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے تھے، لیکن با ایں ہمہ ان کا شمار صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے کیونکہ ان کو آپ کا شرف ملاقات حاصل تھا۔

ان لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ لغت کی رو سے ہر اس شخص کو صحابی کہہ سکتے ہیں جس نے زمانہ کی کسی ساعت میں ایک شخص کی صحبت اٹھائی ہے، امام احمد بن حنبل کا قول ہے

کہ وہ شخص جس نے ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک منٹ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اٹھائی یا آپ کو صرف دیکھا وہ صحابی ہے۔

(اسد الغابہ جلد ا ص ۱۲)

ان تمام اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ آپ کے عہد مبارک میں پیدا ہو کر سنِ بلوغ کو نہیں پہنچے وہ صحابی نہیں ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ میں لکھتے ہیں۔

ذکر اولئک فی الصحابة انمّا هو علی سبیل الاالحاق لغلبة الظن علی انه صلی الله علیه وسلم راهم (مقدمه اصابه ص ۵)

"صحابہ میں ان بچوں کا ذکر بالکل الحاقی ہے کیونکہ ظن غالب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا ہوگا۔"

لیکن بعض لوگوں کے نزدیک یہ لوگ بھی صحابہ کے گروہ میں داخل ہیں چنانچہ مولانا عبد الحیٰ صاحب ظفر الامانی میں لکھتے ہیں۔

والمرجح هو دخوله فیهم نعم حدیثهم مرسل لکنه مرسل مقبول،

مرجح یہ ہے کہ یہ لوگ بھی صحابہؓ میں داخل ہیں البتہ ان کی حدیث مرسل ہے، لیکن

وہ مرسل مقبول ہے۔ (کتاب مذکور ص ۳۰۷)

اسی طرح جن لوگوں نے آپ کو بعد وفات دیکھا تھا وہ بھی صحابہؓ کی جماعت میں داخل نہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ اصابہ میں لکھتے ہے۔

والراجح عدم الدخول (مقدمہ اصابہ ۸) قول راجح یہ ہے کہ یہ لوگ صحابی نہیں ہیں۔

جو مسلمان آپ کے زمانے میں موجود تھے، لیکن ان کو آپ کا دیدار نصیب نہیں ہوا وہ بھی صحابی نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت اویس قرنیؒ اسی قسم کے بزرگ ہیں۔

جن لوگوں نے اسلام لانے سے پہلے آپ کو دیکھا تھا لیکن اسلام لانے کے بعد ان کو

آپ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی وہ بھی صحابی نہیں ہیں بلکہ انکا شمار کبار تابعین میں ہے ۔(ظفر الامانی ص ۳۰۸) اب ان اقوال کے مطابق صرف ان لوگوں کو صحابی کہا جا سکتا ہے،

۱۔ جنہوں نے ایک مدت تک آپ کا شرف صحبت حاصل کیا ہے۔

۲۔ یا کم از کم ایک غزوہ میں آپ کے ساتھ شرکت کی ہے۔

۳۔ یا آپ سے احادیث کی روایت کی ہے۔

۴۔ یا آپ کی صحبت حصول علم وعمل کیلئے اختیار کی ہے۔

۵۔ یا مسلمان ہونے کے ساتھ آپ کو حالت بلوغ وحالت ثبات عقل میں دیکھا ہے یا آپ سے ملاقات کی ہے۔

۶۔ یا حالت اسلام میں محض آپ کو دیکھا ہے یا ملاقات کی ہے۔

ان اقوال میں چھٹا یعنی آخری قول جمہور کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور عام مسلمانوں میں مقبول ہے کیونکہ یہ ان تمام صحابہ کو شامل ہے جن سے احادیث کی روایت کی جا سکتی ہے، اور ان کو اسوۂ حسنہ بنایا جا سکتا ہے اس کے بعد پہلا یعنی اصولیین کا قول قابل اعتماد ہے کیونکہ اس سے اگر چہ بہت سے وہ صحابہ جنہوں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا، لیکن آپ کے فیض صحبت سے کافی زمانہ تک متمتع نہیں ہوئے تھے صحابہؓ کی جماعت سے نکل جاتے ہیں تاہم اس کے ذریعے سے صحابیت کا ایک بلند معیار قائم ہوتا ہے اور تمام اکابر صحابہؓ اس میں شامل ہو جاتے ہیں ان کے علاوہ اور تمام اقوال درجہ اعتبار سے گرے ہوئے ہیں کیونکہ ان میں بعض اس قدر وسیع اور عام ہیں کہ عہد رسالت کا ہر مسلمان صحابہ کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے اور بعض اس قدر محدود ہیں کہ بہت سے کبار صحابہ صحابیت کے گروہ سے نکل جاتے ہیں اس کے علاوہ فضیلت کا دار و مدار صرف علم وعمل پر ہے اصولیین نے صحابہؓ کی جماعت پر اخذ مسائل اور روایت حدیث کے لحاظ سے نظر ڈالی اس لئے انہوں نے صرف اس شخص کو صحابی قرار دیا جس نے

مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف صحبت حاصل کیا لیکن جمہور کے نزدیک صحابیت کا معیار صرف زہد و تقدس ہے اس لئے وہ ہر اس شخص کو صحابی کہتے ہیں جس نے حالت اسلام میں آپ کو دیکھا ہے یا آپ سے ملاقات کی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد:

صحابہ کے حالات میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان سے صحابہؓ کی تعداد کا صحیح پتہ لگانا سخت مشکل ہے اور اس کو خود ان کتابوں کے مصنفین تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں۔

ولو حفظو اذلک الزمان لکانوا اضعاف من ذکرہ العلماء

اگر خود صحابہ اپنے زمانے میں صحابہ کے نام محفوظ رکھتے تو ان کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ

ہوتی جس کو علماء نے بیان کیا ہے۔ (اسد الغابہ جلد ۱ ص ۳)

البتہ احادیث کی بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد صحابہؓ کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا اور آپ کی وفات تک صحابہؓ کی ایک عظیم الشان جماعت تیار ہوگئی، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔

اکتبو الی من تلفظ بالا سلام من الناس

جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ مجھے ان کا نام لکھ کر دو۔

اور جب اس حکم کی تکمیل کی گئی تو پندرہ سو مسلمانوں کی فہرست مرتب ہوئی (بخاری کتاب الجہاد کتابتہ الامام الناس) لیکن اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ حکم کس موقع پر دیا گیا، اس لئے محدثین نے مختلف رائیں قائم کی ہیں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ غالباً یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب صحابہ جنگ احد کے لئے جارہے تھے، ابن متین کے نزدیک یہ حکم غزوہ خندق میں دیا گیا تھا، داؤدی کے نزدیک یہ حدیبیہ

کے زمانے کا واقعہ ہے اس کے بعد اس تعداد میں اور اضافہ ہوا چنانچہ فتح مکہ میں دس ہزار صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک جنگ ہوئے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان)

اور فتح مکہ کے بعد جب تمام عرب مسلمان ہو گیا تو تعداد اضعافاً مضاعفہ ہو گئی غزوۂ حنین میں خادموں اور عورتوں کے علاوہ بارہ ہزار (اسد الغابہ ج ا ص ۱۲) اور غزوہ تبوک میں ۳۰ ہزار مجاہد آپؐ کے ساتھ تھے (طبقات ابن سعد ذکر غزوۂ تبوک) حجتہ الوداع میں جس کے ایک سال بعد آپ کا وصال ہوا ۴۰ ہزار صحابہؓ شریک تھے (مقدمہ ابن صلاح باب ۳۹ ص ۱۵۱) غرض ۱۰ھ تک مکہ اور طائف میں کوئی شخص ایسا نہیں رہ گیا تھا جو مسلمان ہو کر حجتہ الوداع میں شریک نہ ہوا ہو (مقدمہ اصابہ ص ۹) شرکائے حجتہ الوداع میں چار ہزار صحابہ کی مزید تعداد بھی شامل ہے۔ (ایضاً ص ۱۲۷) امام شافعی کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو ساٹھ ہزار مسلمان موجود تھے جن میں تیس ہزار خاص مدینہ میں اور تیس ہزار مدینہ سے باہر اور مقامات میں تھے، ابو زرعہ رازی کا قول ہے کہ آپ کی وفات کے وقت جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی (تجرید جلد ا ص ۳) جن میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے اور ان میں ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی، (مقدمہ اصابہ ص ۳) ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابو زرعہ نے یہ تعداد صرف ان لوگوں کی بتائی ہے جو رواۃ حدیث میں تھے، لیکن ان کے علاوہ صحابہؓ کی جو تعداد ہو گی وہ اس سے کہیں زیادہ ہو گی، (ایضاً) بہر حال اکابر صحابہؓ کے نام ان کی تعداد اور ان کے حالات تو ہم کو صحیح طور پر معلوم ہیں، لیکن ان کے علاوہ ہم اور صحابہؓ کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتے، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ خود صحابہؓ کے زمانے میں مشاغل دینیہ نے صحابہ کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ اپنی تعداد کو محفوظ رکھیں (صحابہ اسد الغابہ) اس کے علاوہ اکثر صحابہ صحرا نشین بدوی تھے، اس لئے ایسی حالت میں ان کا گمنام رہنا ضروری تھا۔

(مقدمہ اصابہ ص ۴)

صحابہؓ کی شناخت:

جن بزرگوں کی نسبت صحابی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔اس کی صحت کی دلیلیں اور علامتیں یہ ہیں کہ

(۱) ان کا صحابی ہونا بطریق تواتر ثابت ہو، مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ ،حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اورتمام اکابر صحابہؓ کا ہونا اسی طریقہ سے ثابت ہے

(۲) انکے صحابی ہونے کا ثبوت اگرتو اتر کے درجہ تک نہ پہنچ سکے تو کم ازکم بطریق روایت مشہور انکا صحابی ہونا ثابت ہو،حضرت عکاشہ بن محصنؓ ،حضرت ضمام بن ثعلبہؓ وغیرہ کا صحابی ہونا اسی طریقہ سے ثابت ہے۔

(۳) جن صحابہؓ کا صحابی ہونا یقینی طور پر ثابت ہے، ان کی شہادت سے بھی اس کا ثبوت ہوسکتا ہے،مثلاً ایک صحابی کا یہ کہنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فلاں شخص کے ساتھ حاضر ہوایا آپ نے میرے سامنے فلاں شخص سے گفتگو کی اس شخص کے صحابی ہونے کی دلیل ہے،بشرطیکہ وہ مسلمان ہو،

(۴) اسی طرح ثقاتِ تابعین کی شہادت سے بھی اس کا ثبوت ہوسکتا ہے۔

(۵) چونکہ روایات سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ عہد خلافت میں صرف صحابہ ہی امیر العسکر بنائے جاتے تھے،اس لئے اگر غزوات وفتوحات میں کسی کی نسبت یہ ثابت ہو جائے کہ وہ امیر بنایا گیا،تواس سے بھی صحابیت ثابت ہوجائے گی۔

(۶) روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہؓ کے گھروں میں جب بچے پیدا ہوتے تھے تو وہ تبریک و تحنیک کی غرض سے انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے،اسلئے جن بچوں کی نسبت روایات سے یہ ثابت ہوجائے ، ان کا صحابی ہونا بھی ثابت ہوجائے گا۔

(۷) روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ اور طائف کے تمام لوگ مسلمان ہوکر حجتہ الوداع میں شریک ہوئے تھے، اس لئے جن لوگوں کی نسبت یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اس وقت موجود تھے، ان کا صحابی ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔

(۸) لیکن اگر کوئی شخص بذات خود صحابی ہونے کا مدعی ہو، اور اس کے دعویٰ کی صحت کے لئے متذکرہ بالا دلیلوں میں سے کوئی دلیل موجود نہ ہو تو اس کی نسبت محدثین کی مختلف رائیں ہیں۔

(۱) بعض محدثین کا خیال ہے کہ چونکہ وہ خود اپنے لئے ایک شرف کو ثابت کرنا چاہتا ہے اس لئے اس کا دعویٰ قبول نہ ہوگا۔

(۲) بعضوں کے نزدیک اگر وہ نہایت مختصر اور محدود صحبت کا مدعی ہو تو اس کا دعوی قبول کرلیا جائے گا، کیونکہ بہت سی گھڑیاں ایسی ہوتی تھیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا رہتے تھے، اسلئے اگر اس حالت میں کسی نے آپ سے ملاقات کی ہو، یا آپ کو دیکھا ہو تو اس کا ثبوت کسی دوسرے صحابی کی شہادت سے بہ مشکل ہوسکتا ہے۔

(۳) لیکن اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مدتوں آپ کی صحبت اٹھائی ہے اور مدتوں سفر وحضر میں آپ کے ساتھ رہا ہے تو اس کا یہ دعویٰ مقبول نہ ہوگا کیونکہ ایسے شخص کو عام طور پر لوگ آپؐ کے پاس دیکھتے رہے ہوں گے۔ اس لئے جب تک اس کی صحابیت نقل صحیح اور روایت عامہ سے ثابت نہ ہو جائے، اس کا دعویٰ مقبول نہیں ہوسکتا۔

(۴) لیکن محدث ابن عبد البر نے معاملہ میں بہت زیادہ فیاضی کی ہے، اور وہ شرطوں کے ساتھ اس قسم کے اشخاص کے دعوؤں کو مطلقاً مقبول قرار دیا ہے، ایک یہ کہ اس دعوے سے پہلے اس شخص کا عادل، ثقہ اور مقبول الروایت ہونا ثابت ہو، دوسرے یہ کہ خارجی قرائن اسکے دعوے کی تکذیب نہ کرتے ہوں، مثلاً ہجرت کی ایک صدی گزرنے کے بعد اگر کوئی شخص دوسری صدی کے دسویں سال صحابی ہونے کا مدعی ہو تو اس کا دعویٰ مردود قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ روایات سے ثابت ہوگیا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے ختم ہونے تک

صحابہؓ کا دور گزر جائے گا اور اسکے بعد کوئی صحابی باقی نہ رہے گا۔ چھٹی صدی ہجری میں ایک شخص رتن ہندی گزرا ہے جس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، لیکن محدثین نے اس کو دجال اور کذاب قرار دیا۔

صحابہؓ کی عدالت:

اگرچہ اصول کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ "الصحابۃ کلہم عدول" یعنی تمام اصحابہ عادل ہیں لیکن شافعیہ میں ابوالحسین بن القطان نے اس عموم سے اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک صحابہ میں چند بزرگ ایسے بھی گزرے ہیں جن سے کچھ لغزشیں سرزد ہوئی ہیں۔ مثلاً ولیدؓ صحابی تھے لیکن انہوں نے شراب پی ہے، حاطب بن ابی بلتعہؓ صحابی تھے لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشاء کیخلاف کفار مکہ کو خط لکھا ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ خانہ جنگی کے زمانے سے پہلے گو تمام صحابہ عادل تھے، لیکن جب خود صحابہ میں خانہ جنگی پھیل گئی اور صفین وجمل کے معرکے گرم ہوئے تو ان لوگوں کی عدالت قابل بحث وتحقیق ہوگئی، معتزلہ کے نزدیک جن لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی وہ عادل نہیں رہے، لیکن جو لوگ حضرت معاویہؓ کے طرفدار ہیں وہ اس کے برعکس دعویٰ کرتے ہیں (فتح المغیث ص ۳۷۷) محدث مازری نے عدالت کو صرف ان صحابہ کے لئے مخصوص کیا ہے، جو شب وروز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور آپ کی اعانت میں مصروف رہتے تھے۔ اس لئے ان کے نزدیک ہر صحابی عادل نہیں ہے چنانچہ انکا قول ہے کہ

لسنا نعنی بقولنا " الصحابة عدول کل من راصلے اللہ علیہ والہ وسلم یوما ما اوزارہ لما ما اواجتمع بہ لغرض وانصرف عن کتب وانما نعنی بہ الذین لا زموہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون (مقدمہ اصابہ ص ۱۱)

"ہم جو یہ کہتے ہیں کہ "صحابہ عدول ہیں"، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وہ

شخص جس نے آپ کو کسی دن دیکھ لیا یا چلتے پھرتے آپ کی زیارت کر لی یا کسی غرض سے آپکی ملاقات کر کے تھوڑی دیر کے بعد واپس گیا عادل ہے، بلکہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ آپکی تائید و اعانت کی، اور اس نور کا اتباع کیا جو آپ کے ساتھ اتارا گیا، یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں''

لیکن عام محدثین کے نزدیک ان آیات کی بنا پر جو قرآن مجید میں عموماً تمام صحابہ کے فضائل میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ خصوصیات تمام صحابہؓ میں پائی جاتی ہے اور ہر زمانہ میں پائی جاتی ہے۔ اس میں صحابہؓ کا ہر فرد داخل ہے، اور جو لوگ اس اصول کی ہمہ گیری کے مخالف ہیں انہوں نے عدالت کے مفہوم پر غور نہیں کیا ہے، عدالت ایک مشترک لفظ ہے۔ جس کے مختلف معنی ہیں، مثلاً

ا۔ کبھی عدالت کو جور و ظلم کے مقابل میں بولا جاتا ہے، اور اس وقت یہ لفظ انصاف کا مترادف ہو جاتا ہے۔

۲۔ کبھی فسق و فجور کے مقابل میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس وقت یہ لفظ تقویٰ کا ہم معنی ہوتا ہے۔

۳۔ کبھی یہ لفظ صرف عصمت پر دلالت کرتا ہے اور یہ وصف صرف انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

۴۔ کبھی یہ لفظ گناہوں سے محفوظ رہنے پر دلالت کرتا ہے اور نتائج کے لحاظ سے اگرچہ اس میں اور عصمت میں کوئی فرق نہیں تاہم عصمت ایک ملکہ، فطری و وہبی ہے، اور گناہوں سے محفوظ رہنا ایک ملکہ کسبی ہے، اسی بناء پر انبیاؑ ء کو معصوم اور اولیاء کو محفوظ کہا جاتا ہے۔

۵۔ کبھی عدالت کے معنی روایت حدیث میں جھوٹ سے بچنے کے ہوتے ہیں اور اس معنی میں عادل اس شخص کو کہتے ہیں جو روایت حدیث میں دروغ بیانی نہ کرتا ہو۔

لیکن یہ کسی محدث کا دعویٰ نہیں ہے کہ صحابہ کوئی کام انصاف کے خلاف نہیں کر سکتے ان

سے کوئی فعل تقویٰ وطہارت کے خلاف صادر نہیں ہو سکتا۔ وہ انبیاء کی طرح معصوم ہیں۔ یا وہ تمام گناہوں سے محفوظ ہیں بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ کوئی صحابی روایت کرنے میں دروغ بیانی سے کام نہیں لیتا، چنانچہ ابن الانباری کا قول ہے کہ

لیس المراد بعد التهم ثبوت العصمة لهم و استحالة المعصية منهم وانما المراد قبول روایاتهم من غیر تکلف البحث عن اسباب العدالة وطلب التزکیة الا ان یثبت ارتکاب قادح لم یثبت ذلک

"ابن انباری کا قول ہے کہ صحابہ کی عدالت سے یہ مراد نہیں کہ صحابہ بالکل معصوم ہیں

اور ان سے گناہوں کا سرزد ہونا محال ہے، بلکہ یہ مراد ہے کہ انکی روایتوں کو اسباب عدالت وثقاہت کی چھان بین کے بغیر قبول کر لینا چاہئے، بجز اس صورت کے جب وہ ایسے امر کا ارتکاب کریں جو روایات میں قادح ہو اور یہ ثابت نہیں ہے"

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا یہ مقرر عقیدہ ہے کہ صحابہ کل کے کل عادل ہیں یہ لفظ بار بار بولا گیا ہے اور میرے والد مرحوم (شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) نے اس لفظ کی حقیقت سے بحث کی تو یہ ثابت ہوا کہ اس موقع پر عدالت کے متداول معنی مراد نہیں ہیں بلکہ صرف عدالت فی روایت الحدیث مراد ہے۔ اس کے سوا اور کچھ مراد نہیں ہے۔ اور اس عدالت کی حقیقت روایات میں جھوٹ سے بچنا ہے کیونکہ ہم نے تمام صحابہؓ کی سیرت کو خوب ٹٹولا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کی سیرت کا بھی مطالعہ کیا جو خانہ جنگیوں فتنوں اور لڑائی جھگڑوں میں شریک ہوئے تو ہم کو معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دروغ بیانی کو سخت ترین گناہ سمجھتے ہیں، اور اس سے شدت کے ساتھ احتراز کرتے ہیں۔

(ظفر الامانی ص ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳)

صحابہؓ کے طبقے:

مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے صحابہؓ کے مختلف طبقے ہیں۔ چنانچہ قلت وکثرتِ روایت کے لحاظ سے ان کے مختلف طبقات قائم کئے گئے ہیں۔لیکن فضائل ومناقب کے لحاظ سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق، خلفائے راشدینؓ تمام صحابہ سے افضل ہیں اورخلفاء میں بھی بہ ترتیب خلافت مدارجِ فضیلت قائم ہوئے ہیں خلفاء کے بعد، ازواج مطہراتؓ افضل ہیں اوران دونوں کے بعد فضیلت کی ترتیب یہ ہے۔مہاجرین اوّلین لیکن ان میں باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دی جاسکتی۔اہل عقبہ ا مہاجرین اولین کے بعد اہل عقبہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔اہل بدر ۲ اہل عقبہ کے بعد شرکاءِ بدر کا درجہ ہے۔اہل مشاہد ۳ اس کے بعد درجہ بدرجہ اہل مشاہد کوفضیلت حاصل ہے،یعنی جوغزوہ پہلے ہوا ہے اسکے شرکا ان صحابہ سے افضل ہیں جو اسکے بعد کی لڑائیوں میں شریک ہوئے۔خداوندتعالےٰ خودفرماتے ہیں۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا و کلا وعد اللّٰهط الحسنیٰ (حدید : ا)

تم (مسلمانوں) میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے
راہ خدا میں مال خرچ کئے، اور (دشمنوں سے) لڑے وہ درجہ میں
ان (مسلمانوں) سے بڑھ کر ہیں، جنہوں نے (فتح مکہ) کے
پیچھے (مال) خرچ کئے اورلڑے، اور (یوں) حسن سلوک کا وعدہ تو،
اللہ نے سب ہی سے کر رکھا ہے''

صحابہؓ کا زمانہ:

صحابہ کرامؓ کا مبارک زمانہ ابتدائے بعثت سے شروع ہوکر پہلی صدی کے آخر تک ختم ہوگیا اوراس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ معجزانہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو ان الفاظ میں کی گئی ہے

فان راس مائة سنه لا یبقی ممّنْ هو الیوم علی ظھر الارض احد

”جو لوگ آج روئے زمین پر موجود ہیں ان میں سے سو سال کے بعد کوئی باقی نہ رہے گا“

لیکن ان مبہم الفاظ سے صحابہ کرام کو دھوکا ہوا، اور وہ یہ سمجھے کہ سو سال کے بعد قیامت آکر دنیا ہی کا خاتمہ کردیگی، حالانکہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس پیشین گوئی کے وقت جو لوگ موجود ہیں ان میں سے سب فنا ہو جائیں گے۔ (بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء) اور نسل انسانی کا یہ مخصوص دور ختم ہو جائے گا، اور جہاں تک عہد صحابہ کا تعلق ہے، واقعات بھی اس کی تائید کرتے ہیں، چنانچہ مدینہ کے صحابہ میں حضرت سہل بن سعدؓ آخری صحابی ہیں جنھوں نے باختلاف روایت ۸۸ھ میں ۹۶ سال یا ۹۱ھ میں سو سال کی عمر میں وفات پائی، وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر میں مرجاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرنے والا کوئی دوسرا نہ ملے گا۔“

(استیعاب تذکرہ سہل بن سعدؓ)

بصرہ کے صحابہ میں حضرت انسؓ بن مالک آخری صحابی تھے جنھوں نے باختلاف روایت ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں زیادہ سے زیادہ ۱۰۳ سال کی عمر وفات پائی، (اسد الغابہ تذکرہ حضرت انس بن مالکؓ) خود ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ اب کوئی صحابی باقی ہے یا نہیں؟ تو بولے کہ ”دیہات کے چند بدو البتہ باقی رہ گئے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے، لیکن اب کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جس نے آپ کی صحبت اٹھائی ہو“

(مقدمہ ابن صلاح باب ۳۹ ص ۱۴۸)

لیکن ان سب میں حضرت ابو الطفیلؓ عامر بن واثلہ سب سے آخری صحابی تھے جنھوں نے ۱۰۰ھ میں مکہ میں وفات پائی، وہ خود کہا کرتے تھے کہ آج میرے سوا روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو۔ (استیعاب

بہر حال حدیث صحیح اور عام روایات کی رو سے پہلی صدی کے ختم ہونے کے ساتھ صحابہ کرامؓ کا دورِ مبارک ختم ہوگیا۔ اور اب صرف ان کے اعمال صالحہ باقی رہ گئے ہیں اور اس کتاب میں ہم انہیں اعمال صالحہ کی تفصیل کرتے ہیں۔ ☆☆☆

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

اسوۂ صحابہؓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قبولِ اسلام

لطافت طبع ،رقتِ قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کا اصلی جوہر ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کی پند و موعظت ، تعلیم وتربیت اور ارشاد و ہدایت کو قبول کرسکتا ہے، پھولوں کی پنکھڑیاں نسیم صبح کی خاموش حرکت سے ہل جاتی ہیں، لیکن تناور درختوں کو باد صرصر کے جھونکے بھی نہیں ہلا سکتے ،شعاع نگاہ آئینہ کے اندر سے گزر جاتی ہے لیکن پہاڑوں میں فولادی تیر بھی نفوذ نہیں کرتے ،بعینہ یہی حال انسان کا بھی ہے، ایک لطیف الطبع رقیق القلب اور اثر پذیر آدمی ہر دعوت حق کو آسانی سے قبول کرلیتا ہے ،لیکن سنگدل اور غلیظ القلب لوگوں پر بڑے سے بڑے معجزے بھی اثر نہیں کرتے ،اس فرق مراتب کی جزئی مثالیں ہر جگہ مل سکتی ہیں ۔لیکن اشاعت اسلام کی تاریخ تمام تر اسی قسم کی مثالوں سے لبریز ہے، کفار میں ہم کو بہت سے اشقیا کا نام معلوم ہے ۔جنہوں نے ہزاروں کوششوں کے بعد بھی خدائے ذوالجلال کے آگے سر نہیں جھکایا ۔لیکن صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کی آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات، آپ کے مواعظ ونصائح ،شکل وشباہت ، دعاۃ اسلام کی تعلیم ،ہدایت وارشاد اور معجزات وآیات غرض ہر موثر چیز کے اثر کو قبول کیا اور بطوع و رضا اسلام کے حلقہ میں داخل ہوئے

قرآن مجید کا اثر:

حضرت عمرؓ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (نعوذ باللہ) کام تمام کرنے کے لئے گھر سے نکلے تھے، لیکن جب قرآن مجید کی چند آیتیں سنیں تو ان کا دل نورِ ایمان سے لبریز ہوگیا ،(اصابہ تذکرہ حضرت عمرؓ)حضرت ابو ذر غفاریؓ نے اپنے بھائی سے قرآن مجید

کے معجزانہ اثر کا ذکر سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے مسلمان ہو گئے۔ (صحیح مسلم فضائل ابوذرؓ) حضرت عثمان بن مظعونؓ نے جب یہ آیت سنی۔

ان اللہ یا ئمر بالعدل والا حسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذ کرون، (نحل ۱۳)

خدا عدل، احسان اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بدکاری، برائی اور ظلم سے روکتا ہے، وہ اس لئے یہ نصیحتیں کرتا ہے کہ شاید تم اس کو قبول کرلو۔

تو ان کے دل پر جو اثر ہوا اس کو خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

فذلک حین استقر الا یمان فی قلبی واجبت محمدا

یہی وہ وقت ہے جب ایمان میرے دل میں جاگزیں ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے لگا۔ (مسند ابن حنبل جلد اص ۳۱۸)

حضرت جبیر بن مطعمؓ نے جب یہ آیتیں سنیں۔

ام خلقوا من غیر شی ء ام ھم الخالقون ام خلقوا السموات والارض بل لا یو قنون ام عند ھم خزائن ربک ام ھم المصیطرون ،

کیا یہ لوگ خود بخود پیدا ہو گئے؟ یا یہ لوگ خود پیدا کرنے والے ہیں، کیا آسمان وزمین کو انہی لوگوں نے پیدا کیا ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ انکے دل میں ایمان نہیں (اے پیغمبر) کیا انکے پاس تمہارے پروردگار کے خزانے ہیں؟ یا یہ لوگ سربراہ کار ہیں۔

تو وہ خود کہتے ہیں کہ میرا دل اڑنے لگا، (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ طور) حضرت طفیل بن عمرو الدوسیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن سنا تو بے اختیار ہو کر مسلمان ہو گئے۔ (استیعاب وطبقات ابن سعد تذکرہ حضرت طفیل بن عمرو

الدوسیؓ) طائف کے سفر میں حضرت خالد العدوانیؓ نے آپ کی زبان سے یہ آیت سنی۔

والسماء والطارق — آسمان کی قسم اور رات میں آنے والے کی قسم،

تو اسی وقت پوری سورۃ کو یاد کرلیا اور بالآخر مسلمان ہو گئے۔ (مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۳۳۵)

اشخاص سے الگ صحابہ کی جماعت کی جماعت قرآن مجید کے اثر سے متاثر ہوئی اور اسلام لائی مثلاً حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوسلمہؓ، حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم اور حضرت عثمان بن مظعونؓ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دعوت اسلام دی، اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ (اسد الغابہ تذکرہ ابوسلمہ بن عبد الاسد)

قرآن مجید نے ایرانیوں کے مقابل میں رومیوں کی فتح کی جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی تو بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ (ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۃ روم)

اخلاق نبوی کا اثر:

ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی بکریاں مانگیں آپ نے اسکا سوال پورا کیا، اس پر اس فیاضی کا یہ اثر پڑا کہ اپنے قبیلہ میں آکر کہا کہ لوگو! مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر دیتے ہیں کہ ان کو اپنے تنگدست ہو جانے کا بھی خوف نہیں ہوتا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب ماسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیاء قط فقال لا و کثرۃ عطاء)

ایک یہودی عالم نے جب آپ کو تقاضائے قرض میں اس قدر تنگ کیا اور پکڑا کہ ظہر کی نماز سے لیکر فجر تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑا تو صحابہ کرامؓ نے اس کو سخت دھمکیاں دیں، لیکن آپ نے فرمایا خدا نے مجھے کسی ذمی پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، دن چڑھا تو

وہ اسلام لایا اور کہا کہ میرا نصف مال خدا کی راہ میں صدقہ ہے، اس سخت گیری سے میرا صرف یہ مقصد تھا کہ توراۃ میں آپؐ کے جو اوصاف مذکور ہیں ان کا تجربہ کروں۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن فی اخلاقہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ثمامہؓ بن آثال گرفتار ہو کر آئے تھے لیکن آپؐ نے انکو بلا شرط و بلا معاوضہ رہا کر دیا، تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور ان کا دل اسلام، داعی اسلام اور مدینۃ الاسلام کی محبت سے معمور ہو گیا۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب ربط الاسیر)

مواعظ نبوی کا اثر:

ایک بار حضرت ضمادؓ مکہ میں آئے تو کفار سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنون ہو گیا ہے۔ حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ "میں جنون کا علاج کرتا ہوں" آپؐ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی جس کا اثر ان پر یہ پڑا کہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ (مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ) حضرت حلیمہؓ کے شوہر یعنی آپ کے رضاعی باپ جب مکہ میں تشریف لائے تو قریش نے کہا کہ کچھ سنا ہے تمھارا بیٹا کہتا ہے کہ "لوگوں کو مر کر پھر جینا ہوگا،، انہوں نے آپؐ سے کہا بیٹا یہ کیا کہتے ہو،،؟ آپ نے فرمایا "اگر وہ دن آیا تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر بتادوں گا کہ جو کچھ میں کہتا تھا سچ تھا وہ فوراً مسلمان ہو گئے، اور ان فقروں کا اثر عمر بھر رہا کہا کرتے تھے کہ "میرا بیٹا ہاتھ پکڑے گا تو جنت میں پہنچا کر ہی چھوڑے گا۔ (اصابہ تذکرہ حضرت حارث بن عبدالغزیٰ)

شمائل نبوی کا اثر:

بعض صحابہؓ نے صرف آپ کی شکل وصورت ہی دیکھ کر آپ کی نبوت کا اعتراف کر لیا۔ حضرت ابو رافعؓ آپ کی خدمت میں قریش کی طرف سے قاصد بن کر آئے لیکن آپؐ پر نظر پڑتے ہی شیدائے اسلام ہو گئے اور بالآخر علانیہ اسلام قبول کر لیا، (ابو داؤد کتاب الجہاد باب یستجن بالامام فی العہود) حضرت عبد اللہؓ بن سلام کو آپ کا چہرہ دیکھتے

ہی یقین ہو گیا کہ

وجهه ليس بوجه كذّاب (ترمذی ابواب الزهد ص ۴۰۹)

''جھوٹے آدمی کا چہرہ ایسا نہیں ہو سکتا''۔

دعاۃ اسلام کا اثر:

صحابہ میں بکثرت ایسے صحابہ تھے جو دعاۃ اسلام کے اخلاقی اثر سے اسلام لائے۔ متعدد صحابہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے اثر سے اسلام قبول کیا۔ یمن کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد وہدایت سے اسلام لائے، حضرت طفیلؓ نے اپنے قبیلے کے بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا قبیلہ ہمدان حضرت عامرؓ بن شہر کے اثر سے اسلام لایا، حضرت ابو ذر غفاریؓ کا آدھا قبیلہ ان کے اثر سے مسلمان ہوا، غرض احادیث وسیر میں اس قسم کے بکثرت واقعات مذکور ہیں اور اشاعت اسلام کے عنوان میں ان کی تفصیل آئے گی۔

معجزات کا اثر:

ایک سفر میں صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی، آپؐ نے دو آدمیوں کو پانی کی تلاش میں بھیجا، یہ لوگ جستجو میں نکلے تو ایک ناقہ سوار عورت ملی جس کے ساتھ پانی کی دو مشکیں تھیں، ان دونوں بزرگوں نے اس کو آپؐ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے برتن منگوایا اور اس میں دونوں مشکوں سے پانی ڈال کر مشکوں کے دہانے بند کر دیئے اور عام اعلان کے ذریعہ سے تمام صحابہ آئے اور پانی پی کر سیراب ہوئے، لیکن مشکوں کے پانی میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ عورت نے یہ معجزہ دیکھا تو اپنے قبیلہ میں آ کر بیان کیا کہ خدا کی قسم آسمان وزمین کے درمیان یہ شخص عجوبہ روزگار اور خدا کا سچا پیغمبر ہے۔

(بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوالمسلم یکفیہ من الماء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہؓ بن سلام حاضر خدمت ہوئے اور چند غیبی امور کے متعلق سوالات کیے، آپؐ نے ان کے

جوابات دیئے تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ (بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ مع فتح الباری)

فتح مکہ کا اثر:

اگر چہ صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد جن میں تمام اکابر صحابہ داخل ہیں۔ متذکرہ بالا اسباب سے اسلام قبول کیا، تاہم ایک جماعت اسلام کے عام غلبہ کا انتظار کررہی تھی اس لئے جب مکہ فتح ہوا تو عام اہل عرب نے بطوع ورضا خودبخود اسلام قبول کرلیا، صحیح بخاری میں ہے۔

وکانت العرب تلوم باسلامھم الفتح ، فیقولون اترکوہ وقومہ فانہ ان ظھر علیھم فھو نبی صادق فلما کانت وقعۃ اھل الفتح بادر کل قوم باسلامھم (بخاری کتاب المغازی ذکر فتح مکہ)

تمام عرب اپنے اسلام کے لئے فتح مکہ کا منتظر تھا وہ کہتے تھے کہ محمدؐ کو اپنی قوم سے نپٹ لینے دو۔ اگر وہ غالب آ گئے تو وہ سچے پیغمبر ہیں چنانچہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو ہر قبیلہ کے لوگ نہایت سرعت کے ساتھ اسلام کی طرف دوڑے"۔

☆☆☆

قوتِ ایمان

طمع وترغیب سے برگشتہ از اسلام نہ ہونا:

ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ اس قدر مفلوک الحال تھے کہ افلاس کی وجہ سے بعض مسلمان خاندانوں کے مرتد ہو جانے کا خطرہ تھا۔ (سنن ابن ماجہ کتاب البیوع باب السلف فی کیل معلوم وزن معلوم الی اجل معلوم) لیکن مخالفین اسلام یعنی یہود و کنار دولت وثروت سے مالا مال تھے بالخصوص یہود کے پاس یہ ایک ایسا زریں آلہ تھا کہ جس کے ذریعہ سے وہ صحابہ کی روحانی طاقت پر زور لگا سکتے تھے۔ اس افلاس پر صحابہ کرامؓ کو صدقہ وزکوٰۃ بھی ادا کرنا پڑتا تھا اور بظاہر یہ ایک ایسا بار تھا جس سے سبکدوش ہونے کیلئے نہایت آسانی کے ساتھ اسلام سے برگشتہ ہونے کی ترغیب دی جا سکتی تھی، چنانچہ جب محمد ابن مسلمہؓ نے کعب بن اشرف سے حیلۃً گرانباری صدقہ کی شکایت کی اور غرض کیلئے اس سے قرض لینا چاہا تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے کہا، "تم محمدؐ سے گھبرا اٹھو گے" (بخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن اشرف) اس کے ساتھ صحابہؓ کو اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا پڑتا تھا اور اس حالت میں ان سے نجات دلانے کا وعدہ ایک ضعیف الایمان دل کو ڈانواں ڈول کر سکتا تھا لیکن صحابہ کرامؓ نے ان میں سے کسی چیز کے اثر کو قبول نہیں کیا بلکہ ان کی قوت ایمان نے یہودیوں کی مالی ترغیبات کو اس قدر بے اثر کر دیا کہ حضرت محیصہؓ جس یہودی تاجر سے مالی فائدہ اٹھاتے تھے، جوش اسلام میں خود اسی کو قتل کر دیا جس پر ان کے بڑے بھائی نے جواب تک کافر تھے ان کو یہ طعنہ دیا کہ "او خدا کے دشمن! تیرے پیٹ کی کل چربی اسی کے مال سے پیدا ہوئی ہے" (ابوداؤد کتاب الخراج باب کیف کان اخراج الیہود من المدینہ)

مصیبتوں سے نجات دلانے کی توقعات کو صحابہ کرام نے اس بے پروائی کے ساتھ ٹھکرا دیا کہ جب غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت کعب بن مالکؓ سے ناراض ہو گئے اور آپ کے حکم سے تمام صحابہؓ نے ان سے معاشرتی تعلقات منقطع کر لئے تو شاہ غسان نے لکھا کہ ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے آقا نے تم پر ظلم کیا ہے۔

لیکن خدا تم کو ذلت اور کسمپری کی زمین میں نہ رہنے دیگا، آؤ اور ہم سے مل جاؤ، ہم اپنے مال کے ذریعہ تمھاری غم خواری کریں گے،، لیکن انہوں نے اس خط کو خود تنور میں ڈال دیا اور حسرت سے کہا ''انا للہ اب کنار مجھ کو حریصانہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک مع فتح الباری)

انسان دوسرے کے مال دولت سے بے نیاز ہو سکتا ہے ''لیکن خود اپنے ذاتی مال و جائیداد کو نہیں چھوڑ سکتا، لیکن صحابہ کرامؓ نے اپنے مال و جائیداد کو بھی اسلام پر قربان کر دیا اور ان میں کسی چیز کی محبت ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکی، عاص بن وائل پر حضرت خبابؓ کی اجرت باقی تھی۔ لیکن جب انہوں نے اس کا تقاضہ کیا تو ملعون نے کہا کہ جب تک محمدؐ کی نبوت سے انکار نہ کرو گے نہ دوں گا، لیکن انہوں نے کہا کہ ''یہ تو قیامت تک بھی نہ ہو گا،

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر کہیعص)

صحابہ کرامؓ نے ہجرت کی تو اپنے تمام مال و متاع کو خیر باد کہا اور وراثت سے جو مال ملتا اس سے اس لئے محروم ہو گئے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا لیکن ان چیزوں میں ایک چیز بھی انکے رشتہء ایمان کو ڈھیلا نہ کر سکی۔ ہجرت کرنے کے بعد ابتلا و امتحان کے مختلف مواقع پیش آئے، لیکن صحابہ کرامؓ نے عارضی فوائد کے لئے اپنے عقائد کے اظہار میں کسی قسم کی مداہنت نہیں کی چنانچہ جب صحابہ کرام ہجرت کر کے حبش کو گئے تو نجاشی کے ظلِ عاطفت میں نہایت امن سکون کی زندگی بسر کرنے لگے، لیکن قریش کو یہ گوارا نہ ہوا اور انہوں نے دو ممتاز آدمیوں کو مکہ کے بہترین تحائف و ہدایا کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ نجاشی کو اس پر آمادہ کریں کہ وہ صحابہ کو مکہ میں واپس بھیج دے قریش کی بڑی خواہش یہ تھی کہ

نجاشی اور صحابہؓ کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہ ہونے پائے لیکن نجاشی نے اس کو منظور نہیں کیا اور کہا کہ جب تک اس معاملہ کے متعلق ان سے گفتگو نہ کرلوں گا ان کو واپس نہیں کر سکتا، اس غرض سے اس نے صحابہ کو طلب کیا اور صحابہؓ نے باہمی مشورہ سے یک زبان ہوکر کہا کہ نتیجہ جو کچھ بھی ہو لیکن ہم وہی بات کہیں گے جس کا ہم کو یقین ہے اور جس کا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے چنانچہ اس قرارداد کے بموجب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے اسلام کی پاک تعلیمات کو نجاشی کے سامنے بیان کیا تو اس پر نہایت عمدہ اثر پڑا اور کفار کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ اب انہوں نے نجاشی کو اشتعال دلانے کے لئے دوسری تدبیر اختیار کی اور کہا کہ اے بادشاہ! یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک بڑی بات کہتے ہیں یعنی ان کو خدا کا بندہ سمجھتے ہیں خود ان کو بلا کر پوچھ لے۔''

صحابہ نے مشورہ کیا کہ اس سوال کا کیا جواب دیا جائے گا؟ سب نے کہا کہ ''جو کچھ بھی ہو ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی کہیں گے جو خدا نے کہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعلیم دی ہے'' نجاشی ایک عیسائی بادشاہ تھا اور اسی وجہ سے ان دونوں آدمیوں نے اس سوال پر اس کو آمادہ کیا تھا لیکن جب اس نے سوال کیا تو صحابہؓ نے صاف صاف کہا کہ ''وہ خدا کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں اسکی روح ہیں اور اس کے کلمہ ہیں۔'' اب نجاشی نے زمین پر ہاتھ مار کر ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ ''اس کے سوا عیسیٰ بن مریم اس تنکے سے بھی زیادہ نہیں''

(مسند ابن حنبل جلد اول ص ۲۰۲)

تحمل شدائد:

ضعیف القلب انسان مصائب کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے، لیکن صحابہ کرامؓ نے اسلام کیلئے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور انکے ایمان میں ذرہ برابر تزلزل واقع نہیں ہوا حضرت بلالؓ کو کفار نے لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا، لڑکے انکو مکہ کی

پہاڑیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔لیکن انکی قوت ایمان نے کسی قسم کا ضعف نہیں پایا، (سنن ابن ماجہ ص ۱۴ افضل سلمان وابی ذروالمقداد) حضرت خبابؓ ام انمار کے غلام تھے وہ اسلام لائے تو ام انمار نے لوہا گرم کرکے ان کے سر پر رکھا، ایک دن حضرت عمرؓ نے انکی پیٹھ دیکھی تو کہا کہ آج تک ایسی پیٹھ میری نظر سے نہیں گزری، حضرت خبابؓ نے جواب دیا کہ ''کفار نے انگاروں پر لٹا کر مجھ کو گھسیٹا تھا'' (اسد الغابہ تذکرہ خباب بن ارتؓ) حضرت صہیبؓ اور حضرت عمارؓ کو کفار لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں چھوڑ دیتے تھے لیکن دھوپ کی شدت سے انکی حرارت اسلام میں کوئی کمی نہیں واقع نہیں ہوتی تھی۔

(اسد الغابہ تذکرہ صہیبؓ)

کفار حضرت ابو فکیہؓ کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر دھوپ میں لٹا دیتے، پھر پشت پر پتھر کی چٹان رکھ دیتے، یہاں تک کہ وہ مختل الحواس ہو جاتے، ایک دن امیہ نے انکے پاؤں میں رسی باندھی اور آدمیوں کو انکے گھسیٹنے کا حکم دیا۔ اسکے بعد انکو تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا، اتفاق سے راہ میں ایک گبریلا جا رہا تھا اُمیہ نے استہزاء کہا ''تیرا پروردگار یہی تو نہیں؟'' بولے ''میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے'' اس پر اسنے زور سے انکا گلا گھونٹا لیکن اسکے بید رد بھائی کو جو اس وقت اسکے ساتھ تھا اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی اور اسنے کہا ''اسکو اور اذیت دو'' (ایضاً تذکرہ ابو فکیہؓ)

حضرت سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں ایک دن کفار نے انکو دھوپ میں لٹا دیا تھا، اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا تو فرمایا ''صبر کرو صبر، تمہارا ٹھکانہ جنت میں ہے'' لیکن ابو جہل کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی، اور اس نے برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا، چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شرف شہادت ان ہی کو نصیب ہوا۔

(اسد الغابہ تذکرہ سمیہؓ)

حضرت عمرؓ کی بہن جب اسلام لائیں اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ تمام بدن لہولہان ہو گیا، لیکن انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کرو میں تو اسلام لا

چکی۔

(ایضاً تذکرہ عمرؓ)

حضرت ابوذر غفاریؓ نے جب خانہ کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو ان پر کفار ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے زمین پر لٹا دیا۔ (مسلم کتاب مناقب فضائل حضرت ابو ذر غفاریؓ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب اوّل اوّل خانہ کعبہ میں قرآن مجید کی چند آیتیں باآواز بلند پڑھیں تو کفار نے انکو اس قدر مارا کہ چہرے پر نشان پڑ گئے، لیکن انہوں نے صحابہ سے کہا کہ "اگر کہو تو کل پھر اسی طرح باآواز بلند قرآن کی تلاوت کر آؤں۔" (اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعود)

ان اذیتوں کے علاوہ کفار ان غریبوں کو اور بھی مختلف طریقوں سے ستاتے تھے۔ پانی میں غوطے دیتے تھے، مارتے تھے، بھوکا پیاسا رکھتے تھے، یہاں تک کہ ضعف سے بیچارے بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ (ایضاً تذکرہ عمارؓ)

یہ وہ لوگ تھے جن میں اکثر یا تو لونڈی غلام تھے یا غریب الوطن لیکن انکے علاوہ بہت سے دولت مند اور معزز لوگ بھی کفار کے دست تطاول سے محفوظ نہ رہ سکے۔

حضرت عثمانؓ نہایت معزز شخص تھے لیکن جب اسلام لائے تو خود ان کے چچا نے ان کو رسی میں باندھ دیا۔ (طبقات ابن سعد ترجمہ عثمان بن عفان)

حضرت زبیر بن عوامؓ جب اسلام لائے تو ان کا چچا انکو چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا دیتا تھا۔ پھر نیچے سے ان کے ناک میں دھواں دیتا تھا۔ (ریاض النضرہ للمحب الطبری تذکرہ حضرت زبیرؓ بن عوام)

حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی سعید بن زیدؓ اسلام لائے تو حضرت عمرؓ نے انکو رسیوں میں باندھ دیا۔ (بخاری کتاب الاکراہ باب من اختار الضرب والقتل والھوان علی الکفر)

حضرت عیاش بن ابیؓ ربیعہ اور حضرت سلمہ بن ہشامؓ اسلام لائے تو کفار نے دونوں کے پاؤں کوایک ساتھ باندھ دیا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ ولید بن ولید)

حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے تو ایک تقریر کے ذریعہ سے دعوت اسلام دی، کفار نے یہ نامانوس آواز سنی تو ان پر دفعۃً ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ حضرت ابوبکرؓ کے قبیلہ بنوتمیم کو انکی موت کا یقین آ گیا اور وہ ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر گھر لے گئے شام کے وقت انکی زبان کھلی تو بجائے اس کے کہ اپنی تکلیف بیان کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال پوچھا اب خاندان کے لوگ بھی ان سے الگ ہو گئے، لیکن انکو اسی محبوب کے نام کی رٹ لگی رہی، بالآخر لوگوں نے ان کو آپ تک پہنچا دیا، آپؐ نے یہ حالت دیکھی تو ان کے اوپر گر پڑے انکا بوسہ لیا اور سخت رقت طبع کا اظہار فرمایا۔

(اسد الغابہ تذکرہ ام الخیر)

صبر واستقامت کی یہ بہترین مثالیں تھیں اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں خود اہل کتاب تک انکے معترف تھے، چنانچہ استیعاب میں ہے کہ جب صحابہ کرامؓ شام میں گئے تو ایک اہل کتاب نے ان کو دیکھ کر کہا کہ عیسیٰ ابن مریم کے وہ اصحاب جو آروں سے چیرے اور سولی پر لٹکائے گئے ان سے زیادہ تکلیف برداشت کرنے والے نہ تھے۔

(استیعاب جلد اص ۲)

قطع علائق:

انسان مال ودولت سے بے نیاز ہو سکتا ہے، اگر عزم واستقلال سے کام لے تو ابتلاء وامتحان پر بھی صبر کر سکتا ہے لیکن ماں باپ، بھائی، بہن، اعزہ واقارب اور اہل وعیال کے تعلقات کو منقطع نہیں کر سکتا، یہی لوگ غربت وافلاس کی حالت میں اس کی دستگیری کرتے ہیں۔ تکلیف ومصیبت میں تسکین دیتے ہیں۔ عیش وعشرت میں لطف زندگی بڑھاتے ہیں۔ غرض کسی حالت میں ان کے تعلقات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، لیکن جو لوگ اپنا رشتہ

صرف خدا سے جوڑتے ہیں انکو کبھی کبھی یہ رشتہ بھی توڑنا پڑتا ہے۔

صحابہ کرامؓ اسلام لائے تو حالات نے ان کو اس رشتے کے توڑنے پر مجبور کیا اور ایمان واسلام کے لئے انہوں نے آسانی کے ساتھ اس کو گوارا کرلیا، حضرت سعد بن ابیؓ وقاص اسلام لائے تو ان کی ماں نے قسم کھالی کہ جب تک وہ اسلام کو نہ چھوڑیں گے وہ ان سے نہ بات چیت کریں گی نہ کھانا کھائیں گی نہ پانی پئیں گی، چنانچہ انہوں نے یہ قسم پوری کی یہاں تک کہ تیسرے دن کے فاقہ میں بے ہوش ہوگئیں (مسلم کتاب المناقب مناقب سعد بن ابی وقاصؓ) لیکن حضرت سعد بن ابیؓ وقاص پر اس کا کچھ اثر نہ پڑا اور انہوں نے اپنی ماں سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر تمہارے قالب میں ہزار جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کرکے ہر جان نکل جائے تب بھی میں اپنے اس دین کو نہ چھوڑوں گا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ)

حضرت خالد بن سعیدؓ اسلام لائے تو ان کے باپ نے ان کو سخت سرزنش کی کوڑے مارے قید کیا، کھانا پینا بند کردیا اور اپنے دوسرے لڑکوں کو ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت کردی لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت نہ چھوڑی اور آخر کار حبش کی طرف ہجرت کر گئے، اب ان کے باپ کو اور بھی رنج ہوا اور کہا کہ مجھے ان صابیوں سے الگ ہو جانا پسند ہے لیکن یہ گوارا نہیں کہ اپنے باپ دادا اور معبودوں کے معائب سنوں، چنانچہ وہ طائف کے ایک مقام میں جہاں انکی کچھ جائیداد تھی چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن سعید و خالد بن سعیدؓ) دین وایمان کے معاملہ میں صحابہ کرامؓ نے صرف معاشرتی بے تعلقی کو گوارا نہیں کیا بلکہ ان کو اعزہ واقارب کے رشتہ حیات کے منقطع کردینے میں بھی تامل نہ ہوا، ایک غزوہ میں عبداللہ بن ابی سلول نے انصار کو مہاجرین کے خلاف اشتعال دلایا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کو قتل کرڈالوں'' (استیعاب تذکرہ عبداللہ بن ابی سلول)

عتبہ غزوہ بدر میں شمشیر بکف میدان میں آیا تو مقابلے کیلئے اس کے لخت جگر حضرت ابو حذیفہؓ نکلے، چنانچہ عتبہ کی بیٹی ہند نے اس پر ان کی ہجو میں یہ اشعار لکھے۔

فماشکرت ابًار باک من صغر

تو نے اس باپ کا شکرادا نہیں کیا۔

حتی شببت شابا غیر محجون

جس نے تجھے لڑکپن میں پالا یہاں تک تو جوان ہوا۔

الاحول الا ثعل المشئوم طائرہ

او! احول، کج دندان، بد بخت

ابو حذیفة شر الناس فی الدین

ابو حذیفہؓ جو مذہبی حیثیت سے بدترین شخص ہے۔(استیعاب تذکرہ ابو حذیفہ)

اسی غزوہ میں حضرت عبدالرحمٰن (اس وقت وہ کافر تھے) صف جنگ سے نکلے تو ان کے والد بزرگوار حضرت ابوبکرؓ نے ان کا مقابلہ کیا۔(ایضا تذکرہ عبدالرحمٰن) اسیران بدر گرفتار ہو کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ان کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ "آپ علی کو ان کے بھائی عقیل کی گردن مارنے کا حکم دیجئے اور مجھ کو میرے ایک عزیز کو حوالہ کیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں" (مسلم کتاب الجہاد باب الامداد فی الملئکہ فی غزوہ بدر و اباحتہ الغنائم) یہود بنو قریظہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔

(اسد الغابہ تذکرہ سعد بن معاذ و طبقات ابن سعد ذکر غزوہ بنو قریظہ)

اور عرب میں حلیفوں میں بالکل برادرانہ تعلقات پیدا ہو جاتے تھے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذؓ پر رکھ دیا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے تو انہوں نے اس تعلق کی کچھ پرواہ نہ کی اور بے لاگ فیصلہ کر دیا کہ لڑنے والے قتل کر دیے جائیں عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا جائے اور ان کا مال واسباب

مسلمانوں پر تقسیم کردیا جائے۔

(بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ بنوقریظہ)

صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی۔

ولا تمسکو ابعصم الکو افر ''کافرہ عورتوں کو نکاح میں نہ رکھو،''

اوراس کے ذریعے سے صحابہ کوحکم دیا گیا کہ مکہ میں انکی جو کافرہ عورتیں ہیں ان کوچھوڑ دیں۔(بخاری کتاب التفسیر سورہ ممتحنہ)تو حضرت عمرؓ نے اسی وقت اپنی کافرہ بیویوں کوطلاق دیدی۔ بہت سی صحابیات اپنے اپنے شوہروں کو چھوڑ کر ہجرت کرآئیں اوران میں سے ایک بھی اپنے دین سے برگشتہ نہ ہوئی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں،

مانعلم ان احد امن المھا جرات ارتدت بعد ایمانھا

(بخاری کتاب الشروط ذکر صلح حدیبیہ)

''ہم کوکسی ایسی مہاجرہ عورت کا حال معلوم نہیں ہوا جوایمان لا کر پھر مرتد ہوئی ہو''

اعزہ واقارب کے علاوہ قبائل کی یکجہتی بھی عرب کی سب سے بڑی طاقت تھی، لیکن بعض صحابہؓ نے اسلام کے لیے قبیلہ کے تعلق کو بھی منقطع کردیا، حضرت سعد بن معاذؓ اسلام لائےتو اپنے قبیلہ سے تمام تعلقات منقطع کرلیے اورکہا کہ ''مجھ پر تمھارے مردوں اورعورتوں سے بات چیت کرنا حرام ہے۔(اسدالغابہ تذکرہ حضرت سعد بن معاذؓ) لیکن ان تمام واقعات سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام نے صحابہ کرامؓ میں قساوت اور سنگدلی پیدا کردی تھی اوراسی سنگدلی کی وجہ سے انہوں نے تمام اعزہ واقارب سے تعلقات منقطع کرلیے تھے۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام نے صحابہ کرامؓ کے جذبہ محبت کواوربھی زیادہ مشتعل کردیا تھا، اس لئے جب وہ اپنے اعزہ واقارب بالخصوص اپنی اولاداوراپنی شریک

زندگی بی بی کو دیکھتے تھے کہ وہ کفر کی بدولت جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں تو فطری محبت کی بنا پر ان کا دل جلتا تھا اور سخت اضطراب کی حالت میں خدا سے دعا کرتے تھے کہ

ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما

''اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں (کی طرف) سے اور ہماری اولاد کی (طرف) سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا''

یعنی ہماری ہی طرح ہماری بیبیوں اور بچوں کو بھی ایمان و اسلام کی دولت عطا کر اور وہ اس معاملہ میں ہماری پیروی کریں تاکہ ان کو دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم پرہیز گاروں کے پیشوا بن سکیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۷ص ۱۵۹)

ہجرت:

صحابہ کرامؓ نے اسلام کے لئے جو مصائب برداشت کئے، ان میں ہجرت کی داستان نہایت دردانگیز ہے خود حدیث شریف میں آیا ہے۔

ان الھجرۃ شانھا شدید (بخاری باب ہجرۃ النبی واصحابہؓ الی المدینۃ)

ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ہمیشہ مصائب برداشت کرنے کے خوگر تھے وہ بھی اس مصیبت کو برداشت نہ کر سکے، چنانچہ ایک بدو مدینہ میں ہجرت کر کے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، سوئے اتفاق سے اسلام لانے کے بعد اسکو بخار آ گیا اسلئے اس نے اصرار کے ساتھ بیعت فسخ کرالی، اس موقع پر آپؐ نے فرمایا۔

انما المدینۃ کا لکیر تنفی خبثھا و تنصع طیبھا

(بخاری کتاب الاحکام باب من بائع ثم استقال البیعۃ مع فتح الباری)

مدینہ سونار کی بھٹی کے مثل ہے جو میل کچیل کو باہر پھینک دیتی ہے اور خالص سونے کو الگ کر دیتی ہے۔

یہ زر خالص صحابہ کرامؓ ہی تھے جو مدتوں مدینہ میں نعل در آتش رہے، لیکن اسلام کیلئے ان تمام سختیوں کو گوارا کرلیا، چنانچہ صحابہ کرامؓ ہجرت کرکے آئے تو مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی اور متعدد بزرگ بخار میں مبتلا ہوگئے اس حالت میں حضرت ابوبکرؓ یہ شعر پڑھتے تھے۔

کل امری مصبح فی اھلہ والموت ادنی من شراک نعلہ

حضرت بلالؓ مکہ کی وادیوں، چشموں اور پہاڑیوں کو یاد کرکے چیخ اٹھتے تھے اور اپنے رنج وغم کا اظہار ان حسرت ناک اشعار میں کرتے تھے

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ کاش میں ایک رات اس میدان میں بسر کرتا۔

بوادو حولی اذخرو جلیل

جس میں میرے گرد اذخر وجلیل ہوتے (مکہ کی دو قسم کی گھاسوں کا نام ہے)

وھل اردن یوما میاہ مجنۃ کیا میں پھر کسی دن کوہ مجنہ کے چشموں سے سیراب ہوں گا

وھل یبدو ن لی شامۃ وطفیل ا ہ

کیا میرے سامنے پھر شامہ وطفیل (دو پہاڑیاں) ہوں گی۔ (بخاری کتاب الحج فضائل مدینہ)

حضرت عامرؓ کی زبان پر یہ شعر تھا

انی وجدت الموت قبل ذوقہ مجھے موت سے پہلے ہی موت آ گئی

ان الجبان حتفہ من فوقہ نامردوں کی موت اوپر سے آتی ہے۔(مسند ج٦ ص ٦٨)

ایک صحابی ہجرت کرکے آئے تو بیمار ہوگئے، حالت مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حال پوچھا بولے بیمار ہوں' اگر بطحان کا پانی پی لیتا تو اچھا ہوجاتا' فرمایا تو

کون روکتا ہے؟ بولے ہجرت ارشاد ہوا جاؤ تم ہر جگہ مہاجر ہی رہو گے۔ (اسد الغابہ تذکرہ سداد بن اسید)

سخت سے سخت رکاوٹیں بھی صحابہ کرامؓ کو ہجرت سے باز نہیں رکھ سکتی تھیں، کفار نے حضرت ابو جندلؓ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی تھیں لیکن حدیبیہ کا معاہدہ صلح ہو رہا تھا کہ وہ بیڑیاں پہنے ہوئے پہنچے اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا۔ اگر چہ معاہدہ میں یہ شرط تھی کہ جو مسلمان مدینہ جائے گا وہ واپس کر دیا جائے گا، تاہم چونکہ معاہدہ اب تک مکمل نہیں ہوا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی انکی حالت پر رحم آیا، اور فرمایا کہ "اب تک ہم نے مصالحت نہیں کی ہے۔ لیکن ابو جندلؓ کے باپ سہیل نے کہا کہ "سب سے پہلے ان ہی کو واپس کرنا ہوگا، مصلحتہ آپ نے ان کو واپس کرنا چاہا تو انہوں نے کہا "مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف پھر واپس کر دیا جاؤں گا؟ حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، کیا تم مصیبتوں کو نہیں دیکھتے اس وقت اگر چہ وہ واپس کر دیئے گئے، تاہم دوبارہ بھاگ کر آئے اور حضرت ابو بصیرؓ نے سمندر کے ساحل پر اس قسم کے مہاجرین کی جو جماعت قائم کر لی تھی اس میں شامل ہو گئے۔ (بخاری کتاب الشروط ذکر صلح حدیبیہ)

حضرت صہیبؓ نے ہجرت کرنا چاہی تو کفار نے سخت مزاحمت کی اور کہا کہ "تم مکہ میں محتاج آئے تھے لیکن یہاں آکر دولت مند ہو گئے اب یہ مال لیکر کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے کہا "اگر میں سب مال تم کو دیدوں تو مجھے جانے دو گے؟ کفار راضی ہو گئے اور انہوں نے تمام مال انکو دے دیا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت صہیبؓ)

ان تمام تکلیفوں اور مزاحمتوں میں صحابہؓ کیلئے صرف یہ خیال مسرت خیز تھا کہ انہوں نے کفر کے گہوارہ سے باہر قدم نکالا اور اسلام کے دائرہ میں آگئے، حضرت ابو ہریرہؓ نے ہجرت کی تو گو طویل سفر سے اکتا گئے، تاہم یہ شعر زبان پر تھا۔

یالیلة من طولها وعنا ئها علی انها من دارة الکفر نجت

(بخاری کتاب الاعتاق)

کتنی لمبی اور تکلیف دہ یہ رات ہے، تاہم یہ بات تسکین بخش ہے کہ اس نے دارالکفر سے نجات دلائی۔

فتح مکہ کے بعد اگرچہ تمام عرب میں امن وامان قائم ہوگیا تھا اور ہر شخص آزادی سے فرائض اسلام بجالاسکتا تھا، تاہم بعض مسلمانوں کے دلوں میں اب بھی ہجرت کا شوق باقی تھا، چنانچہ چند لوگ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ کو چلے کوفہ تک پہنچے تو راستے میں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا۔ (بخاری کتاب المغازی ذکر وفات النبی و بعث اسامہ)

لوگ سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے صرف جان ومال کی حفاظت کیلئے ہجرت کی تھی لیکن درحقیقت یہ خیال صحیح نہیں بلکہ ہجرت کا اصلی مقصد یہ تھا کہ دین کی حفاظت ہو اور ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے خدا کی عبادت کرسکے، چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "ہر مسلمان اپنے دین کو لے کر خدا اور خدا کے رسولؐ کے طرف بھاگ آتا تھا، تاکہ دینی فتنہ میں نہ مبتلا ہو۔ (بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ الی المدینہ) لیکن یہ ذوق اس قدر ترقی کرگیا کہ جس سرزمین میں برائی نظر آتی تھی صحابہ کرامؓ اسکو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں پناہ لیتے تھے تاکہ انکے گناہوں کا کفارہ ہو، چنانچہ ایک بار حضرت لبابہؓ بن المنذر رسے ایک گناہ سرزد ہوگیا اوران پر اسکا اس قدر اثر پڑا کہ جب انکی توبہ قبول ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسولؐ اللہ میں چاہتا ہوں کہ جس سرزمین میں میں نے گناہ کیا ہے چھوڑ دوں اور آپؐ کے پاس آرہوں اور اپنا کل مال اللہ و رسول کو صدقہ میں دے دوں۔ (موطا امام مالک کتاب الایمان والنذ و باب جامع الایمان)

اسلامی اوج حکومت کے زمانہ شباب میں بھی جب کہیں صحابہ کرامؓ کو بدی کا احساس ہوتا تو فوراً اس مقام کو چھوڑ کر مدینہ کا رخ کرتے تھے۔

ایک بار غزوۂ روم میں حضرت عبادہؓ بن صامت انصاری نے دیکھا کہ لوگ سونے

کے ٹکڑے اشرفیوں سے اور چاندی کے ٹکڑے درہموں سے بیچ رہے ہیں، فرمایا ''لوگو تم سود کھا رہے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونے کو سونے کے برابر خریدو اس میں نہ زیادتی ہے ادھار، اس پر حضرت معاویہؓ نے کہا میرے نزدیک صرف ادھار کی صورت میں سود ہے'' بولے میں حدیث بیان کرتا ہوں اور تم اپنی رائے ظاہر کرتے ہو، اگر خدا نے توفیق دی تو جس سرزمین میں مجھ پر تمھاری حکومت ہے، اس میں قیام نہ کروں گا،'' چنانچہ پلٹے تو سیدھے مدینہ چلے آئے۔

(سنن ابن ماجہ باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والتعلیظ علی من عارضہ)

ثواب آخرت کی تمنا دارالہجرت یعنی مدینہ کو صحابہ کرامؓ کی نگاہوں میں اس قدر محبوب بنا دیا تھا کہ حضرت عثمان محصور ہوئے تو بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ شام کو نکل چلیں، وہاں امیر معاویہؓ کی حمایت حاصل ہوگی، بولے ''میں دارالہجرت اور مجاورت رسول کا فراق ہرگز گوارا نہ کروں گا۔'' (مسند ابن حنبل جلد اول ص ۶۷ مسند عثمانؓ بن عفان)

جب حضرت سعد بنؓ ابی وقاص مکہ میں سخت بیمار ہو کر اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو انکو صرف یہ افسوس ہوا کہ وہ دارالہجرت سے دور ایسی زمین میں مر رہے ہیں جس سے انہوں نے ہجرت کر لی ہے۔ (مسلم کتاب الوصایا باب الوصیتہ بالثلث لا تیجاوز)

حضرت عبداللہ بن عمر یہ دعا کرتے تھے کہ خداوندا مکہ میں مجھے موت نہ آئے۔ مکہ میں ان کا انتقال ہونے لگا تو اپنے بیٹے سالم کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری لاش حدود حرم سے باہر دفن کی جائے، کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں کہ وہیں سے ہجرت کی اور وہیں دفن ہوں۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مکہ میں آتے تھے تو اپنے زمانہ جاہلیت کے قدیم مکان میں جس سے وہ ہجرت کر چکے تھے اترنا نہیں پسند کرتے تھے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ)

عقائد

توحید:

صحابہ کرامؓ نے اگر چہ اپنی زندگی میں بہت سے نیک کام کئے تھے،لیکن ان سب میں کلمہ توحید کو راس الاعمال سمجھتے تھے ،حضرت عمروؓ بن العاص کی وفات کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، انکے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا موت کے ڈر سے؟ بولے خدا کی قسم! نہیں ،صرف واقعات مابعد الممات کا خوف ہے۔ انہوں نے تسکین دی اور کہا ’’آپ عمر بھر نیک کام کرتے رہے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیضِ صحبت پایا اور آپ نے مصر وشام میں فتوحات کیں‘‘ بولے ’’تم نے ان سے بہتر چیز یعنی شہادت لا الہ الا اللہ کو تو چھوڑ ہی دیا‘‘

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرو بن العاصؓ)

کفار حضرت بلالؓ کو کس قدر اذیت دیتے تھے،لیکن ان کی زبان سے صرف احد احد نکلتا تھا (سنن ابن ص ۱۴ فضل سلمان وابیؓ ذوالمقداد۔) حضرت ابو فکیہؓ بھی اسی مصیبت میں مبتلا تھے،لیکن اس حالت میں بھی جب ان کے آقا امیہ نے ایک گبریلے کی طرف اشارہ کرکے حقارت آمیز لہجہ میں کہا کہ ’’تمھارا پروردگار یہی تو نہیں‘‘ تو بولے کہ ’’میرا اور تیرا دونوں کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے‘‘

حضرت ام شریکؓ ایمان لائیں تو انکے اعزہ واقارب نے انکو دھوپ میں کھڑا کر دیا اور اس حالت میں روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے تھے اور پانی تک نہیں پلاتے تھے ، جب اس طرح تین دن گذر گئے تو ظالموں نے کہا ’’جس مذہب پر تم ہو اب اسکو چھوڑ دو‘‘ وہ اس قدر بدحواس ہوگئی تھیں کہ ان جملوں کا مطلب ہی نہ سمجھ سکیں ،اب ان لوگوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا تو سمجھیں کہ توحید کا انکار مقصود ہے، بولیں ’’خدا کی قسم! میں تو اسی عقیدہ پر قائم ہوں‘‘

(طبقات ابن سعد تذکرہ ام شریکؓ، اصابہ میں یہ واقعہ کسی قدر اختلاف کے ساتھ مذکور ہے)

تنزہ عن الشرک:

لیکن توحید کی تکمیل کے لئے صرف اسی قدر کافی نہ تھا بلکہ اہل عرب میں جو مشرکانہ خیالات پھیلے ہوئے تھے انکا انکار بھی توحید کا ایک جزو تھا، اس لئے صحابہ کرامؓ اسلام لانے کے ساتھ ہی اس گورکھ دھندے سے بھی نکل گئے مثلاً عرب کا خیال تھا کہ جو بتوں کی برائیاں بیان کرتے ہیں انکو برص یا جذام یا جنون ہو جاتا ہے، لیکن حضرت ضمام ابن ثعلبہؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت سے اسلام کے نشہ میں چور ہو کر واپس گئے اور اپنی قوم کے سامنے لات وعزیٰ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو اس خیال کی بناء پر سب نے کہا کہ "ضمام برص جذام اور جنون سے ڈرو، بولے "خدا کی قسم یہ دونوں بت کچھ بھی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے"۔

(مسند دارمی کتاب الصلوۃ باب فرض الوضوو الصلوۃ)

حضرت زنیرہؓ اسلام لانے کے بعد اندھی ہو گئیں تو کفار نے کہنا شروع کیا کہ لات و عزیٰ نے انکو اندھا کر دیا ہے، بولیں کہ لات وعزیٰ کو پوجنے والوں کو کیا خبر؟ یہ مصیبت تو آسمان سے آئی ہے" (اسد الغابہ تذکرہ حضرت زنیرہؓ)

زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کا عام رواج تھا، لیکن چونکہ اس میں عموماً شرک کی آمیزش پائی جاتی تھی، اس لئے وہ ایک مشتبہ چیز تھی، لیکن ایک سفر میں اتفاق سے چند صحابہ عرب کے ایک قبیلے کے یہاں اترے اور ان لوگوں نے انکے مذہبی تقدس کی بناء پر درخواست کی کہ ہمارے رئیس کو بچھو نے ڈنک مار دیا ہے کیا آپ لوگ اسکو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں ان میں ایک بزرگ رئیس کے پاس آئے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ بھلا چنگا ہو گیا ان لوگوں نے صحابہ کو اسکا معاوضہ دیا جسکو ان لوگوں نے تقسیم کرنا چاہا، لیکن جن بزرگ نے سورۂ فاتحہ کا دم کیا تھا اس سے اختلاف کیا اور کہا اسکے متعلق چل کر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ کرلینا چاہیے چنانچہ آپ کی خدمت میں آکر واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا ”تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا

کہ یہ جھاڑ پھونک ہے؟ معاوضہ تقسیم کرلو اور میرا بھی ایک حصہ لگاؤ“

(ابوداؤد کتاب الطب، باب کیف الرقی)

زمانہ جاہلیت میں تعویذ گنڈے کا عام رواج تھا لیکن ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا کہ بی بی نے گلے میں گنڈا ڈال رکھا ہے توڑ کے پھینک دیا اور کہا کہ آل عبداللہ شرک سے بے نیاز ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ تعویذ گنڈا شرک ہے۔“

(سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب تعلیق التمائم)

عرب کے لوگ بچوں کے بچھونے کے نیچے استرا رکھ دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح بچے آسیب سے محفوظ رہتے ہیں، حضرت عائشہ نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا کہ ”رسول اللہ ٹونے ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔

(الادب المفرد باب الطیرۃ من الجن ص ۸۰)

بت شکنی:

عرب میں شرک کا اصلی مظہر بت تھے اس لئے صحابہ کرامؓ جب اسلام لائے تو سب سے پہلے راہ توحید سے اسی سنگ گراں کو دور کیا، عرب میں دستور تھا کہ سرداران قبائل خاص طور پر اپنے لئے بت بناتے تھے اور ان کو گھروں میں رکھتے تھے اس طریقہ کے مطابق قبیلہ بنو سلمہ کے سردار عمرو بن الجموح نے ایک لکڑی کا بت بنوا کر گھر میں رکھا تھا نوجوانان بنو سلمہ یعنی حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت معاذؓ بن عمرو غیرہ اسلام لائے تو رات کو خفیہ طور پر آتے تھے اور اس بت کو اٹھا کر ایک گڑھے میں جس کے اندر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا، پھینک آتے تھے عمرو بن الجموح صبح کو اٹھتا تو بت کو وہاں سے ڈھونڈ کے اٹھا لاتا اور پاک صاف کر کے گھر میں رکھ دیتا۔ اور کہتا کہ ”اے بت جس نے تیرے

ساتھ یہ بدسلوکی کی ہے اگر میں اس کو پا جاتا تو اس کی بڑی فضیحت کرتا،، دوسرے دن یہ پُرجوش نوجوان بت کے ساتھ پھر یہی سلوک کرتے اسطرح جب یہ واقعہ پے درپے ہوا تو عمرو بن الجموح نے بت کے گلے میں ایک تلوار لٹکا دی اور کہا ''اگر تجھ میں کچھ بھلائی ہے تو خود اپنی حفاظت کر'' رات کو یہ نوجوان حسب معمول پھر آئے اور بت کو ایک مردہ کتے کے ساتھ رسی میں باندھ کر گڑھے میں ڈال دیا۔عمرو بن الجموح نے بت کو اس حالت میں پایا تو خود بخود مسلمان ہوگیا ؎

قبیلہ سعد کا ایک بت تھا جس کا نام فراض تھا، حضرت ذباب بن حارث اسلام لائے تو اس کو چکنا چور کر دیا اور اس کے متعلق یہ اشعار کہے:

تبعت رسول الله اذ جاء بالهدیٰ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہدایت لائے تو میں نے آپکا

وخلفت فراضا بد ارهوان

اتباع کیا اور فراض کو ذلیل ترین مقام میں چھوڑ دیا۔

شددت علیه شدة فکسر ته

میں نے اس پر حملہ کیا اور اس کو اس طرح

کان لم یکن والدهر ذو حد ثان

چور چور کر دیا کہ گویا اس کا وجود ہی نہ تھا۔ (اسد الغابہ تذکرہ ذبابؓ)

حضرت ہند بن عتبہؓ جب ایمان لائیں تو گھر میں جو بت نصب تھا اس کو توڑ پھوڑ ڈالا اور کہا ''ہم تیری نسبت بڑے دھوکے میں مبتلا تھے۔'' (اصابہ تذکرہ ہند بن عتبہؓ)

حضرت ابوطلحہؓ نے جب حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کی خواہش کی تو انہوں نے کہا کہ ''ابو طلحہ کیا خبر نہیں کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو وہ زمین سے اگا ہے۔'' بولے ''مجھے معلوم ہے'' بولیں تو کیا تمھیں ایک درخت کی عبادت سے شرم نہیں آتی''؟ چنانچہ جب تک انہوں نے بت پرستی سے توبہ کر کے کلمہ توحید نہیں پڑھا انہوں نے ان سے نکاح کرنا پسند نہیں کیا۔

ایمان بالرسالۃ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد صحابہ کرامؓ کے لوح دل پر کالنقش فی الحجر ہو گیا تھا، اس لئے وہ کسی حالت میں اسکو مٹنے نہیں دیتے تھے، غزوۂ حدیبیہ میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مصالحت نامہ لکھا تو کفار نے اصرار کیا کہ اس پر ''رسول اللہ'' کا لفظ نہ لکھا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شرط منظور کرلی اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس فقرے کو مٹادیں۔ صحابہ کرامؓ اگرچہ کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کرتے تھے تاہم اس موقع پر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ''میں اس کو نہیں مٹا سکتا'' بالاخر آپؐ نے خود اپنے دست مبارک سے اس کو مٹادیا۔

(مسلم کتاب الجہاد باب صلح الحدیبیۃ فی الحدیبیہ)

ایمان کا درجہ کمال یہ ہے کہ پیغمبر کے اقوال پر اس وثوق کے ساتھ ایمان لایا جائے کہ محال ممکن، مستقبل حال اور غائب حاضر بن جائے صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات پر اسی شدت کے ساتھ ایمان لائے تھے اور اسی درجہ کمال نے حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا خطاب دیا تھا۔ ایک بار آپ نے فرمایا کہ'' بکری کے ایک گلے پر بھیڑیے نے حملہ کیا اور ایک بکری اٹھالے چلا، چرواہے نے اس کو بلایا تو بھیڑیے نے جواب دیا کہ یوم السبع میں بکری کا نگران کون ہوگا جبکہ میرے سوا ان کا چرواہا کوئی نہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص بیل پر بوجھ لادے ہوئے جارہا تھا بیل نے مڑکر کہا میں اس کیلئے نہیں بنایا گیا۔ میں صرف کھیتی باڑی کیلئے پیدا ہوا ہوں'' بہت سے صحابہؓ نے اسکو استعجاب سے سنا اور کہا ''سبحان اللہ'' لیکن آپ نے فرمایا ''ہم ابوبکرؓ اور عمر بن الخطاب اس پر ایمان لائے ہیں۔'' (بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ)

ایک بار حضرت عمران بن حصینؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ ''اہل وعیال کے رونے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے'' اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ ''اگر ایک آدمی خراسان

میں مر جائے اور اہل عیال یہاں پر ماتم کریں تو کیا آپ کے خیال میں اس پر خراسان میں عذاب ہو گا؟ بولے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے وہ سچ ہے اور تو جھوٹ بکتا ہے''

(نسائی کتاب الجنائز باب النیاحتہ علی لمیت)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''آئندہ زمانے میں تمھاری مختلف جماعتیں قائم ہو جائیں گی۔ کوئی جماعت شام میں رہے گی کوئی یمن میں اقامت پذیر ہو گی اور کوئی عراق میں سکونت اختیار کرے گی'' اس پیشین گوئی پر حضرت ابن حوالہؓ اس وثوق کے ساتھ ایمان لائے کہ آپ سے درخواست کی کہ ''مبادا میں بھی اس زمانہ تک زندہ رہوں اس لئے آپ خود میری اقامت گاہ متعین فرما دیجئے'' (ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی سکنی الشام)

ایک بار آپؐ نے کسی بدو سے گھوڑا خریدا اور قیمت ادا کرنے کے لئے اس کو ساتھ لے چلے لیکن آپ تیزی سے آگے بڑھ گئے اور بدو پیچھے رہ گیا لیکن جن لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ آپ نے اس کو خرید لیا ہے وہ بدو سے بھاؤ تاؤ کرنے لگے۔ خریداروں کو دیکھ کر بدو نے آپ کو پکار کر کہا۔ لینا ہو تو لیجئے ورنہ میں گھوڑے کو فروخت کر ڈالتا ہوں'' آپؐ نے فرمایا کہ ''تم نے تو اسکو میرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے، بولا نہیں اگر گواہ ہو تو لایئے حضرت خذیمہ ابن ثابت اگرچہ بیع کے موقع پر موجود نہ تھے۔ تاہم کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں تم نے آپؐ کے ہاتھ گھوڑا فروخت کر دیا ہے، ارشاد ہوا ''تم نے کیوں شہادت دی'' بولے ''آپ کی تصدیق کی بناء پر'' اس موقع پر انکو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ نے ان کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا۔

(ابو داؤد کتاب الاقضیہ باب اذا علم الحاکم صدق الشاہد الواحد یجوز لہ الحکم)

صحابہ کرامؓ کے عہد میں بچہ بچہ یہ راسخ عقیدہ رکھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے جو لفظ نکل جائے گا اس کے خلاف نہ ہو گا ایک بار آپ نے ایک

لڑکی کو بد دعا دے دی کہ "تیرا سن زیادہ نہ ہو" وہ روتی ہوئی حضرت ام سلیمؓ کے پاس آئی اور کہا "آپؐ نے مجھ کو یہ بد دعا دی ہے اب میرا سن ترقی نہ کرے گا" وہ فوراً حاضر ہوئیں اور کہا کہ "آپؐ نے میری تیمہ کو بد دعا دی ہے" آپ ہنس پڑے اور فرمایا "میں بھی آدمی ہوں اور آدمیوں کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہوں پس جس کو میں ایسی بد عادوں جس کا وہ مستحق نہیں تو یہ اس کیلئے پاکی ہتزکیہ اور نیکی ہوگی۔"

(مسلم کتاب البر والصلتہ والآداب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسبہ ودعا علیہ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی معجزہ صادر ہوتا تھا تو صحابہ کرامؓ کی قوت ایمانیہ میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ حضرت جابرؓ کو اپنے باپ کی جانب سے بہت سے لوگوں کا قرض ادا کرنا تھا اور کھجوروں کے باغ کے سوا ادا کرنے کا کوئی سامان نہ تھا لیکن قرضدار باغ کے پھل لینے پر آمادہ نہ تھے بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود باغ میں آئے اور اسکی کھجوروں کے لئے دعائے برکت فرمائی نتیجہ یہ ہوا جب کھجوریں توڑی گئیں تو سب کا قرض بھی ادا ہوگیا اور بہت کچھ کھجوریں بچ بھی رہیں۔ حضرت جابرؓ نے آپؐ کو اسکی خبر کی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا سنتے ہو؟ بولے "ہم کو تو یقین ہی تھا کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں، خدا کے پیغمبر ہیں"

(بخاری کتاب الھبتہ باب اذا وھب دینا علی رجل)

غزوہ خیبر میں ایک شخص نہایت بے جگری سے لڑ رہا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ "دوزخی ہے" اس پر تمام صحابہؓ کو سخت تعجب ہوا اور ایک صحابی اس کی تصدیق کیلئے اسکے ساتھ ہو لئے سوء اتفاق سے وہ زخمی ہو کر زندگی سے تنگ آ گیا اور خودکشی کر لی اس حالت کو دیکھ کر وہ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ خدا کے رسول ہیں۔"

(بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ خیبر)

یہ قوت ایمانیہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں قائم تھی اسطرح

آپکی وفات کے بعد بھی قائم رہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو تمام صحابہؓ نے روکر کہا کہ "کاش ہم آپ سے پہلے ہی مرجاتے ایسانہ ہو کہ آپ کے بعد ہمارے دین میں کوئی خلل آئے"، لیکن حضرت معنؓ بن عدی نے کہا کہ "میں آپؐ سے پہلے مرنا پسند نہیں کرتا تا کہ جس طرح میں نے آپ کی زندگی میں آپکی تصدیق کی اسطرح بعد وصال بھی آپ کی تصدیق کروں" (اسدالغابہ تذکرہ معن بن عدیؓ)

ایمان بالغیب:

شریعت میں صرف ایمان بالغیب معتبر ہے اور صحابہ کرامؓ کو غیب کی تمام چیزوں پر اس شدت کے ساتھ یقین تھا کہ گویا انکو یہ چیزیں علانیہ نظر آتی تھیں۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارثؓ سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ بولے "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں" فرمایا "ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمھارے ایمان کی کیا حقیقت ہے"؟ بولے دنیا سے میرا دل پھر گیا ہے۔ اسلئے رات کو جاگتا ہوں، دن کو بھوکا پیاسا رہتا ہوں، گویا مجھ کو خدا کا عرش علانیہ نظر آتا ہے گویا میں اہل جنت کو باہم ملتے جلتے دیکھ رہا ہوں اور گویا اہل دوزخ مجھے چیختے ہوئے نظر آرہے ہیں آپ نے فرمایا "تم نے جان لیا اب اس پر قائم رہو" (اسد الغابہ تذکرہ حضرت حارث بن مالکؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت سے ایمان اور بھی تازہ رہتا تھا حضرت حنظلہؓ کا بیان ہے کہ جب ہم آپ کی خدمت میں ہوتے تھے اور آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو گویا ہمارے سامنے ان کی تصویر پھر جاتی تھی۔ (ترمذی ابواب لزہد ص ۴۱۳)

ایمان بالقدر:

صحابہ کرامؓ مسئلہ تقدیر پر شدت کے ساتھ یقین رکھتے تھے، طاؤس یمانی کا بیان ہے کہ میں نے متعدد صحابہؓ سے ملاقات کی۔ سب کے سب کہتے تھے کہ کل چیزیں تقدیر سے

وجود میں آئی ہیں۔ (مسند ابن حنبل جلد ۲ ص ۱۱۰) ابن دیلمی کہتے ہیں کہ میرے دل میں مسئلہ تقدیر کے متعلق خدشہ پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ خدا کی راہ میں کوہِ احد کے برابر سونا صرف کرو گے تو خدا اس وقت تک قبول نہ کرے گا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لاؤ گے اور اگر اس عقیدہ کے خلاف تم کو موت آئی تو جہنم میں داخل ہوگے، اس کے بعد وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور زید بن ثابتؓ کے پاس آئے تو سب نے یہی کہا، حضرت عبادہ بن الصامتؓ نے ابوحفصہؓ کو نصیحت کی کہ بیٹے تم کو اس وقت تک حقیقت ایمان کی لذت نہ ملے گی جب تک تم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو کچھ ہوا اس کا ہونا لازمی تھا اور جو کچھ نہیں ہوا اس کا نہ ہونا ضروری تھا۔ (ابوداؤد کتاب السنتہ باب فی القدر) اس بناء پر جب کوئی شخص مسئلہ تقدیر کا انکار کرتا تھا تو صحابہ کرامؓ شدت کے ساتھ اس سے تحاشی کرتے تھے۔

بصرہ میں جب معبد جہنی نے مسئلہ تقدیر کا انکار کیا تو یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمٰن نے اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کی طرف رجوع کرنا چاہا حسن اتفاق سے ایک سفر حج میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ملاقات ہوگئی، دونوں نے انکو دائیں بائیں سے گھیر لیا اور کہا کہ "کچھ مسلمان ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں" فرمایا "ان سے ملنا تو کہہ دینا کہ میں ان سے الگ ہوں اور وہ مجھ سے الگ ہیں خدا کی قسم جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائیں گے اگر کوہِ اُحد کے برابر بھی سونا خیرات کریں گے تو خدا اس کو قبول نہ کرے گا" (مسلم کتاب الایمان باب ماجاء فی الایمان والاسلام وذکر القدر وغیرہ) انکا ایک دوست شام میں رہتا تھا اور باہم اس قدر تعلقات تھے کہ خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا، لیکن ایک بار انہوں نے اسکو لکھ بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے مسئلہ تقدیر کے متعلق کچھ قیل وقال شروع کی ہے، اس لئے اب خط وکتابت کا سلسلہ بند کردو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ پیدا ہوجائیں گے جو تقدیر کا انکار کریں گے"۔

(مسند ابن حنبل جلد ۲ ص ۹۰)

یہ صرف اعتقادی اعتقاد نہ تھا بلکہ بعض صحابہؓ سخت سے سخت مصیبت میں اسی پر عمل بھی کرتے تھے۔ طاعون عمواس کے زمانے میں حضرت عمرؓ نے سرغ تک پہنچ کر واپس آنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے فرمایا۔

افرار من قدر اللہ ”کیا آپ تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہیں۔“

بولے کاش تمھارے سوا کوئی دوسرا اختلاف کرتا، ہاں تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہیں مگر تقدیر الٰہی ہی کی طرف۔ (مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ ونحوہا)

بصرہ میں طاعون آیا تو کسی نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ ”ہم کو مقام وابق میں لے کر نکل چلئے“ بولے:۔

الی اللہ آبق لا الی وابق خدا کی طرف بھاگوں گا نہ کہ وابق کی طرف۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ)

☆☆☆

عبادات

ابوابُ الطہارۃ

پنجوقتہ نیا وضو کرنا:

ہر نماز کیلئے نیا وضو کرنا بڑی پاکی اور بڑے ثواب کا کام ہے اس لئے اللہ تعالی نے اول اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پنج وقتہ نماز کے ساتھ پنج وقتہ وضو بھی فرض کر دیا تھا، بعد کو اگر چہ اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی، لیکن بعض صحابہ عملاً اس کے پابند رہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہر نماز نئے وضو کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ (ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب المسواک ومسند ابن حنبل جلد ۵ص ۳۲۵)

ہمیشہ باوضو رہنا:

بعض صحابہؓ ہمیشہ باوضو رہتے تھے، حضرت عدی بن حاتمؓ کا قول ہے۔ **ما اقیمت الصلوۃ منذا سلمت الا وانا علی وضوء** (اصابہ تذکرہ حضرت عدی بن حاتم)

جب سے میں اسلام لایا ہر نماز کے وقت باوضو رہتا تھا۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ "کل تم مجھ سے پہلے کیونکر جنت میں داخل ہو گئے؟" بولے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا معمول یہ ہے کہ جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز لازمی طور پر پڑھ لیتا ہوں اور جس وقت وضو ٹوٹ جاتا ہے، اسی وقت فوراً وضو کر لیتا ہوں۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ص ۲۸۵، تذکرہ حضرت بلالؓ)

پنج وقتہ مسواک کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال طہارت ونظافت کی وجہ سے پنج وقتہ مسواک کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ "اگر امت پر شاق نہ ہوتا تو میں پنجوقتہ نماز کے ساتھ

مسواک کرنیکا بھی حکم دیتا لیکن صحابہ کرامؓ کے جوش عمل کے سامنے کون سا کام شاق تھا، حضرت زید بن ارقمؓ نے اس شدت کے ساتھ اسکا التزام کیا کہ ہمیشہ قلم کی طرح کان پر مسواک رکھے رہتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الطہارت باب السواک)

ابواب الصلوۃ

نماز پنجگانہ:

صحابہ کرامؓ جس مستعدی وسرگرمی کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا فرماتے تھے، اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں، بخاری میں ہے کہ جب جماعت کھڑی ہوتی تھی تو صحابہؓ اس تیزی کے ساتھ دوڑتے تھے کہ شور ہو جاتا تھا، (بخاری کتاب الاذان باب قول الرجل فاتتنا الصلوۃ) سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی نماز کا وقت آتا تھا تو تمام کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے۔

كانو ايتبا يعون ولا يدعون الصلوات المكتوبات فى الجماعة.

صحابہ بیع وشرا کرتے تھے، لیکن نماز مفروضہ کو جماعت کے ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ "ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا تمام صحابہؓ دوکانیں بند کر کے مسجد میں چلے گئے، چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت:۔

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله

صحابہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت کے کاروبار خدا کی یاد سے نہیں روکتے۔

ان ہی لوگوں کی شان میں نازل ہوئی۔ (فتح الباری جلد ۴ ص ۲۵۴)

سخت سے سخت تکلیف میں بھی صحابہ کرامؓ کی نماز قضاء نہیں ہوسکتی تھی، جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا۔ اسی رات کی صبح کو لوگوں نے نماز فجر کیلئے جگایا تو بولے، "ہاں جو شخص

نماز چھوڑ دے۔ اسلام میں اسکا کوئی حصہ نہیں'' چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے متصل خون جاری تھا نماز پڑھی،

(موطا امام مالک کتاب الصلوۃ باب العمل فیمن غلبہ الدم من جرح اور عاف)

اگر کسی رکاوٹ کی وجہ سے نماز قضا ہو جاتی تو صحابہ کرام کو سخت برہمی پیدا ہوتی، غزوہ خندق میں حضرت عمرؓ کی نماز عصر قضا ہوئی تو کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور کہا کہ ''یا رسولؐ اللہ سورج غروب ہو رہا ہے اور میں نے اب تک نماز عصر نہیں پڑھی۔

(بخاری کتاب الصلوۃ ابواب صلوۃ الخوف باب الصلوۃ عند مناہضتہ ولقاء العدو)

نماز جمعہ:

صحابہ کرامؓ نماز جمعہ کو نہایت اہم سمجھتے تھے اور اس اہمیت کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے تھے، اسلام کی تاریخ میں حضرت اسعد بن زرارہؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے مدینہ میں جمعہ کو قائم کیا تھا۔ انکے انتقال کے بعد جب جمعہ کی اذان ہوتی تھی تو حضرت کعب بن مالکؓ ان پر رحمت کی دعا کرتے تھے، ان کے بیٹے نے ایک روز اسکی وجہ پوچھی تو بولے کہ ''وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہم کو جمعہ کیلئے جمع کیا، اس وقت ہماری تعداد صرف چالیس تھی۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب الجمعہ فی القریٰ)

ایک صحابیہ تھیں جو اپنے کھیتوں میں چقندر بو دیا کرتی تھیں جب جمعہ کا دن آتا تھا تو اس کو پکاتی تھیں اور جمعہ کے بعد تمام صحابہ کو کھلاتی تھیں۔ (بخاری کتاب الجمعہ باب فی قول اللہ عزوجل ''فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغو من فضل اللہ''

تمام صحابہؓ غسل جمعہ کا نہایت اہتمام کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے کہ ''غسل جنابت کیطرح غسل جمعہ بھی فرض ہے'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ بغیر غسل کئے ہوئے اور بغیر خوشبو لگائے ہوئے کبھی شریک جمعہ نہیں ہوتے تھے۔

(موطائے امام محمد باب الاغتسال یوم الجمعہ وباب وقت الجمعہ وما یستحب من الطیب والدہان للرجل)

ایک بار حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت عثمانؓ آ گئے، بولے ''بھلا یہ کون سا وقت ہے'' فرمایا ''بازار سے پلٹا تو اذان سنی اور صرف وضو کر کے چلا آیا'' فرمایا ''یہ بھی قابل اعتراض بات ہے کہ حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے''۔ (موطائے امام محمد باب الاغتسال یوم الجمعہ)

اگرچہ صحابہ کرامؓ عموماً پابندی اوقات نماز کا لحاظ رکھتے تھے لیکن جمعہ کے دن خاص طور پر یہ اہتمام کیا جاتا تھا کہ مسجد کی مغربی دیوار پر ایک چادر تان دی جاتی تھی اور جب دیوار کا سایہ اس کو پورے طور پر ڈھک لیتا تھا تو حضرت عمرؓ فوراً نماز کیلئے گھر سے نکل کھڑے ہوتے تھے۔

(موطائے امام محمد باب وقت الجمعہ وما یستحب من الطیب والدہان)

عہد نبوت میں اگرچہ جہاد افضل الاعمال سمجھا جاتا تھا، لیکن جمعہ کا شوق اس پر بھی غالب آتا تھا، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک سریہ میں جانے کا حکم دیا لیکن اور لوگ تو روانہ ہو گئے وہ ٹھہر گئے، جمعہ کا دن تھا، آپ نے جماعت میں دیکھا تو فرمایا کیوں رک گئے؟ بولے ''میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ جمعہ پڑھ لوں تو جاؤں''

(ترمذی ابواب الجمعہ باب ماجاء فی السفر یوم الجمعہ)

نوافل، اشراق اور صلوٰۃ کسوف:

صحابہ کرامؓ جس شوق و مستعدی کے ساتھ نماز مفروضہ ادا فرماتے تھے، اسی طرح نوافل اشراق اور صلوٰۃ کسوف وغیرہ بھی پڑھتے تھے، بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے: **لقد ادرکت کبار اصحاب النبیؐ یبتدرون السواری عند المغرب**

''میں نے کبار صحابہؓ کو دیکھا کہ مغرب کے وقت مسجد کے ستونوں کی طرف نماز کے لئے

دوڑتے تھے''۔ (بخاری کتاب الصلوۃ الی الاستوانہ)

اور شراح حدیث نے تصریح کی ہے کہ یہ نفل کی نماز ہوتی تھی جس کو مغرب کی نماز شروع ہونے سے پہلے صحابہ کرامؓ ادا فرماتے تھے، خود اس حدیث میں ہے۔

حتی یخرج النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم

''یعنی صحابہ نفل اس وقت پڑھتے تھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت کیلئے نکل نہ آئیں''۔

حضرت عبد اللہ عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سفر میں ہوتے تھے تو سواری کے اوپر ہی بیٹھے بیٹھے نفل کی نمازیں پڑھ لیتے تھے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سمجھتے تھے۔

(مسلم کتاب الصلوۃ باب جواز الصلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت)

نماز اشراق اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت کم پڑھی ہے لیکن بہت سے صحابہؓ نے اس کا التزام کرلیا تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''میں نے اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے ہونے نہیں دیکھا لیکن میں خود پڑھتی ہوں کیونکہ آپؐ بہت سی چیزوں کو پسند فرماتے تھے لیکن اس پر اس لئے عمل نہیں کرتے تھے کہ مبادا امت پر فرض نہ ہوجائے'' حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو الدرداؓ کو آپؐ نے نماز اشراق کی وصیت فرمائی تھی، اسلئے یہ دونوں بزرگ اس کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (ایضاً باب استحباب صلوۃ الضحیٰ)

چاند اور سورج میں جب گہن لگتا تھا تو صحابہؓ صلوۃ الکسوف ادا فرماتے تھے، ایک بار مدینہ میں گہن لگا تو عبد اللہ بن زبیرؓ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ (بخاری ابواب صلوۃ الکسوف باب خطبۃ الامام فی الکسوف) ایک بار اور گہن لگا تو حضرت عبد اللہؓ ابن عباسؓ

نے صفہ زمزم میں لوگوں کو جمع کیا اور باجماعت نماز ادا فرمائی ۔ (بخاری باب صلوۃ الکسوف جماعۃ)

تہجد و نماز شب :

نماز جس میں ہم نیند کا لطف اٹھاتے ہیں اس میں صحابہ کرامؓ عبادت الٰہی اور تہجد گزاری میں مصروف رہتے تھے ایک صحابی نے رات کو نماز میں نہایت بلند آہنگی سے قرات کی صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''خدا اس پر رحم کرے مجھے بہت سی آیتیں یاد دلائیں جن کو میں بھول گیا تھا۔

ایک بار آپ مسجد میں معتکف تھے اور صحابہ کرامؓ بھی مصروف تھے اور اس قدر بلند آہنگی کے ساتھ قرات کرتے تھے کہ آپؐ نے پردہ اٹھا کر فرمایا ''تم میں ہر شخص خدا کے ساتھ سر گوشی کر رہا ہے ۔ اتنا نہ چلاؤ کہ ایک دوسرے کو تکلیف پہنچے'' ۔(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت بالقراۃ)حضرت ابوالدردؓ رات کے اکثر حصے میں نماز پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ نے انکی بی بی کی شکایت پر ان کو اس سے باصرار روکا۔(بخاری کتاب الصوم، اقسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع)

صحابہ کرامؓ راتوں کو نہ صرف خود نمازیں پڑھتے تھے بلکہ غیروں بالخصوص اپنے اہل و عیال کو بھی بیدار کر کے شریک نماز کرتے تھے ایک روز آپ رات کو گھر سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ پست آواز کے ساتھ نماز میں قرات کر رہے ہیں' آگے بڑھے تو حضرت عمرؓ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ نماز میں قرات کرتے ہوئے نظر آئے دونوں بزرگ آپکے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ ''ابوبکرؓ ! نماز میں تمھاری آواز پست تھی''بولے کہ'' میں جس سے (خدا سے)سرگوشی کر رہا تھا، اسکے کان میں میری آواز پہنچ گئی ''حضرت عمرؓ سے ارشاد ہوا کہ ''تمھاری آواز نہایت بلند تھی''بولے کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سونے والوں کو جگاتا اور شیطان کو دھتکارتا ہوں ۔''

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت بالقراۃ فی صلوۃ اللیل)

موطائے امام مالکؒ میں ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو نماز پڑھتے تھے تو اخیر شب میں اپنے اہل وعیال کو بھی نماز کیلئے جگاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے:

وامرا هلک بالصلوة واصطبر عليها لا نسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبة للتقوى . (مؤطا كتاب الصلوة باب صلوة الليل)

حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کی بی بی اور خادم نے نماز کیلئے رات کے تین حصے کر لئے تھے اور ان میں جب ایک نماز سے فارغ ہو چلتا تھا تو دوسرے کو نماز کیلئے جگا دیتا تھا۔ (بخاری باب الاطعمہ)

یہ ذوق نماز صرف چند صحابہؓ کے ساتھ مخصوص نہ تھا عموماً تمام صحابہؓ میں پایا جاتا تھا حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مغرب سے عشاء تک بیدار رہ کر نمازیں پڑھتے تھے چنانچہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

كانوا اقليلا من الليل ما يهجعون (ابو دائو د كتاب الصلوة باب قيام النبی صلی الله عليه وآله وسلم من الليل)

"یہ لوگ (عبادت میں مشغول رہنے کے سبب سے) راتوں کو بہت ہی کم سوتے تھے"۔

اس میں صحابہ کرامؓ کو سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی تھیں اول اول سورہ مزمل کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں تو صحابہ کرامؓ تراویح کی طرح راتوں کو نماز پڑھتے تھے، یہاں تک کہ ان کے پاؤں پھول جاتے تھے۔

(ابو داؤد کتاب الصلواۃ باب نسخ قیام الیل وباب فی صلوۃ الیل)

قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کی فضیلت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفاً وطمعا ومماً رزقنهم ينفقون

انکے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں، وہ لوگ خوف ورجا سے خدا کو پکارتے

ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے صرف کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تہجد اور نوافل میں شرکت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی نمازوں میں لمبی لمبی سورتیں مثلاً سورۃ بقرہ، آل عمران، مائدہ اور انعام پڑھتے تھے اور جس قدر وقت قیام میں صرف ہوتا تھا، اتنا ہی وقت رکوع وسجود میں صرف فرماتے تھے اس لئے اس قدر طویل اور پرسکون نماز میں وہی شخص شریک ہوسکتا تھا جسکا دل شوق عبادت اور شوق اقتدائے رسولؐ سے لبریز ہو صحابہ کرامؓ اسی قسم کا شوق عبادت اور شوق اقتداء رسول رکھتے تھے، اسلئے آپکے ساتھ شریک نماز ہو کر اس دولت سے بہرہ اندوز ہوتے تھے چنانچہ حضرت عوف بن مالکؓ ایک بار آپ کے ساتھ تہجد میں شریک ہوئے آپ نے پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ اور دوسری میں آل عمران پڑھی اور وہ ذوق عبادت میں کھڑے رہے۔

ایک بار حضرت حذیفہؓ کو بھی شرف حاصل ہوا۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب مایقوم الرجل فی رکوعہ وسجودہ)

آپ نماز شب میں بقرہ، آل عمران اور نساء کی سورتیں پوری پوری پڑھتے اگر کوئی خوف کی آیت آجاتی تو خدا سے دعا کرتے اور اس سے پناہ مانگتے، اسی طرح اگر کوئی بشارت آمیز آیت آتی تو دعا کرتے اور اسکی خواہش فرماتے، حضرت عائشہؓ بھی آپ کے ساتھ اس نماز میں شریک رہتیں۔ (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۹۲)

یہ شوق صرف چند صحابہ کرامؓ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ عموماً تمام صحابہ میں پایا جاتا تھا۔

ایک بار صحابہؓ نے آپ کو شب میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور شریک ہو گئے، صبح کو اور لوگوں سے ذکر کیا تو وہ بھی شریک ہوئے اور متصل دو تین شب برابر شریک ہوتے رہے آپ نے یہ حالت دیکھی تو ایک شب گھر سے نہ نکلے لیکن صحابہ کرامؓ نے مختلف طریقوں سے اپنے شوق کا اظہار کیا، کھانسے کھنکارے، چلائے اور دروازے پر کنکریاں ماریں۔ آپؐ اندر سے غصہ میں نکلے، اور فرمایا کہ تمھاری ان حرکتوں سے مجھے خیال پیدا

ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے''!

آپ شب میں چٹائی کو گھیر کر حجرے کی صورت پیدا کر لیتے تھے اور اس میں نماز ادا فرماتے تھے، صحابہ کرامؓ کو خبر ہوئی تو وہ بھی شریک نماز ہونے لگے۔ لیکن آپ نے ان کو اس سے روک دیا۔ (بخاری کتاب الصلوۃ باب صلوۃ اللیل)

یہ شوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کا دل بھی اس سے خالی نہ تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ عہد نبوت میں نہایت صیغر السن تھے لیکن اس شوق میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے پاس سوئے آدھی رات ہوئی تو آپ نے اٹھ کر پہلے آل عمران کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں پھر وضو کر کے نماز شروع کی، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے بھی ان اعمال کی تقلید کی اور آپ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ (ابواب صلوۃ الوتر)

قیام رمضان:

صبح سے شام تک کی بھوک پیاس کے بعد ہم لوگ بمشکل تراویح پڑھنے کیلئے آمادہ ہوتے ہیں لیکن صحابہ کرامؓ اس کے بھوکے تھے اس لئے ان کو کبھی اس سے سیری نہیں ہوتی تھی۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تراویح ادا فرمائی تو چند صحابہؓ شریک ہوئے دوسرے روز اس تعداد میں اور اضافہ ہوا، لیکن تیسرے روز اس مقصد سے جمع ہوئے تو آپ گھر سے نہ نکلے اور فرمایا کہ'' مجھے خوف ہے کہ وہ تم پر کہیں فرض نہ ہو جائے۔''

آپ نے ایک بار اخیر رمضان میں تراویح شروع کی اور پہلے دن ثلث شب تک پڑھی دوسرے دن ناغہ فرمادیا، تیسرے دن آدھی رات تک پڑھی لیکن ابو ذر غفاریؓ کو اس سے تسکین نہیں ہوئی اور آپ کی خدمت میں گزارش کی کہ کاش آپ اسکو رات بھر ادا فرماتے
''

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب فی قیام شہر رمضان)

حضرت انیس جہنی صحرا میں رہتے تھے، اس لئے مستقل مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے رمضان کی تیئسویں شب کو صحرا سے آ کر نماز عصر پڑھ کر مسجد میں داخل ہوتے صبح تک مصروف نماز رہتے اور نماز فجر ادا کر کے صحرا کو روانہ ہو جاتے۔

(ایضاً باب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی لیلۃ القدر)

صحابہ کرامؓ کو تراویح کے ادا کرنے میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی تھیں، لیکن ان کے شوق میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی، حضرت عمرؓ نے جب تراویح کو باجماعت کر دیا تو امام ایک ایک رکعت میں سو سو آیتیں پڑھتا تھا، اس لئے صحابہ کرامؓ کھڑے کھڑے اس قدر تھک جاتے تھے کہ لکڑی کے سہارے کی ضرورت ہوتی تھی اور سحر کے وقت فارغ ہو کر واپس آتے تھے

(موطائے امام مالک کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی قیام رمضان مع زرقانی شرح موطا)

پابندی اوقات نماز:

نماز اکثر مسلمان پڑھتے ہیں لیکن ان میں کتنے ہیں جو اوقات نماز کی ٹھیک طور پر پابندی کرتے ہیں، لیکن سخت سے سخت خطرہ اور مستعدی کی حالت میں بھی صحابہ کرامؓ کی نماز کا وقت فوت نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک صحابی کو رسول اللہؐ نے ایک پرخطر کام کیلئے ایک جگہ روانہ فرمایا جب وہ منزل مقصود کے قریب پہنچے تو عصر کا وقت ہو چکا تھا، انہوں نے دل میں کہا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں نماز میں دیر ہو جائے اس لئے منزل مقصود کی طرف بڑھے اشاروں ہی میں نماز پڑھتے ہوئے بڑھے۔ (ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الطالب)

غزوہ احزاب سے واپسی کے بعد آپ نے صحابہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ عصر

کی نماز جا کر وہیں پڑھیں لیکن راستے میں عصر کا وقت آگیا تو بہت سے صحابہ نے فوراً نماز پڑھی۔ (بخاری باب صلوۃ الخوف صلوۃ الطالب والمطلوب راکباً وایماء)

ایک دن ظہر کے بعد کچھ لوگ حضرت انس بن مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اٹھ کر عصر کی نماز پڑھنے لگے تو ان لوگوں نے کہا "آپ نے بڑی عجلت کی" بولے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "یہ منافقین کی نماز ہے، منافقین کی نماز ہے، منافقین کی نماز ہے، کہ گھر میں بیٹھے رہتے ہیں اور جب سورج زرد ہونے لگتا ہے تو چار رکعت پڑھ لیتے ہیں اور خدا کو اسمیں بہت کم یاد کرتے ہیں۔ (ابوداوٗد کتاب الصلوۃ باب وقت صلوۃ العصر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ میں حجاج کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن جب اس نے تاخیر کرنا شروع کی تو اسکے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور مکہ سے نکل گئے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

پابندی جماعت:

صحابہ کرامؓ نماز باجماعت کو نہ صرف ذریعہ ازدیاد ثواب خیال کرتے تھے، بلکہ اس کو اسلام و نفاق اور ایمان و کفر کے درمیان حد فاصل سمجھتے تھے، حضرت معاذؓ اپنی قوم کے امام تھے لیکن انکا معمول یہ تھا کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر لیتے تھے پھر اپنی مسجد میں جا کر نماز پڑھاتے تھے لیکن ایک روز دیر میں واپس آئے اور نماز میں سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کی ایک کاروباری آدمی تھک کر جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور الگ نماز پڑھ لی تو ایک صحابیؓ نے فوراً کہا کہ تم منافق ہو گئے۔ (ابوداوٗد کتاب الصلوۃ باب تخفیف الصلوۃ لامام یحدث)

ایک صحابی کہتے ہیں کہ نماز باجماعت سے صرف مشہور منافق ہی الگ رہتا تھا۔ ورنہ بعض لوگوں کی حالت یہ تھی کہ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آ کر شریک جماعت ہوتے تھے۔

(نسائی کتاب الامامتہ والجماعتہ باب المحافظۃ علی الصلوۃ حیث ینادی بہن)

اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام حکم دیدیا تھا کہ بارش اور آندھی میں لوگ اپنے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھ لیا کریں لیکن صحابہ کرامؓ کو آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ ایک دن پانی برس رہا تھا اور سخت آندھی چھائی ہوئی تھی کہ اس حالت میں چند صحابہؓ اس غرض سے نکلے کہ چل کے آپؐ کے ساتھ نماز ادا کریں۔

(ابوداؤد کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح)

ایک صحابیؓ کا گھر مدینہ کے انتہائی کنارے پر تھا، لیکن ہر وقت کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک صحابی کو انکی حالت پر رحم آگیا اور کہنے لگے کہ کاش تم ایک گدھا خرید لیتے جو زمین کی تمازت، ٹھوکر اور سانپ بچھو سے تم کو محفوظ رکھتا، بولے "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے قریب رہنا نہیں چاہتا، کیونکہ مجھ کو اپنے ہر نقش قدم کے ثواب کی توقع ہے"

مدینہ میں قبیلہ بنوسلمہ کا محلّہ مسجد سے بہت دور تھا، لیکن وہ لوگ نماز باجماعت کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے کہ اپنا محلّہ چھوڑ کر مسجد نبویؐ کے آس پاس آباد ہو جانا چاہا، لیکن چونکہ اس سے ایک محلّہ ویران ہو جاتا تھا، آپ نے فرمایا کہ "تم کو ہر اس قدم کا ثواب ملے گا جو مسجد کی جانب اٹھے گا"

(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجرا)

جماعت کے انتظار میں صحابہ کرامؓ سخت تکلیفیں برداشت کرتے تھے، لیکن اسکی پابندی میں کوئی فرق نہیں آتا تھا ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی کام پیش آ گیا اس لئے عشاء کی نماز میں بہت تاخیر ہوگئی، یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ سو گئے، لیکن نماز کا روحانی خواب کیونکر بھلایا جا سکتا تھا پھر جاگے پھر سوئے پھر اٹھے، پھر نیند آ گئی، آپ کا شانہ نبوت سے برآمد ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ آج دنیا میں تمھارے سوا کوئی دوسرا نماز کا انتظار نہیں کرتا"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ عشاء کا انتظار اتنی دیر تک کرتے تھے کہ نیند کے مارے ان کی گردنیں جھک جھک جاتی تھیں۔ (ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من النوم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک شب نماز عشاء کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، ایک تہائی رات گزر گئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ "اگر امت پر شاق نہ گزرتا تو میں اسی وقت نماز عشاء ادا کرتا"۔

ایک دن نماز عشاء کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں اس قدر دیر ہوئی کہ بعض صحابہؓ نے خیال کیا کہ آپ نماز ادا کر چکے اور اب گھر سے نہ نکلیں گے، آپ تشریف لائے اور لوگوں نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو فرمایا کہ "اس نماز کو اسی وقت پڑھو تم کو تمام امتوں پر اسی کی وجہ سے فضیلت ہے تم سے پہلے کسی امت نے اس نماز کو ادا نہیں کیا"

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نماز عشاء کیلئے آدھی رات تک آپ کا انتظار کیا، آپ گھر سے نکلے تو فرمایا کہ "اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ" ہم لوگ بیٹھ گئے تو ارشاد ہوا کہ "اور لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے، لیکن تمہارے انتظار کی گھڑیاں بھی نماز میں داخل تھیں"

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب فی وقت العشاء الآخرۃ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ان کے رفقائے سفر جب مدینہ آئے تو بقیع بطحان میں قیام کیا وہاں سے اگر چہ تمام لوگ نماز عشاء میں شریک نہیں ہو سکتے تھے تاہم باری باندھ لی تھی اور اپنی اپنی باری پر لوگ آ کر آپؐ کے ساتھ عشاء پڑھتے تھے۔ (بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب فضل العشاء)

نماز میں خشوع وخضوع:

صحابہ کرامؓ کی نمازوں میں نہایت محویت، استغراق، خشوع وخضوع اور تضرع وزاری

پائی جاتی تھی، حضرت ابو بکرؓ اس خشوع و خضوع کے ساتھ نماز اور قرآن پڑھتے کہ ان پر شدت سے گریہ طاری ہو جاتا اور کفار کی عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر پڑتا۔ حضرت عمرؓ نماز میں اس شدت سے روتے کہ پچھلی صف کے لوگ رونے کی آواز سنتے، حضرت عبد اللہ بن شدادؓ کا بیان ہے کہ میں باوجودیکہ پچھلی صف میں رہتا تھا، لیکن حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز سنتا تھا''

(بخاری کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الجماعتہ والامامتہ باب اذا بکی الامام فی الصلوۃ)

حضرت تمیم داریؓ ایک رات تہجد کیلئے کھڑے ہوئے تو صرف ایک آیت یعنی ''**اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ الخ** '' کی قرات میں صبح کر دی اسی کو بار بار پڑھتے تھے رکوع کرتے تھے، سجدے میں جاتے تھے اور روتے تھے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت تمیم داری)

سخت سے سخت تکلیف کی حالت میں بھی صحابہ کرامؓ کی محویت قائم رہتی تھی، دو بہادر صحابی ایک پہاڑ کے درے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حراست پر مامور تھے ان میں ایک بزرگ مصروف نماز ہوئے تو اسی حالت میں ایک انتقام کیش مشرک آیا۔ اور ان کے جسم میں تین تیر لگائے لیکن انہوں نے نماز کو برابر قائم رکھا، ان کے دوسرے رفیق سو گئے تھے، بیدار ہوئے اور ان کے خون آلود زخم دیکھے تو کہا'' مجھے پہلے ہی کیوں نہیں جگایا''؟ بولے کہ'' میں نماز میں ایک سورۃ پڑھ رہا تھا جس کو ناتمام چھوڑنا مجھ کو پسند نہ آیا۔''(ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الدم)

محبوب سے محبوب چیز بھی اگر صحابہؓ کی حضوری نماز میں خلل انداز ہوتی تو وہ ان کی نگاہ میں مبغوض ہو جاتی، ایک دن حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی اور چونکہ باغ بہت گھنا تھا اور کھجوروں کی شاخیں باہم ملی ہوئی تھیں، پھنس گئی اور نکلنے کی راہیں ڈھونڈنے لگی ان کو باغ کی شادابی اور اس کی اچھل کود کا یہ منظر بہت پسند آیا اور اسکو تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یہ یاد نہ آیا

کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں دل میں کہا کہ ''اس باغ نے یہ فتنہ پیدا کیا فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں''

ایک اور صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے فصل کا زمانہ تھا دیکھا تو کھجوریں پھل سے لدی ہوئی ہیں اس قدر فریفتہ ہوئے کہ نماز کی رکعتیں یاد نہ رہیں نماز سے فارغ ہوکر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ''اس باغ کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوگیا، اسکو اموال صدقہ میں داخل کر لیجئے۔'' چنانچہ انہوں نے اسکو ۵۰ ہزار پر فروخت کیا اور اس مناسبت سے اس کا نام خمسین پڑ گیا۔ (موطا امام مالک کتاب الصلوۃ باب النظر فی الصلوۃ الی مایشغلک عنہا)

اسی خشوع وخضوع کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے، حضرت انسؓ رکوع کے بعد قیام میں دونوں سجدوں کے درمیان اس قدر دیر لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ کچھ بھول گئے ہیں۔ (بخاری کتاب الصلوۃ ابواب صفتہ الصلوۃ باب المکث بین السجدتین)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ستون کھڑا ہے۔ ایک دن رکوع میں اس قدر جھکے رہے کہ ایک شخص نے سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ مائدہ جیسی طویل سورتوں کی تلاوت کر ڈالی لیکن انہوں نے اس درمیان میں سر نہ اٹھایا۔

(اسد الغابہ واصابہ تذکرہ عبداللہ بن زبیرؓ)

☆☆☆

ابواب الزکوٰۃ

زکوۃ مفروضہ:

صحابہ کرامؓ اگرچہ سخت مفلس اور نادار تھے، تاہم خدا کی راہ میں وہ اپنا مال سینکڑوں طریقے سے صرف کرتے تھے، جہاد کے سامان اور نومسلموں کی کفالت کے علاوہ صدقہ و خیرات سے کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، زکوۃ سب سے مقدم اور حاوی چیز تھی، یعنی غلہ پر الگ سامان تجارت پر الگ، گھوڑوں پر الگ، اونٹوں پر الگ، باغوں پر الگ غرض کوئی چیز ایسی نہ تھی جس میں خدا کا حق نہ ہوتا تاہم وہ نہ اس سے گھبراتے تھے نہ سنگدل ہوتے تھے، بلکہ نہایت فیاضی کے ساتھ خدا کے اس حق کو ادا کرتے تھے۔

جب کھجوروں کی فصل تیار ہوئی تو تمام صحابہؓ زکوۃ کی کھجوریں لے کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے گرد کھجوروں کا ڈھیر لگا دیتے۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب اخذ صدقۃ التمر عند صرام النخل)

حضرت عدی بن حاتمؓ اپنے قبیلہ طے کا صدقہ لیکر حاضر ہوئے تو چونکہ اسلام میں یہ پہلا صدقہ تھا اسلئے اسکو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے چہرے فرط مسرت سے چمک اٹھے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل غفار واسلم وغیرہا)

جو لوگ اپنے قبیلہ کی زکوۃ لیکر آتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کیلئے دعائے خیر فرماتے حضرت ابی اوفیؓ اپنی قوم کی زکوۃ لیکر آئے تو آپؐ نے دعا دی۔

(ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب المصدق لاہل الصدقہ)

(**اللھم صل علی آل ابی اوفی**) خداوند آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما

۔

جو لوگ زکوۃ وصول کرنے کیلئے بھیجے جاتے صحابہ کرامؓ ہمیشہ انکو رضامند رکھتے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند بدؤوں نے محصلین زکوۃ کے ظلم کی

شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا ''انکو راضی رکھو، حضرت جریر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ جب سے میں نے یہ سنا میرے پاس سے محصل زکوۃ ہمیشہ خوش گیا۔'' (مسلم کتاب الزکوۃ باب ارضاء السعاۃ)

زیور عورتوں کو سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں لیکن صحابیاتؓ کو خدا کی مرضی ان سے بھی زیادہ عزیز تھی، ایک بار آپؐ کی خدمت میں ایک صحابیہؓ اپنی لڑکی کے ساتھ حاضر ہوئیں جس کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے، آپؐ نے کنگن دیکھ کر فرمایا کہ تم اسکی زکوۃ دیتی ہو بولی نہیں فرمایا ''کیا تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن ان کے بدلے تمھارے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے''؟ انہوں نے فوراً کنگن آپؐ کے سامنے ڈالدیئے کہ یہ خدا اور خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔'' (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب الکنز ماھو وزکوۃ الحلی)

صدقہ فطر ادا کرنا:

صدقہ فطر واجب ہے اسلئے صحابہ کرامؓ ہر چھوٹے بڑے غلام آزاد کی طرف سے نہایت التزام کے ساتھ صدقہ فطر ادا فرماتے تھے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے غلام نافع کے بچوں بلکہ کافر غلاموں کی جانب سے بھی صدقہ فطر دیتے تھے۔ (بخاری مع فتح الباری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس شدت کیساتھ اس حکم کی پابندی کرتے تھے کہ دو ایک دن پیشتر ہی صدقہ فطر دیتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب متی تؤدی صدقۃ الفطر) ان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام صحابہؓ ایسا کرتے تھے، (بخاری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک) عہد رسالت میں ایک صاع جو یا کھجور یا منقی صدقہ فطر میں دیا جاتا تھا، لیکن جب حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں گیہوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا تو انہوں نے ان چیزوں کی بجائے نصف صاع گیہوں کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے لوگوں نے دو مد

شامی گیہوں کے دینے کا التزام کرلیا۔(ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر)

زکوۃ کی طرح صدقہ فطر وصول کرنے کیلئے بھی اشخاص مقرر ہوتے تھے جو اس کو وصول کرکے ایک جگہ جمع کرتے تھے۔(بخاری مع فتح الباری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک) بخاری کتاب الوکالہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے جو یہ مروی ہے:

وکلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحفظ زکوۃ رمضان

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوۃ رمضان کا مجھکو وکیل بنایا''۔

اس میں رمضان سے صدقہ فطر ہی مراد ہے جو ادا کرنے کیلئے ایک جگہ جمع کیا گیا تھا اور اسکی حفاظت کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مقرر کیا تھا،

(بخاری مع فتح الباری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیاء، فاجازہ الموکل فہو جائز)

<u>صدقہ وخیرات:</u>

اگرچہ صحابہ کرامؓ سخت تنگدست تھے تاہم انکو تھوڑا بہت جو کچھ ملتا تھا اس کو صدقہ و خیرات کر دیتے تھے۔حضرت ابو مسعودؓ انصاری سے روایت ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ بازاروں میں جاتے اور حمالی کرتے، محنت ومزدوری میں جو کچھ ملتا اسکو صدقہ کردیتے۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ)

حضرت اسمٰؓ نے ایک لونڈی فروخت کی اور اسکی قیمت گود میں لئے بیٹھی تھیں کہ انکے شوہر حضرت زبیرؓ آئے اور قیمت دیکھ کر کہا ''مجھے دیدو'' بولیں ''میں نے تو اسکو صدقہ کردیا''۔

(مسلم کتاب آداب باب جواز المراۃ الاجنبیۃ)

حضرت حکیم بن حزامؓ زمانہ جاہلیت ہی میں جو نیک کاموں کے کرنے میں مشہور تھے، اسلام لائے تو زمانہ جاہلیت میں جو نیک کام کیے تھے اسلام میں بھی اسی قسم کے نیک کام کیے، دارالندوہ جو قریش کا ایک قابل فخر یادگار تھا ان ہی کے قبضہ میں تھا، انہوں نے اس کو حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم پر فروخت کیا اور اس کی کل قیمت خیرات کردی۔ (اسدالغابہ تذکرہ حکیم بن حزامؓ)

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے اور پانچ ہزار وظیفہ پاتے تھے، لیکن جب بیت المال سے وظیفہ کی رقم ملتی تھی تو کل کی کل خیرات کردیتے تھے اور خود اپنے کسب سے روزی پیدا کرتے تھے۔ (استیعاب حضرت سلمان فارسیؓ)

حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہزار غلام تھے وہ مال لاتے تھے تو کل رقم صدقہ کردیتے تھے، گھر میں ایک حبہ بھی نہ آنے پاتا تھا۔ (اصابہ تذکرہ حضرت زبیر بن عوامؓ)

حضرت ابوذر غفاریؓ سرے سے مال کا جمع کرنا ہی ناجائز سمجھتے تھے۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب ما ادی زکوۃ فلیس بکنز)

بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو چیز صدقہ میں دیدے اس کو دوبارہ نہ خریدے اس لئے حضرت ابن عمرؓ اگر صدقہ کا مال دیکر پھر خریدتے تو اس کو اپنے ملک میں نہ رکھتے بلکہ صدقہ کردیتے۔ (بخاری کتاب الزکوۃ باب هل یشتری صدقتہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب وتحریض سے صحابہ کرامؓ اور بھی زیادہ صدقہ وخیرات کی طرف مائل ہوجاتے تھے، ایک بار آپ نے خطبہ عید میں صدقہ کی ترغیب دی، عورتوں کا مجمع تھا حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوئے تھے اور عورتیں اپنے کان کی بالیاں اور ہاتھ کی انگوٹھیاں پھینکتی جاتی تھیں۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الخطبۃ فی یوم العید)

ایک بار قبیلہ مضر کے بہت سے فاقہ زدہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انکی حالت دیکھی تو چہرے کا رنگ بدل گیا اور نماز کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں ان

پرصدقہ کرنے کی ترغیب دی ایک صحابیؓ کے پاس درہم و دینار کی ایک تھیلی اس قدر وزنی تھی کہ اس کو بمشکل اٹھا سکتے تھےلیکن انہوں نے اس کو آپؐ کے سامنے ڈال دیا۔ اسکے بعد اور تمام صحابہؓ نے کپڑے اور غلہ کا ڈھیر لگا دیا۔

(نسائی کتاب الزکوۃ باب التحریض علی الصدقہ)

ایک بار آپؐ نے دیکھا کہ انصار نے اپنے باغوں کے گرد چار دیواریاں قائم کر دی ہیں حالانکہ پہلے ایسا نہیں کرتے تھے فرمایا کہ ''نماز جمعہ کے بعد چلے نہ جانا میں کچھ کہوں گا جب نماز ہو چکی تو تمام انصار منبر کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ''تم پہلے قوم کا تاوان دیتے تھے، یتیموں کی پرورش کرتے تھے اور دوسری نیکیاں کرتے تھےلیکن جب اسلام آیا تو مال کی اس قدر حفاظت کرتے ہو؟ انسان جو کچھ کھالیتا ہے اسکا ثواب ملتا ہے اور چڑیاں جو کچھ کھالیتی ہیں اسکا ثواب ملتا ہے'' انصار پر اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ پلٹے تو سب نے اپنے اپنے باغ کی دیواروں میں ایک ایک دو دو شگاف کر دیئے تا کہ ان کا فائدہ سب کو پہنچے۔ (اسد الغابہ تذکرہ خالد بن صخرؓ)

ایک بار مسجد نبویؐ میں ایک سائل آیا آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کپڑے زمین پر ڈال دیں۔ سب نے اپنے اپنے کپڑے ڈال دیئے اور ان میں سے آپؐ نے سائل کو دو کپڑے دیدیئے پھر آپؐ نے صدقہ کی ترغیب دی، اب خود سائل نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا اچھینک دیا۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب الرجل یخرج من مالہ)

ایک بار آپؐ نے فرمایا کہ '' آج تم میں کسی نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا''؟ حضرت ابوبکرؓ مسجد میں آئے جہاں انکو ایک سائل ملا ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمانؓ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا ان سے لے کر سائل کو دیدیا۔ (ایضاً باب المسئلۃ فی المساجد)

صحابہ کرامؓ جو ہر قسم کی چھوٹی بڑی چیز خالصاً لوجہ اللہ صدقہ میں دیتے، اسکو دیکھ کر منافقین طعنہ دیتے بدگمانی کرتے لیکن ان پر اس کا کچھ اثر نہ پڑتا، ایک بار حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے آٹھ ہزار صدقہ میں دیئے تو منافقین نے کہا کہ ''یہ ریاکار آدمی ہیں''

لیکن ایک صحابیؓ نے ڈول کھینچنے کی اجرت میں ایک صاع پایا اور اس کو صدقہ میں دیا تو منافقین نے کہا کہ ''خدا اس حقیر خیرات سے بے نیاز ہے'' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

الذین یلمزون المطوعین من المئومنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جهد هم فیسخرون منهم سخر الله منهم ولهم عذاب الیم،

(بخاری کتاب الزکوۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ مع فتح الباری جلد ۳ ص ۲۳۴)

''یہ (منافق) ہی تو ہیں کہ مسلمانوں میں جو لوگ (با مقدر ہیں اور) خوش دلی سے خیرات کرتے ہیں ان پر (ریا کاری) کا عیب لگاتے ہیں اور جو لوگ اپنی محنت (کی کمائی) کے سوا (زیادہ) کا مقدور نہیں رکھتے (اور اس پر بھی جو میسر آجاتا ہے خدا کی راہ میں دینے کو موجود ہو جاتے ہیں) ان پر (ناحق کی شیخی کا) عیب لگاتے ہیں۔ غرض ان (سب) پر ہنستے ہیں اللہ ان منافقوں پر ہنستا ہے اور ان کیلئے عذاب دردناک (تیار) ہے''

مردوں کی جانب سے صدقہ کرنا:

صحابہ کرامؓ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مردوں کی جانب سے بھی صدقہ کرتے تھے اور انکو اس کا ثواب پہنچاتے تھے، حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ نے انتقال کیا تو انہوں نے ان کی جانب سے بطور صدقہ جاریہ کے ایک کنواں کھدوایا۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فی فضل سقی الماء) ایک صحابی کی والدہ نے انتقال کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں دفعتہً مرگئی اور کوئی وصیت نہیں کی، لیکن اگر اس کو بات چیت کرنے کا موقع ملتا تو صدقہ کرتی اب اگر میں اس کی جانب سے صدقہ کروں تو اس کو ثواب ملے گا؟'' آپ

نے فرمایا ''ہاں ملے گا۔ (مسلم کتاب الزکوۃ باب وصول ثواب الصدقۃ عن لمیت الیہ)

اعزہ و اقارب پر صدقہ کرنا:

عام خیال ہے کہ صدقہ و خیرات صرف فقراء و مساکین کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن درحقیقت اعزہ و اقارب کی اعانت کرنا سب سے بڑا صدقہ ہے اور سب سے پہلے اسلام نے اس دقیق نکتہ کو بتایا اور صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا۔

حضرت ابو طلحہؓ نے اپنا کنواں بیر حا خدا کی راہ میں وقف کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اپنے اعزہ و اقارب پر تقسیم کردیا، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی حضرت زینبؓ نے ان سے کہا کہ ''تم نادار آدمی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اگر آپؐ اجازت دیں تو میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں تمھیں پر کروں لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا ''تمھیں جاؤ'' وہ آئیں تو آستانِ مبارک پر اسی غرض سے ایک دوسری بی بی بھی موجود تھیں، دونوں بیبیوں نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے دریافت کرایا کہ ''دو عورتیں اپنے شوہروں اور چند یتیموں پر جوان کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا چاہتی ہیں کیا یہ جائز ہے''؟ آپؐ نے فرمایا ''انکو دوہرا ثواب ملے گا، ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا'' ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا کہ ''یا رسول اللہ! میں ابو سلمہ کے لڑکوں کے مصارف برداشت کرتی ہوں کیا مجھ کو اسکا ثواب ملے گا، میں ان کو چھوڑ نہیں سکتی، کیونکہ وہ میرے لڑکے ہیں'' فرمایا ''ہاں تم کو ثواب ملے گا'' (مسلم کتاب الزکوۃ باب الفقہ علی الا قربین والزوج والاولاد والوالدین ولو کانو امشرکین)

ایک صحابیہؓ نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقۃً دی تھی، ماں کا انتقال ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی نسبت دریافت کیا، فرمایا ''صدقہ کا ثواب تمھیں مل چکا اور اب وہ لونڈی تمھاری وراثت میں داخل ہوگئی'' (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب من تصدق بصدقۃ ثم ورثہا)

صدقہ دینے پر اصرار:

صرف یہی نہیں کہ صحابہ کرامؓ صدقہ دیتے تھے، بلکہ صدقہ دینے پر اصرار کرتے تھے، ایک بار ایک صحابیؓ انڈے کے برابر سونا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نے اسکو ایک کان میں پایا ہے، قبول فرمالیجئے یہ صدقہ ہے اسکے سوا میرے پاس کچھ نہیں" آپؐ نے اعراض فرمایا پھر داہنے جانب سے لے آئے اور یہی درخواست کی آپ نے منہ پھیر لیا، پھر بائیں جانب سے آئے، آپ نے پھر روگردانی کی پھر پیچھے سے آئے اب کی بار آپ نے اسکو لیکر انکی طرف اس زور سے پھینکا کہ اگر ان پر پڑا ہوتا تو چوٹ آتی، اور فرمایا کہ "تم لوگ اپنا تمام سرمایہ صدقہ میں دیدیتے ہو پھر بھیک مانگنے لگتے ہو بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی انسان کے پاس کچھ مال رہ جائے" (ابوداؤ کتاب الزکوۃ باب الرجل یخرج من مالہ)

آپؐ نے ایک بار صدقہ دینے کا حکم دیا تو ایک صحابیؓ نے کہا "میرے پاس ایک دینار ہے" فرمایا "اسکو اپنے اوپر صدقہ کرو" بولے، ایک دینار اور بھی ہے" فرمایا "اپنے لڑکے پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اپنی بی بی پر صدقہ کرو" بولے ایک اور بھی ہے" فرمایا "اپنے خادم پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا اب تمھیں سمجھو"۔ (ایضاً باب فی صلتہ الرحم)

صدقہ دینے میں مسابقت:

اسلام نے اگرچہ قمار بازی کو حرام کر دیا تاہم صحابہ کرامؓ بازی لگانے سے باز نہیں آتے تھے، لیکن اس بازی میں جو شخص کامیاب ہو جاتا تھا اسکے ہاتھ ناجائز مال نہیں آتا تھا بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول آتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا، حسن اتفاق سے اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس مال تھا انہوں نے دل میں کہا "آج میں ابوبکرؓ سے بازی

لے جاؤں گا نصف مال لیکر حاضر خدمت ہوئے ،آپ ؐ نے فرمایا کچھ اہل وعیال کے لئے بھی رکھا ہے ''بولے ''اسی قدر'' اسی اثناء میں حضرت ابوبکرؓ اپنا کل سرمایہ لے کر حاضر ہوئے ،آپ ؐ نے فرمایا ''اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا'' بولے ''اللہ اور اللہ کا رسول'' اب حضرت عمرؓ نے کہا میں تم سے کبھی بازی نہ لیجا سکوں گا''

(ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب الرخصۃ فی ذالک)

انخفائے صدقہ:

صدقہ وخیرات اگرچہ ہر حال میں نیکی کا کام ہے لیکن چھپا کر صدقہ دینا اور بھی افضل ہے اسلئے قرآن مجید میں آیا ہے۔

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم

''اگر علانیہ صدقہ دو تو یہ بھی بہتر ہے لیکن اگر چھپا کر دو تو یہ اور بھی اچھا ہے''

اسلئے بعض صحابہ مخفی طور پر صدقہ دینا زیادہ پسند کرتے تھے چنانچہ جب یہ آیت

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ،

''تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک اپنے محبوب ترین مال کو خیرات نہ کرو''

یا یہ آیت:

من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً

''وہ کون ہے جو خدا کو اچھا قرض دے''

نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ''اگر ممکن ہوتا تو میں اپنے فلاں باغ کو صدقہ میں دیتا اور اس کو بالکل مخفی رکھتا اس کا اعلان نہ کرتا''

(مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۱۷۴)

اپنے بہترین مال کا انفاق:

ہم ہیں کہ صدقہ و خیرات اور زکوۃ میں ادنی درجہ کی چیز بھی نہیں دے سکتے لیکن صحابہ کرامؓ ان میں ہمیشہ اپنا بہترین مال صرف کرتے تھے جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون

''تم لوگ جب تک اپنا بہترین مال نہ خیرات کرو نیکی کو نہیں پا سکتے''۔

تو حضرت ابو طلحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کہتا ہے کہ جب تک تم لوگ اپنا بہترین مال خیرات نہ کرو گے نیکی کو نہ پاؤ گے، میرا محبوب ترین مال بیرحا ہے جس کو میں خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور خدا سے اس کے ثواب کی امید کرتا ہوں''

(بخاری کتاب الزکوۃ باب الزکوۃ علی الاقارب)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ ان کو اپنی چیز جو پسند آتی اس کو خدا کی راہ میں دیدیتے ایک بار سفر حج میں تھے اونٹنی کی چال پسند آئی تو اس سے اتر گئے اور اپنے غلام نافع سے کہا کہ اس کو قربانی کے جانوروں میں داخل کرلو۔ (طبقات ابن سعد و اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محصلین زکوۃ کو حکم دیا تھا کہ زکوۃ میں مال کا بہترین حصہ نہ لیں، لیکن صحابہ بخوشی اپنے مال کا بہترین حصہ دیتے تھے ایک صحابی نے ایک محصل زکوۃ کو اپنی بہترین اونٹنی دی، لیکن اس نے لینے سے انکار کیا تو کہا کہ ''میری خواہش ہے کہ آپ میرا بہترین اونٹ لیں'' پھر اس سے کم درجہ کی اونٹنی دی، لیکن اس نے اب بھی انکار کیا بالآخر اس سے بھی کم درجہ کی اونٹنی لینے پر راضی ہوا،

ایک دن ایک صحابیؓ پہاڑ کے درے میں بکریاں چرا رہے تھے، دو محصلین زکوۃ آئے اور کہا کہ ''ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھاری بکریوں کی زکوۃ وصول کرنے

کیلئے بھیجا ہے"بولے "مجھ کو کیا دینا پڑے گا"؟ انہوں نے کہا "ایک بکری" انہوں نے ایک نہایت فربہ گابھن بکری دی تو بولے کہ "ہم اس کو نہیں لے سکتے آپؐ نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے"

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو زکوۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا وہ ایک صحابی کے پاس آئے اور انہوں نے اپنے تمام اونٹ حاضر کر دیئے وہ سب کا جائزہ لے کر بولے کہ تم کو صرف ایک بچہ دینا ہوگا"بولے "نہ تو وہ سواری کے قابل ہے نہ دودھ دیتا ہے، یہ جوان فربہ اونٹنی حاضر ہے"بولے "جب تک مجھ کو حکم نہ دیا جائے میں اس کو قبول نہیں کر سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے قریب ہی ہیں" اگر تم چاہو تو خود آپؐ کی خدمت میں اس اونٹنی کو پیش کر سکتے ہو، اگر آپؐ نے قبول فرمالیا تو میں بھی قبول کرلوں گا" وہ اونٹنی لیکر خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ "یا نبی اللہ میرے پاس صدقہ وصول کرنے کیلئے آپکا محصل آیا اور آج سے پہلے یا رسول اللہ کوئی محصل میرے پاس صدقہ وصول کرنے کے لئے نہیں آیا تھا میں نے اپنے تمام اونٹ اسکے سامنے حاضر کر دیئے، تو اس نے کہا کہ "تم پر صرف ایک بچہ فرض ہے لیکن نہ دودھ دیتا ہے نہ سواری کے قابل تھا اسلئے میں نے اسکو جوان اور فربہ اونٹنی دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اب میں اسکو آپؐ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں" آپؐ نے ارشاد فرمایا "فرض تو تم پر وہی ہے اس سے زیادہ تو صدقہ ہوگا اور ہم اس کو قبول کرلیں گے" انہوں نے کہا "تو یہ حاضر ہے" آپؐ نے اس کے قبول کرنے کی اجازت دی اور ان کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔

(ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فی زکوۃ السائمہ)

☆☆☆

ابواب الصیام

صوم رمضان:

رمضان کے روزے فرض ہوئے تو ابتدا میں عشاء کے بعد کھانا پینا حرام ہو جاتا تھا اس پابندی کی وجہ سے اگر چہ بعض اوقات صحابہؓ کو سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑیں لیکن با ایں ہمہ انہوں نے روزہ رکھنے میں کبھی سہل انگاری سے کام نہیں لیا۔ ایک دن رمضان کے مہینے میں حضرت صرمہ بن قیسؓ انصاری نے بی بی سے کھانا مانگا، سوئے اتفاق سے گھر میں کچھ نہ تھا وہ باہر گئیں کہ کھانے پینے کی کوئی چیز تلاش کر کے لائیں۔ لیکن اس اثناء میں ان کی آنکھ لگ گئی اور کھانا نہ کھا سکے، صبح کو پھر روزہ رکھے ہوئے کام دھندے کیلئے نکل گئے دو دن کا متصل فاقہ اس پر کام کی محنت دوپہر ہوئی تو بھوک کی شدت سے بیہوش ہو گئے۔

(ابو داؤد کتاب الصیام باب مبدا فرض الصیام)

اگر کسی غلطی سے صحابہ کرامؓ کا روزہ ٹوٹ جاتا تو ان پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ایک صحابی نے رمضان میں دن کو اپنی بی بی سے مباشرت کر لی بعد کو اس قدر بدحواس ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بال نوچتے ہوئے، سینہ کوبی کرتے ہوئے آئے اور کہا کہ ''میں ہلاک ہو گیا''

(موطا امام مالک کتاب الصیام باب من افطر فی رمضان)

سفر میں روزہ رکھنا:

حالت سفر میں اگر چہ روزہ رکھنا فرض نہیں ہے تاہم صحابہ کرامؓ اس حالت میں بھی سخت سے سخت تکلیف برداشت کرتے، لیکن افطار کرنا پسند نہ کرتے ایک صحابیؓ نے سفر میں روزہ

رکھا تو دھوپ کی شدت سے محفوظ رکھنے کیلئے لوگوں نے انکے سر پر چادر تان دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے گرد لوگوں کا ہجوم دیکھا تو فرمایا "سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں۔" (ابوداؤد کتاب الصیام باب اختیار الفطر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے دھوپ اس قدر تیز تھی کہ لوگ اسکی شدت سے سروں پر ہاتھ رکھتے تھے، لیکن اس حالت میں بھی حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ روزے سے تھے۔

(بخاری کتاب الصوم باب اذا صام ایاما من رمضان ثم سافر)

ایک بار صحابہ کرامؓ ایک نہایت گرم دن میں سفر کر رہے تھے ان میں جو لوگ روزے سے تھے منزل پر پہنچ کر ضعف سے گر پڑے اور بے روزہ داروں نے خیمہ وغیرہ کھڑے کیئے۔

(مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کا سفر کیا تو تمام صحابہؓ روزے سے تھے، منزل پر پہنچ کر فرمایا کہ "تم لوگ دشمن کے قریب پہنچ گئے اور افطار تمھارے لئے ازدیاد قوت کا سبب ہوگا" اس پر بھی بہت سے صحابہؓ نے روزہ افطار نہیں کیا، دوسری منزل آئی تو آپ نے اور بھی تاکید کے ساتھ افطار کی ترغیب دی، اب تمام صحابہؓ نے روزہ توڑ دیا۔ (ایضاً باب اجر المفطر فی السفر اذا تولی العمل)

صوم عاشوراء:

رمضان کے روزوں کے علاوہ صحابہ کرامؓ اور بھی مختلف قسم کے روزے رکھتے تھے، اول اول عاشورہ کا روزہ فرض تھا، اس لئے عاشورا کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منادی کرادیتے کہ جن لوگوں نے روزہ رکھا ہے وہ اپنے روزے پورے کرلیں اور جو لوگ کھا پی چکے ہیں وہ بقیہ دن کا روزہ رکھیں، اس اعلان کے بعد صحابہ کرامؓ نے اس شدت کے ساتھ اسکی پابندی کی کہ نہ صرف خود روزے رکھتے بلکہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھی روزے رکھواتے اور

جب وہ کھانے کیلئے روتے تو بہلانے کیلئے انکو رنگین اون کی گڑیاں دیدیتے۔(مسلم کتاب الصوم باب من اکل فی عاشوراء فلیکف بقیۃ یومہ)فرضیت صوم رمضان کے بعد اگر چہ یہ روزہ فرض نہیں رہا۔تاہم بعض صحابہؓ نے اسکو قائم کررکھا ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے مدینہ میں خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ ''اس دن کا روزہ اگر چہ فرض نہیں ہے تاہم میں روزے سے ہوں جس کا جی چاہے روزہ رکھے۔جس کا جی چاہے افطار کرلے'' (ایضاًباب صوم یوم عاشوراء)

صوم داؤدی:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ صائم الدہر رہا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو منع فرمایا، اور کہا کہ ''ہر مہینہ میں صرف تین دن رکھا کرو'' لیکن انکے شوق کو اس سے کیا تسکین ہوسکتی تھی؟بولے''مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے'' ارشاد ہوا''تو صوم داؤدی کاالتزام کرلو یعنی ایک دن کا ناغہ دے کر دوسرے دن کا روزہ رکھو'' (مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر)

صوم وصال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متصل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے آپ کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے بھی متصل روزے رکھنے شروع کیے، لیکن آپ نے صحابہ کرامؓ کو روک دیا اور فرمایا ''میری حالت تم سے مختلف ہے مجھ کو خدا کھلاتا پلاتا ہے'' (ایضاً باب النہی عن الوصال فی الصوم) تاہم بعض صحابہ کرامؓ صوم وصال کے پابند تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ متصل ایک ایک ہفتہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔(اسد الغابہ تذکرہ ابن زبیر)

دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں دنوں کے روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''ان دونوں دنوں میں اللہ تعالی کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں'' بعض صحابہؓ نے بھی اسکا التزام کرلیا تھا چنانچہ ایک دن حضرت اسامہؓ وادی قریٰ کو گئے

اور ان دنوں کے روزے رکھے، غلام نے کہا "آپ تو بڈھے ہیں، ان دنوں میں کیوں روزہ رکھتے ہیں"؟ بولے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دنوں کے روزے رکھا کرتے تھے۔" (ابوداؤد کتاب الصوم باب فی الاثنین والخمیس)

ایام بیض کے روزے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام بیض ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کے روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ "یہ روزے صوم دہر کے مثل ہیں" صحابہ کرامؓ کو بھی یہی حکم تھا۔

(ابوداؤد کتاب الصوم باب فی صوم الثلاث من کل شہر)

صائم الدہر رہنا:

ایک صحابی ایک سال آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر واپس چلے گئے۔ دوسرے سال پھر حاضرِ خدمت ہوئے تو صورت اس قدر بدل گئی تھی کہ آپؐ نے ان کو نہیں پہچانا اس بناء پر انہوں نے خود اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ "میں وہی شخص ہوں جو پہلے سال آیا تھا" فرمایا تمھارا کیا حال ہو گیا؟ تمھاری صورت تو اچھی خاصی تھی" بولے "جب سے آپ سے جدا ہوا ہوں رات کے سوا دن کو کبھی کھانا نہیں کھایا" لیکن آپ نے انکو اس سے منع فرمایا۔ (ابو داؤد کتاب الصیام فی صوم اشہر الحرام) بااین ہمہ بہت سے صحابہ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے، حضرت ابوامامہؓ نے متعدد غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بار بار دعائے شہادت کی درخواست کی، لیکن آپ نے سلامتی کی دعا فرمائی، اخیر میں عرض کی کہ "اچھا یہ نہ سہی تو کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمائیے کہ خدا مجھے اس سے نفع دے" آپ نے روزے کا حکم دیا اور انہوں نے متصل روزے رکھنے کا التزام کرلیا، خادم اور بی بی نے بھی اس عمل صالح میں شرکت کی اور روزہ انکے گھر کی امتیازی علامت ہو گئی، اگر کسی دن انکے گھر میں دھواں اٹھتا یا آگ جلائی جاتی تو لوگ سمجھتے کہ آج انکے گھر میں کوئی مہمان آیا ہے۔ (مسند جلد ۵ ص ۲۵۵) ورنہ اس گھر میں دن کا کھانا کیوں کر پک سکتا تھا۔

حضرت زید بن سہلؓ عہد رسالت میں غزوات کی شرکت کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتے تھے اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو اسکی تلافی کرنا شروع کی اور ۴۰ برس تک متصل روزے رکھے اور عید کے سوا کہ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے کبھی بے روزہ نہ رہے۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت زید بن سہلؓ)

حضرت حمزہ بن عمروؓ الاسلمی بھی ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔

(مسلم کتاب الصوم باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر) <u>نفل کے روزے رکھنا:</u>

حضرت ابوالدرداءؓ کو نفل کے روزہ کا اس قدر شوق تھا کہ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے تو کہتے کہ ''میں آج روزے سے ہوں'' حضرت ابوطلحہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی حال تھا۔ (بخاری کتاب الصوم باب اذا نوی بالنہار صوما)

بعض صحابیہ نفل کے روزے رکھتی تھیں جس سے انکے شوہر کو تکلیف ہوتی تھی، انہوں نے روکا تو انکو سخت ناگوار ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر شکایت کی۔ لیکن آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفل کا روزہ نہیں رکھ سکتی۔

(ابو داؤد کتاب الصیام باب المراۃ حل تصوم بغیر اذن زوجہا)

<u>مردوں کی جانب سے روزہ رکھنا:</u>

صحابہ کرامؓ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مردوں کی جانب سے بھی روزے رکھتے تھے، ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ''میری ماں کا انتقال ہو گیا اور اس پر پورے مہینے کے روزے فرض تھے کیا میں انکو پورا کر دوں''؟ آپ نے فرمایا ''ہاں''۔

(بخاری کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صوم)

بچوں سے روزہ رکھوانا:

صحابہ کرامؓ نہ صرف خود روزہ رکھتے تھے بلکہ اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے اوپر گزر چکا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم عاشوراء کیلئے منادی کروائی تو صحابہ کرامؓ نے خود روزہ رکھا اور بچوں سے بھی روزے رکھوائے ایک بار حضرت عمرؓ نے رمضان میں ایک بدمست کو یہ کہہ کر سزا دی کہ "ہمارے بچے روزے رکھتے ہیں اور تمھارا یہ حال ہے۔ افسوس"

(بخاری کتاب الصوم باب صوم الصبیان)

اعتکاف:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا تو تمام صحابہ بھی آپؐ کے ساتھ معتکف ہوئے۔ (مسلم کتاب الصوم باب فضل لیلۃ القدر)

ازواج مطہراتؓ کو اعتکاف کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتکاف کیلئے خیمہ نصب کرنیکا حکم دیا، حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو اپنا خیمہ الگ نصب کروایا، انکی دیکھا دیکھی تمام ازواج مطہراتؓ نے خیمے نصب کرائے آپؐ نے دیکھا تو اپنے ساتھ ازواجِ مطہرات کے خیمے بھی گروا دیئے کہ اس سے آپ کے سکون و جمعیت خاطر میں فرق آتا تھا۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب فی الاعتکاف)

حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسکے پورا کرنیکی اجازت چاہی، آپ نے اجازت دی تو انہوں نے اس نذر کو پورا کیا۔ (ایضاً باب المعتکف یعود المریض)

☆☆☆

ابواب الحج

حج:

فرائض اسلام میں اگر چہ حج تمام عمر میں صرف ایک بار فرض ہے، لیکن بعض صحابہؓ تقریباً ہر سال فریضہ حج ادا فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد کی اجازت چاہی تو فرمایا ''بہترین جہاد حج مبرور ہے'' اسکے بعد سے وہ کبھی حج کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ (بخاری کتاب الحج باب حج النساء) حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ''جب تم جہاد سے فارغ ہو تو حج کیلئے کجاوے کسو کیونکہ حج بھی ایک جہاد ہے'' (بخاری مع فتح الباری کتاب الحج باب الحج علی الرجل)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سخت خطرے کی حالت میں بھی حج کو قضا نہیں فرماتے تھے حجاج اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان جنگ شروع ہوئی اور خود مکہ محاصرہ میں آگیا تو انہوں نے اس حالت میں سفر حج کرنا چاہا، صاحبزادے نے روکا تو بولے ''ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ موجود ہے آپؐ حج کیلئے چلے تو کفار نے روک دیا اگر مجھے بھی روکا جائے گا تو میں بھی وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا'' (بخاری کتاب الحج باب طواف القارن)

صحابہ کرامؓ جس ذوق وشوق سے حج کرتے تھے اس کا موثر منظر حجۃ الوداع میں دنیا کو نظر آیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان حج کیا تو مدینہ میں بکثرت صحابہ جمع ہوئے حضرت اسماء بنت عمیسؓ اگر چہ حاملہ تھیں اور اسی سفر میں بہ مقام ذوالحلیفہ انکو وضع حمل بھی ہو گیا، تاہم وہ بھی شریک سفر ہوئیں، آپ مقام بیداء میں پہنچے تو صحابہؓ کا اس قدر ازدحام ہوا کہ دائیں بائیں آگے پیچھے آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ (مسلم کتاب الحج باب

حجتہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام خلفاء اپنے زمانہ خلافت میں بالالتزام حج کرتے تھے اور خود امیر الحاج ہوتے تھے حضرت عثمانؓ کی مدت خلافت دس برس ہے اور اس مدت میں انہوں نے متصل دس سال حج کیے اخیر سال جب لوگوں نے انکا محاصرہ کرلیا تو خود نہ جا سکے لیکن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو امیر الحاج بنا کر بھیجا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمانؓ)

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو باطل کردیا تھا، تاہم بعض صحابہ حج کے ادا کرنے میں طرح طرح کا التزام مالایلزم کرتے تھے، ایک صحابیہ نے خانہ کعبہ تک پاپیادہ جانیکی نذر مانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کروایا تو آپؐ نے کہا پاپیادہ بھی چلیں اور سوار بھی ہولیں'' آپ نے ایک بوڑھے صحابی کو دیکھا کہ اپنے اونٹوں کے سہارے پاپیادہ چل رہے ہیں، فرمایا کیا معاملہ ہے؟ معلوم ہوا کہ پاپیادہ حج کرنے کی منت مانی ہے آپ نے سوار ہونیکا حکم دیا اور فرمایا کہ ''خدا اسکی جان کو عذاب میں ڈالنے سے بے نیاز ہے۔'' (بخاری کتاب الحج باب من نذر المشی الی الکعبۃ)

اگر کسی معذوری سے حج کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہوجاتا تھا تو صحابہ کرامؓ کو سخت صدمہ ہوتا تھا، حجتہ الوداع میں حضرت عائشہؓ کو ضرورت نسوانی سے معذوری ہوگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا تو دیکھا کہ رو رہی ہیں، فرمایا کیا ماجرا ہے؟ بولیں کہ ''کاش میں اس سال حج نہ کرتی'' فرمایا ''سبحان اللہ، یہ تو فطری چیز ہے تمام مناسک ادا کرو صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو۔''

(ابوداؤد کتاب المناسک باب فی افراد الحج)

<u>باپ ماں کی طرف سے حج کرنا:</u>

صحابہ کرامؓ نہ صرف خود بلکہ اپنے ماں باپ کی جانب سے بھی حج ادا کرتے تھے، حجتہ الوداع کے زمانہ میں ایک صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ ''میرے باپ پر حج فرض ہوگیا ہے۔ لیکن وہ بڑھاپے کی وجہ سے سواری پر

بیٹھ نہیں سکتے کیا میں انکی جانب سے حج ادا کر دوں؟" آپ نے انکو اس کی اجازت دے دی۔ (بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ)

ایک صحابیہ کی ماں کا انتقال ہو چکا تھا وہ آپ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ "میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا کیا میں ان کی جانب سے اس فرض کو ادا کر دوں"؟ آپ نے انکو بھی اجازت دے دی۔ (مسلم کتاب الصوم باب قضاء الصیام عن المیت)

عمرہ:

بعض صحابہ عمرہ کو فرض سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خیال تھا کہ حج کی طرح عمرہ بھی ہر شخص پر فرض ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اسکی فرضیت پر یہ استدلال کرتے تھے کہ قرآن مجید میں حج اور عمرہ دونوں کا حکم ایک ساتھ آیا ہے۔

وَاتمواالحج والعمرۃ للہ (بخاری ابواب العمرۃ باب وجوب العمرۃ وفضلہا)

"خدا کیلئے حج اور عمرہ کو پورا کرو"۔

بہر حال عمرہ فرض ہو یا نہ ہو، لیکن صحابہ کرامؓ اس کو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے اور جب وہ فوت ہو جاتا تھا تو ان کو سخت قلق ہوتا تھا، حجتہ الوداع کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ رو رہی ہیں، وجہ پوچھی تو بولیں کہ" میں ضرورت نسوانی سے معذور ہوں، لوگ دو دو فرض (حج اور عمرہ) کا ثواب لے جاتے ہیں اور میں صرف ایک کا" فرمایا "کوئی حرج نہیں، خدا تم کو عمرہ کا ثواب بھی عطا فرمائے گا، چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو ساتھ کر دیا اور مقام تنعیم میں جا کر انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور آدھی رات کو فارغ ہو کر آ گئیں۔ (بخاری ابواب العمرۃ کتاب الحج)

قربانی کرنا:

صحابہ کرامؓ نہایت پابندی اور نہایت شوق کے ساتھ قربانی کرتے تھے، ایک بار حضرت

ابو کباشؓ تجارت کی غرض سے کچھ بکریوں کے بچے لائے لیکن کسی نے نہیں پوچھا، وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ملے اور اسکے جواز و عدم جواز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

ونعمت الاضحية الجذع

''بکری کا بچہ قربانی کیلئے کس قدر موزوں ہے'' یہ سننا تھا کہ صحابہؓ نے ہاتھوں ہاتھ گلے کو خرید لیا۔ (ترمذی کتاب الاضاحی باب فی الجذع من الضان فی الاضاحی)

ایک بار حضرت اسود بن ہلالؓ مدینہ میں بہت سے اونٹ لے کر آئے مسجد میں گئے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ تقریر کر رہے ہیں اور لوگوں کو حج کرنے اور ہدی لے جانے کی ترغیب دے رہے ہیں وہ مسجد سے نکلے تو ہر شخص نے ایک ایک اونٹ خرید لیا اور وہ مالا مال ہو گئے ۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ اسود بن ہلالؓ)

☆☆☆

ابواب الجہاد

شوق جہاد:

اسلام کے فرائض واعمال میں جہاد سب سے زیادہ سخت ہے لیکن صحابہ کرامؓ کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ حضرت زبیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے حضرت عثمانؓ کے عہد تک برابر جہاد ہی میں مشغول رہے۔ (بخاری کتاب الجہاد باب برکتہ الغازی فی مالہ حیاً ومیتاً)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت جہاد کیلئے عام منادی کرائی، ایک

صحابی نہایت بوڑھے تھے اور خدمت کیلئے انکے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا، تاہم اس قدر شوق جہاد رکھتے تھے کہ شریک جہاد ہوئے اور خدمت کیلئے تین دینار کی اجرت پر ایک شخص کو ساتھ لیتے گئے۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الرجل یغیر و باجر لیخدم)

بی بی اور جائیداد سب کو عزیز ہوتے ہیں، لیکن شوق جہاد میں بعض صحابہؓ نے انکو بھی الگ کر دیا تھا، حضرت سعد بن ہشامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دیدی اور مدینہ آیا کہ وہاں کی جائیداد کو بیچ کر ہتھیار خریدوں اور جہاد کروں لیکن چند صحابہؓ ملے اور انہوں نے کہا کہ ہم میں بھی چھ شخصوں نے یہی ارادہ کیا تھا، لیکن رسول اللہؐ نے منع فرمادیا ''

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب فی صلوۃ اللیل)

شوق شہادت:

عہد نبوت میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی اسلئے ہر شخص اس آب حیات کا پیاسا رہتا تھا، حضرت ام ورقہ بنتؓ نوفل ایک صحابیہ تھیں، جب بدر کا معرکہ پیش آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ''مجھ کو شریک جہاد ہونیکی اجازت عطا فرمایئے میں مریضوں کی تیمارداری کروں گی شاید مجھے وہ درجہ شہادت حاصل ہو جائے، لیکن آپؐ نے فرمایا ''گھر ہی میں رہو، خدا تمھیں وہیں شہادت دیگا'' یہ معجزانہ پیشنگوئی کیونکر غلط ہوسکتی تھی؟ انہوں نے ایک لونڈی اور ایک غلام مدبر کیے تھے، (مدبران غلاموں کو کہتے ہیں جن سے آقا یہ کہہ دے اسکی موت کے بعد آزاد ہو جائیں گے) جنہوں نے انکو شہید کر دیا کہ جلد آزاد ہو جائیں۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب امامتہ النساء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بدو ایمان لایا اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن آپ نے اسکو بعض صحابہؓ کے سپرد کر دیا جن کے اونٹ وہ چرایا کرتا تھا

،لیکن جب ایک غزوہ میں مال غنیمت ہاتھ آیا اور آپ نے اس کا بھی حصہ لگایا تو اس نے کہا ''میں اس لئے ایمان نہیں لایا، میں اس لئے حلقہ اسلام میں داخل ہوا ہوں کہ میرے حلق میں تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہوں'' تھوڑی دیر کے بعد معرکہ کا رزار گرم ہوا تو وہ ٹھیک حلق پر تیر کھا کر شہید ہوا صحابہ کرامؓ لاش کو آپ کے سامنے لائے تو آپ نے فرمایا کہ ''اس نے خدا کی تصدیق کی تو خدا نے بھی اس کی تصدیق کی'' یہ کہہ کر خود اپنا جبہ کفن کیلئے عنایت فرمایا۔ (نسائی کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشہداء)

غزوہ احد میں ایک صحابی نے آپ سے پوچھا ''اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟'' ارشاد ہوا کہ ''جنت میں'' کھجوریں ہاتھ میں تھیں انکو پھینکا اور لڑ کر شہید ہوئے۔غزوہ بدر میں جب مشرکین مکہ قریب آ گئے تو آپ نے صحابہ کرامؓ کی طرف خطاب کر کے فرمایا ''اٹھو اور وہ جنت لو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے'' حضرت عمیر بن الحمام الانصاریؓ نے کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان و زمین کے برابر'' ارشاد ہوا ''ہاں'' بولے ''واہ واہ'' فرمایا ''واہ واہ کیوں کہتے ہو؟'' بولے صرف اس امید میں شاید میں بھی۔اس میں داخل ہوسکوں'' ارشاد ہوا کہ تم داخل ہو گے'' اس سوال وجواب کے بعد انہوں نے جھولی سے کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے، پھر شوق شہادت نے جوش مارا اور بولے کہ ''اتنا وقفہ بھی جس میں یہ کھجوریں کھا سکوں میرے لئے بہت ہے'' یہ کہہ کر کھجوروں کو پھینکا میدان میں گئے لڑے اور شہید ہوئے۔

(نسائی کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشہداء)

حضرت انسؓ کے چچا غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اس لئے ہمیشہ یہ کانٹا انکے دل میں کھٹکا کرتا تھا،غزوہ احد پیش آیا تو اس میں اس جانبازی کے ساتھ لڑ کر شہید ہوئے کہ انکی بہن کا بیان ہے کہ تیر، نیزے اور تلوار کے اسی سے زیادہ زخم جسم پر تھے، میں نے صرف انگلیوں سے انکو پہچانا۔

ایک بار ایک صحابی نے معرکہ جنگ میں یہ روایت کی کہ ''جنت کے دروازے تلوار کے

سایہ کے نیچے ہیں'' ایک صحابی اٹھے اور کہا ''تم نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے'' بولے ''ہاں'' وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے رفقاء کے پاس آئے اور سلام کر کے ان سے رخصت ہوئے تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا اور دشمن کی صف میں گھس کر لڑے اور شہید ہوئے۔ (مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ للشہید)

حضرت عبداللہ بن ثابتؓ کو طاعون ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لائے تو آثارِ موت طاری ہو چکے تھے، عورتیں رونے پیٹنے لگیں انکی صاحبزادی روتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ''مجھے توقع یہ تھی کہ آپ شہید ہوں گے آپ نے جہاد کا سامان مکمل بھی کر لیا تھا آپ نے فرمایا ''ان کو نیت کا ثواب مل چکا۔'' (ابو داؤد کتاب الجنائز باب فضل من مات فی الطاعون)

حضرت عمرو بن الجموحؓ ایک بوڑھے اور لنگڑے صحابی تھے، غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لنگڑاپن کی وجہ سے انکو مدینہ ہی میں چھوڑ دیا تھا، لیکن غزوہ احد میں انہوں نے بیٹوں سے کہا کہ ''مجھے میدان جہاد میں جانے دو'' سب نے کہا ''آپکو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف کر دیا ہے'' بولے ''افسوس تم نے مجھے بدر میں جنت سے محروم رکھا اور اب احد میں بھی محروم رکھنا چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر روانہ ہوئے، جب لڑائی کا وقت آیا تو بولے ''یا رسول اللہ! اگر میں شہید ہو جاؤں تو اسی طرح لنگڑاتا ہوا جنت میں پہنچ جاؤں گا'' ارشاد ہوا ''ہاں'' یہ سن کر آگے بڑھے، لڑے اور شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ تذکرہ سلیمؓ مولی عمرو بن الجموع)

خلوص فی الجہاد:

صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب میں خلوص سب سے زیادہ نمایاں چیز ہے، حضرت ولید بن ولیدؓ غزوہ بدر میں گرفتار ہوئے اور فدیہ دیکر رہائی پائی، فدیہ ادا کرنے کے بعد مکہ کو روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ تک پہنچ کر واپس گئے اور اسلام لائے اس پر ان کے بھائی خالد نے کہا کہ ''اگر اسلام ہی لانا تھا تو فدیہ دینے سے پہلے ہی اسلام لاتے کہ فدیہ سے

بچ جاتے بولے "میں اس لئے فدیہ دینے کے بعد اسلام لایا کہ قریش یہ نہ کہیں کہ فدیہ سے بچنے کیلئے اسلام قبول کیا ہے"

(طبقات ابن سعد تذکرہ ولید بن ولیدؓ)

جہاد میں اس خلوص کا اظہار اور بھی شدت سے ہوتا تھا، حضرت عمر بن اقیشؓ غزوہ احد کے زمانہ تک کافر تھے احد کا معرکہ پیش آیا تو اللہ تعالی نے انکو بھی ہدایت دی اور گھر میں آ کر کہا کہ میرے چچا زاد بھائی کہاں ہیں؟ فلاں کہاں ہے"؟ فلاں کہاں ہے لوگوں نے احد کا نام لیا تو زرہ پہن کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور احد کا راستہ لیا صحابہ کرامؓ نے دیکھا تو کہا کہ "ہم سے الگ رہو" بولے کہ "میں ایمان لا چکا" یہ کہہ کر کفار پر حملہ شروع کر دیا اور زخمی ہو کر گھر واپس آئے حضرت سعد بن معاذؓ نے ان کی بہن سے پچھوایا کہ جہاد کی شرکت حمیت قومی کیلئے تھی یا خدا کی راہ میں بولے "صرف خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کیلئے"

(ابو داود کتاب الجہاد باب فی من یسلم ویقتل مکانہ فی سبیل اللہ تعالی)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کی شرکت کیلئے منادی کرائی تو حضرت واثلہ بن اسقعؓ تمام مدینہ میں پکارتے پھرے کہ کون اس شخص کو سواری دیتا ہے جو اپنی غنیمت کا حصہ اس کے صلے میں دینے کیلئے تیار ہے؟ ایک بوڑھے انصاری نے جواب دیا کہ "میں دیتا ہوں" وہ راضی ہو گئے اور ان کے ساتھ چل کھڑے ہوئے، مال غنیمت تقسیم ہوا تو ان کے حصہ میں چند نوجوان اونٹنیاں آئیں اور انہوں نے اونٹیوں کو لا کر انصاری بزرگ کے سامنے کھڑا کر دیا، بولے "ذرا ادھر ادھر پھرا کے تو دکھاؤ" انہوں نے ان کو آگے بڑھایا، پھر پیچھے ہٹایا، دیکھ بھال کے بولے "نہایت عمدہ ہیں" انہوں نے کہا "شرط کے موافق تو یہ آپ ہی کی ہیں" بولے "اپنی اونٹنیاں لے جاؤ ہمارا مقصود تمہارا یہ حصہ نہ تھا، بلکہ اور کچھ تھا" یعنی ثواب جہاد میں شریک۔

(ابو داود کتاب الجہاد، باب الرجل یکری دابتہ علی النصف اوالسہم)

☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

عمل بالقرآن

آج ہر مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے عقائد، احکام، اخلاق، معاش اور معاد کے متعلق تمام آیتیں اسکی نگاہ سے گزرتی ہیں، لیکن چونکہ دل سے اثر پذیری کا مادہ مفقود ہو چکا ہے، اس لئے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، لیکن صحابہ کرامؓ کی حالت اس سے بالکل مختلف تھی ان پر قرآن کی ایک ایک آیت کا اثر پڑتا تھا اور اس شدت کے ساتھ پڑتا تھا کہ اس کے خوف سے ہمیشہ کانپتے رہتے تھے۔

ایک سفر میں حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بار بار ایک سوال کیا جواب نہ ملا تو آگے نکل گئے اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ کہیں ان کے بارے میں کوئی

آیت نہ نازل ہو جائے تھوڑی دیر کے بعد دربار نبوت سے پکار ہوئی وہ گھبرا گئے کہ آیت نازل ہوگئی حاضر ہوئے تو آپؐ نے یہ آیت سنائی۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا (بخاری کتاب المغازی غزوۃ الحدیبیہ)

''ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح دی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو تمام صحابہؓ سخت اضطراب میں مبتلا تھے، حضرت عمرؓ کو آپ کے وصال کا یقین ہی نہیں آتا تھا، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ دیا اور اس میں یہ آیت **وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل، الخ**

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صرف پیغمبر ہیں اور ان کے پیشتر بہت پیغمبر گزر چکے ہیں''

پڑھی تو صحابہؓ پر یہ اثر ہوا کہ گویا یہ آیت اس سے پیشتر نازل ہی نہیں ہوئی تھی، تمام صحابہؓ نے اس کو ازبر کرلیا اور سب کے سب اسکو پڑھنے لگے حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ'' جب میں نے ابوبکرؓ سے اس آیت کو سنا تو زمین میرے پاؤں کے نیچے سے نکل گئی، اور میں زمین پر گر پڑا''

(بخاری جلد۲ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ووفاتہ)

حضرت سعدؓ غزوہ بدر میں ایک تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ'' آج دشمن کے خون سے خدا نے میرے کلیجہ کو ٹھنڈا کیا ہے، اس لئے یہ تلوار مجھے عطا فرمایئے''۔ ارشاد ہوا کہ ''یہ نہ تمھاری ہے نہ میری وہ دل میں یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ یہ اسکو دی جائے گی جس نے مجھ جیسا مردانہ کام نہیں کیا ہے'' تھوڑی دیر کے بعد آپ کا قاصد آیا وہ گھبرائے کہ میری اس گفتگو پر کہیں کوئی آیت تو نہیں نازل ہوئی، آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے یہ آیت سنائی۔

یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول

لوگ تم سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دو مال غنیمت تو خدا اور رسول کا ہے۔

اور فرمایا کہ ''خدا نے یہ تلوار مجھ کو دی ہے، مگر میں تم کو دیتا ہوں'' (ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی النفل) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ عہد نبوت میں ہم لوگ اس خوف کے مارے عورتوں سے ہنسی خوشی کی باتیں نہیں کرتے تھے کہ مبادا اس بارے کوئی آیت نازل نہ ہو جائے لیکن آپؐ کے وصال کے بعد یہ مہر خاموشی ٹوٹ گئی۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ذکر وفاۃ ودفنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بخاری کتاب النکاح)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوذر غفاریؓ آگئے تو آپ نے انکو دیکھ کر فرمایا **ھم الخاسرون** یعنی لوگ گھاٹے میں ہیں وہ گھبرا گئے کہ میرے بارے میں کوئی آیت تو نازل نہیں ہوئی۔

(نسائی کتاب الزکوۃ باب التعلیظ فی جبس الزکوۃ)

ایک بار آپ نے نماز صبح کے بعد فرمایا کہ ''فلاں قبیلے کا کوئی شخص موجود ہے؟'' کسی نے جواب نہیں دیا، دوسری بار اسی فقرہ کا اعادہ کیا تو ایک شخص اٹھا، آپ نے فرمایا کہ ''پہلی بار کیوں نہیں اٹھے؟'' بولا مجھے خوف پیدا ہوا کہ اس قبیلے کے متعلق کوئی آیت تو نہیں نازل ہوئی۔

(نسائی کتاب الزکوۃ باب التعلیظ فی جس الزکوۃ)

بالخصوص جن آیتوں میں کسی فعل پر عذاب کی دھمکی دی جاتی تھی، صحابہ کرامؓ ان سے اور بھی خوف زدہ ہوتے تھے چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔

''جو لوگ چاندی اور سونا جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں صرف نہیں

کرتے انکوسخت عذاب کی بشارت دو۔''

تو تمام صحابہؓ پر گویا ایک مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کی بدحواسی کا یہ عالم دیکھ کر کہا ''میں تمھاری مشکل کو حل کرتا ہوں'' چنانچہ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ''آپؐ کے اصحاب پر یہ آیت نہایت گراں گزری ہے'' آپؐ نے فرمایا ''خدا نے زکوۃ صرف اس لئے فرض کی ہے کہ تمھارے بقیہ مال کو اس کے ذریعہ سے پاک کرے اور میراث اس لئے مقرر کی ہے کہ بعد کی نسل کے ہاتھ آئے'' اس پر حضرت عمرؓ نے نعرا مارا۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فی حقوق المال روایت میں پوری آیت نہیں ہے)

عہد رسالت میں حضرت مالکؓ بن ثعلبہ ایک دولت مند صحابی تھے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کی تلاوت فرمارہے تھے۔

﴿والذین یکنزون الذهب والفضة﴾ الخ

جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں، ان پر یہ عذاب ہوگا۔

اتفاق سے حضرت مالکؓ کا گزرا ہوا تو یہ آیت سن کر ان پر غشی طاری ہوگئی، ہوش میں آئے تو خدمت مبارک میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ''یا رسول اللہ میرے باپ ماں آپؐ پر قربان، کیا یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں؟ ''ارشاد ہوا ''ہاں'' بولے ''شام ہونے تک مالک کے پاس ایک درہم اور ایک دینار نہ ہو گا'' چنانچہ شام تک انہوں نے اپنی کل دولت خیرات کردی۔ (اسد الغابہ تذکرہ مالک بن ثعلبہؓ)

ایک بار حضرت عائشہؓ نے آپ سے فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت نہایت سخت ہے۔

من یعمل سوء یجزبه

''جو شخص ذرا بھی برائی کرے گا اسکو اس کا بدلا دیا جائے گا''۔

ارشاد ہوا کہ ''عائشہ تم کو یہ خبر نہیں کہ مسلمان کے پاؤں میں اگر ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو وہ اس کے اعمال بد کا بدلا ہوتا ہے'' (ابوداؤد کتاب الجنائز باب امراض المکفرۃ

للذنوب)

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ان تبدوا ما فی انفسکم اوتخفوہ یحاسبکم بہ اللہ

اپنے دل کی باتوں کو ظاہر کرو۔یا چھپاؤ خدا تم سے انکا حساب لے گا۔

تو تمام صحابہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کی کہ ''یا رسول اللہ نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ کی تو ہم طاقت رکھتے ہیں لیکن اس آیت کے متحمل نہیں ہوسکتے۔'' چنانچہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾

(صحیح مسلم کتاب الایمان فی قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم اوتخفوہ)

(ہم نے روایت کی پوری آیتوں کو نقل نہیں کیا ہے)

خدا ہر شخص کو بقدر استطاعت تکلیف دیتا ہے۔جب یہ آیت نازل ہوئی۔

الذین امنو اولم یلبسو ایمانھم بظلم اولئک لھم الا من وھم مھتدون۔

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا، ان ہی کیلئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں''۔

تو تمام صحابہ کرامؓ پریشان ہوگئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ہم میں کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا فرمایا ''ظلم سے شرک مراد ہے'' (ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورۃ انعام)

اس اثر پذیری کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ احکام قرآنیہ پر عمل کرنے کیلئے شدت کے ساتھ تیار ہوجاتے تھے، جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون

تم لوگ جب تک اپنی محبوب ترین چیزوں کو نہ صرف کروگے نیکی کو ہرگز نہیں پاسکتے۔

تو حضرت ابو طلحہؓ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ''خدا ہمارا مال مانگتا ہے آپ گواہ رہئے کہ اریحا میں میری جو زمین ہے میں اس کے نام پر وقف کرتا ہوں'' لیکن آپ نے فرمایا کہ ''اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو'' (ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب فی صلتہ الرحم)

حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ نے حضرت سالمؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا اور زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق انکو حقیقی بیٹوں کے حقوق حاصل ہو گئے تھے لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی **ادعوھم لاٰبائھم** الخ تو انکی بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ ''ہم سالم کو اپنا لڑکا سمجھتے تھے اور وہ ہمارے ساتھ گھر میں رہتے تھے اور ان سے کوئی پردہ نہ تھا، لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اب آپکا کیا حکم ہے؟'' فرمایا کہ ان کو دودھ پلا دو'' چنانچہ دودھ پلانے سے وہ انکے رضاعی بیٹے کے مثل ہو گئے۔ (ابو داؤد کتاب النکاح باب فی من حرم بہ)

سحری کے متعلق جب یہ آیت نازل ہوئی۔

کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود،

''اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ (رات کی) کالی دھاری سے صبح کی سفید دھاری تم کو صاف دکھائی دینے لگے۔''

تو حضرت عدیؓ بن حاتم ایک سیاہ اور سفید دھاگا سرہانے رکھ کر سوئے اور دیکھا کہ دونوں ممتاز ہوتے ہیں یا نہیں؟ کچھ پتہ نہ چلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا ''عجب سادہ لوح ہو، اس سے رات دن یعنی رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی مراد ہے'' (ابو داؤد کتاب الصیام باب وقت السحور روایت میں کلوا واشربوا نہیں ہے بلکہ ہم نے اضافہ کردیا ہے) جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لا تاکلو اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم

''اپنے مال باہم ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تم میں رضامندی کے ساتھ تجارت ہو۔''

تو یہ حالت ہوگئی کہ دولت مند لوگ اپنے اعزہ کو شریک طعام کرنا چاہتے تھے مگر وہ لوگ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ''غرباء ہم سے زیادہ مستحق ہیں'' چنانچہ سورہ نور کی ایک دوسری آیت نے اسکو منسوخ کردیا۔ (ابوداؤد کتاب الاطعمہ باب فسخ الضیف یا کل من مال غیرہ)

زمانہ جاہلیت میں عرب کی عورتیں دوپٹہ اوڑھتی تھیں اور سینہ اور سروغیرہ کھلا رہتا تھا لیکن خداوند تعالیٰ نے اسکے مخالف مسلمان عورتوں کو یہ ہدایت کی۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر سورہ نور ج ۷ ص ۱۸۱)

ولیضربن بخمر ھن علی جیوبھن

''عورتوں کو چاہیے کہ اپنے دوپٹوں کو سینے پر ڈالے رہیں۔''

اسکا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے تہ بندوں اور چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے اور ان سے اپنے سروں کو اسطرح چھپالیا کہ حضرت عائشہؓ کے قول کے مطابق یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔ (ابوداؤد کتاب اللباس باب فی قولہ تعالیٰ **ید نین علیھن من جلا بیبھن وفی قولہ تعالی ولیضر بن بخمر ھن علی جیوبھن**)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ ناپ جوکھ میں سخت خیانت کرتے تھے اس پر سورۃ ویل للمطففین نازل ہوئی اور اب لوگ دیانت سے کام لینے لگے
۔

اصحاب صفہ کی معاش کا زیادہ تر دارومدار صحابہؓ کی فیاضی پر تھا، چنانچہ انصار حسب

مقدور کھجور کے خوشے لاکر مسجد میں لٹکا دیتے تھے، یہ لوگ آتے تھے تو چھڑی سے انکو ہلاتے تھے جو کھجوریں ٹپک پڑتی تھیں انکو کھا لیتے تھے، لیکن ان میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو سڑے گلے روکھے پھیکے خوشے لاکر لٹکا دیتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یاایھا الذین امنو انفقو امن طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم باخذیه الا ان تغمضو افیه

''مسلمانو! اپنی بہترین کمائی اور بہترین پیداوار سے صدقہ دو، برے مال کو خیرات نہ کرو حالانکہ (وہی چیز کوئی تم کو دے) تو تم اسکو کبھی نہ لو مگر چشم پوشی کے ساتھ۔''

اوراس کے بعد اس حالت میں انقلاب پیدا ہوگیا اور تمام لوگ بہترین کھجوریں لانے لگے۔(ترمذی ابواب تفسیر القرآن سورہ بقرہ) جب یہ آیت نازل ہوئی۔

یاایھا الذین امنو الا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

''مسلمانو! پیغمبر کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔''

تو حضرت عمرؓ آپ کے سامنے اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ انکی بات سننے میں نہیں آتی تھی۔

(ترمذی ابواب القرآن تفسیر سورۂ حجرات و بخاری کتاب التفسیر)

حضرت ثابت بن قیسؓ پر اس آیت کا اور بھی زیادہ سخت اثر ہوا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ بالکل خانہ نشین ہو گئے ایک روز آپؐ نے حضرت سعد بن معاذؓ سے فرمایا کہ ''وہ کہیں بیمار تو نہیں ہیں''؟ بولے ''میں انکا پڑوسی ہوں مجھے کوئی شکایت معلوم نہیں ہوئی'' واپس آکر ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو بولے ''کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں آپ کے سامنے نہایت بلند آہنگی سے گفتگو کرتا تھا، پس میں دوزخی ہو گیا'' آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا ''نہیں وہ جنتی ہیں'' (مسلم کتاب الایمان باب مخافۃ

المومن ان یحبط عملہ بخاری کتاب التفسیر)

حضرت مسطحؓ حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ دار تھے اس لئے وہ ان کی کفالت کرتے تھے، لیکن جب انہوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تو انہوں نے انکی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفو اولیصفحو االا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفورٌ رحیم،

تم میں دولت مند لوگ قرابتداروں، مسکینوں اورمہاجرین فی سبیل اللہ کو دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں، اور عفو و درگزر کریں، کیا تم لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ خدا تمھاری مغفرت کرے اور خدا مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور اب حضرت ابوبکرؓ پھر ان کے مصارف کے کفیل ہو گئے "ہاں مجھے یہی پسند ہے کہ خدا میری مغفرت کرے"۔ (بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن بعضا)

اسلام کے فرائض و اعمال میں جہاد سب سے زیادہ خطرناک ہے لیکن صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید ہی کے اثر نے جہاد پر آمادہ کیا تھا اور اسی اثر کی بدولت وہ سخت سے سخت جنگی خطرات میں ثابت قدم رہتے تھے۔

ایک بار قسطنطنیہ میں رومیوں سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا، رومی بالکل قسطنطنیہ کی دیوار کے متصل صف زن تھے، ایک مسلمان نے جرات کر کے حملہ شروع کیا تو لوگ پکارتے "ہاں ہاں! اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے ہو" حضرت ابو ایوب انصاریؓ جو ساتھ تھے بولے "یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب اسلام نے قوت حاصل کر لی تو ہم لوگ اپنی، معاش کے کام دھندے میں مصروف ہو گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وانفقوافی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ

''اور خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو''

اسلئے اصلی ہلاکت یہ ہے کہ ہم معاش کے کاروبار میں مصروف ہو جائیں اور جہاد کو چھوڑ دیں راوی کا بیان ہے کہ ''جب سے یہ آیت نازل ہوئی، حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمیشہ مصروف جہاد رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں شہید ہو کر مدفون ہوئے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی قولہ تعالی ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکہ)

ایک بار جب رومیوں نے مسلمانوں کے مقابل میں ایک لشکر گراں جمع کیا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے حضرت عمرؓ کو اس خطرہ کی اطلاع کی تو انہوں نے ان کو لکھا کہ ''مسلمان بندے پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اسکے بعد خدا اس کو دور کر دیتا ہے، ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی خداوند تعالی اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

یایھاالذین امنوا اصبروا و صابروا ورابطو واتقوا للہ لعلکم تفلحون،

''مسلمانو! مصیبتوں پر صبر کرو اور صبر میں کفار کا مقابلہ کرو اور استقلال کے ساتھ جہاد کرو اور خدا سے ڈرو یقین ہے کہ تم کامیاب ہوگے''۔

(موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب الترغیب فی الجہاد)

جنگ یمامہ میں جب حضرت سالمؓ کو علم عطا کیا جانے لگا تو دوسروں نے کہا کہ ''ہم کو آپ کے ثابت قدم رہنے کا یقین نہیں، اسلئے جھنڈا دوسرے کے ہاتھ میں دینا چاہتے ہیں'' بولے ''تو میں اس حالت میں قرآن مجید کا بدترین حامل ہوں گا'' چنانچہ انہوں نے علم کو داہنے ہاتھ میں لیا، لیکن وہ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں لیا وہ بھی کٹ گیا تو علم کو آغوش میں لے لیا اور یہ آیت پڑھنے لگے۔

وما محمد الا رسول ' وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر

''محمد صرف ایک پیغمبر ہیں اور بہت سے پیغمبر گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے علماء نے جہاد کیا''

ترغیب جہاد کے متعلق جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی جو لوگ کسی معذوری سے اس میں شریک نہیں ہو سکتے تھے انکو اس پر سخت افسوس ہوتا تھا، ایک بار حضرت زید بن ثابتؓ آپکے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ پر آثار وحی طاری ہوئے افاقہ ہوا تو آپ نے انکو اس آیت کو لکھ لینے کا حکم دیا۔

لا یستوی القاعدون من المئومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ ، الخ

''خدا کی راہ میں جہاد کرنیوالے اور گھر میں بیٹھ رہنے والے مسلمان برابر نہیں ہو سکتے''۔

حضرت ابن ام مکتومؓ آنکھوں سے معذور تھے اسلئے شریک جہاد نہیں ہو سکتے تھے لیکن جب انہوں نے مجاہدین کی فضیلت سنی تو بولے کہ ''یا رسول اللہ جو لوگ جہاد کی قدرت نہیں رکھتے ان کا کیا ہوگا؟'' اب آپ پر دوبارہ آثار وحی طاری ہوئے، افاقہ ہوا تو دوبارہ وحی آسمانی نے **غیر اولی الضرر** (بجز معذور لوگوں کے) کا اضافہ کر کے معذور لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرخصتہ فی القعود من العذر)

ایک طرف تو قرآن مجید کا یہ اثر تھا کہ جس طرف چاہتا تھا، صحابہ کرامؓ کو جھونک دیتا تھا دوسری طرف جس چیز سے چاہتا تھا روک بھی دیتا تھا ایک بار عینیہ بن حصین اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ''آپ ہم کو خوب عطیہ نہیں دیتے ہمارے درمیان انصاف نہیں کرتے'' اس پر حضرت عمرؓ سخت برہم ہوئے اور انکو سزا دینی چاہی، لیکن حضرت حر بن قیسؓ نے کہا یا امیر المومنین خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو حکم دیا تھا۔

خذالعفوو امر بالعرف واعرض عن الجاهلین،

''درگزر کا شیوہ اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کش رہ''۔

اور یہ بھی ایک جاہل ہے، یہ آیت سن کر حضرت عمرؓ فوراً رک گئے کیونکہ وہ عموماً خدا کی کتاب کے سامنے اسی طرح رک جاتے تھے۔

کان وقافا عند کتاب اللہ

(بخاری کتاب التفسیر باب قولہ خذ االعفووامر بالعرف)

☆☆☆

قرآن مجید کے بعد صحابہ کرامؓ کا محور عمل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تھی اس لئے وہ تمام اعمال میں آپ کی سنت کا اتباع کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب غسل جنابت فرماتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر سات بار پانی ڈالتے پھر شرم گاہ کو دھوتے اور ان تمام مراتب کے بعد وضو کرکے تمام جسم پر پانی ڈال کر کہتے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح غسل فرماتے تھے''۔

(ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابتہ)

عہد نبوت میں معمول تھا کہ لوگ صدقہ فطر میں ایک صاع گیہوں، یا پنیر یا جو کھجور یا منقی دیتے تھے، لیکن اخیر زمانہ میں حضرت امیر معاویہؓ شام سے حج یا عمرہ ادا کرنے کیلئے آئے تو ایک خطبہ میں فرمایا کہ ''میرے خیال میں دو مد شامی گیہوں کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں'' اسکے بعد تمام لوگوں نے اس طریقہ کو عملاً اختیار کرلیا، لیکن حضرت ابوسعید خدریؓ نے عہد نبوت کی سنت کو بدلنا پسند نہیں کیا اور برابر ایک صاع صدقہ فطر نکالتے رہے۔

(ایضاً کتاب الزکوۃ باب کم یوءدی فی صدقتہ الفطر)

حالت سفر میں اگرچہ آپ نے روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے تاہم آپ نے زیادہ تر افطار کی ترغیب دی ہے اسلئے اکثر صحابہؓ شدت سے اس پر عمل کرتے تھے، ایک بار حضرت ابوذر غفاری رمضان میں مصر سے کشتی میں سوار ہوئے ابھی مصر کے در و دیوار آنکھ سے اوجھل بھی نہ ہوئے تھے کہ کھانا طلب کیا، دسترخوان سامنے آیا تو بعض ہمراہیوں نے کہا کہ ''آپ مصر کے در و دیوار کو بھی نہیں دیکھتے'' بولے ''تم سنت نبوی سے اعراض کرتے ہو۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب متی یفطر المسافر اذا خرج)

ایک بار حضرت دحیہؓ ابن خلیفہ رمضان میں دمشق کے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے، دونوں گاؤں میں صرف تین میل کا فاصلہ تھا، لیکن انہوں

نے روزہ توڑ ڈالا اور انکے بہت سے ہمراہیوں نے بھی روزے توڑ ڈالے لیکن اور لوگوں نے اس کو پسند نہ کیا وہ پلٹے تو فرمایا کہ ”آج میں نے وہ کچھ دیکھا ہے جسکی نسبت میرا خیال تھا کہ کبھی نہ دیکھوں گا۔ ایک قوم نے سنت نبوی سے اعراض کیا (یعنی روزہ دار لوگ)، خداوندا مجھے اب اس دنیا سے اٹھالے“۔ (ابوداؤد کتاب الصیام باب مسیرۃ ما یفطر فیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے اتباع میں تمام صحابہؓ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ خاص طور پر ممتاز تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر حج سے واپس آئے تو مسجد کے دروازہ پر ناقہ کو بٹھا کر پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر گھر کے اندر تشریف لے گئے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی معمول کرلیا۔ (ایضاً کتاب الجہاد باب فی الصلوۃ عند القدوم من السفر)وہ کعبہ کے صرف دونوں یمانی رکنوں کو چھوتے تھے، سبتی جوتے پہنتے تھے زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ (ایضاً کتاب اللباس باب فی الصبوغ)اور لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے تھے لیکن وہ یوم الترویہ کو احرام باندھتے تھے ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ ”صرف آپ ہی کیوں ایسا کرتے ہیں؟ آپ کے اور اصحاب نہیں کرتے“ بولے کہ ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے اس لئے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں“ (ایضاً کتاب المناسک باب وقت الاحرام) حجۃ الوداع میں آپ نماز عشاء کے بعد تھوڑی دیر تک مقام بطحا میں سو کر مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہمیشہ اس مقام پر کسی قدر سوتے تھے پھر مکہ میں داخل ہوتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب المناسک باب التحصیب) اسی طرح آپ اس سفر میں جہاں جہاں اترے تھے یا نماز پڑھی تھی وہ بھی وہاں ضرور اترتے اور نماز پڑھتے تھے

۔

ایک بار وہ سفر میں تھے دیکھا کہ کچھ لوگ نفل پڑھ رہے ہیں رفیق سفر سے بولے کہ ”اگر مجھے نفل پڑھنا ہوتا تو میں نماز ہی پوری پڑھتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ساتھ سفر کیا ہے۔ آپ نے دو رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی۔ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی۔ اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات پاک میں تقلید کیلئے بہترین مثال ہے''

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ ابواب صلوۃ السفر باب التطوع فی السفر)

ایک بار حضرت سعید بن یسارؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر میں تھے ایک موقع پر اونٹ سے اتر کر پیچھے ٹھہر گئے، فرمایا ''تم پیچھے کیوں رہ گئے؟'' بولے وتر پڑھتا تھا'' فرمایا ''کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟ آپ اونٹ ہی پر وتر ادا فرماتے تھے''۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی الوتر علی الراحلۃ)

وہ صدقہ فطر اسی پیمانہ کے مطابق ادا فرماتے تھے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا۔

(بخاری کتاب الایمان والنذور باب صاع المدینۃ ومد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبرکتہ)

سنن عادیہ واتفاقیہ کا اتباع اگرچہ ضروری نہیں لیکن بعض صحابہؓ اسکا اتباع بھی کرتے تھے حضرت ابو الدرداءؓ جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے ام الدرداء نے کہا کہ ''اس عادت کو ترک کر دیجیے ورنہ لوگ آپکو احمق بنائیں گے'' بولے ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے'' (مسند ابن حنبل جلد ۵ ص ۱۹۸)

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سوار ہونے لگے تو رکاب میں بسم اللہ کہہ کر پاؤں رکھا

پشت پر پہنچے تو الحمدللہ کہا پھر یہ آیت پڑھی۔

سبحن الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون

پھر تین بار الحمدللہ اور تین بار اللہ اکبر کہا، اسکے بعد یہ دعا پڑھی،

سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفر لی انہ لا یغفر الذنوب الا انت

پھر ہنس پڑے، لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، بولے ''ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ہی پابندیوں کے ساتھ سوار ہوئے اور اخیر میں ہنس پڑے میں نے ہنسے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم ویقین کیساتھ یہ دعا کرتا ہے تو خدا اس سے خوش ہوتا ہے۔''

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب مایقول الرجل اذا رکب)

ایک صحابی آپ کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ کی قمیض کا تکمہ کھلا ہوا ہے، آپکی تقلید میں انہوں نے بھی عمر بھر قمیض کا تکمہ کھلا رکھا اور اس میں سردی گرمی کی کچھ پرواہ نہ کی۔ (مسند ابن حنبل جلد ۵ ص ۳۵)

☆☆☆

محرمات شرعیہ سے اجتناب

اکل حرام سے اجتناب:

صحابہ کرامؓ اگرچہ تنگدست اور فاقہ مست تھے لیکن حلال طیب کے سوا اکل حرام سے ان کے کام ودہن کبھی آلودہ نہیں ہوئے، حضرت ابوبکرؓ کے غلام نے زمانہ جاہلیت میں

فریب آمیز طریقہ پر کہانت کی اور اسکے معاوضہ میں کچھ مال پایا اور حضرت ابوبکرؓ کو دیدیا، انہوں نے اس کو وجہ معاش میں صرف کر دیا لیکن بعد کو جب معلوم ہوا کہ یہ ناجائز مال تھا تو منہ میں ہاتھ ڈالا اور پیٹ میں جو کچھ تھا قے کر ڈالا۔(بخاری باب ایام الجاہلیتہ)

ایک بار وہ حالت سفر میں بدووں کے ایک خیمہ میں اترے۔اتفاق سے ان بدووں میں کسی کی بی بی حاملہ تھی اور اس سفر میں ایک اور بدو ساتھ تھا جس نے اس سے کہا کہ" کیا تم اولاد نرینہ چاہتی ہو؟ اگر تم مجھے ایک بکری دو تو تمھارے اولاد نرینہ پیدا ہوگی، اس نے ایک بکری دیدی اور اس نے کاہنوں کی طرح کچھ مسجع فقرے پڑھے پھر بکری ذبح کی اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی گوشت کھایا بعد کو جب معلوم ہوا کہ یہ کسب حرام تھا تو فوراً اٹھے اس فعل سے برات ظاہر کی اور جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا۔(مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۵۱)

اکل حرام کی سب سے بدترین قسم یہ ہے کہ مذہب فروشی کی جائے یہودیوں کے مذہب کو اسی نے برباد کر دیا تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں خود اللہ تعالی فرماتا ہے۔

اشتروا به ثمنا قليلا

"یعنی یہودیوں نے اس کے عوض میں تھوڑے سے دام (یعنی دنیوی فائدے) حاصل کیے۔"

لیکن صحابہ کرامؓ کے نزدیک مذہب سب سے زیادہ گراں قیمت چیز تھی اس لئے ان کے نزدیک دنیا کی کوئی چیز اسکی قیمت نہ ہو سکتی تھی، مسلمانوں کو بیت المال سے سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا، ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھا کہ اسکی نسبت آپکا کیا حکم ہے؟ فرمایا اس وقت تو لیتے رہو، لیکن جب وہ تمھارے دین کی قیمت بن جائے تو چھوڑ دو "

(مسلم کتاب الزکوۃ باب فی الکانزین الاموال والتغلیظ علیہم)

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بہت کچھ مال و جائیداد دیکر یزید کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا اور اس غرض سے انکی خدمت میں حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیجا

لیکن انہوں نے کہا میرے پاس سے چلے جاؤ اور پھر کبھی نہ آؤ میرا دین تمھارے دینار و درہم کے معاوضہ میں بک نہیں سکتا، میری یہی خواہش ہے کہ دنیا سے جاؤں تو میرا ہاتھ پاک وصاف ہو"۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

یہ صرف مخصوص صحابہ کرامؓ کا حال نہ تھا بلکہ تمام صحابہؓ میں یہ فضیلت مشترک طور پر پائی جاتی تھی۔ چنانچہ بہت سے صحابہ کرامؓ کی تولیت میں بہت سے یتیم بچے تھے، جن کے کھانے پینے کی چیزیں انکے کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ مخلوط تھیں۔

لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی "

(روایت میں یہ آیت بھی ہے **لا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن**)

ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم ناراً

"جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔
"

ان صحابہؓ نے ان چیزوں کو اپنے کھانے پینے کی چیزوں سے الگ کر دیا یہاں تک کہ ان یتیموں کی یہ چیزیں بعض اوقات فاضل بچ کر خراب ہو جاتی تھیں، لیکن صحابہ کرامؓ ان کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الوصایا باب مخالطۃ الیتیم فی الطعام)

زکوۃ وصدقہ سے اجتناب:

اہل استطاعت پر صدقہ و زکوۃ کا مال حرام ہے اس لئے صحابہ کرامؓ اس سے شدت کے ساتھ اجتناب کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ کو ایک شخص نے دودھ پلایا جو ان کو نہایت لذیذ معلوم ہوا، دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے لائے ہو؟ بولا کہ میں ایک گھاٹ پر گیا لوگ صدقے کے اونٹ کو پانی پلا رہے تھے۔ سب نے پانی پلا کر میرے لئے دودھ

دوہا جس کو میں نے اپنے مشکیزے میں بھرلیا اور یہ وہی دودھ ہے، حضرت عمرؓ نے فوراً منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے کر دی۔

(موطا کتاب الزکوۃ باب ماجاء فی الصدقات والتشدید فیہا)

ایک بار حضرت عبداللہ بن ارقمؓ نے حضرت ام اسلم عدویؓ سے کہا کہ مجھے سواری کا ایک اونٹ بتاؤ میں اس کو امیر المومنین سے مانگوں گا۔ ''بولے ''ہاں صدقہ کا اونٹ ہے'' انہوں نے کہا'' کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ ایک موٹا تازہ آدمی گرمی کے دنوں میں اپنی شرمگاہ کو دھو کر دھوون تمھیں پینے کو دے؟'' وہ برہم ہوئے اور کہا'' استغفر اللہ آپ ایسا کہتے ہیں؟ ''بولے تو صدقہ بھی آدمیوں کا میل ہے جس کو وہ دھو کر اپنے جسم سے الگ کر دیتے ہیں''

(موطا امام مالک کتاب الجامع باب ما یکرہ من الصدقہ)

ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ کے غلام نے کہا کہ ''مجھے مکاتب بنا لیجئے'' بولے ''تمھارے پاس کچھ مال ہے'' اس نے کہا ''نہیں، لوگوں سے مانگ کر بدل کتابت ادا کر دوں گا'' بولے ''تم مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو''۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا ایک غلام اپنی ماں پر صدقہ کر دیا تھا، ایک دن وہ بازار سے گزرے تو ایک شیر دار بکری نظر آئی جو فروخت ہو رہی تھی چونکہ وہ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے اسلئے اس غلام سے کہا'' اپنی اجرت کی رقم سے بکری کو خرید لو'' لیکن افطار کے وقت اس بکری کا دودھ سامنے آیا تو بولے کہ ''دودھ بکری کا ہے اور بکری غلام کی کمائی کی ہے، اور غلام کو میں نے اپنی ماں پر صدقہ کر دیا ہے، اس کو لے جاؤ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں۔''

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ میزبان اگر تین دن سے زیادہ مہمان کی ضیافت کرے تو وہ داخل صدقہ ہوگی، اس بناء پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ میں آتے تھے تو تین دن تک انکا

کھانا حضرت خالد بن اسیدؓ کے یہاں سے جو ان کے رشتہ دار تھے آتا تھا، لیکن تین دن کے بعد کہہ دیتے تھے کہ "اب اپنا صدقہ بند کرو" اور اپنے غلام نافع کو حکم دیتے تھے کہ اب تم اپنے پاس سے اکل وشرب کا انتظام کرو۔ (زرقانی شرح موطا جلد ۴ ص ۱۳۶)

<u>قتل مسلم سے اجتناب:</u>

مسلمانوں کا قتل حرام ہے قرآن مجید میں ہے۔

ومن یقتل مئو منًا متعمد افجزاؤہ جھنم خالدًا فیھا،

"اور جو کسی مسلمان کو قصداً مار ڈالے تو اسکی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔"

اس بناء پر صحابہ کرامؓ مسلمانوں کی خونریزی سے سخت احتراز کرتے تھے، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو قبیلہ بنوجذیمہ کے پاس دعوت اسلام دینے کیلئے بھیجا انہوں نے ان کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے کہا صبانا، صبانا، یعنی ہم صابی ہوئے چونکہ کفار مسلمانوں کو صابی کہتے تھے اس لئے انہوں نے اسی لفظ سے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس پر تسکین نہیں ہوئی اور انہوں نے انکو قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک دن عام حکم دیدیا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدیوں کو قتل کرڈالے لیکن تمام صحابہؓ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کردیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر واقعہ بیان کیا تو آپ نے بھی انکی تائید کی اور دوبار فرمایا کہ "خداوندا! میں خالد کے اس فعل سے بری ہوتا ہوں"

(بخاری کتاب المغازی بعث خالد الی بنی جذیمہ مع فتح الباری)

حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوۃ سے جہاد کرنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے اول اول اختلاف کیا اور کہا کہ کلمہ گویوں سے کیونکر جہاد کیا جاسکتا ہے" (بخاری کتاب الزکوۃ) ان پر ایک عجمی غلام نے حملہ کیا تو انہوں نے حضرت عباسؓ سے شکایت کی کہ "تم ہی لوگوں نے ان غلاموں سے مدینہ کو بھر دیا" بولے "اگر حکم ہو تو سب کو قتل کردیں" فرمایا "یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ وہ تمھاری زبان بولتے ہیں، تمھارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں تمھارا حج ادا

کرتے ہیں''۔

(بخاری کتاب المناقب باب قصیتہ البیعتہ والاتفاق علی عثمان)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور خوارج کی زمانہ میں جنگ ہوئی تو ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ ''آپ انکے پیچھے نماز پڑھتے ہیں؟ حالانکہ یہ لوگ باہم ایک دوسرے کوقتل کرتے ہیں' بولے جوحی علی الصلوۃ کہے گا میں اسکی دعوت قبول کرلوں گا۔ جو شخص حی علی الفلاح کہے گا میں اسکی دعوت قبول کرلوں گا۔لیکن جوشخص یہ کہے گا'' آواپنے مسلمان بھائیوں کوقتل کرو،ان کا مال لوٹو''تو میں انکار کردوں گا'' (طبقات ابن سعد تذکرہ عبداللہ بن عمرؓ)

سُود خوری سے اجتناب:

اسلام نے سودخوری کی ممانعت ایسے قیود کی پابندی کے ساتھ کی ہے کہ اگر ذراسی غفلت یا بے پروائی کی جائے تو معمولی معاملات دادوستد بیع وشراء بھی سود کی صورت میں داخل ہوجائیں،صحابہ کرامؓ ان تمام قیود کا لحاظ رکھتے تھے اوران سے نہایت احتیاط کے ساتھ بچتے تھے ایک بار حضرت مالک بن اوسؓ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے بیع صرف کرنی چاہی (یعنی اشرفی کے بدلہ میں درہم لینا چاہا)اورسو اشرفیاں انکے سامنے رکھ دیں انہوں نے انکو اٹھالیا اور کہا کہ''جنگل سے خزانچی آئے تو درہم دلادیں''حضرت عمرؓ سن رہے تھے بولے''بغیر لئے ہوئے ہرگز نہ جانا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونے کے بدلے میں چاندی اگر دست بدست نہ لی جائے تو سود ہے''

(بخاری کتاب البیوع باب بیع الشعیر بالشعیر)

ایک بار حضرت معمر بن عبداللہؓ نے اپنے غلام کوایک صاع گیہوں دیا کہ اس کو بیچ کر بازار سے جولائے اس نے بازار میں جاکر جولیا تو ایک صاع سے کچھ زیادہ پایا،حضرت معمرؓ کو اسکی خبر ہوئی تو بولے اس کو فوراً جاکر واپس کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ غلہ کو مثلاً بمثل خریدنا چاہئے''لوگوں نے کہا کہ بازار میں صرف جو

کا رواج ہے گیہوں نہیں مل سکتا" بولے کہ " مجھے خوف ہے کہ یہ سود کے مشابہ نہ ہو جائے۔" (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۴۰۰)

صحابہ کرامؓ سودخوری سے نہ صرف خود بچتے تھے بلکہ اور لوگوں کو بھی اس سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے ایک شخص حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کیلئے آئے تو انہوں نے انکے ساتھ نہایت مہربانی کا برتاؤ کیا اور کہا کہ " آپ ایک کاروباری ملک میں رہتے ہیں اس لئے اگر آپ پر کسی کا قرض آتا ہو اور وہ آپ کے یہاں بھس کی ایک گٹھری بھی ہدیہ بھیجے تو اس کو قبول نہ کیجئے گا، کیونکہ یہ سود ہے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ ابو بردہؓ بن ابی موسیٰ)

شراب خوری سے اجتناب:

شراب عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی لیکن متعدد صحابہؓ مثلاً حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ اپنی فطرت سلیمہ کی ہدایت سے زمانہ جاہلیت ہی میں اس سے محترز رہے لیکن جو صحابہؓ اسکے عادی تھے انہوں نے بھی شراب کی حرمت کے ساتھ ہی اس دیرینہ عادت کو اس طرح ترک کر دیا کہ گویا انہوں نے جام و ساغر کو منہ ہی نہیں لگایا تھا۔

شراب کی حرمت کا حکم بتدریج نازل ہوا لیکن حرمت خمر کے متعلق سب سے آخری آیت

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون،

شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تم کو یاد الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو تم باز نہیں آؤ گے؟

نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ بیساختہ پکار اٹھے۔

انتھینا ۔ ''ہم باز آئے''

(ابوداؤد کتاب الاشربہ باب فی تحریم الخمر روایت میں پوری آیت نہیں ہے ہم نے اسکو بڑھادیا ہے)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں ابوعبیدہ، ابوطلحہ اور ابی بن کعبؓ کو شراب پلا رہا تھا کہ اسی حالت میں ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی، ابوطلحہ نے فوراً کہا کہ انس اٹھو اور شراب کو گرادو'' (بخاری کتاب الاشربہ باب نزول تحریم الخمر وھی من الیسر والتمر) دوسری روایت میں ہے کہ ''میں ابوطلحہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا کہ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرمت شراب کی منادی کروائی، ابوطلحہ نے مجھ سے کہا کہ ''نکل کے دیکھو یہ کیسی آواز ہے''؟ میں گھر سے نکلا اور پلٹ کر کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ ''شراب حرام ہوگئی'' ابوطلحہ نے مجھ سے کہا کہ ''تم شراب گرادو'' اور لوگوں نے اس کثرت سے شراب گرائی کہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔ (بخاری کتاب التفسیر سورہ مائدہ باب لیس علی الذین آمنوا وعملو الصالحات جناح فیما طعموا)

<u>بدکاری سے اجتناب</u>

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب سخت بدکاری میں مبتلا تھے، لیکن اسلام نے ان میں عفت وعصمت کا ایسا احساس پیدا کردیا کہ سخت سے سخت نازک موقعوں پر بھی انکا دامن اس معصیت سے آلودہ نہیں ہونے پاتا تھا۔

ہجرت کے بعد مکہ میں جو گرفتار بلا مسلمان رہ گئے تھے، مکہ سے مدینہ تک انکا پہنچانا مرشد بن ابی مرشد الغنویؓ کے متعلق تھا وہ ایک رات اسی غرض سے مکہ آئے وہاں انکی آشنا ایک طوائف تھی جس کا نام عناق تھا وہ نکلی تو ان کی پرچھائیں دیکھ کر پہچان لیا اور نہایت تپاک سے ملی اور کہا کہ آج میرے گھر میں شب باشی کرو'' لیکن انہوں نے معذرت کی کہ زنا اب حرام ہوگیا اب اس نے شوروغل کیا یہ بھاگ کر ایک پہاڑ کے غار میں جاچھپے کفار

نے وہاں تک تعاقب کیا لیکن خدا نے ان کو بچالیا۔ (نسائی کتاب النکاح باب تزویج الزانیہ)

ایک صحابیہ جن کی اخلاقی حالت زمانہ جاہلیت میں اچھی نہ تھی، ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو بولیں "ہٹو اب جاہلیت کا وہ زمانہ گیا اور اسلام آیا۔" (مسند ابن حنبل جلد ۴ص ۸۷)

اسلام کی اس پاکبازانہ تعلیم اور صحابہ کرامؓ کی اس پاکبازانہ زندگی کا یہ اثر تھا کہ اس زمانہ میں لونڈیاں تک بدکاری سے اباء کرنے لگیں، چنانچہ عبداللہ بن ابی ابن سلول جو راس المنافقین تھا اپنی لونڈیوں کو اس ناجائز طریقہ سے روپیہ پیدا کرنے پر آمادہ کرتا تھا، لیکن اسکی دو لونڈیوں نے اس ننگ و عار کو گوارا نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ ہمارا آقا ہم کو زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ولا تکر ھو افتیاتکم علی البغاء الخ

"اپنی لونڈیوں کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو۔"

(ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی تعظیم الزنا و مسلم کتاب التفسیر تفسیر ہذہ الایۃ)

اس جرم کا ارتکاب تو صحابہ کرامؓ سے بہت بعید تھا وہ لوگ کسی عورت پر نگاہ ڈالنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک حسین صحابیہ شریک نماز ہوتی تھیں، اس لئے بعض صحابہ آگے کی صف میں جا کر کھڑے ہوتے تھے کہ ان پر آنکھ نہ پڑنے پائے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب الخشوع فی الصلوۃ)

اگر کسی صحابی نے ناجائز طریقہ سے بھی اسکی جرات کی تو تمام صحابہؓ نے اس کو سخت قابل اعتراض خیال کیا، ایک بار حضرت محمد بن سلمہؓ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور نکاح سے پہلے چوری چھپے اسکو دیکھنا چاہا یہاں تک کہ اس نخلستان میں اس کو دیکھ بھی

لیا لیکن لوگوں نے ٹوکا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں؟ بولے آپ ہی نے اس کی اجازت دی ہے''

ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے نکاح کرنا چاہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ طلب کیا آپ نے فرمایا کہ ''پہلے عورت کو جا کر دیکھ لو'' وہ اس غرض سے اسکے گھر گئے تو عورت نے پردہ سے کہا ''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے تو خیر ورنہ تمھیں خدا کی قسم ایسا نہ کرنا''

(سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب النظر الی المراۃ اذا اراد ان یتزوجھا)

کسی عورت پر قصداً نگاہ ڈالنا تو بڑی بات ہے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ ''مجھے یہ پسند ہے کہ میری ناک مردار کی بدبو سے بھر جائے لیکن یہ پسند نہیں کہ اس میں کسی عورت کی خوشبو آئے'' (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسی اشعریؓ)

راگ باجے سے اجتناب:

صحابہ کرامؓ کے کانوں کو صرف تلاوت قرآن کی آواز خوش آئند معلوم ہوتی تھی، اس لئے وہ عود و بربط اور چنگ و رباب کی آواز پر کان نہیں دھرتے تھے ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آواز طبل سنی تو کان بند کر لئے اور فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے''

(سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب الغناء والدف)

ایک بار اونٹ پر سوار جا رہے تھے چرواہے کی بانسری کی آواز کان میں آئی تو فوراً کانوں میں انگلیاں دے لیں اور پہلا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا اور بار بار اپنے غلام نافع سے پوچھتے جاتے تھے کہ آواز آتی ہے یا نہیں؟'' جب انہوں نے کہا کہ ''نہیں'' تو کانوں سے انگلیاں نکالیں اور کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کے موقع پر ایسا ہی کیا تھا''

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

ایک بار بازار میں گزرے تو دیکھا کہ ایک چھوکری گا رہی ہے فرمایا اگر شیطان کسی کے بہکانے سے باز رہتا تو اسکو نہ بہکاتا" (الادب المفرد باب الغناء واللہو)

ایک بار عید کے دن چند لڑکیاں حضرت عائشہ کے پاس جنگ بعاث کے متعلق اشعار گا رہی تھیں، حضرت ابوبکرؓ آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر اور مزامیر شیطان" آپ نے فرمایا "ابوبکرؓ یہ ہماری عید کا دن ہے۔" (بخاری کتاب العیدین باب سنتہ العیدین لاہل الاسلام)

ایک بار ایک گھر میں تقریب تھی اور ایک شخص گا رہا تھا، حضرت عائشہ نے دیکھا کہ وہ گردن ہلا ہلا کر گا رہا ہے، تو کہا "اف یہ شیطان ہے اسکو نکالو اس کو نکالو۔" (الادب المفرد باب اللہو فی ختان)

راگ باجا تو پھر بھی بڑی چیز ہے۔ حضرت عائشہؓ کا یہ حال تھا کہ گھنٹی کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرتی تھیں، اگر سامنے سے گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں کہ "ٹھہر جاؤ تاکہ یہ آواز سننے میں نہ آئے" اگر سن لیتیں تو کہتیں کہ تیزی کے ساتھ لے چلو تاکہ میں اس آواز کو نہ سن سکوں"

(مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۱۵۲)

<u>مشتبہات سے اجتناب:</u>

حلال و حرام دونوں بدیہی ہیں لیکن بہت سی چیزیں ہیں جنکی حلت و حرمت دونوں مشتبہ ہے، زہد و تورع تقوی طہارت اور حزم احتیاط کا اصلی محل یہی چیزیں ہیں، اس بناء پر حدیث شریف میں ان چیزوں سے بچنے کی تائید آئی ہے۔

الحلال بین والحرام بین وما بینھما امور مشتبھۃ فمن ترک ما شبہ علیہ من الاثم کان لما استبان لہ اترک ومن اجتراء علی ما یشک فیہ من

الاثم اوشک ان یواقع ما استبان والمعاصی حمی اللہ من یرتع حول الحمی یوشک ان یواقع۔ (بخاری کتاب البیوع)

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، اور ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں پس جو شخص مشتبہ گناہوں کو چھوڑے گا وہ کھلے ہوئے گناہوں کا سب سے زیادہ چھوڑنے والا ہوگا اور جو شخص مشتبہ گناہوں کا مرتکب ہوگا، بہت ممکن ہے کہ کھلے ہوئے گناہوں کا مرتکب ہو جائے، گناہ خدا کی چراگاہیں اور جو شخص چراگاہ کے گرد چرائے گا ممکن ہے کہ اس کے اندر داخل ہو جائے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ ہمیشہ ان مشتبہ چیزوں سے احتراز فرماتے تھے۔

حالت احرام میں شکار کرنا جائز نہیں، ایک بار صحابہ سفر حج میں تھے سب نے احرام باندھ لیا تھا صرف ابو قتادہ انصاریؓ غیر محرم تھے۔ ایک جنگلی گدھا نظر آیا، انہوں نے گھوڑے کو اس کے پیچھے ڈال دیا، صحابہ سے کوڑا اور نیزہ مانگا یہ ایک مشتبہ فعل تھا اس لئے سب نے انکار کر دیا بالآخر انکو خود ہی نیزہ اٹھانا پڑا گدھا کا شکار ہو چکا تو بعض صحابہؓ نے گوشت کھانے سے بھی انکار کر دیا۔

(ابو داؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم)

ایک بار حضرت ابو طلحہؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ان کے نیچے سے ایک چادر نکال لے حضرت سہیل بن حنیف پاس بیٹھے ہوئے تھے بولے کیوں؟ فرمایا ''اس میں تصویر بنی ہوئی ہے اور تصویروں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے وہ تم کو معلوم ہے'' بولے ''لیکن آپ نے کپڑے میں بنی ہوئی تصویر کی ممانعت تو نہیں فرمائی'' بولے ''ہاں لیکن میرے دل کا اطمینان اسی طرح ہوگا۔'' (ترمذی کتاب اللباس باب ما جاء فی الصورۃ)

ایک بار حضرت مسورؓ بن مخرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عیادت کو آئے، حضرت

عبداللہ بن عباسؓ استبرق کی چادر اوڑھے ہوئے تھے حضرت مسور بن مخرمہؓ نے اس پر ٹوکا تو بولے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف غرور وتکبر کی بناء پر اس کی ممانعت کی تھی اور الحمدللہ کہ ہم مغرور نہیں ہیں'' انہوں نے کہا ''تو پھر چولہے میں یہ تصویریں کیسی بنی ہوئی ہیں؟ بولے ''دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کو جلا ڈالا ہے'' لیکن یہ چیزیں مشتبہات میں داخل تھیں اس لئے جب وہ چلے گئے تو فرمایا کہ ''میرے بدن سے یہ چادر اتارلو اور ان تصویروں کا سر کاٹ ڈالو کسی نے کہا کہ ''اگر انکو صحیح وسلامت بازار میں فروخت کرڈالتے تو فائدہ ہوتا'' بولے ''نہیں''۔ (مسند ابن حنبل جلد اص ۳۲۰)

نومسلم لوگ صحابہ کے پاس گوشت لے آتے تھے۔ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یہ ابھی دور جاہلیت سے نکلے ہیں'' ہم کو معلوم نہیں کہ خدا کا نام لے کر ذبح کیا ہے یا نہیں؟ کیا ہم اس گوشت کو کھا سکتے ہیں؟'' فرمایا'' بسم اللہ کہہ کر کھا سکتے ہو''

(ابوداؤد کتاب الاضاحی باب ماجاء فی اکل اللحم لایدرا ذکر اسم اللہ علیہ ام لا)

حضرت اسماء کی ماں کافرہ تھیں اور حضرت ابوبکرؓ نے زمانہ جاہلیت ہی میں ان کو طلاق دے دی تھی۔ ایک بار وہ حضرت اسماءؓ کے پاس متعدد چیزیں ہدیۃً لے کر آئیں چونکہ ایک کافرہ عورت کا ہدیہ مشتبہ تھا اس لئے حضرت اسماء نے اسکو قبول کرنے سے انکار کیا اور حضرت عائشہؓ کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرایا تو آپ نے اس ہدیہ کو قبول کرنے کی اجازت دی۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسماءؓ)

عمال سلطنت کی آمدنی بعض حیثیتوں سے مشتبہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ زہد پیشہ لوگ سلاطین وامراء کے دربار سے ہمیشہ اپنا دامن بچاتے رہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے زمانہ تک اگرچہ عمال وامراء کی مذہبی اور اخلاقی حالت اس زمانہ سے بہت بہتر تھی تاہم جو صحابہؓ نہایت محتاط تھے وہ اس قسم کی آمدنی سے فائدہ اٹھانا پسند نہیں کرتے تھے، حضرت

ابو ذر غفاریؓ نے دنیا سے الگ ہو کر بادیہ نشینی اختیار کر لی تھی اس لئے انہوں نے تمام عمر اسی زہد و تورع کے ساتھ بسر کی مرنے لگے تو بی بی نے رو کر کہا کہ "میرے پاس تو تمھارے کفن کے لئے بھی کپڑا نہیں ہے" بولے "رو و مت میں ایک دن چند لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپؐ نے فرمایا کہ "تم سے ایک آدمی جنگل میں مرے گا اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کا ایک گروہ شریک ہوگا اور لوگ جو اس جماعت میں شریک تھے وہ تو مسلمانوں کے درمیان مر چکے صرف میں رہ گیا تھا اور اب جنگل میں مر رہا ہوں تم راہ دیکھو اور انتظار کرو" بی بی نے کہا "اب تو حاجیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا" بولے "خیر راستہ دیکھو" حسن اتفاق سے دفعتۃً ایک قافلہ آ گیا اس نے انکی بی بی سے پوچھا "کیا حال ہے" بولیں "ایک مسلمان کو کفناؤ اور ثواب لو" انہوں نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کا نام سنا تو تیزی کے ساتھ دوڑے اور کہا "ہمارے ماں باپ ان پر قربان" پاس آئے تو حضرت ابو ذر غفاریؓ نے کہا "تم وہ لوگ ہو جنکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو خبر دی تھی اگر میرے کپڑے کافی ہو تے تو ان ہی میں سے میرا کفن ہوتا، لیکن اگر تم میں کوئی شخص امیر، عریف یا بریدہ ہو تو وہ مجھے کفن نہ دے" لیکن ان میں ہر شخص ان خدمات کو انجام دے چکا تھا، صرف ایک انصاری نوجوان تھا جس نے کہا "میرے پاس دو کپڑے ہیں جن کو میری ماں نے بنا ہے" بولے "بس تمھیں میرے رفیق ہو، تمھیں مجھے کفن پہناؤ۔

(مسند ابن حنبل جلد ۵ ص ۱۶۸)

☆☆☆

محبت رسولؐ

صحابہ کرامؓ ہمیشہ تلاوت قرآن میں مصروف رہتے تھے، اور تلاوت کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن مجید کے متعدد ٹکڑے کر لئے تھے اور بلا ناغہ اس کی تلاوت فرماتے تھے ایک نووارد صحابی نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ ''ایک ٹکڑے میں کتنی سورتیں شامل تھیں؟'' بولے ''تین، پانچ، سات، نو، گیارہ تیرہ اور اخیر کی تمام چھوٹی چھوٹی سورتیں ایک ٹکڑے میں داخل تھیں۔''

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ ابواب شہر رمضان باب تحزیب القرآن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ کے اس شوق وشغف کو دیکھتے تو خوش ہوتے انکی حوصلہ افزائی فرماتے، ایک بار صحابہ کرامؓ جن میں عجمی اور بدوی سبھی شامل تھے تلاوت کر رہے تھے، آپؐ کاشانہ نبوت سے برآمد ہوئے تو فرمایا ''پڑھے جاؤ سب کا طرز اچھا ہے، اسکے بعد ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن کو تیر کی طرح سیدھا کرے گی لیکن اس کا مقصد ثواب آخرت نہ ہوگا بلکہ دنیا ہوگی''

اسی طرح ایک روز صحابہ کرامؓ تلاوت کر رہے تھے آپؐ نے دیکھا تو فرمایا ''خدا کا شکر ہے خدا کی کتاب ایک ہے اور تم میں سرخ، سیاہ سپید ہر قسم کے لوگ ہیں''

(ایضاً ابواب تفریع استفتاح الصلوۃ باب ما تجزی الامی والاعجمی من القراۃ)

رمضان میں یہ شوق اور بھی ترقی کر جاتا تھا، چنانچہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس شوق کو دیکھا تو فرمایا کہ ''پورے ایک مہینے میں قرآن ختم کیا کرو'' بولے کہ ''مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے'' حکم ہوا ''بیس دن میں'' گزارش کی کہ ''میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت پاتا ہوں'' فرمایا ''پندرہ دن میں'' بولے ''مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے'' ارشاد ہوا کہ ''دس دن میں'' عرض کی کہ ''مجھ میں اس بھی زیادہ کی طاقت ہے

''فرمایا ''سات دن میں'' اور اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ۔ (ابو داؤد کتاب الصلوۃ شہر رمضان باب فی کم یقراء القرآن)

سخت سے سخت مصیبت میں بھی صحابہ کرامؓ کے اس شوق میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، بلکہ اس حالت میں قرآن مجید ہی انکے لئے مایہ تسکین ہوتا تھا، جس وقت حضرت عثمانؓ کی شہادت واقع ہوئی ، وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے چنانچہ انکے خون کے قطرے قرآن مجید کی اس آیت پر گرے۔

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (استیعاب تذکرہ عثمان بن عفانؓ)

قرآن مجید کی تلاوت ہم بھی کرتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سر کا بوجھ اتار رہے ہیں لیکن بعض صحابہ اس خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے کہ سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا، ایک رات حضرت عائشہ گھر میں دیر کو آئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ پوچھی تو بولیں ''آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص قرآن پڑھ رہے تھے میں نے ایسی قرات کبھی نہیں سنی تھی'' آپ بھی ان کے ساتھ ہو لئے اور کہا یہ سالم مولی بن ابی حذیفہؓ ہیں خدا کا شکر ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ موجود ہیں''

حضرت عبد اللہ بن قیسؓ نہایت خوش الحان تھے ۔ ایک روز وہ قرآن پڑھ رہے تھے آپ نے سنا تو پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے نام بتایا تو فرمایا ''ان کو نغمہ داؤدی عطا کیا گیا ہے''

(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب فی حسن الصوت بالقران)

حضرت ابو عثمان مہدیؒ کا بیان ہے کہ میں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہے لیکن میں نے چنگ و بربط کی آواز کو بھی ابو موسیٰ اشعریؓ کی خوش الحانی سے بہتر نہیں پایا وہ ہم کو نماز فجر پڑھاتے تھے تو جی چاہتا تھا کہ پوری سورۂ بقرہ پڑھ ڈالتے'' (استیعاب تذکرہ عبد الرحمٰن بن مل)

وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے کہ "ہم کو خدا کا شوق دلاؤ" وہ قرات شروع کرتے اور حضرت عمرؓ نہایت محویت سے سنتے ایک بار اسی حالت میں کسی نے کہا کہ "نماز کا وقت آ گیا" بولے کیا یہ نماز نہیں ہے؟" وہ قرآن پڑھتے تو ازواج مطہرات نہایت شوق سے سنتیں ایک دن ان کو معلوم ہوا تو بولے کہ "اگر مجھے خبر ہوتی تو تم لوگوں کو اور بھی شوق دلاتا"

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ خوش الحانی انکے تمام قبیلہ کا وصف امتیازی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "رات کو جب قبیلہ اشعری کے لوگ آتے ہیں تو میں انکی قرآن خوانی ہی سے انکے جائے قیام کو پہچان لیتا ہوں۔

(مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل الاشعریین)

حضرت عبدالرحمٰن بن سائبؓ بھی نہایت خوش الحان تھے، خود انکا بیان ہے کہ "ایک دن میرے پاس حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آئے اور کہا کہ "میں نے سنا ہے کہ آپ قرآن نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ قرآن غم کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے جب پڑھو تو روؤ اگر نہیں روتے تو رونی صورت بناؤ اور اس کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھو" (ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن)

صحابہ کرامؓ تلاوت کی حالت میں قرآن مجید کے ادب واحترام کا نہایت لحاظ رکھتے تھے حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ "میں ہاتھ میں قرآن مجید لئے ہوئے تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص تلاوت فرمارہے تھے میں نے بدن کھجلایا تو حضرت سعدؓ نے فرمایا شاید تم نے اپنے شرمگاہ کا مس کیا" میں نے کہا "ہاں" بولے جاؤ وضو کر کے آؤ۔

(موطائے امام مالک کتاب الصلوۃ باب الوضو من مس الفرج)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ تلاوت فرماتے تھے تو جب تک فارغ نہ ہو جاتے کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے۔(بخاری کتاب التفسیر باب قولہ نساءکم حرث لکم)

حفظ قرآن:

قرآن مجید کی متفرق سورتیں اگرچہ تقریباً تمام صحابہ کو یاد تھیں، لیکن ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوایوبؓ حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو زیدؓ، حضرت سالمؓ، حضرت ابو الدرداءؓ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں قرآن حفظ کرلیا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خود بھی اس پر نہایت فخر تھا ایک بار انہوں نے ایک خطبہ میں فخریہ لہجے میں فرمایا کہ ''میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کچھ اوپر ستر آیتیں یاد کی ہیں، تمام اصحاب رسولؐ اللہ جانتے ہیں کہ میں ان میں سب زیادہ کتاب اللہ کا عالم ہوں۔(بخاری کتاب ابواب فضائل القران باب القراءۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع فتح الباری) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس سے لازم نہیں آتا کہ اس زمانے میں اور صحابہؓ حافظ قرآن نہ تھے بلکہ اور حفاظ کی تعداد ان سے بہت زیادہ تھی، چنانچہ غزوہ بیر معونہ میں ستر صحابہؓ شہید ہوئے سب کے سب قراء کہے جاتے تھے۔(فتح الباری جلد ۹ ص ۴۳)

حضرت ابی بن کعبؓ کی نسبت حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ابی اقرأنا ہم میں قرآن کے سب سے زیادہ قاری ابی ہیں۔(بخاری کتاب ابواب فضائل القرآن باب القراۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسی بناء پر جب نماز تراویح با جماعت قائم کی تو حضرت ابی ابن کعبؓ کو امام بنایا۔(بخاری باب فضل من قام رمضان) اور اسی فضلیت کی بناء پر حضرت ابی بن کعبؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوزیدؓ پر ان کے قبیلہ خزرج کو بڑا ناز تھا۔ایک بار قبیلہ اوس وخزرج میں مفاخرت ہوئی تو اوس نے کہا کہ ''ہم میں حنظلہ بن عامر ہیں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا ہم میں

عاصم بن ثابتؓ ہیں جنکے جسم کو بھیڑوں نے کفار کی دست برد سے محفوظ رکھا تھا۔ہم میں سعد بن معاذؓ ہیں جن کی موت پر عرش الہی ہل گیا تھا،ہم میں خزیمہ بن ثابتؓ ہیں جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوشہادتوں کے برابر قرار دیا''خزرج بولے ''ہم میں چار شخص ہیں جنہوں نے خود عہد نبوت میں قرآن یاد کرلیا تھا پھر ان بزرگوں کے نام لئے۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو زیدؓ)

ان بزرگوں کے علاوہ اور بہت سے صحابہؓ تھے جن کو قرآن مجید ازبریاد تھا، ان میں حضرت مجمعؓ بن جاریہ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت مجمع بن جاریہ) حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ ،حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کے نام ہم کو معلوم ہیں (اسد الغابہ تذکرہ حضرت قیس بن سکنؓ) لیکن جن کے نام معلوم نہیں ان کی تعداد ان سے بھی زیادہ ہے جنگ یمامہ میں بکثرت حفاظ شریک ہوئے تھے۔ چنانچہ ان ہی لوگوں کے شہید ہونے پر حضرت عمرؓ کو جمع قرآن کا خیال پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو اس پر آمادہ کیا۔(بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن)

ان لوگوں کی نسبت حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

ان کثیرا ممن قتل فی وقعة الیمامة کان قد حفظ القران،

''جو لوگ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ان میں اکثروں نے قرآن کو حفظ کرلیا تھا''

تسبیح وتہلیل:

تسبیح وتہلیل پاک مذہبی زندگی کی مخصوص علامت ہے اسلئے صحابہ کرامؓ اکثر تسبیح وتہلیل کیا کرتے تھے، جب جہاد میں روانہ ہوتے تو تمام پہاڑیاں انکے غلغلہ تسبیح وتہلیل سے گونج اٹھتی تھیں اس وقت اگرچہ عقیق و کہربا کی تسبیح موجود نہ تھی تاہم سنگریزے اور کھجور کی گٹھلیوں

کی کمی نہ تھی جن صحابہ نے خاص طور پر تسبیح وتہلیل کا التزام کرلیا تھا ان ہی سے تسبیح کا کام لیتے تھے ایک بار آپ نے ایک صحابیہ کو دیکھا کہ سامنے کنکری یا گٹھلی رکھ کر تسبیح پڑھ رہی ہیں فرمایا

''میں اس سے آسان تدبیر بتا دیتا ہوں'' اس کے بعد ایک دعا بتادی۔

(ابو داؤد ابواب تفریع شہر رمضان باب التسبیح الحصی)

حضرت ابو ہریرہؓ ہمیشہ تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے تھے اس غرض سے ایک تھیلی بنا رکھی تھی جس میں کنکریاں یا گٹھلیاں بھری رہتی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھتے تھے جب تھیلی خالی ہو جاتی تو وہ لونڈی کو حکم دیتے وہ پھر بھر دیتی ۔(ابو داؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ الرجل ما یکون من اصابتہ بللۃ)

ذکر الٰہی:

ذکر الٰہی صحابہ کرامؓ کا محبوب ترین مشغلہ تھا خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کے اس وصف کو نمایاں کیا ہے۔

والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات

ایک دن حضرت امیر معاویہؓ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ لوگوں نے حلقہ ذکر قائم کیا ہے ،بولے ''کیوں بیٹھے ہو؟ ''لوگوں نے جواب دیا کہ ''ذکر الٰہی کرتے ہیں'' پھر فرمایا کہ ''صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ '' جواب ملا ''ہاں صرف اس لئے'' فرمایا ایک بار اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کا حلقہ ذکر دیکھا تو اسیطرح سوال کیا اور جواب ملنے پر فرمایا کہ ''میرے پاس جبرئیل آئے اور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے''۔[1]

صحابہ کرامؓ جب نماز سے فارغ ہوتے تو نہایت بلند آہنگی سے ذکر الٰہی کرتے ، حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''جب میں یہ غلغلہ سنتا تو سمجھ جاتا کہ صحابہؓ نماز پڑھ کر واپس آتے ہیں'' ۔(مسلم کتاب الصلوۃ باب الذکر بعد الصلوۃ)

خوف قیامت:

صحابہ کرامؓ کے دلوں میں قیامت کا خوف اس قدر رسا گیا تھا کہ اس کے ڈر سے ہر وقت کانپتے رہتے تھے ایک بار دفعتہً اندھیرا ہو گیا، ایک صاحب نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ کیا عہد نبوت میں بھی ایسا ہوتا تھا؟" بولے "معاذ اللہ اگر ہوا بھی تیز ہو جاتی تھی تو ہم سب قیامت کے ڈر سے مسجد کی طرف بھاگ دوڑتے تھے" (ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ عند الظلمۃ)

یہ خوف قیامت ہی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ پر وقائع اخروی کے ذکر سے رقت طاری ہو جاتی تھی، بیہوش ہو جاتے تھے گر پڑتے تھے، ایک بار دو صحابیوں میں وراثت کے متعلق نزاع پیدا ہوئی، گواہ کسی کے پاس نہ تھا دونوں صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے فرمایا "میں ایک آدمی ہوں ممکن ہے کہ تم میں کوئی نہایت چرب زبان اور طرار ہو، اور میں اس کے موافق فیصلہ کردوں لیکن اگر یہ اس کا حق نہیں ہے تو اس کو یقین کرنا چاہیے کہ میں نے اس کے گلے میں آگ کا ایک طوق لٹکا دیا ہے" دونوں بزرگ آخرت کے خوف سے رونے لگے اور ہر ایک نے اپنا حق دوسرے کو دینا چاہا۔ (ابو داؤد کتاب الاقضیہ باب فی قضاء القاضی اذا اخفا)

جب یہ آیت نازل ہوئی۔

یایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئی عظیم،

"لوگو اپنے خدا سے ڈرو کیونکہ قیامت کا زلزلہ ایک بڑی مصیبت ہوگی"۔

تو آپ نے صحابہؓ کی طرف خطاب کر کے فرمایا "جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ یہ وہ دن ہے جب خدا آدم سے کہے گا کہ "آگ کی فوج بھیجو" وہ کہیں گے، خداوند آگ کی فوج کون ہے؟ خدا کہے گا ہزار میں نو سو ننانوے جہنم میں جھونکے جائیں گے اور جنت میں صرف ایک "تمام صحابہ یہ سن کر بے اختیار رو پڑے۔ (ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورہ حج)

ایک بار شفیا الاصحی مدینہ میں آئے دیکھا کہ ایک بزرگ کے سامنے بھیڑ لگی ہوئی ہے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا ''ابو ہریرہؓ پاس آئے اور جب لوگ ہٹ گئے تو کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث بیان فرمائیے'' بیان کرتا ہوں'' یہ کہہ کر چیخے اور بیہوش ہو گئے، افاقہ ہوا تو کہا ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو اس گھر میں آپ نے مجھ ہی سے بیان فرمائی تھی'' پھر چلائے اور غشی طاری ہوگئی ہوش آیا تو منہ پونچھا اور پھر یہی الفاظ فرمائے، پھر چلائے اور زمین پر گرنے لگے، شفیا نے فوراً تھام لیا ہوش آیا تو فرمایا کہ ''قیامت کے دن خدا بندوں کے فیصلہ کیلئے اترے گا تو پہلے تین شخص طلب کئے جائیں گے، ایک قاری ایک دولت مند ایک مجاہد خدا قاری سے پوچھے گا کیا ہم نے تجھ کو قرآن کی تعلیم نہیں دی؟ اس پر تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ ''میں نے رات دن اسکی تلاوت کی'' خدا کہے گا'' جھوٹ بکتے ہو'' تم نے یہ سب اس لئے کیا ہے کہ لوگ تم کو قاری کا خطاب دیں''

دولت مند سے سوال ہوگا تو وہ کہے گا کہ ''میں نے صلہ رحمی کی اور صدقہ دیا'' خدا کہے گا ''یہ جھوٹ ہے تم نے یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ لوگ تم کو فیاض کہیں'' مجاہد سے پوچھا جائے تو وہ کہے گا کہ ''تو نے مجھ کو جہاد کا حکم دیا میں لڑا اور شہید ہوا۔ خدا فرمائے گا'' یہ تو غلط ہے'' تمھارا صرف یہ مقصد تھا کہ لوگ تم کو بہادر کہیں۔'' یہ بیان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے زانو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ ''سب سے پہلے ان ہی پر جہنم کی آگ بھڑکے گی۔'' شفیا نے مدینہ سے آ کر حضرت امیر معاویہؓ سے یہ حدیث بیان کی تو وہ روتے روتے قریب ہلاکت ہو گئے۔

(ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ)

صحابہ کرامؓ کو ہر قسم کی دنیوی تکلیفیں قبول تھیں، دنیوی مال ومتاع کا قربان کر دینا منظور تھا لیکن عذاب اخروی گوارا نہ تھا، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کی عیادت کی دیکھا کہ سوکھ کے قاق ہو گئے فرمایا ''کیا تم صحت کی دعا نہیں کرتے

تھے'' بولے ''میں یہ دعا کرتا تھا کہ اے خدا اگر تو مجھے عذاب اخروی دینا چاہتا ہے تو دنیا میں ہی دیدے''

(ترمذی ابواب الدعوات باب ماجا فی عقد التسبیح بالید)

جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ ''گھبرانے کی کوئی بات نہیں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا اور وہ آپ سے راضی ہو گئے۔ پھر ابوبکرؓ کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا اور وہ آپ سے راضی ہو گئے پھر انکے اصحاب کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا اور اگر انکو داغ جدائی دے کر گئے تو وہ آپ سے راضی رہیں گے'' بولے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکرؓ کی حسن رفاقت اور انکی رضامندی تو ایک احسان الٰہی تھا، یہ گھبراہٹ صرف تمھارے اور تمھارے اصحابہ کیلئے ہے خدا کی قسم اگر زمین کی سطح پر سونا بکھیر دیا جائے تو میں اس کو دیکر عذاب الٰہی سے بچنے کو ترجیح دوں گا'' (بخاری کتاب المناقب فضائل عمرؓ) شدت خوف قیامت سے ان کو یہی غنیمت معلوم ہوتا تھا کہ وہ اگر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے تو کم از کم عذاب دوزخ سے تو بچ جائیں، ایک بار انہوں نے ایک صحابی سے کہا ''تمھیں یہ پسند ہے کہ ہم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد کیا اور بہت سے نیک کام کیے ان سب کا ثواب تو ہم کو مل جائے لیکن آپ کے بعد ہم نے جو نیک کام کیے تو اس کے بدلے میں صرف دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر سرابر ہو جائیں؟'' بولے ''خدا کی قسم نہیں'' ہم نے آپ کے بعد بھی جہاد کیا، روزہ رکھا، نماز پڑھی، بہت سے نیک کام کیے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں'' حضرت عمرؓ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے بدلے عذاب سے بچ جائیں اور نیکی بدی برابر سرابر ہو جائے۔ (بخاری باب ایام الجاہلیۃ)

خوف عذاب قبر:

قبر سفر آخرت کی پہلی منزل ہے اس لئے صحابہ کرامؓ اس منزل کو نہایت کٹھن سمجھتے تھے اور اس کے دشوار گزار اور پر خطر راستوں سے ہمیشہ لرزتے رہتے تھے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کی آزمائش اور امتحان پر خطبہ دیا تو صحابہ کرامؓ چیخ اٹھے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کا انتقال ہونے لگا تو وصیت کی کہ مجھ کو دفن کرنا تو تھوڑی سی خاک ڈالنا، پھر قبر کے پاس اتنی دیر تک کھڑے رہنا کہ اونٹ ذبح کر دیئے جائیں اور انکا گوشت تقسیم ہو جائے تا کہ تمھارے ساتھ انس قائم رہے اور اتنی دیر میں میں خدا کے قاصدوں (منکر نکیر) کا جواب سوچ لوں۔

(مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ و کذا الحج والھجرۃ)

گریہ و بکا:

اللہ تعالی نے صحابہ کرامؓ کے دلوں کو موم کی طرح نرم و گداز کر دیا تھا اس لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات و مواعظ سنتے، قرآن مجید پڑھتے یا خشیت الہی کا موقع آتا تو ان پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے۔

ایک بار آپؐ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ "جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے بہت" تمام صحابہؓ بے اختیار منہ ڈھانک کر رونے لگے۔

(بخاری کتاب التفسیر باب لا تسألوا عن اشیاء ان تبد لکم تسوکم)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر کسی کے دل میں رائی برابر بھی غرور ہو گا تو وہ مرنے کے بعد دوزخ میں داخل ہو گا" حضرت عبداللہ بن قیس انصاریؓ یہ سن کر رو پڑے آپ نے فرمایا "کیوں روتے ہو؟" بولے آپ کا ارشاد سن کر" فرمایا" تمھیں خوشخبری ہو کہ تم جنتی ہو"

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ ابن قیس انصاریؓ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب قرآن مجید کی یہ آیت۔

الم یان للذین امنو اان تخشع قلوبھم لذکر اللہ

''کیا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کے ذکر پر انکے دل گداز ہوں''۔

پڑھتے تھے تو بے اختیار رو پڑتے تھے اور دیر تک روتے رہتے تھے۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

ایک بار انہوں نے حضرت عمیرؓ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا،

فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد،

اس دن ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔

تو اس قدر روئے کہ داڑھی اور گریبان دونوں تر ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

حضرت سہیل بن عمروؓ جب قرآن پڑھتے تھے تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ)

تمام صحابہؓ میں حضرت ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب تھے وہ قرآن مجید پڑھتے تھے تو ان پر اس قدر اثر پڑتا تھا کہ بے اختیار رونے لگتے تھے۔

(بخاری کتاب الصلوۃ باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس)

ایک بار حضرت عکرمہؓ نے حضرت اسماؓ سے پوچھا کہ ''صحابہؓ پر خوف الٰہی سے کبھی غشی بھی طاری ہوتی تھی؟'' بولیں ''نہیں وہ صرف روتے تھے'' (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسماءؓ)

الحب فی اللہ:

اسلام ایک رشتہ اتحاد تھا جو صحابہ کرامؓ کو دور دور سے کھینچ کر لاتا تھا اور ایک دائمی محبت کے سلسلہ میں منسلک کر دیتا تھا، مہاجرین و انصار دونوں کا خاندان الگ تھا سلسلہ نسب الگ تھا طرز معاشرت الگ تھا، لیکن یہ صرف اسلام کا تعلق تھا جس نے دونوں کو اس قدر متحد کر دیا کہ دونوں بھائی بھائی ہو گئے اور مال میں جائیداد میں، وراثت میں ایک دوسرے

کے شریک ہو گئے اسی کا نام حب فی اللہ ہے اور صحابہ کرامؓ کا ہر فرد اسی محبت کے نشہ میں چور تھا، ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ''میرے دو بھائی تھے اور میں ایک سے صرف خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے محبت اور دوسرے سے صرف خدا اور خدا کے رسول کیلئے بغض رکھتا تھا،

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت خالد الاحدب حارثی)

حضرت مجاہدؒ کا بیان ہے کہ ''ایک صحابی نے پیچھے سے میرا شانہ پکڑ کر کہا کہ ''میں تم سے محبت رکھتا ہوں'' انہوں نے کہا کہ ''جس ذات (خدا) کیلئے تم مجھ سے محبت رکھتے ہو میں بھی اسی ذات کیلئے تجھ سے محبت رکھتا ہوں''۔ (الادب المفرد باب اذا احب الرجل اخاہ فلیعلمہ)

یہ حب فی اللہ ہی کا نتیجہ تھا کہ جو لوگ کوئی نیک کام کرتے تھے، صحابہ کرامؓ کو ان سے محبت ہو جاتی تھی، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ذکر ہوا تو بولے ''تم نے ایسے شخص کا ذکر کیا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو اور ان میں سب سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لیا اسی دن سے میں برابر ان کو محبوب رکھتا ہوں''

(مسند ابن حنبل جلد ۲ ص ۱۹۱)

ایک بار قبیلہ بنو تمیم کا صدقہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ میری قوم کا صدقہ ہے اور یہ لوگ دجال کے مقابلہ میں سب سے قوی تر ہیں'' حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ''عرب کے قبائل میں کوئی قبیلہ مجھے اس قبیلہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی نسبت یہ کلمات سنے وہ مجھے محبوب ہو گیا۔'' (مسند ابن حنبل ص ۳۹۰)

البغض فی اللہ:

صحابہ کرامؓ ہمہ تن محبت تھے اس لئے ان کے نزدیک بغض سے زیادہ کوئی چیز مبغوض نہ

تھی تاہم خدا کے عشق میں انہوں نے دوسروں کی محبت کو بھلا دیا تھا وہ اگر محبت کرتے تھے تو خدا ہی کیلئے اور بغض رکھتے تھے تو خدا ہی کے لئے۔

بیٹا ہر شخص کو محبوب ہوتا ہے لیکن اگر وہ خدا سے محبت نہیں رکھتا تو اس سے کوئی عاشق خدا محبت نہیں رکھ سکتا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اسلام نہیں لائے تھے اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی تھی کہ ان کو وراثت نہ دوں گا۔ (ابو داؤد کتاب الفرائض باب فسخ میراث العقد میراث الرحم)

بی بی سب کو محبوب ہے لیکن خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے صحابہؓ کیلئے ایسی محبوب چیز کو بھی مبغوض بنا دیا تھا، ایک صحابی کی بی بی (ام ولد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہا کرتی تھی وہ اسکو بار بار سختی سے منع کرتے تھے لیکن وہ اس حرکت سے باز نہیں آتی تھی اس کے ساتھ انکے تعلقات جس قسم کے تھے انکو خود انہوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔

لی منھا ابنان مثل اللولو یتین وکانت بی رفیقة،

اس سے میرے دو بچے موتی کی طرح تھے اور وہ میری ہمدم تھی۔

لیکن ایک بار رات کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہی تھی، انہوں نے سن لیا اور دفعتہً تمام تعلقات کو بھول گئے کلہاڑی اٹھائی اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔

(ابو داؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبیصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت ابن ام مکتومؓ ایک یہودیہ کے مہمان ہوئے وہ اگرچہ انکی خاطر مدارت کرتی تھی لیکن خدا اور خدا کے رسول کو برا بھلا کہتی تھی اسلئے انہوں نے اسکو قتل کر ڈالا۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابن ام مکتوم)

اعزہ و احباب سے کس کو محبت نہیں ہوتی لیکن صحابہ کرامؓ نے خدا کیلئے ان سب کی محبت کو خیر باد کہہ دیا تھا، اسیران بدر گرفتار ہو کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ لیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فدیہ لے کر رہا کرنے کا

مشورہ دیا لیکن حضرت عمرؓ نے کہا کہ ''ہم کو ان سب کی گردن مارنے کا اختیار عطا فرمایئے علیؓ عقیل کی اور میں اپنے ایک عزیز کی گردن اڑا دوں کیونکہ یہ لوگ ائمۃ الکفر ہیں''(مسلم کتاب الجہاد باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم)

مقامات مقدسہ کی زیارت:

خانہ کعبہ کیطرح صحابہ کرامؓ اور دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت سے بھی شرف اندوز ہوتے تھے۔

ایک بار ایک خاتون بیمار ہوئیں اور نذر مانی کہ اگر خدا شفا دے گا تو بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی صحت یاب ہوئیں تو سامان سفر کیا، رخصت ہونے کیلئے حضرت میمونہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی انہوں نے کہا ''مسجد نبویؐ ہی میں نماز پڑھ لو رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ میری مسجد کی ایک نماز خانہ کعبہ کی مسجد کے سوا دوسری مساجد کی ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے۔''

(مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوۃ فی مسجد المدینہ ومکہ)

حضرت ابو جمعہ انصاریؓ بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کیلئے آئے، نماز ادا کر کے چلنے لگے تو لوگ پہنچانے آئے، بولے مجھ پر تمھارا حق ہے، اسکے بدلے میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں''

(اصابہ تذکرہ حضرت ابو جمعہ انصاریؓ)

کوہ طور تجلی گاہ نور الہی تھا، اسلئے حضرت ابو ہریرہؓ وہاں گئے اور اس پر نماز پڑھی پلٹے تو حضرت ابو بصرہؓ سے ملاقات ہوگئی انہوں نے کہا کہ ''اگر میں پہلے ملا ہوتا تو تم وہاں نہ جانے پاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد اقصی کے سوا شدرحال نہیں کیا جا سکتا''

(مسند ابو داؤد طیالسی ص۱۹۲ مسند ابو بصرہ غفاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ کو معمولاً قبا میں تشریف لے جایا کرتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی التزام کرلیا تھا۔(مسلم کتاب الحج باب فضل مسجد قبا)ایک دن حضرت عبداللہ بن قیس بن مخرمہ مسجد قبا کے پاس سے خچر پر سوار ہو کر نکلے، دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ پا پیادہ جا رہے ہیں، خچر سے اتر کر کہا کہ ''چچا جان اس پر سوار ہو لیجئے'' بولے اگر سواری درکار ہوتی تو مل سکتی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس مسجد میں پا پیادہ آ کر نماز پڑھا کرتے تھے اسلئے میں بھی پا پیادہ آنا پسند کرتا ہوں''

(مسند ابن حنبل جلد۲ص ۱۹)

ایک صحابیہ نے مسجد قبا تک پیادہ جانے کی نذر مانی تھی، ابھی نذر پوری کرنے بھی نہ پائی تھیں کہ انتقال ہوگیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فتوی دیا کہ ان کی صاحبزادی نذر پوری کریں۔

(موطا امام محمد کتاب الایمان والنذ و باب الرجل یحلف بالمشی الی بیت اللہ)

فرائض مذہبی کے ادا کرنے میں جسمانی تکلیفیں اٹھانا:

ہم کو ہر قسم کی آسانیاں حاصل ہیں تاہم مذہبی فرائض و اعمال ادا نہیں کرتے لیکن صحابہ کرامؓ ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرتے تھے اور فرائض اسلام کو بخوشی ادا کرتے تھے، حضرت علیؓ کو اکثر مذی کے قطرے آجایا کرتے تھے اس لئے وہ عموماً نہاتے رہتے تھے جب بار بار کے نہانے سے انکی پیٹھ پھٹ گئی تو انہوں نے رسول اللہ سے اسکا ذکر کیا، آپ نے فرمایا ''اسکے لئے وضو کافی ہے''

(ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب فی المذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ظہر کی نماز پڑھتے تھے تو دھوپ کی شدت سے زمین اس قدر گرم رہتی تھی کہ بعض صحابہ مٹھی میں کنکریاں اٹھا کر اسکو ٹھنڈا کرتے تھے، پھر سامنے رکھ کر اس پر سجدہ کرتے تھے۔(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب فی صلوۃ الظہر)حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ:۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الظهر

بالهاجرة ولم يكن يصلی صلوة اشد علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منہا

(ابو اذؤد کتاب الصلوٰة باب فی وقت العصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھیک دوپہر کے وقت ظہر پڑھتے تھے اور آپ کی کوئی نماز صحابہ پر ظہر سے زیادہ شاق اور سخت نہ تھی۔

ایک بار سورج گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کسوف پڑھائی اور قیام وقعود اور رکوع وسجود میں اس قدر دیر لگائی کہ بہت سے صحابہ بے ہوش ہو گئے اور ان پر پانی کی مشکیں ڈالی گئیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الکسوف)

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو مٹادیا تاہم ذوق عبادت میں حضرت حمنہ بنت جحشؓ برابر مصروف نماز رہتی تھیں اور جب تھک جاتی تھیں تو مسجد کے دونوں ستونوں میں ایک رسی باندھ رکھی تھی اس سے لٹک جاتی تھیں تاکہ نیند نہ آنے پائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رسی کو دیکھا تو فرمایا ''انکو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہیے جوانکی طاقت میں ہو اگر تھک جائیں تو بیٹھ جانا چاہیے'' چنانچہ وہ رسی کھلوا کر پھینکوادی۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ ابواب التطوع ورکعات السنتہ باب النعاس فی الصلوۃ)

<u>شوق حصول ثواب:</u>

صحابہ کرامؓ کے تمام اعمال کا محور صرف ثواب آخرت تھا اسی کیلئے وہ طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے تھے اور اسی پر انہوں نے اپنے تمام عیش وآرام کو قربان کردیا تھا۔ ایک صحابیؓ کا گھر مسجد سے بہت دور تھا، لیکن انکی کوئی جماعت قضا نہیں ہوتی تھی ایک صحابیؓ نے ان سے کہا کہ ''کاش آپ ایک گدھا خرید لیتے جس پر دن کی دھوپ اور رات کے اندھیرے میں سوار ہو کر شریک نماز ہوتے'' انہوں نے جواب دیا کہ ''میں سرے سے یہی نہیں پسند کرتا کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سامنے اسکا ذکر آیا تو آپ نے وجہ پوچھی، بولے کہ ''میرا مقصد یہ ہے کہ میری طویل آمد ورفت داخل حسنات ہو'' آپ نے یہ سن کر فرمایا ''خدا نے تم کو یہ دے دیا''

(ابوداؤد باب ماجاء فی فضل المشی الی الصلوٰۃ)

آپ نے فرمایا تھا کہ ''مسجد کی طرف جو قدم اٹھتا ہے اس پر ثواب ملتا ہے'' اس لئے صحابہ کرامؓ نماز کو آتے تھے تو قدم قریب قریب رکھتے تھے کہ نقش قدم کی تعداد بڑھ جائے۔اوراس پر ثواب ملے۔(نسائی کتاب الامامتہ باب المحافظہ علی الصلوٰۃ حیث ینادی بہن)

حضرت مالک بن عبداللہؓ نے حضرت حبیب بن مسلمہؓ کو دیکھا کہ گھوڑا ساتھ ہے اور خود پاپیادہ جارہے ہیں، بولے ''خدا نے سواری دی ہے تو سوار کیوں نہیں ہو لیتے؟'' بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''خدا کی راہ میں جس شخص کے پاؤں غبار آلود ہو جائیں خدا اسکو آگ پر حرام کر دیتا ہے'' (مسند دارمی فی فضل الغبار فی سبیل اللہ) یعنی پیدل اس لئے چلتا ہوں کہ پاؤں میں مٹی لگ جائے تاکہ اس بشارت سے مجھ کو بھی حصہ ملے۔''

ایک روز حضرت جابرؓ سخت دھوپ میں پاپیادہ اپنے خچر کو ہانکتے ہوئے جارہے تھے۔ راستہ میں فوج سے ملاقات ہوگئی تو اسکے سپہ سالار نے کہا ''خدا نے آپ کو سواری دی ہے پھر سوار کیوں نہیں ہو لیتے؟'' بولے ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جس شخص کے پاؤں خدا کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں، اللہ تعالی اسکو آگ پر حرام کر دیتا ہے یہ سن کر تمام فوج گھوڑے سے اتر گئی۔(مسند ابوداؤد طیالسی ص ۲۴۴ الافراد عن جابر)

پابندی نذر وقسم:

ہم لوگ ہر وقت قسمیں کھایا کرتے ہیں اور ہم کو محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کس قدر ذمہ داری کا کام ہے، لیکن صحابہ کرامؓ بہت کم قسم کھاتے تھے اور جس بات پر قسم کھالیتے تھے اسکو پورا کرتے تھے، ایک بار حضرت عائشہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہوگئیں اور قسم کھالی

کہ اب ان سے کبھی بات چیت نہ کریں گی۔ لیکن جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دوسرے صحابہؓ کی سفارش پہنچائی تو رو کر کہنے لگیں۔

انی نذرت والنذر شدید

''میں نے نذر مان لی ہے اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہے''

بالآخر اصرار و سفارش سے معاف کر دیا اور کفارہ قسم میں ۴۰ غلام آزاد کیے۔

(بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ)

حضرت عمرؓ خلافت کاروبار میں مشغول رہتے تھے اسلئے اپنے دربان کو حکم دیا تھا کہ اگر وہ کوئی قسم کھالیں اور مصروفیت کی وجہ سے اس کو پورا نہ کرسکیں تو وہ ان کی طرف سے کفارے میں دس فقیر کو پانچ صاع گیہوں دیدے۔ یعنی ہر فقیر کو نصف صاع۔

(موطائے امام محمد کتاب الایمان والنذور وادنیٰ ما یجزی فی کفارۃ الیمین)

حضرت کردمؓ نے کوہ بوانہ پر پچاس بکریوں کے ذبح کرنے کی نذر مانی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے ایفاء کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ ''وہاں کوئی بت تو نصب نہیں ہے۔ بولے ''نہیں'' اب آپ نے نذر پوری کرنے کی اجازت دے دی، انہوں نے بکریاں جمع کیں اور ان کو ذبح کرنے لگے، سوئے اتفاق سے ایک بکری بھاگ گئی، وہ اس کی جستجو میں نکلے تو یہ کہتے جاتے تھے کہ ''خداوندا میری نذر پوری کر'' چنانچہ جب اس بکری کو پکڑ کر ذبح کرلیا تو ان کو تسکین ہوئی۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت میمونہ بنت کردم)

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو ناجائز قرار دیا تھا، تاہم بعض صحابہؓ ناواقفیت کی وجہ سے نہایت تکلیف دہ نذریں مانتے تھے اور ان کو پورا کرتے تھے ایک بوڑھے صحابیؓ نے پاپیادہ حج کرنے کی نذر مانی اور اس کو پورا کیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع فرمایا، ایک اور صحابیہؓ نے بھی اسی قسم نذر مانی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی۔ (بخاری کتاب الحج باب من نذر المشی الی الکعبۃ) ایک بار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابیہ کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہیں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ نذر مانی ہے کہ نہ بیٹھیں گے نہ سائے میں کھڑے ہوں گے نہ کسی سے بولیں گے اور روزہ رکھیں گے، آپ نے فرمایا کہ "ان سے کہہ دو کہ یہ سب چھوڑ دیں اور صرف روزے کو پورا کریں۔ (بخاری کتاب النذر باب النذر فیما لا یملک او فی معصیۃ)

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

تبجیل الرسُول

برکت اندوزی:

صحابہ کرام مختلف طریقوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے ، مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو انکو آپ کی خدمت میں حاضر کرتے آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے اور اس کیلئے برکت کی دعا فرماتے ، حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ میں بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئیں ۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی ، اس کے بعد آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپکی خدمت میں لائے ، آپ نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ میں کھجور ڈال کے اس کے منہ میں ڈالی اور اس کو برکت کی دعا دی ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تو انکی والدہ حضرت اسماءؓ انکو لے کر آئیں اور آپ کی گود میں رکھ دیا، آپ نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو انکے منہ میں ڈال دیا پھر برکت کی دعا کی، آپ بعض بچوں کے منہ میں کلی کر دیتے بعض کے منہ میں لعاب دہن ڈال دیتے اور بعض کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ۔ (بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء للصبیان بالبرکتہ ومسح رؤسہم وکتاب العقیقہ باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یعق عنہ وتحنیکہ)

حضرت زہرہ بن معبدؓ ایک صحابی تھے، بچپن ہی میں انکی والدہ انکو آپکی خدمت میں لائیں اور کہا کہ "اس سے بیعت لیجئے" آپ نے فرمایا "ابھی بچہ ہے" یہ کہہ کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی چنانچہ جب انکولیکر ان کے دادا غلہ خریدنے کے لئے بازار جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ "ہم کو بھی شریک کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے۔"

(بخاری کتاب الشرکتہ باب الشرکتہ فی الطعام)

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

وتوفر دواعی الصحابة علی احضار اولادھم الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا لتماس برکتہ،

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برکت حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرامؓ کو آپ کی خدمت میں اپنی اولاد کے حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا۔

نماز فجر کے بعد صحابہ کرامؓ کے ملازم برتنوں میں پانی لے کر حاضر ہوتے آپ ان میں دست مبارک ڈال دیتے وہ متبرک ہو جاتا۔ (مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی من الناس وتبرکھم بہ)

جب پھل پختہ ہوتے تو آپ کی خدمت میں پیش کرتے آپ برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جو موجود ہوتا اس کو دے دیتے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب اذا اتی باول الثمرۃ و ترمذی کتاب الدعوات باب مایقول اذارای الباکورۃ من الثمر) آپ کے وضو کا بچا کچھا پانی صحابہؓ کیلئے آب حیات تھا جس پر وہ جان دے دیتے تھے ایک بار حضرت بلالؓ نے آپؐ کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ نے اس کو جھپٹ لیا۔ (نسائی کتاب الطہارۃ باب الانتفاع بفضل الوضوء)

ایک دن آپؐ نے وضو کیا، پانی بچ گیا تو صحابہ نے اس کو لے کر جسم پر مل لیا، (بخاری کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس) ایک بار آپؐ سر منڈوا رہے تھے، صحابہ کرام نے آپ کو گھیر لیا، حجام سر مونڈتا جاتا تھا اور صحابہ اوپر ہی اوپر سے بالوں کو اچک لینا چاہتے تھے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی علیہ السلام وتبرکھم)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو محذورہؓ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر دیا اسکے بعد انہوں نے عمر بھر نہ سر کے آگے کے بال کٹوائے، نہ مانگ نکالی۔ بلکہ اسکو

بطور متبرک یادگار کے قائم رکھا۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب کیف الاذان)

آپؐ جب صحابہ کرامؓ کے مکان پر تشریف لاتے تو وہ آپ سے برکت حاصل کرنے کی درخواست کرتے، ایک بار آپ ایک صحابی کے گھر پر تشریف لائے، انہوں نے دعوت کی جب چلنے لگے تو گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کی کہ "میرے لئے دعا فرمائیے" آپ نے دعائے برکت و دعائے مغفرت فرمائی۔ (ابو داؤد کتاب الاشربہ فی النفخ فی الشرب)

ایک بار آپ حضرت سعدؓ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا انہوں نے آہستہ سے جواب دیا، ان کے صاحبزادے نے کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذن نہیں دیتے" بولے "چپ رہو مقصد یہ ہے کہ آپ ہم پر بار بار سلام کریں" آپ نے دوبارہ سلام کیا، پھر اسی قسم کا جواب ملا، تیسری بار سلام کر کے آپ واپس چلے تو حضرت سعدؓ پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے آئے اور کہا کہ "میں آپ کا سلام سنتا تھا، لیکن جواب اس لئے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کریں۔" (ایضا کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان)

محافظت یادگار رسول:

صحابہ کرام کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکثر یادگاریں محفوظ تھیں جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔ حضرت علی بن حسینؒ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے زمانے میں یزید کے دربار سے پلٹ کر مدینہ میں آئے تو حضرت مسور بن مخرمہؓ ملے اور مجھ سے کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار مجھے دیدو ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اسکو چھین لیں خدا کی قسم اگر تم نے مجھے یہ تلوار دی تو جب تک جسم میں جان باقی ہے کوئی شخص اسکی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتا" (ابو داؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ ان تجمع بینہن من النساء)

حضرت عائشہ کے پاس آپ کا ایک جبہ محفوظ تھا جب انکا انتقال ہوا تو حضرت اسماء

نے اسکو لے لیا اور محفوظ رکھا چنانچہ جب ان کے خاندان میں کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو شفاء حاصل کرنے کیلئے دھوکر اس کا پانی پلاتی تھیں۔ (مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۴۸)

بہت سے صحابہ ان یادگاروں کو زاد آخرت سمجھتے تھے اور ان کو بعد مرگ بھی اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے، جب آپ حضرت انسؓ کے گھر تشریف لاتے تھے تو انکی والدہ آپ کے پسینے کو ایک شیشی میں بھر کر اپنی خوشبو میں ملا دیتی تھی چنانچہ جب حضرت انسؓ نے انتقال کیا تو وصیت کی کہ یہ خوشبو ان کے حنوط میں شامل کی جائے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آپ کے بال کو بھی شیشی میں بھر لیتی تھیں۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں پہلے تو اس کو ایک بے جوڑ چیز سمجھا ہے، لیکن اسکے بعد لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اس کے علاوہ بال مراد ہیں جو کنگھی کرنے میں آپ کے سر سے جھڑ جاتے تھے، پھر حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب منیٰ میں اپنے بال منڈوائے تو حضرت ابو طلحہؓ نے آپ کے بال لے لئے اور انکو حضرت انسؓ کی والدہ کے حوالے کیا، جن کو انہوں نے اپنی خوشبو میں شامل کر لیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس خوشبو میں یہ بال شامل تھے اسی میں وہ پسینے کو بھی شامل کر لیتی تھیں۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب من زار قوماً فقال عندہم)

غزوۂ خیبر میں آپ نے ایک صحابیہ کو خود دستِ مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا، وہ اس کی اس قدر قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں، تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے۔ (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۳۸۰)

حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آپکی ایک قمیض، ایک تہ بند، ایک چادر اور چند موئے مبارک تھے، انہوں نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن میں لگائے جائیں اور موئے مبارک منہ اور ناک میں بھر دیئے جائیں۔ (نزہتہ الابرار تذکرہ حضرت امیر معاویہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا، حضرت عائشہؓ

نے ان کو محفوظ رکھا تھا، چنانچہ ایک دن انہوں نے ایک صحابی کو ایک یمنی تہ بند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ "خدا کی قسم آپ نے ان ہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا"۔ (ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الصوف والشعر)

ایک صحابی کو آپ نے سیاہ ریشم کا ایک عمامہ عطا فرمایا تھا انہوں نے اس کو محفوظ رکھا تھا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے چنانچہ ایک بار بخارا میں خچر پر سوار ہو کر نکلے تو عمامہ دکھا کر کہا کہ "اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا"۔ (ایضاً باب ماجاء فی الخز)

آپ کے چند بال حضرت امّ سلمہؓ نے بطور یادگار کے محفوظ رکھے تھے اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تو ایک برتن میں پانی بھر کر بھیج دیتا تھا اور وہ اس میں بالوں کو دھو کر واپس کر دیتیں تھیں جسکو وہ شفا حاصل کرنے کے لئے پی جاتا تھا یا اس سے غسل کر لیتا تھا۔

(بخاری کتاب اللباس باب مایذکر فی الشیب مع فتح الباریؒ)

خلفاء ان یادگاروں کی نہایت عزت کرتے تھے اور ان سے برکت اندوز ہوتے تھے ایک بار آپ نے کسی عجمی بادشاہ کے نام خط لکھنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ "جب تک خط پر مہر نہ ہو اہل عجم اسکو نہیں پڑھتے" اسلئے آپ نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی جس کے نگینہ پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا، اس انگوٹھی کو خلفائے ثلاثہ نے محفوظ رکھا تھا۔ اخیر میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے ایک کنویں میں گر پڑی انہوں نے تمام کنویں کا پانی نچوا ڈالا، لیکن یہ گوہر نایاب نہ مل سکا۔

(ابوداؤد اول کتاب الخاتم)

حضرت کعب بن زہیرؓ کے قصیدے کے صلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی چادر عنایت فرمائی تھی، یہ چادر امیر معاویہؓ نے ان کے صاحبزادے سے خرید لی اور ان کے بعد تمام خلفاء عیدین میں وہی چادر اوڑھ کر نکلتے تھے۔ (اصابہ تذکرہ حضرت کعب بن زہیرؓ)

آپ جس پیالے میں پانی پیتے تھے وہ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس محفوظ تھا ایک بار وہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اسکو چاندی کے تار سے جڑوایا اس میں ایک لوہے کا حلقہ بھی لگا ہوا تھا، لیکن بعد کو حضرت انسؓ نے اس میں سونے یا چاندی کا حلقہ لگوانا چاہا لیکن حضرت ابوطلحہؓ نے منع کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کام کیا ہے اس میں تغیر نہیں کرنا چاہیے آپ کے دو اور پیالے حضرت سہلؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے پاس محفوظ تھے۔ (بخاری کتاب الاشربہ باب الشرب من قدح النبیؐ)

ایک دن آپ حضرت ام سلیمؓ کے مکان پر تشریف لائے، گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا آپ نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا، حضرت ام سلیمؓ نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار کے رکھ لیا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیمؓ)

آپ حضرت شفاء بنت عبداللہؓ کے یہاں کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس غرض سے انہوں نے آپ کیلئے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہبند بنوالیا تھا جس کو پہن کر آپ استر احت فرماتے تھے یہ یارگاریں ایک مدت تک انکے پاس محفوظ رہیں، اخیر میں مروان نے ان سے لے لیا۔

(اسدالغابہ تذکرہ حضرت شفاء بنت عبداللہؓ)

ان یادگاروں کے علاوہ صحابہ کرام آپ کی ہر چیز کو یادگار سمجھتے تھے اور لوگوں کو اسکی زیارت کرواتے تھے، حضرت نافعؒ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں آپ معتکف ہوتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الصیام باب ان یکون الاعتکاف)

ادب رسول:

صحابہ کرام جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام کرتے تھے اسکا اظہار سینکڑوں طریقے سے ہوتا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے

ادب وعظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کر لیتے، ایک صحابیہ فرماتی ہیں کہ

جمعت علی ثیابی حین امسیت فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

(ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی عدۃ الحامل)

''شام ہوئی تو میں نے کپڑے پہن لئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی''

بغیر طہارت کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپؐ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے ، مدینہ کے کسی راستے میں آپ سے ابو ہریرہؓ کا سامنا ہو گیا۔ ان کو نہانے کی ضرورت تھی، گوارا نہ ہوا کہ اس حالت میں آپ کے سامنے آئیں اس لئے آپ کو دیکھا تو کترا گئے اور غسل کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ ''ابو ہریرہؓ کہاں تھے''؟ بولے ''میں پاک نہ تھا، اسلئے آپؐ کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا''۔ (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الجنب یصافح)

آپ کے سامنے بیٹھتے تو فرط ادب سے تصویر بن جاتے، احادیث میں اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے،

کانما علی رؤسھم الطیر

یعنی صحابہؓ آپ کے سامنے اس طرح بیٹھتے تھے گویا انکے سروں پر چڑیا بیٹھی ہوئی ہے۔

(ابواؤدداول کتاب الطب باب الرجل یتداوی)

گھر میں بچے پیدا ہوتے تو ادب سے ان کا نام محمد نہ رکھتے ایک دفعہ ایک صحابی کے گھر میں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے محمد نام رکھا لیکن انکی قوم نے کہا ''ہم نہ یہ نام رکھنے دیں گے نہ اس کنیت سے تم کو پکاریں گے، تم اسکے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ کر لو وہ بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو ارشاد ہوا کہ ''میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو''۔ (مسلم کتاب الآداب النہی عن التکنی بابی القاسم وبیان ما یستحب من الاسماء)

اگر راستے میں کبھی ساتھ ہو جاتا تو ادب سے آپ کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے، ایک بار حضرت عقبہ بن عامرؓ آپکا خچر ہانک رہے تھے، آپ نے فرمایا "سوار کیوں نہیں ہو لیتے؟ لیکن انہوں نے اس کو بڑی بات سمجھا کہ آپؐ کے خچر پر سوار ہوں، تاہم امتثالاً للامر تھوڑی دور تک سوار ہو لیے۔ (نسائی کتاب الاستعاذہ ص ۸۰۳)

فرط ادب سے کسی بات میں آپ سے تقدم یا مسابقت گوارا نہ کرتے، آپ غزوۂ تبوک کے سفر میں قضائے حاجت کیلئے صحابہؓ سے الگ ہو گئے، نماز فجر کا وقت آ گیا تو صحابہؓ نے آپؐ کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی امامت میں نماز شروع کر دی آپ پہنچے تو ایک رکعت نماز ہو چکی تھی اسلئے آپ دوسری رکعت میں شریک ہوئے نماز ہو چکی تو تمام صحابہ نے اس کو بے ادبی بلکہ گناہ خیال کیا اور سب کے سب (بطور استغفار کے) سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگے، آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "تم نے اچھا کیا" (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین)

ایک بار آپ کسی نزاع چکانے کیلئے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں گئے نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آیا کہ نماز پڑھا دیجئے، وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ آ کر شریک جماعت ہو گئے، لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کیں، حضرت ابوبکرؓ اگرچہ نماز میں کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے تاہم جب لوگوں نے متصل تالیاں بجائیں تو مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آپ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو، انہوں نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ آپ نے انکی امامت کو پسند فرمایا، پھر پیچھے ہٹ آئے اور آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ "جب میں نے حکم دیا تو تم کیوں اپنی جگہ سے ہٹ آئے؟ بولے کہ "ابن قحافہ کا یہ منہ نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے نماز پڑھائے" (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب التصفیق فی الصلوۃ)

ایک بار آپؐ پیدل جا رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک صحابیؓ گدھے پر سوار آئے

آپکو پیدل دیکھاتو خودفرط ادب سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ کو آگے سوار کرنا چاہا، لیکن آپؐ نے فرمایا ''تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو البتہ اگر تمھاری اجازت ہو تو میں آگے بیٹھ سکتا ہوں''

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب رب الدابۃ احق بصدر ہا)

اگر کبھی آپؐ کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپ کھانا شروع نہ کرتے تمام صحابہ فرط ادب سے کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے۔ (ایضاً کتاب الاطعمہ باب التسمیہ علی الطعام)

ادب کے مارے آپ سے آگے چلنا پسند نہیں کرتے، ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نکل نکل جاتا تھا، حضرت عمرؓ نے انکو ڈانٹا کہ کوئی آپؐ سے آگے نہ بڑھنے پائے'' (بخاری کتاب الہبہ باب من اہدی لہ ہدیۃ وعندہ جلساءفہواحق بہا)

کسی چیز میں آپؐ کے مقابلہ کی جرات نہ کرتے، ایک بار چند صحابہ جو قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے باہم تیراندازی میں مقابلہ کررہے تھے، آپؐ نے فرمایا ''اے بنواسمٰعیل تیر پھینکو کیونکہ تمھارا باپ تیرانداز تھا، اور میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں'' دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رک گئے آپ نے پوچھا کہ ''تیر کیوں نہیں پھینکتے''؟ بولے ''اب کیوں کر مقابلہ کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہیں'' فرمایا ''تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں'' (ایضاً کتاب الجہاد باب التحریض علی الرمی) حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اس لئے رک گئے کہ اگر وہ گروہ اپنے فریق پر غالب آگئے درآنحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ ہیں تو آپ بھی مغلوب ہو جائیں گے، اس لئے انہوں نے ادب سے مقابلہ ہی کرنا چھوڑ دیا۔

اس ادب واحترام کا نتیجہ یہ تھا کہ آپکی نسبت کسی قسم کی سوئے ادبی گوارانہ کرتے آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام فرمایا،

اور آپ نیچے کے حصے میں اور انکے اہل وعیال اوپر کے حصے میں رہنے لگے، ایک رات حضرت ابوایوب انصاریؓ بیدار ہوئے تو کہا کہ ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر چلیں پھریں''اس خیال سے تمام اہل وعیال کو ایک کونے میں کر دیا صبح کو آپ کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ اوپر قیام فرمائیں ارشاد ہوا کہ نیچے کا حصہ ہمارے لئے زیادہ موزوں ہے'' بولے کہ ''جس چھت کے نیچے آپ ہوں ہم اس پر نہیں چڑھ سکتے''

مجبوراً آپ کو بالاخانہ پر قیام کرنا پڑا''

(مسلم کتاب الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم وانۃ ینبغی لمن اراد خطاب الکبار ترکہ وکذا ما فی معناہ)

بعض صحابہ آپ سے سن میں بڑے تھے لیکن انکو فرط ادب سے یہ گوارا نہ تھا کہ ان کو آپ سے بڑا کہا جائے۔ ایک بار حضرت عثمانؓ نے ایک صحابی سے پوچھا ''آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' بولے ''بڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں البتہ میں آپ سے پہلے پیدا ہوا''

(ترمذی ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب ماجاء فی میلاد النبی)

اگر غیر دانستگی میں بھی آپکی شان میں کوئی گستاخانہ کلمہ نکل جاتا تو اس کی معافی چاہتے ایک صحابیہ کا بچہ مر گیا تھا اور وہ اس پر رو رہی تھیں، آپ کا گزر ہوا تو فرمایا، ''خدا سے ڈرو اور صبر کرو'' بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پروا ہے، آپ چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی کہ ''میں نے حضور کو نہیں پہچانا تھا''

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمۃ)

اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق آپ کی نسبت گستاخی کا خیال ہوتا تو صحابہ کرام سخت برہم ہوتے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ کاشانہ نبوت میں آئے دیکھا کہ حضرت عائشہ باآواز بلند بول رہی ہیں، فوراً طمانچہ اٹھایا اور کہا کہ ''اب کبھی آپ کے سامنے آواز بلند نہ ہونے

پائے''۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح)

آپ پر ایک شخص کا کچھ قرض آتا تھا، اس نے گستاخانہ طریقے سے تقاضہ کیا تو تمام صحابہ اس پر ٹوٹ پڑے، بالآخر خود آپ نے بیچ بچاؤ کیا۔

(ابن ماجہ ابواب الصدقات باب لصاحب الحق سلطان)

ایک بار آپ سفر میں تھے، ایک بدو آیا اور وحشیانہ لہجہ میں باآواز بلند پکارا ''یا محمدؐ''، ''یا محمدؐ''، صحابہ کرامؓ نے کہا ''ہیں'' ''ہیں'' یہ کیا؟ یہ منع ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبہ والاستغفار وماذکر من رحمتہ اللہ لعبادہ)

ایک بار آپ نے فرمایا کہ انصار کے خاندان میں سب سے افضل بنونجار ہیں، پھر بنو عبد الاشہل، پھر بنو حارث بن الخزرج، پھر بنو ساعدہ، ان کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہیں، حضرت سعد بن عبادۃ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے انکو جب معلوم ہوا کہ آپ نے ان کے قبیلہ کو چوتھے نمبر پر رکھا تو انکو کسی قدر ناگوار ہوا، بولے ''میرے گدھے پر زین کسو، میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا''، لیکن انکے بھتیجے حضرت سہلؓ نے کہا ''کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تردید کیلئے جاتے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجوہ فضیلت کے سب سے زیادہ عالم ہیں یہ کیا کم ہے کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے۔'' (مسلم کتاب الفضائل باب فی خیر دور الانصار)

صلح حدیبیہ کے بعد کافروں اور مسلمانوں میں اختلاط ہو گیا، حضرت سلمہؓ آئے اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، چار مشرک بھی اس جگہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کیا، انکو گوارا نہ ہو سکا، اٹھ گئے دوسری جگہ چلے گئے اور چار مشرک بھی ہتھیار کو لٹکا کر سو رہے، اسی حالت میں شور ہوا کہ ابن زنیم قتل کر دیا گیا، حضرت سلمہؓ

نے موقع پا کر تلوار میان سے کھینچ لی چاروں پر حالت خواب میں حملہ کر کے انکے تمام ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اور کہا کہ "اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو عزت دی، تم میں سے جو شخص سر اٹھائے گا اسکا دماغ پاش پاش کر دیا جائے گا"

(مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا)

ایک شخص کا نام محمد تھا، حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی انکو گالی دے رہا ہے بلا کر کہا کہ "دیکھو تمھاری وجہ سے محمدؐ کو گالی دی جا رہی ہے اب تا دم مرگ تم اس نام سے پکارے نہیں جا سکتے" چنانچہ اسی وقت انکا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا، پھر بنو طلحہ کے پاس پیغام بھیجا کہ جو لوگ اس نام کے ہوں سب کے نام بدل دیئے جائیں، اتفاق سے وہ لوگ سات آدمی تھے اور ان کے سردار کا نام محمد تھا، لیکن انہوں نے کہا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے میرا نام محمد رکھا ہے" بولے "اب میرا اس پر کچھ زور نہیں چل سکتا" (مسند ابن حنبل جلد ۴ص ۲۱۶)

چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر آپ کے ساتھ کسی قسم کی گستاخی کرتے تو صحابہ کرامؓ ان کو ڈانٹ دیتے، حضرت ام خالدؓ اپنے باپ کے ساتھ حاضر خدمت ہوئیں اور بچپن کی وجہ سے خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگیں، ان کے والد نے ڈانٹا، لیکن آپ نے فرمایا کھیلنے دو۔ (بخاری کتاب الجہاد باب من تکلم بالفارسیۃ والرتنہ)

جو چیزیں شان نبوت کے خلاف ہوتیں، صحابہ کرامؓ آپ کے سامنے انکے ذکر تک کو سوء ادب سمجھتے، آپ نے جب عمرہ قضا ادا فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آپ کے آگے آگے اشعار پڑھتے چلتے تھے، حضرت عمرؓ نے سنا اور فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور حدود حرم کے اندر شعر پڑھتے ہو"؟ لیکن آپ نے خود اسکو مستحسن خیال فرمایا

۔

ایک بار کچھ لوگوں نے جمعہ کے دن آپ کے منبر کے سامنے شور وغل کرنا شروع کیا، حضرت عمرؓ نے ڈانٹا کہ آپ کے منبر کے سامنے آواز اونچی نہ کرو۔

(مسلم کتاب الامارۃ فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ)

یہ تعظیم، یہ ادب، یہ عزت آپ ہی کی زندگی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ آپ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرامؓ آپ کا اسی طرح ادب کرتے تھے، آپ کے وصال کے بعد قبر کے متعلق اختلاف ہوا کہ لحد کھودی جائے یا صندوق اس پر لوگوں نے شوروغل کرنا شروع کیا ۔حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ کے سامنے موت وحیات دونوں حالتوں میں شوروشغب نہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الشق)

صحابہ کرامؓ کے اس ادب واحترام کا منظر صلح حدیبیہ میں عروہ کو نظر آیا تو وہ سخت متاثر ہوا اس نے صلح کے متعلق آپ سے گفتگو کی تو عرب کے طریقے کے مطابق ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن جب ہاتھ بڑھاتا تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ تلوار کے ذریعہ سے روک دیتے تھے ۔اس واقعہ سے عروہ کو اس طرف توجہ ہوگئی اور اس نے صحابہ کے طرز عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا تو اس پر یہ اثر پڑا کہ پلٹا تو کفار سے بیان کیا کہ ”میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں لیکن محمدؐ کے اصحاب جس قدر محمدؐ کی تعظیم کرتے ہیں اس قدر کسی بادشاہ کے رفقاء نہیں کرتے اگر وہ تھوکتے ہیں تو لوگوں کے ہاتھ میں ان کا تھوک گرتا ہے اور وہ اپنے جسم وچہرہ پر اس کو مل لیتے ہیں اگر وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص مسابقت کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ وضو کرتے ہیں تو وہ لوگ بچے کچھے پانی کیلئے باہم لڑ پڑتے ہیں اگر ان کے سامنے بولتے ہیں تو ان کی آوازیں پست ہوجاتی ہیں اور ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے“ (بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصافحۃ مع اہل العرب)

جانثاری:

صلح حدیبیہ میں جب عروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ”میں آپ کے سامنے ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے“ تو

حضرت ابوبکرؓ کے دل پر اس طنز آمیز فقرہ نے نشتر کا کام دیا اور انہوں نے برہم ہو کے کہا ''ہم اور آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے'' (ایضاً) یہ ایک قول تھا جس کی تائید ہر موقع پر صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل سے کی۔

ابتدائے اسلام میں ایک بار آپ نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کا گلا گھونٹنا چاہا، حضرت ابوبکرؓ نے اس کو دھکیل دیا اور کہا کہ ایک آدمی کو صرف اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا خدا اللہ ہے، حالانکہ وہ تمھارے خدا کی جانب سے دلائل لے کر آیا ہے''۔

(بخاری کتاب المناقب باب فضائل ابی بکرؓ)

ہجرت کے بعد آپ اور بھی خطرات میں مبتلا ہو گئے تھے کفار کے علاوہ اب منافقین اور یہودنئے دشمن پیدا ہو گئے تھے جن کا رات دن ڈر لگا رہتا تھا اس لئے آپ کو اکثر پاسبانی کی ضرورت ہوتی تھی اور صحابہ کرامؓ آپ کی حفاظت کیلئے اپنے آپ کو ان تمام خطرات میں ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ ابتدائے ہجرت میں آپ ایک شب بیدار ہوئے تو فرمایا ''کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرتا'' تھوڑی دیر کے بعد ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی، آپؐ نے آواز سن کر فرمایا ''کون؟'' جواب ملا'' میں سعد بن ابی وقاص'' فرمایا کیوں آئے'' بولے'' میرے دل میں آپ کی نسبت خوف پیدا ہوا اس لئے حفاظت کے لئے حاضر ہوا''

(ترمذی کتاب الفضائل باب مناقب سعد ابی وقاصؓ)

ان خطرات کی وجہ سے اگر آپ تھوڑی دیر کیلئے بھی آنکھ سے اوجھل ہو جاتے تھے تو جاں نثاروں کے دل دھڑکنے لگتے تھے، آپ ایک دن صحابہ کرامؓ کے حلقہ میں رونق افروز تھے کسی ضرورت سے اٹھے تو پلٹنے میں دیر ہو گئی، صحابہ کرامؓ گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی چشم زخم تو نہیں پہنچا، حضرت ابو ہریرہؓ اسی پریشانی کی حالت میں گھبرا کر آپ کی جستجو میں انصار کے ایک باغ میں پہنچے دروازہ ڈھونڈا تو نہیں ملا۔ دیوار میں پانی

کی ایک نالی نظر آئی اس میں گھس کر آپ تک پہنچے اور صحابہ کی پریشانیوں کی داستان سنائی ۔

(مسلم کتاب الایمان باب ماتقی اللہ من الایمان وہو غیر شاک فیہ دخل الجنتہ وحرم علی النار)

غزوات میں یہ خطرات اور بھی بڑھ جاتے تھے اس لئے صحابہ کرامؓ کی جاں نثاری میں اور بھی ترقی ہو جاتی تھی ۔

غزوۂ ذات الرقاع میں ایک صحابی نے ایک مشرک کی بی بی کو گرفتار کیا، اس نے انتقام لینے کیلئے قسم کھائی کہ ''جب تک اصحابِ محمدؐ میں کسی صحابی کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلوں گا چین نہ لوں گا'' اس لئے جب آپ واپس ہوئے تو اس نے تعاقب کیا آپ منزل پر فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا کہ ''کون میری حراست کی ذمہ داری اپنے سر لے گا''؟ مہاجرین انصار دونوں میں سے ایک ایک بہادر اس شرف کے حاصل کرنے کیلئے اٹھے، آپؐ نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جا کر متمکن ہو جائیں، (کہ وہی کنار کا کمین گاہ ہو سکتا تھا) دونوں بزرگ وہاں پہنچے تو مہاجر بزرگ سو گئے اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی، مشرک آیا اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، تین تیر مارے اور تینوں انکے جسم میں ترازو ہو گئے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے ۔

(ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الدم)

آپ غزوہ حنین کیلئے نکلے تو ایک صحابی نے شام کے وقت خبر دی کہ میں نے آگے جا کر پہاڑ کے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن کے زن و مرد چارپایوں اور مویشیوں کو لے کر امنڈ آئے ہیں آپ مسکرائے اور فرمایا کہ ''آج میری پاسبانی کون کرے گا'' حضرت انسؓ بن ابی مرثد غنوی نے کہا ''میں یا رسول اللہؐ'' ارشاد ہوا کہ ''سوار ہو جاؤ'' وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تو فرمایا کہ ''اس گھاٹی کے اوپر چڑھ جاؤ، آپ نماز فجر کیلئے اٹھے تو صحابہ سے فرمایا کہ ''تمھیں اپنے شہ سوار کی بھی خبر ہے''؟ صحابہ نے عرض کی ''ہمیں

تو کچھ خبر نہیں'' جماعت قائم ہوئی تو آپ نماز پڑھاتے جاتے تھے اور مڑ مڑ کے گھاٹی کی طرف دیکھتے جاتے تھے، نماز ادا کر چکے تو فرمایا ''لو مبارک تمھارا شہ سوار آ گیا، صحابہ کرامؓ نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان سے دیکھا تو وہ آ پہنچے اور خدمت مبارک میں حاضر ہو کر سلام کیا اور کہا کہ میں گھاٹی کے بلند ترین حصے پر جہاں آپ نے مامور فرمایا تھا چڑھ گیا، صبح کو دونوں گھاٹیاں بھی دیکھیں تو ایک متنفس بھی نظر نہ آیا، آپ نے فرمایا ''کبھی نیچے بھی اترے تھے''؟ بولے ''صرف نماز اور قضائے حاجت کیلئے'' ارشاد ہوا ''تم کو جنت مل چکی'' اس کے بعد اگر کوئی عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں''۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ عز رجل)

ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ نے ایک ٹیلے پر قیام فرمایا، اس شدت سے سردی پڑی کہ بعض لوگوں نے زمین میں گڑھا کھودا اور اس کے اندر گھس کر اوپر سے ڈھال ڈال لی آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ ''آج کی شب میری حفاظت کون کرے گا؟ میں اس کو دعا دوں گا'' ایک انصاری نے کہا کہ ''میں یا رسول اللہ'' آپ نے قریب بلا کر ان کا نام پوچھا اور دیر تک دعا دیتے رہے، حضرت ابوریحانہؓ نے یہ دعا سنی تو کہا کہ ''میں دوسرا نگہبان بنوں گا'' آپ نے قریب بلا کر نام پوچھا اور ان کو بھی دعا دی۔ (مسند ابن حنبل جلد ۴ صہ ۱۳۴)

غزوہ بدر میں جب آپ نے کفار کے مقابلے کیلئے صحابہ کرامؓ کو طلب کیا تو حضرت مقدادؓ بولے ''ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ کی قوم کی طرح کہہ دیں''

فاذهب انت وربک فقاتلا

تم اور تمھارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو۔

بلکہ ہم آپ کے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے'' آپ نے یہ جان نثارانہ فقرے سنے تو چہرہ مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر)

صحابہ کرامؓ کے جان نثارانہ جذبات کا ظہور سب سے زیادہ غزوۂ احد میں ہوا، چنانچہ اس غزوہ میں کسی مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف نو صحابہ جن میں سات انصاری اور دو قریشی تھے، (یعنی حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ) رہ گئے اس حالت میں کفار آپ پر دفعتہً ٹوٹ پڑے تو آپ نے ان جانثاروں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ان اشقیا کو کون میرے پاس سے ہٹا سکتا ہے؟ ایک انصاری فوراً آگے بڑھے اور لڑ کر آپ پر قربان ہو گئے اسی طرح کفار برابر آپ پر حملہ کرتے جاتے اور آپؐ بار بار پکارتے جاتے تھے اور ایک ایک انصاری بڑھ کر آپؐ پر اپنی جان قربان کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ساتوں بزرگ شہید ہو گئے''، (صحیح مسلم باب غزوۂ احد) حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ کی جانثاری کا وقت آیا تو حضرت سعدؓ کے سامنے آپ نے خود اپنا ترکش بکھیر دیا اور فرمایا کہ ''تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر قربان'' حضرت ابوطلحہؓ تیر لے کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور تیر چلانے لگے اور اس شدت سے تیر اندازی کی کہ دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں اگر آپ گردن اٹھا کر کفار کی طرف دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے ''میرے ماں باپ آپ پر قربان یوں گردن اٹھا کر نہ دیکھئے، مبادا کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ آپؐ کے سینہ کے سامنے ہے۔''

(بخاری باب غزوۂ احد)

اس غزوہ میں حضرت شماسؓ بن عثمان کی جاں نثاری کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں بائیں جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے ان کو تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی، آپ پر غشی طاری ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو آپ کی سپر بنالیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوئے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت شماس بن عثمانؓ)

اسی غزوہ میں آپ نے ایک صحابی کو حضرت سعد بنؓ ربیع انصاری کی تلاش میں روانہ فرمایا وہ لاشوں کے درمیان ان کو ڈھونڈنے لگے تو حضرت سعدؓ بن ربیع خود بول اٹھے ''

کیا کام ہے'' جواب دیا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمھارا ہی پتہ لگانے کے لئے بھیجا ہے'' بولے ''جاؤ'' آپ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کردو اور کہو کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور اپنے قبیلہ میں اعلان کردو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر شہید ہو گئے اور ان میں کا ایک متنفس بھی زندہ رہا تو خدا کے نزدیک انکا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا''۔ (موطا امام مالک کتاب الجہاد باب الترغیب فی الجہاد)

نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی آپ کی جان نثاری کی آرزو رکھتی تھیں، حضرت طلیب بن عمیرؓ اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ ''تم نے جس شخص کی مدد کی وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتیں تو آپ کی حفاظت کرتیں اور آپ کی طرف سے لڑتیں۔ (استیعاب تذکرہ حضرت طلیب بن عمیرؓ)

خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتے تھے اس لئے متعدد بزرگوں نے اپنے آپ کو آپ کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔ حضرت بلالؓ نے ابتدائے بعثت ہی سے آپ کی خانہ داری کے تمام کاروبار کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا اور اس کیلئے طرح طرح کی ذلتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے تھے لیکن آپ کے شرف خدمت کا چھوڑنا کبھی گوارا نہیں کرتے تھے آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی غریب مسلمان خدمت مبارک میں حاضر ہوتا اور اس کے بدن پر کپڑے نہ ہوتے تو آپ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے اور وہ قرض دام لے کر اس کی خوراک ولباس کا انتظام کرتے ایک بار کسی مشرک سے اس غرض کیلئے قرض لیا۔ لیکن ایک دن اس نے دیکھا تو نہایت سخت لہجے میں کہا ''حبشی تجھے معلوم ہے کہ اب مہینے میں کتنے دن رہ گئے ہیں؟ صرف چار دن، اسی عرصہ میں قرض وصول کرلوں گا ورنہ جس طرح تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا اسی طرح بکریاں چرواؤں گا'' حضرت بلالؓ کو اس سے سخت رنج ہوا عشاء کے

بعد آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ "مشرک نے مجھے یہ کچھ کہا ہے آپ کے پاس اور نیز میرے پاس قرض کے ادا کرنیکا کوئی سامان نہیں ہے اور وہ مجھے ذلیل کر رہا ہے، فرمایئے تو جب تک قرض نہ ادا ہو جائے مسلمان قبائل میں بھاگ کر پناہ لوں گھر واپس آئے تو بھاگنے کا تمام سامان بھی کرلیا، لیکن رزاق عالم نے صبح تک خود قرض کے ادا کرنے کا سامان کر دیا۔

(ابو داوٗد کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ جب آپ کہیں جاتے تو وہ پہلے آپ کو جوتیاں پہناتے پھر آگے آگے عصا لے کر چلتے، آپ مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ کے پاؤں سے جوتیاں نکالتے، پھر آپ کو عصا دیتے، آپ اٹھتے تو پھر اسی طرح جوتیاں پہناتے آگے آگے عصا لے کر چلتے اور حجرۂ مبارک تک پہنچا جاتے آپ نہاتے تو پردہ کرتے آپ سوتے تو بیدار کرتے آپ سفر میں جاتے تو آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان کے ساتھ ہوتا، اس لئے وہ صاحب سوادرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی آپؐ کے میر سامان کہے جاتے تھے۔

(حضرت ابن سعد تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ)

حضرت ربیعہ اسلمی بھی شب و روز آپ کی خدمت میں مصروف رہتے جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر کاشانہ نبوت میں تشریف لے جاتے تو وہ دروازہ پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ کو کوئی ضرورت پیش آجائے۔ ایک بار آپ نے ان کو تاہل اختیار کرنے کا مشورہ دیا بولے "یہ تعلق آپ کی خدمت گزاری میں خلل انداز ہوگا، جس کو میں پسند نہیں کرتا"، لیکن آپ کے بار بار اصرار سے شادی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ (مسند ابن حنبل جلد ۴ص ۵۹، ۵۷)

حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کے مستقل خدمت گزار تھے، انکا کام یہ تھا کہ سفر میں آپکی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔ (ابو داوٗد کتاب الصلوۃ ابواب شہر رمضان باب فی

المعوذتین)

حضرت انسؓ بن مالکؓ کو بچپن ہی سے ان کی والدہ نے آپ کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔

حضرت سلمیٰؓ ایک صحابیہ تھیں جنہوں نے اس استقلال کے ساتھ آپ کی خدمت کی کہ ان کو خادمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب حاصل ہوا۔(ابوداؤد کتاب الطب باب الحجامۃ)حضرت سفینہؓ حضرت سلمیٰ کی والدہ کے غلام تھے انہوں نے ان کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپ کی خدمت گذاری میں صرف کردیں، انہوں نے کہا کہ'' اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں تا نفسِ واپسیں آپ کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتا''۔(ابوداؤد کتاب العتق باب علی الشرط)

ان بزرگوں کے علاوہ جو صحابہؓ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ان کو بھی عموماً شرف خدمت حاصل ہوتا رہتا تھا ایک بار آپ رفع حاجت کیلئے بیٹھے تو حضرت عمرؓ آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لے کر کھڑے رہے، آپ نے پوچھا کہ ''عمر! کیا ہے''؟ بولے کہ'' وضو کا پانی'' فرمایا کہ'' ہر وقت اس کی ضرورت نہیں'' (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الا ستبراء)

حضرت ابو ہریرہؓ کو جو ہمیشہ خدمت مبارک میں حاضر رہتے تھے اکثر یہ شرف حاصل ہوتا کہ جب آپ رفع ضرورت کیلئے تشریف لے جاتے تو وہ کسی طشت یا کوزہ میں پانی لاتے اور آپؐ وضو کرتے ۔(ایضاً کتاب الطہارۃ باب الرجل یدلک یدہ الارض اذا ستنجی)

ایک بار حضرت حسینؓ نے آپ کی گود میں پیشاب کردیا، حضرت لبابہؓ نے کہا کہ'' آپ دوسرا کپڑا پہن لیں اور اپنا تہ بند مجھے عنایت فرمائیں کہ میں دھلاؤں'' ارشاد ہوا'' کہ بچے کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا کافی ہے''

حضرت ابو السمحؓ ہمیشہ آپ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے چنانچہ جب آپ غسل

فرماتے تو وہ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو جاتے اور آپ ان کی آڑ میں نہا لیتے ایک بار امام حسن یا حسینؓ نے آپ کے سینے پر پیشاب کر دیا، انہوں نے سینہ مبارک کو دھونا چاہا، لیکن آپ نے فرمایا کہ لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا چاہیے۔ (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الصبی یصیب الثوب)

جب آپ نے حجتہ الوداع میں رمی جمرہ کرنا چاہی تو خدام بارگاہ میں حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ ساتھ ساتھ تھے ایک کے ہاتھ میں ناقہ کی نکیل تھی اور دوسرے بزرگ آپ کے سر پر اپنا کپڑا تانے ہوئے چلتے تھے کہ آفتاب کی شعاعیں چہرہ مبارک کو گرم نگاہوں سے نہ دیکھنے پائیں۔

(ابوداؤد کتاب المناسک باب فی المحرم یظلل)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حدیث شریف میں ہے:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین،

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میں تم کو تمہارے باپ لڑکے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں تم لوگ مومن نہیں کہے جاسکتے،

اور صحابہ کرامؓ کو ایمان کا یہی درجہ کمال حاصل تھا، چنانچہ حضرت جابرؓ کے والد جب غزوۂ احد کی شرکت کیلئے روانہ ہونے لگے تو بیٹے سے کہا میں ضرور شہید ہوں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا مجھ کو تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے، تم میرا قرض ادا کرنا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ سلوک کرنا (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن حرام)۔ اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ اور بھی مختلف طریقوں سے آپ کی محبت کا اظہار کرتے تھے۔

ایک بار ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جوش محبت میں آپ کی قمیض الٹ دی اس کے اندر گھس گئے آپ کو چوما اور آپ سے لپٹ گئے۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب مالایجوز منعہ)

حضرت اسید بن حضیرؓ ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے ایک روز وہ ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے کہ آپ نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے کونچ دیا، انہوں نے اس کا انتقام لینا چاہا آپ اس پر راضی ہو گئے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ''آپ کے بدن پر قمیض ہے حالانکہ میں برہنہ تھا'' آپ نے قمیض بھی اٹھا دی، قمیض کا اٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے۔ پہلو چومے اور کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی مقصود تھا''

جب آپ کی خدمت میں وفد عبدالقیس حاضر ہوا تو سواری سے اترنے کے ساتھ ہی سب کے سب دوڑے اور آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا، (ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد) حضرت کردمؓ نے حجۃ الوداع میں آپ کی زیارت کی تو آپ کے قدم چومے اور آپ کی رسالت کا اقرار کیا اور آپ کی باتیں سنتے رہے۔ (ایضا کتاب النکاح باب فی تزویج لم یولد) حضرت زاہرؓ ایک بدوی صحابی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے اور آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ آپ بھی ان سے محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ''زاہر ہمارے بدوی ہیں اور ہم ان کے شہری ہیں'' ایک دن وہ اپنا سودا فروخت کر رہے تھے۔ آپ نے پیچھے سے آ کر ان کو گود میں لے لیا، انہوں نے کہا ''کون ہے چھوڑ دو'' لیکن مڑ کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ آپ ہیں تو اپنی پشت کو بار بار آپ کے سینہ سے چمٹاتے تھے اور تسکین نہیں ہوتی تھی۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ)

عرب میں یہ خیال تھا کہ اگر کسی کے پاؤں سو جائیں اور وہ اپنے محبوب کو یاد کرے تو یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاؤں سو گئے تو کسی نے کہا ''اپنے محبوب کو یاد کرلو'' بولے ''یا محمدؐ'' (الادب المفرد باب مایقول الرجل اذا خدرت

رجلہ)

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں وہ جب آپ کا ذکر کرتیں تو فرطِ مسرت سے کہتیں ''بابا'' یعنی میرے باپ آپ پر قربان۔ (نسائی کتاب الحیض باب شہود الحائض العیدین ودعوۃ المسلمین)

عزت اور محبت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ آپ کے آرام اور آسائش کا نہایت خیال رکھتے تھے اور آپ کی کسی قسم کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تھے،

آپ ایک سفر میں تھے جس میں ایک صحابی نہایت اہتمام کے ساتھ آپ کیلئے پانی ٹھنڈا کرتے تھے۔ (کتاب الزہد باب حدیث جابر الطّویل)

ایک عورت تھی جو ہمیشہ مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرامؓ نے اس کو دفن کر دیا اور آپ کو اطلاع نہ دی آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی؟ بولے ''حضور روزے سے تھے اور قیلولہ فرما رہے تھے'' ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا'' اسی طرح ایک اور صحابیؓ کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرامؓ نے آپ کو خبر نہ کی اور کہا کہ ''اندھیری رات تھی حضور کو زحمت ہوتی۔'' (سنن ابن ماجہ باب کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر)

آپ کو جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کو بھی محبوب ہو جاتی کدو آپ کو بہت مرغوب تھا، اس لئے حضرت انسؓ بن مالک بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بول اٹھے ''اے درخت اس بناء پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے''۔ (ترمذی کتاب الاطمعہ باب ماجاء فی اکل الدباء)

آپکی محبت نے صحابہ کرامؓ کے نزدیک آپکی ہر چیز کو محبوب بنا دیا تھا، آپکا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے تھے، ایک بار حضرت میمونہؓ کے گھر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپکے دائیں اور حضرت خالد بن ولیدؓ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت میمونہؓ دودھ لائیں تو آپ نے پی کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا کہ حق تو تمھارا ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو بولے کہ "میں آپ کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا"

(ترمذی ابواب الدعوات باب مایقول اذا اکل طعاماً)

ایک مرتبہ آپ نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانیؓ کو عنایت فرمایا، بولیں "میں اگر چہ روزے سے ہوں لیکن آپ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی"۔ (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۳۴۳)

ایک بار ایک صحابی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے آپ کھانا کھا رہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا وہ روزے سے تھے اس لئے انکو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا نہ کھایا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب عرض الطعام)

محبت کی وجہ سے آپ کو رنج ہوتا تو تمام صحابہؓ کو بھی رنج ہوتا آپ کو خوشی ہوتی تو تمام صحابہؓ بھی اس میں شریک ہوتے آپ نے ایک مہینے کیلئے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کر لی تو تمام صحابہؓ نے مسجد میں آکر گریہ وزاری شروع کر دی۔ (مسلم کتاب الرضاع باب فی الایلاء واعتزال النساء)

آپ نے جب مرض الموت میں حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانا چاہا تو حضرت عائشہ نے کہا کہ وہ رقیق القلب آدمی ہیں جب آپ کو نہ دیکھیں گے تو خود روئیں گے اور تمام صحابہ بھی۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب ماجا فی صلوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مرضہ)

حضرت عمروؓ بن الجموح ایک فیاض صحابی تھے ان کو آپ سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ نکاح کرتے تو وہ آپ کی جانب سے دعوت ولیمہ کرتے۔

(اصابہ جلد ۴ص ۲۹۶ تذکرہ حضرت عمرو بن الجموحؓ)

آپ جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو صحابیات فرط محبت سے آپ کی واپسی اور سلامتی کیلئے نذریں مانتی تھیں۔ایک بار آپ کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ (جاریۃؓ سودۃ) نے کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر خدا آپ کو صحیح وسالم واپس لائے گا،تو آپ کے سامنے دف بجا بجا کے گاؤں گی''۔

(ترمذی کتاب المناقب ابی الحفص عمر بن الخطاب)

آپ عموماً فقر وفاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔صحابہ کرامؓ کے سامنے آپ کی خانگی زندگی کا یہ منظر آجاتا تو فرطِ محبت سے آبدیدہ ہو جاتے،ایک بار حضرت عمرؓ کاشانہ نبوت میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی بستر نہیں ہے جسم مبارک پر تہ بند کے سوا کچھ بھی نہیں،پہلو میں بدھیاں پڑ گئی ہیں،توشہ خانہ میں مٹھی بھر جو کے سوا اور کچھ نہیں،آنکھوں سے بیساختہ آنسو نکل آئے،ارشاد ہوا کہ ''عمرؓ کیوں روتے ہو''؟ بولے ''کیوں نہ روؤں'' آپ کی یہ حالت ہے اور قیصر وکسریٰ دنیا کے مزے اڑا رہے ہیں'' فرمایا ''کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور ان کے لئے دنیا ہو'' (مسلم کتاب الرضاع باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخیر ھن)

آپ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ کو جب آپ کی یہ حالت یاد آتی تھی تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے۔ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے چپاتیاں آئیں تو دیکھ کر رو پڑے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے کبھی چپاتی نہیں دیکھی۔(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الرقاق)

ایک دن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے اپنے دوستوں کو گوشت روٹی کھلایا تو رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال بھی ہو گیا اور آپ نے پیٹ بھر کر روٹی کبھی نہیں کھائی۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الرقاق)

اگر آپ کسی چیز سے متمتع نہ ہوسکتے تو صحابہ کرامؓ اس سے متمتع ہونا پسند نہ کرتے آپ کا وصال ہوا تو آپ کے کفن کیلئے ایک حلہ خریدا گیا لیکن بعد کو آپ دوسرے کپڑوں میں کفنائے گئے اور یہ حلہ حضرت عبداللہ بن ؓ ابی بکر نے اس خیال سے لے لیا کہ اس کو اپنے کفن کے لئے محفوظ رکھیں گے لیکن پھر کہا کہ ''جب خدا کی مرضی نہ ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفن ہو تو میرا کیوں ہو'' یہ کہہ کے اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت صدقہ کردی۔ (شمائل ترمذی باب ماجاء عیش النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

غزوہ تبوک سخت گرمیوں کے زمانہ میں واقع ہوا تھا، حضرت ابوخیثمہؓ ایک صحابی تھے جو اس غزوہ میں شریک نہ ہوسکے تھے ایک دن وہ گھر میں آئے تو دیکھا کہ بیبیوں نے ان کی آسائش کے لئے نہایت سامان کیا ہے، بالاخانے پر چھڑکاؤ کیا ہے، پانی سرد کیا ہے، عمدہ کھانا تیار کیا ہے لیکن وہ یہ تمام سامان عیش دیکھ کر بولے، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لو اور اس گرمی میں کھلے ہوئے میدان میں ہوں اور ابوخیثمہ سایہ، سرد پانی، عمدہ غذا اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ لطف اٹھائے خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہے میں ہرگز بالاخانہ پر نہ آؤں گا، چنانچہ اسی وقت زادراہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہوگئے۔ (مسلم کتاب الجنائز باب فی کفن المیت)

وصال کے بعد آپؐ یاد آتے تو صحابہ بے اختیار رو پڑتے ایک دن حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ''جمعرات کا دن اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا اسکے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے پوچھا'' جمعرات کا دن کیا؟'' اسی دن آپ کے مرض الموت میں اشتداد ہوا تھا۔''

(مسلم کتاب الوصیتہ باب ترک الوصیتہ لمن لیس لہ شئی فی)

آپؐ کی مبارک صحبتوں کی یاد آتی تو صحابہ کرامؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کی ایک مجلس میں گئے تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہیں۔ سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کو آپکی مجلس یاد آگئی'' (بخاری

کتاب المناقب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقبلوا من محسنھم وتجاوز واعن مسیئھم)حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ آپکی بیماری کے زمانہ کا ہے جس میں انصار کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر اس مرض میں آپ کا وصال ہوا تو آپکی مجلس میسر نہ ہوگی، اسلئے وہ غم میں رو پڑے ۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ فرماتے تھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

اہل بیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزہ اقارب کی عزت ومحبت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرامؓ اہل بیت کی بھی نہایت عزت ومحبت کرتے تھے ایک بار امام باقر حضرت جابر بن عبداللہؓ کی خدمت میں حجۃ الوداع کی کیفیت پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوئے اس وقت اگرچہ وہ طالب العلمانہ اور نیاز مندانہ حیثیت سے آئے تھے ۔تاہم حضرت جابر بن عبداللہؓ نے نہایت تپاک سے انکا خیر مقدم کیا۔پہلے انکے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ان کے اوپر اور نیچے کے تکمے کھولے سینے پر ہاتھ رکھا اور مرحبا کہا پھر اصل مسئلہ پر گفتگو کرنے کی اجازت دی ۔(ابو داؤد کتاب المناسک باب صفۃ حجۃ النبی)

ایک بار ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ ”مچھر کا خون جو کپڑے پر لگ جاتا ہے اسکا کیا حکم ہے“؟ بولے ”انکو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو تو شہید کرڈالا اور مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں۔“ (ترمذی کتاب المناقب الحسن والحسینؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے چند روز بعد ایک دن حضرت ابو بکرؓ ایک راستے سے گزرے دیکھا کہ حضرت حسن علیہ السلام کھیل رہے ہیں اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا، اور یہ شعر پڑھا۔ **وابابی شبہ النبی لیس شبیہا**

بالعلی

میرا باپ تم پر قربان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمشکل ہو، علیؑ کے مشابہ نہیں ،حضرت علی بھی ساتھ تھے، وہ ہنس پڑے۔ (مسند ابن حنبل جلد ا ص ۸)

ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ امام حسن علیہ السلام سے ملے اور کہا کہ ''ذرا پیٹ کھولئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ دیا تھا وہیں میں بھی بوسہ دوں گا'' چنانچہ انہوں نے پیٹ کھولا اور انہوں نے وہیں بوسہ دیا۔ (مسند ابن حنبل جلد ۲ ص ۴۲۷)

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت امام حسین علیہ السلام آ نکلے اور سلام کیا سب نے سلام کا جواب دیا، لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ خاموش رہے۔ جب سب چپ ہوئے تو بآواز بلند کہا ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' یہ کہہ کر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ''میں تمھیں بتاؤں کہ زمین کے رہنے والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے محبوب شخص کون ہے؟ یہی جو جا رہا ہے، جنگ صفین کے بعد سے انہوں نے مجھ سے بات چیت نہیں کی، اگر وہ مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے''۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ)

حضرت ابوالطفیلؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت بڑے حامی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ تمھارے دوست ابوالحسن کے غم میں تمھارا کیا حال ہے''؟ بولے ''موسیٰ کے غم میں جو حال انکی ماں کا تھا۔''

(استیعاب تذکرہ حضرت ابوالطفیلؓ)

حضرت فاطمہؓ نے جب حضرت ابوبکرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے حقوق جتائے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر جو تقریر کی اس میں خاص طور پر اہل بیت

کی محبت کا اظہار فرمایا اور کہا کہ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے حقوق کا لحاظ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ ہے'' اور لوگوں کو بھی انکے حقوق کے لحاظ رکھنے کا حکم دیا۔

(بخاری کتاب المناقب قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ایک بار حضرت عباسؓ نے ایک معاملہ میں حضرت عمرؓ سے اصرار کیا اور کہا ''یا امیر المومنین اگر موسی کے چچا آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتے تو آپ کیا کرتے''؟ بولے'' ان کے ساتھ سلوک کرتا، حضرت عباسؓ نے کہا ''تو پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا ہوں'' بولے ''اے ابوالفضل آپ کی کیا رائے ہے؟ خدا کی قسم آپ کے باپ مجھے اپنے باپ سے زیادہ محبوب ہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور میں رسول اللہ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہو ں''

حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمانؓ نے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اس کا اعلان کروادیا، لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ کوئی شخص تابوت کے پاس نہیں جا سکتا تھا، خود بنو ہاشم کو لوگوں نے اس طرح گھیر لیا کہ حضرت عثمانؓ نے پولیس کے ذریعہ سے ان کو ہٹایا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عباسؓ) عرب میں جب قحط پڑتا تھا تو حضرت عمرؓ انکے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ'' خداوندا ہم پہلے اپنے پیغمبر کو وسیلہ بناتے تھے اور تو پانی برساتا تھا اور اب اپنے پیغمبر کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، ہمارے لئے پانی برسا۔

(بخاری کتاب المناقب ذکر عباس بن عبدالمطلبؓ)

ایک بار حضرت عمرؓ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا، وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہیں۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی لیکن شفاء کی چادر کم درجہ کی تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ ''میں عاتکہ سے زیادہ قدیم

الاسلام اور آپکی چچازاد بہن ہوں، آپ نے مجھے خاص اس غرض کیلئے بلایا تھا اور عاتکہ تو یوں ہی آ گئی تھیں' بولے "میں نے یہ چادر تمھارے ہی دینے کے لئے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا۔" (اصابہ تذکرہ عاتکہؓ بنت اسید)

حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ حضرت خدیجہؓ کے بیٹے تھے، صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی پرورش فرمائی تھی جب ان کے بیٹے کا بصرے میں بمرض طاعون انتقال ہوا تو پہلے انکا جنازہ نہایت کسمپری کی حالت میں اٹھایا گیا، لیکن اس حالت کو دیکھ کر ایک عورت نے پکارا **واھند بن ھنداہ وابن ربیب رسول اللہ** یہ سننا تھا کہ لوگ اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر ان کے جنازے میں شریک ہو گئے۔ (استیعاب تذکرہ ہندؓ ابی ہالہ)

قبیلہ بنوزہرہ میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نانہال تھی، اس لئے حضرت عائشہ اس قبیلہ کے پاس خاطر کا نہایت لحاظ کرتی تھیں چنانچہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہوئیں تو انہوں نے اسی قبیلہ کے چند بزرگوں کو شفیع بنایا۔ (بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں کی عزت اور محبت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں سے محبت رکھتے تھے صحابہ کرامؓ بھی انکی نہایت توقیر وعزت کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسامہؓ کا عطیہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر فرمایا انہوں نے اعتراض کیا کہ "آپ نے اسامہؓ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی وہ تو کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے"؟ بولے " زید تمھارے باپ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے اور آپ اسامہؓ کی محبت تم سے زیادہ کرتے تھے، اس لئے میں نے اپنے محبوب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو ترجیح دی۔

(ترمذی کتاب المناقب باب مناقب زید بن حارثہؓ)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے میں دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے، بولے یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے کہا "آپ ان کو نہیں پہچانتے یہ محمد بن مسلمہ ہیں" حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ سن کر گردن نیچے جھکالی اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو دیکھتے تو ان سے محبت کرتے"۔ (بخاری کتاب المناقب ذکر اسامہ بن زیدؓ)

صحابہ کرامؓ نہ صرف آپ کے دوستوں کی عزت کرتے تھے بلکہ آپ نے جن غلاموں کو آزاد کر کے اپنا مولی بنالیا تھا، انکے ساتھ نہایت لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جن غلاموں کے ناک کان کاٹ لئے گئے ہیں یا ان کو جلا دیا گیا ہے وہ آزاد ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے مولی ہیں" لوگ یہ سن کر ایک خواجہ سرا کو لائے، جس کا نام سندر تھا، آپ نے اس کو آزاد کر دیا۔ آپ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں آتا تو دونوں بزرگ اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے اس نے ایک بار مصر جانا چاہا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو خط لکھ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے موافق اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا۔

شوق زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

صحابہ کرامؓ کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوق زیارت سے لبریز تھے، اس لئے جب زیارت کا وقت قریب آتا تو یہ جذبہ اور بھی ابھر جاتا اور اس کا اظہار مقدس نغمہ سنجیوں کی صورت میں ہوتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو سب کے سب ہم آہنگ ہو کر زبان شوق سے یہ رجز پڑھنے لگے۔

غدانلقی الاحبہ محمد او حزبہ

"ہم کل اپنے دوستوں یعنی محمدؐ اور ان کے گروہ سے ملیں گے" (مسند ابن حنبل جلد

۳ص۲۲۳)

مصافحہ کی رسم سب سے پہلے ان ہی لوگوں نے ایجاد کی جو اظہار شوق و محبت کا ایک لطیف ذریعہ ہے۔

دربار نبوت کی غیر حاضری صحابہؓ کے نزدیک بڑا جرم تھا، ایک دن حذیفہ کی والدہ نے پوچھا کہ ''تم نے کب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی''؟ بولے '' اتنے دنوں سے'' اس پر انہوں نے ان کو برا بھلا کہا، تو بولے کہ '' مجھے آپکی خدمت میں جانے دو تا کہ آپ کے ساتھ مغرب پڑھوں اور اپنے اور تمھارے لئے استغفار کی درخواست کروں''

(ترمذی کتاب المناقب وفضائل الحسنؓ والحسینؓ)

آپکے وصال کے بعد یہی شوق تھا جو صحابہ کرامؓ کو آپ کے مزار کی طرف کھینچ لاتا تھا ایک بار حضرت ابو ایوب انصاریؓ آئے اور مزار پاک پر اپنے رخسار رکھ دیئے۔ مروان نے دیکھا تو کہا '' کچھ خبر ہے یہ کیا کرتے ہو''؟ بولے ''میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں''۔

(مسند ابن حنبل جلد ۵ ص ۴۲۲)

شوق دیدار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ازدیاد ایمان کا باعث ہوتا تھا، اس بناء پر صحابہ کرامؓ اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے جب آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تشنگان دیدار میں جن لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابو بکرؓ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کے دیدار سے اپنا ایمان تازہ کیا۔

(بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ الی المدینہ)

حجتہ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں لے

لیا، بدو آ کر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے اور کہتے تھے، یہ مبارک چہرہ ہے۔

(ابوداؤد کتاب المناسک باب المواقیت)

آپؐ نے مرض الموت کے زمانہ میں جب پردہ اٹھا کر جھانکا اور صحابہ کرام کی نماز کی حالت ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابہ کرامؓ پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ خشوع نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہوگیا حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

کان وجهه ورقة مصحف ما راينا منظرا كان اعجب الينا من وجه النبى صلى الله عليه وآله وسلم حين وضح لنا.

(بخاری کتاب الصلوة باب اهل العلم والفضل احق بالا مامته)

آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف تھا ہم نے کوئی ایسا خوشگوار منظر نہیں دیکھا جیسا اس وقت نظر آیا،

بعض صحابہ کو آنکھیں صرف اس لئے عزیز تھیں کہ انکے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا، لیکن خدا نے انکو اس شرف سے جب محروم کر دیا تو وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہو گئے۔

ایک صحابی کی آنکھیں جاتی رہیں لوگ عیادت کو آئے تو انہوں نے کہا کہ "ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار تھا۔ لیکن جب آپ کا وصال ہو گیا تو اگر میرے عوض تبالہ کی ہرنیاں اندھی ہو جائیں اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہیں۔

(الادب المفرد باب العیادۃ من الرمد)

شوق صحبت رسول:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض صحبت ایک ایسی دولت جاودانی تھا، جس پر صحابہ کرامؓ ہر قسم کے دنیوی مال ومتاع کو قربان کر دیتے تھے ایک بار آپ نے حضرت عمر

وبن العاصؓ سے فرمایا کہ ”میں تمھیں ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں خدا مال غنیمت دے گا تو تم کو معتد بہ حصہ دوں گا“ بولے ”میں مال کیلئے مسلمان نہیں ہوا صرف اس لئے اسلام لایا ہوں کہ آپ کا فیض صحبت حاصل ہو“

(ایضاً باب المال الصالح للمرء الصالح)

جو صحابہ دنیوی تعلقات سے آزاد ہو جاتے تھے وہ صرف آستانہ نبوت سے وابستگی پیدا کر کے آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے، حضرت قیلہؓ بیوہ ہو گئیں تو بچوں کو ان کے چچا نے لے لیا، اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور آپ کی تعلیمات وتلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھاتی رہیں۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت قیلہؓ)

حضرت عمرؓ مدینہ سے کسی قدر دور مقام عالیہ میں رہتے تھے اس لئے روزانہ آپ کے فیض صحبت سے متمتع نہیں ہو سکتے تھے، تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے اور دوسرے روز اپنے اسلامی بھائی حضرت عتبان بن مالکؓ کو بھیجتے تھے کہ آپ کی تعلیمات وارشادات سے محروم نہ رہنے پائیں ۔[1]

دنیا میں آپ کے فیض صحبت سے سیری نہ ہوئی تو بعض صحابہؓ نے خواہش کی کہ آخرت میں بھی یہ دولت جاودانی نصیب ہو، حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ آپ کے خادم تھے اور ہمیشہ سفر وحضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے ایک بار آپ نے ان سے کہا کہ ”کچھ مانگو“ بولے کہ ”جنت میں آپ کی رفاقت“ ارشاد ہوا ”کچھ اور“ بولے ”صرف یہی ایک چیز“ فرمایا ”خوب نماز پڑھو تو یہ دولت نصیب ہو گی“۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا اثر:

صحابہ کرام چونکہ نہایت خلوص وصفائے قلب کے ساتھ آپ کے ارشاد وہدایت سے فیض یاب ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اس لئے ان پر آپ کی

صحبت کا شدت کے ساتھ اثر پڑتا تھا ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ''یا رسول اللہؐ یہ کیا بات ہے کہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ زہد و آخرت کا خیال غالب ہو جاتا ہے پھر جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اہل وعیال سے ملتے جلتے ہیں اور بچوں کو سونگھتے ہیں تو وہ بات باقی نہیں رہتی''؟ ارشاد ہوا کہ اگر یہی حالت قائم رہتی تو فرشتے خود تمھارے گھروں میں تمھاری زیارت کو آتے''۔

(ترمذی ابواب صفۃ الجنۃ باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمہا ص ۲۱۵)

ایک بار حضرت حنظلہ اسیدیؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہا کہ حنظلہ منافق ہو گیا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ہمارے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔ پھر گھر میں آ کر اہل وعیال سے ملتے ہیں کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو اس حالت کو بھول جاتے ہیں'' انہوں نے کہا کہ ''ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے، چلو خود آپؐ کے پاس چلیں'' آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا ''اگر وہ حالت قائم رہتی تو فرشتے تمھاری مجلسوں میں تمھارے بستروں پر اور تمھارے راستوں میں آ کر تم سے مصافحہ کرتے اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا ضروری نہیں۔

(ترمذی ابواب الزہد ص ۴۱۳)

استقبال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تو آپ کیساتھ طبل وعلم، لاؤلشکر، خیمہ وخرگاہ کچھ نہ تھا صرف سواری کی دو اونٹنیاں تھیں اور ساتھ میں ایک جاں نثار رفیق سفر تھا، لیکن یہ بے سروسامان قافلہ جس دن مدینہ میں پہنچا، مدینہ مسرت کدہ بن گیا، عورتوں بچوں اور لونڈیوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا ''رسول اللہ آئے'' ہجرت کی خبر پہلے سے مدینہ میں پہنچ گئی تھی، اس لئے تمام مسلمان صبح کے تڑکے گھر سے نکل کر مدینہ کے باہر استقبال کیلئے جمع ہوتے، دوپہر تک انتظار کر کے واپس چلے جاتے ایک دن حسب معمول سب

لوگ انتظار کر کے چلے گئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھ کر باآواز بلند پکارا کہ "اہل عرب لو تمھارا شاہد مقصود آپہنچا" تمام صحابہؓ دفعتہً ابل پڑے اور ہتھیار سج کر گھروں سے نکل آئے، آپ قباء میں تشریف لائے اور خاندان بنوعمرو بن عوف کے یہاں اترے تو تمام خاندان نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا، انصار ہر طرف سے آتے اور جوش عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے، (طبقات جلد سیرت نبوی ص ۱۵۸) انصار میں جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اب تک نہیں دیکھا تھا وہ شوق دیدار میں بے تاب تھے لیکن آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے، حضرت ابو بکرؓ نے دھوپ سے بچانے کیلئے آپ کے سر پر چادر تانی تو سب کو اس کے سایہ میں آفتاب نبوت نظر آیا۔

آپ قباء سے مدینہ کی خاص آبادی کی طرف چلے تو جان نثاروں کا جھرمٹ ساتھ تھا۔ ایک مقام پر آپ ٹھہر گئے اور انصار کو طلب فرمایا، سب حاضر ہوئے سلام عرض کیا، اور کہا کہ "سوار ہو جایئے کوئی خطرہ نہیں ہم لوگ فرماں برداری کیلئے حاضر ہیں" آپ انصار کی تلوار کے سایہ میں روانہ ہوئے۔

قباء سے مدینہ تک دورویہ جان نثاروں کی صفیں تھیں، راہ میں انصار کے خاندان آتے تو ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا کہ "حضور یہ گھر ہے، یہ مال ہے، یہ طاقت ہے، کوکبۂ نبوت شہر کے متصل پہنچا تو ایک عام غل پڑ گیا، لوگ بالا خانے سے جھانک جھانک کر دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ "رسول اللہ آئے، رسول اللہ آئے" (بخاری باب ہجرۃ النبی وطبقات جلد سیرۃ نبوی ذکر ہجرت)

پردہ نشین خواتین جوشِ مسرت میں یہ ترانہ گاتی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر

علینا ما دعیٰ للہ داع

"کوہ وداع کی گھاٹیوں کے برج سے بدر کامل طلوع ہوا ہے، جب تک دعا کرنے والے دعا کریں ہم پر شکر واجب ہے۔"

جب آپ کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے دروازہ پر بیٹھ گئی تو قبیلہ، بنو نجار کی چھوکریاں دف بجا بجا کر یہ شعر گانے لگیں:۔

نحن جوار من بنی النجار ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں۔

یا حبذا محمدؐ امن جار (وفاء الوفا جلد ا ص ۱۸۷)

محمدؐ کیسے اچھے ہمسایہ ہیں۔

<u>ضیافت رسولؐ</u>:۔

اگر خوش قسمتی سے کبھی صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیافت ومیزبانی کا شرف حاصل ہو جاتا تھا تو نہایت عزت محبت اور ادب واحترام کے ساتھ اس فرض کو بجا لاتے تھے، ایک بار ایک انصاری نے خدمت مبارک میں گزارش کی کہ ''میں نہایت لحیم وشحیم آدمی ہوں آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوسکتا، آپ مکان پر تشریف لا کر نماز ادا فرمایئے تا کہ میں اسی طرح نماز پڑھا کروں، انہوں نے پہلے سے کھانا بھی تیار کر رکھا تھا، چنانچہ آپ تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الحصیر)

ایک بار آپ ام حرامؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، انہوں نے کھانا کھلایا اور بیٹھ کر آپ کے سر سے جوئیں نکالیں۔ (ایضاً کتاب الجہاد باب فی رکوب البحر فی الغزو)

ایک روز آپ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ حضرت ابوالہیشم بن التہیان الانصاری کے مکان پر تشریف لے گئے وہ باہر گئے ہوئے تھے آئے تو آپ سے لپٹ گئے اور قربان ہونے لگے، پھر سب کو باغ میں لے گئے فرش بچھایا اور کھجوریں توڑ کر آپ کے سامنے رکھ دیں کہ خود دست مبارک سے چن چن کر تناول فرمائیں اس کے بعد اٹھے اور ایک بکری ذبح کی اور سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ (ترمذی ابواب الزہد ۳۹۱)

ایک روز آپ نے حضرت جابرؓ کے مکان پر تشریف لے جانے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے نہایت اہتمام کے ساتھ آپ کی دعوت کا سامان کیا اور بی بی سے کہا ''دیکھو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنیوالے ہیں۔ تمھاری صورت نظر نہ آئے، آپکو کوئی تکلیف نہ دینا آپ سے بات چیت نہ کرنا'' ۔آپ تشریف لائے تو بستر بچھایا تکیہ لگایا آپ مصروف خواب استراحت ہوئے تو غلام سے کہا آپ کے جاگنے سے پیشتر بکری کے اس کو بچے ذبح کرکے پکالو۔ ایسا نہ ہو کہ آپ منہ ہاتھ دھونے کے ساتھ ہی روانہ ہوجائیں'' آپ بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے فوراً دستر خوان سامنے آیا'' آپ کھانا کھاتے تھے اور قبیلہ بنو سلمہ کے تمام لوگ دور ہی دور سے آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے کہ قریب آتے تو شاید آپ کو تکلیف ہوتی آپ کھانے سے فارغ ہوکر روانہ ہوئے تو ان کی بی بی نے پردہ سے کہا ''یا رسول اللہ! مجھ پر اور میرے شوہر پر درود بھیجتے جائیے'' آپؐ نے فرمایا ''خدا تم پر اور تمھارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے''

(مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۳۱۵)

ایک بار آپ حضرت سعدؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، انہوں نے آپ کو غسل کرایا، نہانے کے بعد زعفرانی رنگ کی چادر اڑھائی پھر کھانا کھلایا، آپ رخصت ہوئے تو سواری حاضر کی اور اپنے بیٹے کو ساتھ کردیا کہ گھر تک پہنچا آئیں۔

(ابو داؤد کتاب الادب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان)

کبھی کبھی آپ خود کسی چیز کی خواہش ظاہر فرماتے اور صحابہ کرامؓ اس کو تیار کرکے پیش کرتے، ایک بار آپ نے فرمایا ''کاش میرے پاس گیہوں کی سفید روٹی، گھی اور دودھ میں چپڑی ہوئی ہوتی'' ایک صحابی فوراً اٹھے اور تیار کرا کے لائے۔

(ایضاً کتاب الاطعمہ باب فی الجمع بین الکونین من الطعام)

بعض صحابیات خود کوئی نئی چیز پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتی تھیں، ایک بار حضرت ام ایمنؓ نے آٹا چھانا اور اسکی چپاتیاں تیار کرکے آپ کی خدمت میں پیش کیں آپ نے فرمایا ''یہ کیا ہے''؟ بولیں ''ہمارے ملک میں اسی کا رواج ہے میں نے چاہا کہ آپ کیلئے بھی اسی قسم کی چپاتیاں تیار کروں'' لیکن آپ نے کمال زہد و تقویٰ سے فرمایا کہ''

آٹے میں چوکر ملالو پھر گوندھو‘‘

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الحواری)

<u>نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:</u>

قرآن مجید کے مواعظ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات طیبہ ؐ نے اگر چہ عہد صحابہ میں شاعری کے دفتر پر پانی پھیر دیا تھا، تاہم بلبلانِ باغ قدس آپ کی مدح میں کبھی کبھی زمزمہ خوان ہو جاتے تھے اور چونکہ یہ اشعار سچے دل سے نکلتے تھے اور سچی تعریف پر مشتمل ہوتے تھے اس لئے دلوں پر اثر ڈالتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ خاص مشغلہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے چند مدحیہ اشعار بخاری میں مذکور ہیں۔

وفینارسول اللہ یتلو کتابہ اذا انشق معروف من الفجر ساطع

’’ہم میں خدا کا پیغمبر ہے، جب صبح نمودار ہوتی ہے تو خدا کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے ‘‘

ارانا الھدی بعد العمی فقلو بنا بہ موقنات ان ما قال واقع

’’گمراہی کے بعد اس نے ہم کو راہ راست دکھائی اس لئے ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ ضرور ہو کے رہے گا۔‘‘

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ اذا ستثتلت بالمشر کین المضاجع!

’’وہ راتوں کو شب بیداری کرتا ہے حالانکہ اس وقت مشرکین گہری نیند میں سوتے ہیں ‘‘

حضرت کعب بن زہیرؓ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مشہور قصیدہ

بانت سعاد آپ کے سامنے پڑھا تو آپ نے اس کو سن کر صحابہؓ سے فرمایا کہ ''اس کو سنو''
(اسد الغابہ تذکرہ حضرت کعب بن زبیرؓ)

ایک صحابیہ کی شادی میں چھوکریاں دف بجا بجا کر واقعات بدر کے متعلق اشعار گانے لگیں۔ان میں سے ایک نے یہ مصرع گایا۔

وفینا نبی یعلم مافی غد

ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔

''تو آپ نے روک دیا اور کہا کہ ''وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھی''

(بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمہ)

حضرت ابوحمامہ سلمیؓ شاعر تھے،انہوں نے ایک بار عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے آپ کی اور خدا کی مدح وثنا لکھی ہے۔آپ نے فرمایا کہ ''خدا کی تعریف میں جو لکھا ہے سناؤ اور میری مدح کو چھوڑ دو'' (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابن ابی حمامہ السلمیؓ)

رضامندی رسولؐ:

صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی سے سخت گھبراتے تھے اور اس سے پناہ مانگتے تھے،ایک بار کسی نے حضرت عباسؓ کے آباؤ اجداد میں سے کسی کو برا بھلا کہا آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ ''عباسؓ مجھ سے ہیں اور میں عباسؓ سے ہوں،ہمارے مردوں کو برا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دل دکھیں'' یہ سن کر صحابہؓ نے کہا کہ ''ہم آپ کی ناراضگی سے پناہ مانگتے ہیں۔ہمارے لئے استغفار کیجئے''۔(نسائی کتاب الدیات باب القود من الاطمۃ)

ایک بار کسی نے آپؐ سے آپؐ کے روزے کے متعلق سوال کیا،جس پر آپ کو غصہ آ گیا حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو کہا۔

رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا و بمحمد نبیا نعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ

ہم نے خدا کو اپنا پروردگار اسلام کو اپنا دین اور محمدؐ کو اپنا پیغمبر بنایا ہے، اور خدا کے رسولؐ کے غصہ سے پناہ مانگتے ہیں۔

اسی فقرے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ کا غصہ اتر گیا۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب فی صوم الدہر تطوعا)

اس لیے اگر آپ کسی ناگوار واقعہ سے مکدر ہو جاتے تھے تو صحابہ کرام ہر ممکن تدبیر سے آپ کو راضی کرنا چاہتے تھے آپ نے ازواج مطہراتؓ سے ایلاء کیا تو تمام صحابہ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، حضرت عمرؓ نے آپ کو راضی کرنا چاہا اور در دولت پر تشریف لے گئے دربان نے بے التفاتی کی تو سمجھے کہ شاید آپ کو یہ خیال ہے کہ لڑکی (حفصہؓ) کی خاطر آئے ہیں اسلئے دربان سے کہا کہ ''اگر آپ کا یہ خیال ہے تو کہہ دو کہ خدا کی قسم آپ حکم دیں تو حفصہؓ کی گردن اڑا دوں'' حضرت ابو بکرؓ آپ کو پہلے سے مل چکے تھے حضرت عمرؓ آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسانے کیلئے کہا کہ اگر بنت خارجہ (حضرت ابو بکرؓ کی بی بی) مجھ سے نان ونفقہ طلب کرتیں تو میں اٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا'' آپ ہنس پڑے اور ازواج مطہرات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں'' دونوں بزرگ اٹھے اور حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کی گردن توڑنی چاہی اور کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے''!

حضرت کعب بن مالکؓ سے جب آپ نے ناراض ہو کر قطع کلام کر لیا اور تمام صحابہ کو بھی یہی حکم دیا تو ان کو سب سے زیادہ آپ کی رضامندی کی فکر تھی، آپ نماز کے بعد مسجد میں تھوڑی دیر تک بیٹھا کرتے تھے اس حالت میں وہ آتے اور سلام کرتے اور دل میں کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ ہی کے متصل نماز پڑھتے اور کنکھیوں سے آپ کی طرف دیکھے جاتے۔ (بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ تبوک)

آپ حجتہ الوداع کیلئے تشریف لے گئے تو تمام بیبیاں ساتھ تھیں سوء اتفاق سے راستہ میں حضرت صفیہؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا وہ رونے لگیں آپ کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ جس قدر انکو رونے سے منع فرماتے تھے اسی قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں تو آپ نے ان کو سرزنش فرمائی اور تمام لوگوں کو منزل کرنیکا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا، حضرت صفیہؓ کو خیال ہوا کہ آپ ناراض ہو گئے اس لیے آپکی رضامندی کی تدبیریں اختیار کیں اس غرض سے حضرت عائشہ کے پاس گئیں اور کہا کہ ''آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضہ میں نہیں دے سکتی، لیکن اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں'' حضرت عائشہ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک ڈوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے اس کے بعد بن سنور کر آپ کے پاس گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا تو آپ نے فرمایا کہ ''عائشہ یہ تمھارا دن نہیں ہے'' بولیں

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۳۳۸)

یہ خدا کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

آپ اکثر اپنی ناراضگی کا اظہار علانیہ طور پر نہیں فرماتے تھے لیکن جب صحابہؓ کو آپکے چشم وابرو سے اس کا احساس ہو جاتا تھا تو فوراً آپ کو راضی کرتے تھے ایک بار آپ ایک راستہ سے گزرے راہ میں ایک بلند خیمہ نظر سے گزرا تو فرمایا ''یہ کس کا ہے''؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا۔ آپ کو یہ شان وشوکت ناگوار ہوئی مگر اسکا اظہار نہیں فرمایا کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے اور سلام کیا، لیکن آپ نے ناراضگی سے منہ پھیر لیا، بار بار یہی واقعہ پیش آیا تو انہوں نے دوسرے صحابہؓ سے آپ کی ناراضی کی شکایت کی، ناراضی کا سبب معلوم ہوا تو انہوں نے خیمہ کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب ماجافی البناء)

ناراضی کے بعد اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو جاتے تو گویا صحابہ کرامؓ کو دولت جاودانی مل جاتی۔ایک بار آپ سفر میں تھے، حضرت ابو رہم غفاری کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جا رہی تھی۔حضرت ابو رہمؓ کے پاؤں میں سخت چمڑے کے جوتے تھے اونٹنیوں میں مزاحمت ہوئی تو ان کے جوتے کی نوک سے آپ کی ساق مبارک میں خراش آ گئی اور آپ نے ان کے پاؤں میں کوڑا مار کر کہا ''تم نے مجھے دکھ دیا، پاؤں ہٹاؤ'' وہ سخت گھبرائے کہ کہیں میرے بارے میں کوئی آیت نازل نہ ہو جائے۔مقام جعرانہ میں پہنچے تو گو ان کی اونٹ چرانے کی باری نہ تھی تاہم اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد میرے بلانے کیلئے نہ آ جائے صحرا میں اونٹ چرانے کیلئے نکل گئے شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا ''مجھے تم نے اذیت پہنچائی اور میں نے بھی تمھیں کوڑا مارا، جس سے تمھیں اذیت پہنچی اس کے عوض میں یہ بکریاں لو'' ان کا بیان ہے کہ آپ کی یہ رضامندی میرے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھی۔(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابو رہمؓ غفاری)

ماتمِ رسولؐ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو جو محبت تھی اس کا اثر آپ کی زندگی میں جن طریقوں سے ظاہر ہوتا تھا اس کا حال اوپر گذر چکا لیکن آپ کی وفات کے بعد اس محبت کا اظہار صرف گریہ وبکا، آہ و فریاد اور نالہ و شیون کے ذریعہ سے ہو سکتا تھا اور صحابہ کرامؓ نے آپ کے ماتم میں یہ دردانگیز صدائیں اس زور سے بلند کیں کہ مدینہ بلکہ کل عرب کے درو دیوار ہل گئے۔آپ پر موت کے آثار بتدریج طاری ہوئے جمعرات کے دن مرض میں اشتداد پیدا ہوا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو جب یہ دن یاد آتا تھا تو کہتے تھے کہ ''جمعرات کا دن جمعرات کا کون سا دن؟ وہ جس میں آپ کے مرض میں ترقی ہوئی'' نزع کا وقت قریب آیا تو غشی طاری ہوئی حضرت فاطمہؓ نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار چیخ اٹھیں ''واکرب اباہ'' ''ہائے میرے باپ کی تکلیفیں'' آپ کا وصال ہوا تو یہ

الفاظ کہہ کر آپ پر روئیں ''یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من جنتہ الفردوس ماواہ یا ابتاہ الی جبرئیل ننعاہ ''لوگ آپ کو دفن کر کے آئے تو انہوں نے حضرت انسؓ سے نہایت دردانگیز لہجے میں پوچھا، کیوں انسؓ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خاک ڈالنا تم کو گوارا تھا؟

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مجھے کسی کا مرض الموت نہیں کھلتا۔

یہ تو اہل بیت کی حالت تھی، اہل بیت کے علاوہ اور تمام صحابہ کا حلقہ ماتم مسجد نبویؐ میں قائم تھا اور حضرت عمرؓ لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ ابھی آپ کا وصال ہی نہیں ہوسکتا، حضرت ابوبکرؓ نے آکر یہ حالت دیکھی تو کسی سے بات چیت نہیں کی سیدھے آپ کی لاش مبارک تک چلے گئے منہ کھول کر آپ کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور روئے وہاں سے نکل کر لوگوں کو سمجھایا تو سب کو آپ کی موت کا یقین آیا۔ (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ)

ایک شخص صحابہ کے قلق و اضطراب کا یہ عالم دیکھ کر مدینہ سے عمان آیا تو لوگوں کو آپ کے وصال کی خبر دی اور کہا کہ ''میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کے سینے دیگچی کی طرح ابال کھا رہے ہیں'' (اصابہ تذکرہ خمیصہ) حضرت عبداللہ بن ابی لیلی انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت میں بچہ تھا، لوگ اپنے سروں اور کپڑوں پر خاک ڈال رہے تھے، اور میں ان کے گریہ و بکا کو دیکھ کر روتا تھا۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن ابی لیلیٰ)

مدینہ کے باہر جب یہ وحشت ناک خبر پہنچی تو قبیلہ باہلہ کے لوگوں نے اس ماتم میں اپنے خیمے گرادیئے اور متصل سات دن تک ان کو کھڑا نہیں کیا۔ (اصابہ تذکرہ جہم بن کلدہ باہلی)

تفویض الی الرسولؐ:

صحابہ کرامؓ نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کردی تھی اور اپنی ذات اور اپنی آل واولاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ کر دیا تھا، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ایک صحابیہ تھیں ان سے ایک طرف تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو نہایت دولت مند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف آپ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے متعلق ان سے گفتگو کی تھی، جن کی فضیلت یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ''جو مجھے دوست رکھتا ہے، چاہیے کہ اسامہ کو بھی دوست رکھے''، لیکن حضرت فاطمہؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنادیا اور کہا کہ ''میرا معاملہ آپکے ہاتھ میں ہے۔ جس سے چاہیں نکاح کردیجئے۔ (نسائی کتاب النکاح الخطبۃ فی النکاح)

حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہؓ انصاری اپنی تین لڑکیوں کے نکاح کے متعلق آپ کو وصیت کر گئے تھے جن میں آپ نے حضرت فریعہؓ کا نکاح نبیط بن جابر سے کردیا۔

(اسد الغابہ تذکرہ فریعہ بنت ابی امامہ)

انصار کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی جانے بغیر اپنی بیواؤں کی شادی نہیں کرتے تھے، ایک دن آپ نے ایک انصاری سے فرمایا ''تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو وہ تو منتظر ہی تھے باغ باغ ہوگئے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ''میں اپنے لئے نہیں بلکہ جلیبیب کے لئے پیغام دیتا ہوں'' جلیبیب ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو عورتوں کے ساتھ ظرافت اور مذاق کی باتیں کیا کرتے تھے اس لئے صحابہ ان کو عموماً پسند نہ کرتے تھے انہوں نے جلیبیب کا نام سنا تو بولے ''اسکی ماں سے مشورہ کرلوں'' ماں نے جلیبیب کا نام سنا تو انکار کیا، لیکن لڑکی نے کہا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نامنظور نہیں کی جاسکتی مجھے آپ کے حوالہ کردو، آپ مجھے ضائع نہ کریں گے۔

(مسند جلد ۴ ص ۴۲۲)

ہیبت رسولؐ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقار وعظمت کی بنا پر صحابہ کرامؓ آپ کے سامنے اس قدر مرعوب ہو جاتے تھے کہ جسم میں رعشہ پڑ جاتا تھا، ایک بار ایک صحابی نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی لیکن دو شخص جو مسجد کے ایک گوشے میں تھے شریک نماز نہیں ہوئے آپ نے ان کو باز پرس کے لئے طلب فرمایا تو وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ جسم میں لرزہ پڑ گیا۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب فیمن صلی فی منزلہ ثم ادرک الجماعۃ یصلی معھم)

ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بات چیت کی لیکن ان پر اس قدر جلال نبوت طاری ہوا کہ جسم میں رعشہ پڑ گیا۔ آپ نے فرمایا "گھبراؤ نہیں میں اس عورت کا لڑکا ہوں جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی" (سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب القدیہ)

ایک بار ایک صحابیہؓ نے آپ کو مسجد میں اکڑو بیٹھے دیکھا، ان پر آپ کی اس خضوع و خشوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھیں۔ (شمائل ترمذی باب ما جاء فی جلسۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اس رعب وداب کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرامؓ آپ کو کسی بات پر ٹوک نہیں سکتے تھے ایک بار آپ پر عصر یا ظہر کی نماز میں نسیان طاری ہو گیا اور صرف دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ بہت سے صحابہ مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ رکعاتِ نماز میں کمی کر دی گئی، جماعت میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی شریک تھے، لیکن آپ کی ہیبت سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے بالآخر حضرت ذوالیدینؓ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ "آپ بھول گئے، یا نماز میں کمی ہو گئی"، تمام صحابہ نے اس کی تصدیق کی لیکن زبان نہ ہل سکی بلکہ اشاروں میں حضرت ذوالیدینؓ کی تائید کی۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب السھو فی السجدتین)

حضرت عمرو بن العاصؓ فاتحِ مصر بڑے پایہ کے صحابی تھے، لیکن ان کا بیان ہے کہ "

میں آپ کا حلیہ نہیں بیان کرسکتا، کیونکہ میں نے آپ کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرات نہیں کی''

(مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ وکذا الحج والہجرۃ)

آپ حجۃ الوداع میں ناقہ پر سوار ہو کر نکلے تو آپ کے ہاتھ میں درہ تھا، لوگوں پر اس قدر ہیبت طاری تھی کہ کہتے تھے ''طبطبیہ طبطبیہ'' یعنی اس کوڑے سے بچتے رہو''

(ابوداؤد کتاب النکاح باب تزویج من لم یولد)

صحابہ کرامؓ کے بچوں تک کے رگ وریشہ میں آپ کا رعب وداب سرایت کر گیا تھا، ایک بار حضرت ایاذؓ بچپن میں باپ کے ساتھ آپ کی خدمت میں گئے آپ کا دیدار ہوا تو ان کے باپ نے پوچھا کہ'' جانتے ہو کہ کون ہیں؟ بولے ''نہیں'' کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں'' یہ سننے کے ساتھ ہی ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ان کا خیال تھا کہ آپ کی شکل وصورت آدمیوں سے مختلف ہو گی۔ لیکن ان کو نظر آیا کہ آپ بھی آدمی ہی ہیں اور آپ کے سر پر لمبے لمبے بال ہیں۔

(مسند ابن حنبل جلد۲ص ۲۲۶)

اطاعت رسولؐ:

صحابہ کرام جس طوع ورضاء کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں ذیل کے چند واقعات سے ان کا اندازہ ہو سکے گا۔

ایک بار حضرت زینبؓ اپنے کپڑے رنگوا رہی تھیں۔ آپ گھر میں آئے تو الٹے پاؤں واپس گئے آپ نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم حضرت زینبؓ آپ کی نگاہ عتاب کو تاڑ گئیں، اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھو ڈالا۔

آپ نے ایک صحابی کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''یہ کیا ہے''؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے ناپسند فرمایا، فوراً گھر میں آئے اور اس کو چولہے میں ڈال دیا۔

(ابوداؤد کتاب اللباس باب فی الحمرۃ)

حضرت خریم اسدیؓ ایک صحابی تھے جو نیچی تہ بند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے ایک روز آپ نے فرمایا ''خریم اسدی کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا اور نیچی تہ بند نہ باندھتا انکو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی اس سے بال کترے اور تہ بند اونچی کر لی۔ (ایضاً باب ماجاء فی اسبال الازار)

بی بی سب کو عزیز ہے لیکن جب آپ نے تخلف غزوہ تبوک کی بنا پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالکؓ سے قطع تعلق کر لینے کا حکم دیا اور اخیر میں ان کی بی بی سے بھی علیحدگی اختیار کرنیکی ہدایت فرمائی، تو بولے ''طلاق دیدوں یا اور کچھ'' لیکن آپ کے قاصد نے کہا ''صرف علیحدگی مقصود ہے چنانچہ انہوں نے فوراً بی بی کو میکے میں بھیج دیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک)

شادی بیاہ کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ کو اطاعت رسول اللہؐ نے ان معاملات میں غور فکر کرنے سے بے نیاز کر دیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمیؓ ایک نہایت مفلس صحابی تھے ایک بار آپ نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ ''جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کر لو'' وہ آئے اور کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمھارے یہاں فلاں لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے بھیجا ہے'' سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ناکامیاب نہیں جا سکتا''۔ چنانچہ فوراً انہوں نے اس کی تعمیل کی۔ (مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۵۸)

پابندی احکام رسولؐ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو احکام وقتی ہوتے تھے صحابہ کرام فوراً ان کی تعمیل کرتے تھے اور جو دائمی ہوتے ہمیشہ ان کے پابند رہتے تھے اور اس کے خلاف کبھی ان سے کوئی حرکت صادر نہیں ہوتی تھی۔

آپ کے زمانہ میں عورتیں بھی شریک جماعت ہوتی تھیں، اس حالت میں اقتضائے

کمال عفت وعصمت یہ تھا کہ ان کیلئے مسجد کا ایک دروازہ مخصوص کردیا جائے، اس بناء پر آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا۔

لوتر کنا ھذا الباب للنساء

''کاش ہم یہ دروازہ صرف عورتوں کے لئے چھوڑ دیتے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ تادم مرگ اس دروازے سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب التشدید فی ذالک)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا۔

من زار قوما فلا یٔومھم ولیٔومھم رجل منھم

''جو شخص کسی قوم کے یہاں جائے، وہ ان کی امامت نہ کرے بلکہ خود اسی قوم کا کوئی شخص ان کی امامت کرے''

ایک بار حضرت مالک بن حویرثؓ ایک قوم کی مسجد میں آئے لوگوں نے امامت کی درخواست کی تو انہوں نے انکار کردیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ الزائر)

ایک بار حضرت ابوسعید خدریؓ نماز پڑھ رہے تھے ایک قریشی نوجوان سامنے سے گزرا انہوں نے اس کو دھکیل دیا، وہ باز نہ آیا، پھر دھکیلا، وہ نہ رکا تیسری بار پھر دھکیلا، نماز پڑھ چکے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''نماز کو اگرچہ کوئی چیز توڑ نہیں سکتی، تاہم اگر کوئی چیز سامنے آجائے تو جہاں تک ممکن ہو اس کو دفع کرو، کیونکہ وہ شیطان ہے''

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب من قال لا یقطع الصلوۃ شی)

ایک بار آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال کو بھی خشک چھوڑ دیا

اس پر دوزخ میں عذاب ہوگا'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر جس شدت سے عمل کیا اس کو خود انہوں نے بیان کیا ہے۔

فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی لے

''یعنی اسی دن سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کرلی (یعنی برابر بال ترشواتے رہے)''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوہر کے علاوہ اوراعزہ کے ماتم کے لئے صرف تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات نے اسکی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب حضرت زینبؓ بنت جحشؓ کے بھائی کا انتقال ہوگیا تو (غالباً چوتھے دن) انہوں نے خوشبو لگائی اور کہا کہ ''مجھ کو خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی، لیکن میں نے آپ سے منبر پر سنا ہے کہ'' کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا ماتم کرنا جائز نہیں اس لئے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی''۔

جب حضرت ام حبیبہؓ کے والد نے انتقال کیا تو انہوں نے تین روز کے بعد اپنے رخساروں پر خوشبو ملی اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی''

(ابوداؤد کتاب الطلاق باب احداد المتوفی عنہا زوجہا)

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابہ کرامؓ سفر جہاد میں منزل پر قیام فرماتے تھے تو ادھر اُدھر پھیل جاتے تھے ایک بار آپ نے فرمایا کہ ''یہ تفرق وتشتت شیطان کا کام ہے'' اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب منزل پر اترتے تھے تو اس قدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اس کے نیچے آجاتے۔

(ایضاً کتاب الجہاد باب مایومر من انضمام العسکر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے متعلق جو احکام جاری فرمائے تھے ان میں ایک یہ تھا

لا یبیع حاضر لباد

''شہری آدمی بدوؤں کا مال نہ بکوائے (یعنی اس کا دلال نہ بنے)

ایک بار ایک بدو کچھ مال لے کر آیا تو حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے یہاں اترا، لیکن انہوں نے کہا کہ ''میں خود تو تمھارا سودا نہیں بکوا سکتا، البتہ بازار میں جاؤ، بائع کی تلاش کرو، میں صرف مشورہ دیدوں گا'' (ایضاً کتاب البیوع باب فی النہی ان یبیع حاضر لباد)

حضرت حذیفہؓ کے سامنے مدائن کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا انہوں نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا کہ ''میں نے اس کو منع کیا تھا، یہ باز نہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے'' (ایضاً کتاب الاشربہ باب الشرب فی آنیۃ الذہب والفضہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے یمن کی گورنری پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو روانہ فرمایا، ان کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھیجا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے سامنے ایک مجرم کو دیکھا، حضرت ابوموسیٰ اشعری نے سواری سے اترنے کیلئے کہا لیکن انہوں نے مجرم کی طرف اشارہ کرکے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے'' یہودی تھا، اسلام لاکر مرتد ہوگیا ہے'' فرمایا'' جب تک خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق قتل نہ کردیا جائے گا، میں نہ بیٹھوں گا، انہوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا، لیکن انکا یہی جواب تھا، چنانچہ جب وہ قتل ہو چکا تو سواری سے اترے۔

ایک بار حضرت ابوبکرؓ ایک مجلس میں آئے ایک شخص نے اٹھ کر ان کے لئے اپنی جگہ خالی کردی تو انہوں نے اس کی جگہ بیٹھنے سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (ایضاً کتاب الادب باب فی التحلق)

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک سائل آیا، انہوں نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا، پھر اس کے بعد خوش لباس شخص آیا تو انہوں نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا، لوگوں نے اس تفرق پر اعتراض کیا تو بولیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

انزلوا الناس منازلھم (ابوداؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس

منازلھم)

''ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق برتاؤ کرو''

ایک بار آپ مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ راستے میں مرد اور عورتیں مل جل کے چل رہے ہیں، عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ''پیچھے رہو، تم وسط راہ سے نہیں گزر سکتیں''۔ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے سے چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔ (ابو داؤد کتاب الادب باب فی مشی النساء فی الطریق)

حضرت محمد بن اسلمؓ نہایت کبیر السن صحابی تھے لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انہوں نے مسجد نبویؐ میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خدا کی قسم میں نے مسجد رسول اللہؐ میں نماز نہیں پڑھی۔ حالانکہ آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر واپس نہ جائے، یہ کہہ کر چادر اٹھاتے اور مسجد نبویؐ میں دو رکعت نماز پڑھ کر گھر واپس آتے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت محمد بن اسلمؓ)

غزوہ احزاب میں آپ نے حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں وہ آئے تو دیکھا کہ ابو سفیان آگ تاپ رہے ہیں کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حکم یاد آ گیا اور رک گئے۔ (مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ الاحزاب)

جو صحابہ رافع بن ابی الحقیق یہودی کے قتل کرنے کے لئے گئے تھے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کریں ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجود یہ کہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا کہ ان کا راز فاش ہو جاتا، لیکن ان لوگوں نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اٹھانا پسند نہ کیا۔

(موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب النہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو)

ادب حرم نبوی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرامؓ ازواج مطہرات کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جب آپ کی حرم محترم نے انتقال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سجدے میں گر پڑے لوگوں نے کہا "آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں"؟ بولے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرلیا کرو پھر ازواج مطہرات کی موت سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہوگی" (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب السجود عند الآیات)

مقام سرف میں حضرت میمونہؓ کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی ساتھ تھے بولے کہ "یہ میمونہؓ ہیں، ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت وجنبش نہ دو"۔
(نسائی کتاب النکاح ذکر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی النکاح وازواجہ وما اباح اللہ عزوجل لنبیہ)

بعض صحابہؓ عزت ومحبت کی وجہ سے ازواج مطہرات پر اپنی جائدادیں وقف کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ازواج مطہرات کو ایک جائداد دی تھی جو چالیس ہزار پر فروخت کی گئی اور ایک باغ بھی وقف کیا تھا جو چار لاکھ پر فروخت کیا گیا۔
(ترمذی کتاب المناقب مناقب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ)

خلفاء ازواج مطہرات کے ادب واحترام کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ازواج مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے جب ان کے پاس میوہ یا اور کوئی عمدہ چیز آتی تو ان پیالوں میں ڈال کے تمام ازواج مطہرات کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ (موطائے امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب جزیہ اہل الکتاب والمجوس)

۲۳ھ میں جب حضرت عمرؓ نے حج کیا تو ازواج مطہرات کو بھی نہایت ادب واحترام

کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ ازواج مطہرات منزل پر اترتی تھیں تو وہ خود حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام کرتی تھیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ)

☆☆☆

فضائل اخلاق

<u>مسکین نوازی:</u>

صحابہ کرام اس قدر مسکین نواز تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کسی مسکین کی شرکت کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ (بخاری کتاب الاطعمہ باب المؤمن یاکل فی معی واحد) انکے سامنے جب دستر خوان چنا جاتا اور اتفاق سے کسی معزز شخص کا گزر ہو جاتا تو انکے اہل وعیال اسکو شریک طعام کر لیتے'' لیکن وہ خود اسکو نہ بلاتے البتہ جب کوئی مسکین سامنے سے گزرتا تو اس کو ضرور شریک طعام کرتے اور کہتے کہ ''یہ لوگ اسکو بلاتے ہیں جس کو کھانے کی خواہش نہیں اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں جس کو کھانے کی خواہش ہے''۔

ایک بار ان کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی ابھی دستر خوان چنا ہی تھا کہ کانوں میں ایک مسکین کی صدا آئی فرمایا'' اس کو دے دو'' بیوی کو عذر ہوا'' لیکن وہ اسی پر اصرار کرتے رہے بالآخر مسکین کو ایک دینار دے کر راضی کر لیا گیا۔

ایک بار لوگوں نے ان کی بیوی کو ملامت کی کہ تم اچھی طرح ان کی خدمت نہیں کرتیں

،بولیں کیا کروں ''ان کیلئے جب کھانا تیار کیا جاتا ہے تو کسی مسکین کو ضرور شریک طعام کر لیتے ہیں'' چنانچہ اس کے انسداد کیلئے جو فقراء و مساکین ان کے راستے میں بیٹھتے تھے، انہوں نے ان سے کہلا بھیجا کہ اب ان کے راستے میں نہ بیٹھو، وہ مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے تو ان لوگوں کو گھر سے بلوا بھیجا، ان کی بی بی نے ان سے کہہ دیا تھا کہ بلانے پر بھی نہ آنا، چنانچہ وہ لوگ نہ آئے تو اس رات کو کھانا نہیں کھایا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ)

حضرت حارثہ بن النعمانؓ اندھے ہو گئے تھے اس لئے اپنے مصلی سے دروازے تک ایک دھاگا باندھ رکھا تھا جب کوئی مسکین آتا تو ٹوکری سے کچھ کھجوریں لے لیتے اور دھاگے کے سہارے سے دروازہ تک آ کر اس کو دے دیتے گھر کے لوگوں نے کہا ''ہم آپ کا یہ کام کر سکتے ہیں'' بولے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ'' مسکین کو دینا بری جگہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے''۔ (اصابہ تذکرہ حضرت حارثہ بن النعمانؓ)

ایک دن حضرت عائشہ روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، اسی حالت میں ایک مسکین نے سوال کیا تو انہوں نے لونڈی سے کہا کہ ''وہ روٹی اس کو دیدو'' اس نے کہا ''افطار کس چیز سے کیجئے گا'' بولیں ''دے تو دو'' شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوادیا، لونڈی کو بلا کر کہا ''لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔''

(موطائے امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقہ)

استعفاف:

صحابہ کرامؓ اگرچہ مفلس اور نادار تھے لیکن کسی کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلاتے تھے، ایک بار چند صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی شرائط بیعت میں ایک شرط یہ بھی تھی۔

لاتسالو االناس شئیا ''لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔''

ان میں بعض لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ اگر راہ میں کوڑا بھی گر جاتا تھا تو کسی سے یہ نہیں کہتے تھے کہ اٹھا کر دیدو" (ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب کراہیۃ المسئلۃ)

حضرت ابو بکر صدیقؓ اونٹنی پر سوار ہوتے تھے اور ہاتھ سے لگام گر جاتی تھی تو اونٹنی کو بٹھا کر خود اپنے ہاتھ سے اس کو اٹھاتے تھے لوگ کہتے کہ "آپ نے ہم سے کیوں نہیں کہا کہ ہم اٹھا دیتے" فرماتے "میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی سے کچھ نہ مانگ"

(مسند ابن حنبل جلد ا ص ۱۱)

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جو شخص یہ ضمانت کردے کہ کسی سے سوال نہ کرے گا میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں" آپ کے مولی ثوبان بولے "میں یہ ضمانت دیتا ہوں" چنانچہ اس کے بعد وہ کسی سے کچھ نہیں مانگتے تھے۔ (ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب کراہیۃ المسئلۃ)

ایک بار حضرت حکیم بن حزامؓ نے آپ سے سوال کیا، آپ نے ان کا سوال پورا کیا، پھر مانگا پھر دیا پھر مانگا پھر عنایت فرمایا لیکن اس کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ "اے حکیم یہ مال نہایت شیریں اور خوش رنگ چیز ہے جو شخص اس کو فیاض دلی کے ساتھ لیتا ہے اس کو برکت نصیب ہوتی ہے اور جو شخص اس کو حرص وطمع کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کو برکت نصیب نہیں ہوتی اور وہ مثل اس آدمی کے ہوتا ہے جو کھاتا تو ہے لیکن اسکا پیٹ نہیں بھرتا اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہر حال بہتر ہے" حضرت حکیم بن حزامؓ نے اسی وقت عہد کرلیا کہ اب تادم مرگ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا اور اس عہد کو اس شدت کے ساتھ پورا کیا کہ حضرت ابو بکرؓ ان کو عطیہ دینے کیلئے طلب فرماتے تھے اور وہ انکار کر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو عطیہ دینا چاہا مگر انہوں نے رد کر دیا بالآخر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مسلمانو! گواہ رہنا میں حکیم کو ان کا حق دیتا ہوں اور وہ قبول نہیں

کرتے۔'' (ترمذی ابواب الزہد بخاری کتاب الزکوۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ)

حضرت مالک بن سنانؓ سوال کو اس قدر موجب ننگ وعار سمجھتے تھے کہ ''ایک بار تین دن تک بھوکے رہے لیکن کسی سے کچھ نہ مانگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ جس شخص کو عفیف المسالہ شخص کا دیکھنا منظور ہو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔''

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت مالک بن سنانؓ)

اصحابِ صفہ اگر چہ نا داری کی وجہ سے دوسروں کے دستِ نگر تھے، تاہم الحاح ولجاجت کے ساتھ سوال کرنا ان کی شان سے بالکل بعید تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کے اس مخصوص وصف امتیازی کو خاص طور پر سراہا ہے۔

یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیمھم لا یسئلون الناس الحافاً

جو شخص ان کی حالت سے ناواقف ہے وہ انکی خودداری سے ان کو دولت مند سمجھتا ہے، تم صرف انکے بشرے سے انکو پہچان سکتے ہو وہ کسی سے گڑ گڑا کر کچھ نہیں مانگتے۔

لوگوں کے سامنے غیروں سے مانگنا تو بڑی بات ہے صحابہ کرامؓ کی غیرت اس کو بھی گوارا نہیں کرتی تھی کہ ماں باپ سے سب کے سامنے سوال کیا جائے، حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج سے تنگ آ گئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے۔ حاضر خدمت ہوئیں کہ آپ سے ایک غلام مانگیں۔ دیکھا کہ آپ سے کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں، شرم کے مارے واپس آئیں۔ (ابو داؤد کتاب الادب باب فی التسبیح عند النوم)

اگر کبھی سوال کا موقع بھی آتا تو صحابہ کرامؓ شرم وحیا سے علانیہ سوال نہیں کرتے تھے بلکہ صرف حسنِ طلب سے کام لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ میں تھے جن کا تمغہ امتیاز صرف فقر وفاقہ تھا۔ ان کی حالت یہ تھی کہ بھوک کے مارے زمین پر پیٹ کے بل پڑے رہتے تھے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے لیکن کسی سے علانیہ کچھ نہیں مانگتے تھے ایک روز

شاہراہِ عام پر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا گزر ہوا تو ان سے ایک آیت پوچھی وہ گزر گئے اور کچھ توجہ نہ کی، حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا، لیکن اس حسن طلب سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی صاحب متوجہ ہوں اور اپنے ساتھ لے جا کر کھانا کھلائیں۔ (ترمذی ابواب الزہد ص ۴۰۸)

ایثار:

فیاضی ایک اخلاقی وصف ہے لیکن ایثار فیاضی کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور وہ صحابہ کرامؓ میں اس قدر پائی جاتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمرؓ کو عطیہ دیتے تھے لیکن وہ یہ کہہ کر انکار کر دیتے تھے کہ "یہ اس کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو" (بخاری کتاب الزکوۃ باب من عطاہ اللہ شیئا من غیر مسئلہ واشراف النفس وفی اموالہم حق للسائل والمحروم)

ایک بار ایک فاقہ زدہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا سوئے اتفاق سے آپ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا، اس لئے آپ نے فرمایا "آج کی شب کون اس مہمان کا حق ضیافت ادا کرے گا؟" ایک انصاری یعنی حضرت ابوطلحہؓ نے کہا "میں یا رسول اللہ چنانچہ اس کو ساتھ لے کر گھر آئے، بی بی سے پوچھا کچھ ہے؟ بولیں "صرف بچوں کا کھانا ہے" بولے بچوں کو تو کسی طرح بہلا و جب میں مہمان کو گھر لے آؤں تو چراغ بجھا دو اور میں اس پر یہ ظاہر کروں گا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کہ "رات خدا تمھارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ

وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں گو وہ خود تنگدست ہوں۔"

(مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ)

حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں اپنی

قبر کے لئے مخصوص جگہ کر رکھی تھی، لیکن جب حضرت عمرؓ نے ان سے درخواست کی تو انہوں نے یہ تختہ جنت ان کو دے دیا اور فرمایا۔

كنت اريده لنفسي ولا وثرن به اليوم على نفسي

(بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ)

میں نے خود اپنے لئے اس کو محفوظ رکھا تھا لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔

ایک غزوہ میں حضرت عکرمہؓ، حضرت حارث بن ہشامؓ، حضرت سہیل بن عمروؓ زخم کھا کر زمین پر گرے اور اس حالت میں حضرت عکرمہؓ نے پانی مانگا۔ پانی آیا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں، بولے ''پہلے ان کو پلاؤ'' حضرت سہیلؓ کے پاس پانی آیا، تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت حارثؓ کی نگاہ بھی پانی کی طرف ہے، بولے ''انکو پلاؤ'' بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے منہ میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گیا اور سب نے تشنہ کامی کی حالت میں جان دی۔

(استیعاب تذکرہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل)

فیاضی:

اگرچہ صحابہ کرامؓ کے تمام اخلاقی محاسن نے اسلام کو تقویت دی لیکن سب سے زیادہ اسلام کو صحابہ کی فیاضی سے رسوخ وثبات حاصل ہوا، مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے غربت کدہ تھا لیکن انصار کی فیاضی نے آپ کو آنکھوں میں جگہ دی مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا اور بعض شرائط کے ساتھ اپنی نخلستان کی پیداوار میں انکو شریک کر لیا۔

(بخاری کتاب المزارعۃ باب اذ قال اکفنی مؤنۃ النخل وغیرہ)

حضرت سعد بن الربیعؓ نے جائیداد کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنی ایک بی بی بھی دینا چاہی، لیکن انہوں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔

(بخاری کتاب المناقب باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین اصحابہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان استغنا نے اگرچہ انصار سے خدا کے گھر کے

لئے بھی زمین مانگی تو قیمت دینا چاہی لیکن انصار کی فیاضی نے اس کا معاوضہ صرف خدا سے لینا چاہا اور نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ کہا،

لا نطلب ثمنه الا الی الله (ابوداءود کتاب الصلوۃ باب فی بناء المسجد)

ہم اس کی قیمت صرف خدا سے مانگتے ہیں۔

اسلام میں عمری ایک خاص ہبہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص عمر بھر کیلئے کسی پر کوئی چیز ہبہ کر دے مدینہ میں مہاجرین آئے تو انصار نے ہر قسم کی اعانت و امداد کے ساتھ مہاجرین کو بہت سی جائیداد بطور عمری کے دینی چاہی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع فرمایا۔

(مسلم کتاب الفرائض باب العمری)

انصار میں حضرت سعد بن عبادہؓ فیاضی میں عام طور پر مشہور تھے، روزانہ ان کے قلعہ کے اوپر سے ایک آدمی پکارتا کہ جس کو گوشت اور چربی کی خواہش ہو وہ یہاں آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ میں آئے تو زیادہ تر وہی کھانا تیار کروا کے بھیجتے تھے، اصحاب صفہ کی معاش کا زیادہ تر دارومدار ان ہی کی فیاضی پر تھا، چنانچہ جب شام ہوتی تو اور صحابہ ان میں سے ایک یا دو کو لے جاتے لیکن وہ اسی اسی آدمیوں کو لے جا کر کھانا کھلاتے۔

(اصابہ تذکرہ حضرت سعد بن عبادہؓ)

حضرت جعفر بن ابی طالب بھی اصحاب صفہ کے ساتھ لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے تھے کیونکہ وہ مسکینوں کے ساتھ محبت رکھتے تھے، ان کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ بھی مساکین صفہ میں داخل تھے اس لئے ان کو انکی فیاضی کا خاص تجربہ تھا وہ فرماتے ہیں کہ میں صحابہ سے قرآن مجید کی وہ آیتیں پوچھا کرتا تھا جو مجھے ان سے زیادہ معلوم تھیں اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی کھانا کھلائے۔

چنانچہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب سے پوچھنے کا اتفاق ہوتا تو وہ پہلے گھر لیجا کر سب

کچھ کھلا دیتے یہاں تک کہ گھی کا خالی کپہ پھاڑ ڈالتے اور ہم لوگ اس کو چاٹ لیتے تھے۔
(بخاری وترمذی کتاب المناقب جعفر بن ابی طالب)

مہاجرین میں حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے ساتھ ہجرت کی تو اپنا کل مال جس کی مقدار پانچ یا چھ ہزار تھی نیک کاموں میں صرف کرنے کیلئے ساتھ لیتے گئے ان کے والد ابو قحافہ گھر میں آئے تو کہا کہ "تم لوگوں کو وہ مصیبت میں مبتلا کر کے چلا گیا" حضرت اسماءؓ نے ان کی تسکین کیلئے بہت سی کنکریاں جمع کر کے طاق میں رکھیں اور ان کو ایک کپڑے سے ڈھانک کر کہا کہ ہاتھ سے ٹٹول لیجئے (وہ اندھے تھے) سب کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۳۵۰)

مہاجرین میں حضرت عثمانؓ جس طرح بہت بڑے دولتمند تھے، بہت بڑے فیاض بھی تھے۔ عہد نبوت میں جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو آپ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا مسجد کے متصل ایک قطعہ زمین تھا جس کی نسبت آپ نے فرمایا کون اس کو خرید کر خدا کے حوالہ کرتا ہے؟ حضرت عثمان نے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسجد پر وقف کر دیا، مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی، بیر رومہ کو خرید کر وقف عام فرما دیا، غزوہ تبوک میں ایک متمدن سلطنت کا مقابلہ تھا اور صحابہ کرامؓ کے پاس سامان جہاد نہایت کم تھا۔ انہوں نے تنہا نہایت فیاضی کے ساتھ تمام سامان مہیا کیا۔ (نسائی کتاب الجہاد فضل من جہز غازیا)

غزوۂ تبوک کے زمانہ میں آپکی خدمت میں ہرقل کا قاصد آیا، چونکہ آپ عموماً قاصدوں سے لطف ومراعات کے ساتھ پیش آتے تھے، اس لئے آپ نے معذرت کی کہ "ہم لوگ اس وقت سفر میں ہیں اگر ممکن ہوا تو ہم تمہیں صلہ دیں گے، حضرت عثمانؓ نے سنا تو پکارے کہ "میں صلہ دوں گا" چنانچہ اپنے توشہ دان سے ایک حلہ صفوریہ نکال کر اس کو دیا پھر آپ نے فرمایا کہ "کون اس کو اپنا مہمان بنائے گا؟" ایک انصاری نے کہا" میں اس کے لئے حاضر ہوں"

(مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۴۴۲)

تقویت اسلام کے علاوہ ذاتی طور پر بھی صحابہ کرامؓ کی فیاضیوں کا دریا عموماً بہتا رہتا تھا، حضرت مقدامؓ ایک صحابی تھے وہ چند رفقاء کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں حاضر ہوئے اور انہوں نے صرف ان کو مالی عطیہ دیا لیکن انہوں نے اپنے تمام رفقاء پر برابر تقسیم کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ مقدام ایک فیاض شخص ہیں۔

(ابو داؤد کتاب اللباس باب فی جلود والخور)

حضرت قیس بن سعدؓ نہایت فیاض اور بہادر صحابی تھے، غزوات میں انصار کا علم ان ہی کے ہاتھ میں رہتا تھا اور وہ اس عزت کو اپنی فیاضی سے قائم رکھتے تھے، ایک غزوہ میں وہ قرض لے کر فوج کو کھانا کھلاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اس فوج میں شریک تھے دونوں بزرگوں نے مشورہ کیا کہ اگر ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو اپنے باپ کا تمام سرمایہ برباد کریں گے اس لئے ان کو روکنا چاہا۔ حضرت سعدؓ کو معلوم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر کہا کہ؟ ''مجھ کو ابن قحافہ اور ابن خطاب سے کون بچائے گا؟ میرے بیٹے کو یہ بخیل بنانا چاہتے ہیں'' (اسد الغابہ جلد ۴ص ۲۱۵ تذکرہ حضرت قیس بن سعدؓ) ان کی فیاضی یہیں تک محدود نہ تھی، بلکہ ان کے پاس ایک پیالہ تھا وہ جہاں جاتے تھے اس میں ایک آدمی گوشت اور مالیدہ بھر کے لے چلتا تھا اور پکارتا تھا کہ **ھلمو الیٰ للحم والثرید** یعنی آؤ اور گوشت اور مالیدہ کھاؤ، ایک بار ایک بڑھیا نے ان سے کہا کہ ''میرے گھر میں چوہے نہیں رہتے'' بولے کیا خوب کنایہ ہے۔ اس کا گھر روٹی، گوشت، گھی اور کھجور سے بھر دو۔'' (حسن المحاضرۃ جلد اول ص ۹۵)

حضرت عدیؓ حاتم طائی کے بیٹے تھے، ایک بار ان سے ایک شخص نے سو درہم مانگے تو بولے ''حاتم کے بیٹے سے صرف سو درہم مانگتا ہے، خدا کی قسم نہ دوں گا''

(مسلم کتاب الایمان نذر من حلف یمینا فرءا الی غیر حامنہا ان یاتی الذی ھو خیر ویکفر عن یمینہ)

حضرت عائشہ اس قدر فیاض تھیں کہ جو کچھ ہاتھ میں آجاتا اس کو صدقہ کر دیتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کو روکنا چاہا تو اس قدر برہم ہوئیں کہ ان سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی ہے۔ حضرت اسماءؓ بھی اسی درجہ کی فیاض تھیں لیکن دونوں بہنوں کے طرزِ عمل میں اختلاف تھا، حضرت عائشہ کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں جب معتد بہ سرمایہ جمع ہو جاتا تھا تو اس کو تقسیم کر دیتی تھیں لیکن حضرت اسماءؓ کل کیلئے کچھ نہ رکھ چھوڑتی تھیں جو کچھ ملتا تھا روز کا روز صرف کر دیا کرتی تھیں۔ (الادب المفرد باب السخاوۃ)

ایک روز حضرت منکدر بن عبداللہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بولیں کہ "تمھارے کوئی لڑکا ہے؟" انہوں نے کہا نہیں فرمایا "اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تم کو دیدیتی۔" حسن اتفاق سے شام ہی کو حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے پاس روپے بھیجے، بولیں "کس قدر جلدی میری آزمائش ہوئی" فوراً ان کے پاس دس ہزار درہم بھجوا دیئے انہوں نے اس رقم سے ایک لونڈی خرید لی اور اس سے ان کے متعدد بچے پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبداللہ)

حضرت سعید بن عاصؓ کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ اگر ان سے کوئی سائل سوال کرتا اور ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اس کو دستاویز لکھ دیتے کہ جب ہوگا تو دیا جائے گا، ہر جمعہ کو اپنے بھائی بندوں کو جمع کرتے ان کو کھانا کھلاتے، خلعت پہناتے اور انکے گھروں پر صلے بھیجتے، ہر جمعرات کو کوفہ (وہ کوفہ کے گورنر تھے) کی مسجد میں غلام کے ہاتھ اشرفیوں کے توڑے بھیجتے کہ نمازیوں کے آگے رکھ آئے اس بناء پر اس دن مسجد میں نمازیوں کا ازدحام ہو جاتا، مرتے وقت ان پر اسی ۸۰ ہزار اشرفیوں کا قرض تھا، بیٹے نے پوچھا "یہ قرض کیونکر ہوا" بولے کسی شریف کی حاجت روائی کی، کسی حیادار آدمی کو اس کے سوال کرنے سے پہلے دے دیا، اسی میں یہ قرض ہوا"

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعید بن العاصؓ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ ایک بار ان کے پاس بیس ہزار درہم

سے زیادہ آئے انہوں نے اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے لوگوں کو دیدیا یہاں تک کہ جب کل خرچ ہو چکا تو ایک شخص کو ان ہی سے قرض لے کر دیدیا وہ اکثر روزے سے رہتے تھے لیکن جب کوئی مہمان آجاتا تھا تو وہ روزہ توڑ دیتے تھے کہ فیاضی کی وجہ سے کھانا کھلانا ان کو بہت پسند تھا، انکے دسترخوان پر اس کثرت سے لوگ جمع ہو جاتے تھے کہ بعض لوگوں کو کھڑے کھڑے کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا، ایک بار ان کی خواہش سے مچھلی پکائی گئی ۔سامنے آئی تو ایک سائل آیا انہوں نے اس کو اٹھا کر دیدیا ایک بار بیمار پڑے لوگوں نے ان کیلئے ایک درہم پر پانچ انگور خریدے سامنے سے سائل گزرا، انہوں نے اس کو دینا چاہا ،لوگوں نے کہا کہ ''ہم اسکو دے دیں گے'' لیکن نہ مانے بالآخر لوگوں نے اس کو دے کر بعد میں اس کو اس سے پھر خرید لیا۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

کف لسان:

حدیث شریف میں آیا ہے۔

من وقاه الله شر اثنين ولج الجنة ما بين لحيه وما بين رجليه۔

(موطائے امام مالک)

''جس شخص کو خدا نے دو چیزوں کی برائی سے محفوظ رکھا تو وہ جنت میں داخل ہوا یعنی زبان اور شرم گاہ۔''

اس لئے صحابہ کرامؓ غیبت، بدگوئی، نکتہ چینی، سب وشتم اور لایعنی باتوں سے نہایت احتراز کرتے تھے،

حضرت حارث بن ہشامؓ نہایت کم سخن تھے، ایک بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتایئے جس کا میں التزام کرلوں'' آپ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ''اس کو قابو میں رکھو'' وہ پہلے ہی سے کم سخن تھے، انہوں نے

کہا کہ ”یہ تو نہایت آسان کام ہے“ لیکن ان کا بیان ہے کہ ”جب میں نے اس پر عمل کرنا چاہا تو وہ نہایت دشوار معلوم ہوا“

(استیعاب تذکرہ حضرت حارث بن ہشام بن مغیرہ)

ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ نے حضرت عائشہؓ و حضرت ام سلمہؓ کی سند سے مروان کے سامنے ایک حدیث بیان کی، اس سے پہلے حضرت ابو ہریرہؓ اس کے مخالف روایت کر چکے تھے مروان نے اس کو قسم دلائی کہ رد و قدح کے ذریعہ سے ابو ہریرہؓ کو جا کر دق کرو لیکن انہوں نے اس کو پسند نہیں کیا۔

ایک روز اتفاق سے حضرت ابو ہریرہ مل گئے، انہوں نے نہایت نرمی سے کہا ”میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اور اگر مروان نے قسم نہ دلائی ہوتی تو نہ کہتا“ اس کے بعد حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایت بیان کی۔ (بخاری کتاب الصوم باب الصائم یصبح جنبا)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر بن سلیم کو چند نصیحتیں کیں، جن میں ایک یہ تھی کہ کسی کو برا بھلا نہ کہو، وہ فرماتے ہیں کہ ”اس کے بعد میں نے انسان تو انسان اونٹ اور بکری کی نسبت بھی نا ملائم الفاظ استعمال نہیں کیئے۔ (استیعاب تذکرہ حضرت جابر بن سلیمؓ)

ایک بار حضرت شداد بن اوس سفر میں تھے۔ منزل پر اترے تو غلام سے کہا کہ چھری لاؤ اس سے کھیلیں۔“ چونکہ یہ فعل عبث تھا، لوگوں نے اس پر نکتہ چینی کی، بولے کہ ”جب سے میں اسلام لایا بجز اس کلمہ کے جو بات کہتا تھا اس کو لگام اور مہار دونوں لگا لیتا تھا، سو تم لوگ میری اس بات کو نہ یاد کرو“ (مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۳)

اگر صحابہ کرامؓ کی زبان سے کوئی سخت لفظ نکل جاتا تھا تو اس پر ان کو سخت ندامت ہوتی تھی، ایک بار حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ربیعہؓ اسلمی کو ایک سخت کلمہ کہہ دیا جس پر ان کو سخت ندامت ہوئی اور حضرت ربیعہؓ سے کہا کہ ”تم بھی مجھ کو ایسا ہی کلمہ کہو تا کہ بدلہ ہو جائے“

انہوں نے کہا ''میں ایسا نہیں کرسکتا''بولے ''تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کروں گا ، انہوں نے اب بھی انکار کیا، معاملہ آپ تک پہنچا تو آپؐ نے حضرت ربیعہؓ سے کہا کہ ''تم نے بہت اچھا کیا۔لیکن ابوبکرؓ کے لئے استغفار کرو'' انہوں نے ان کے لئے دعائے مغفرت مانگی تو وہ روتے ہوئے واپس آئے ۔(مسند ابن حنبل جلد ۴ص ۵۸،۵۹)

ایک بار حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ میں سخت کلامی ہوگئی بعد کو حضرت ابوبکرؓ کو ندامت ہوئی اور حضرت عمرؓ سے معافی مانگی ، انہوں نے معافی سے انکار کیا تو گھبرائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے تین بار فرمایا ''خدا تمھاری مغفرت کرے'' اب حضرت عمرؓ کو بھی پشیمانی ہوئی ، دوڑے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئے ان سے ملاقات نہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ، دیکھا کہ آپ کا چہرہ متغیر ہے اس حالت کو دیکھ کر خود حضرت ابوبکرؓ کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ مبادا حضرت عمرؓ کے خلاف کوئی ناگوار بات نہ پیش آجائے اس لئے دوزانو ہوکر کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بڑا ظلم کیا۔

(بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ)

حضرت ابوبکرؓ کو اپنی زبان پر قابو نہ تھا اس لئے وہ ہمیشہ اس پر نادم رہتے تھے اور اس کی اصلاح کرتے تھے ایک بار حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں بولے ''خدا آپ کی مغفرت کرے اس فعل سے باز آیئے۔'' بولے ''اسی نے تو مجھ کو تباہ کیا ہے ۔

(موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فیما یخاف من اللسان)

عیب پوشی:

ایک شخص ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، ہم لوگ اس کو افسانہ بزم وانجمن بنا لیتے ہیں لیکن صحابہ کرام لوگوں کی برائیوں کو چھپاتے تھے اور نیکیوں کو نمایاں کرتے تھے یہی وجہ ہے

کہ ان کے عہد میں دنیا کے سیاہ چہرے پر عیب پوشی کی نورانی چادر پڑی ہوئی تھی، ایک دن حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ان کے میر منشی نے کہا کہ "میرے پڑوسی شراب پیتے ہیں، میں نے ان کو منع کیا، باز نہ آئے، اب میں پولیس کو بلاتا ہوں" انہوں نے کہا جانے دو "اس نے دوسری بار پھر یہی گزارش کی، بولے "جانے دو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے:۔

من رای عورۃ فسترھا کان کمن احیی موء ودۃ۔

"جس نے عیوب پر پردہ ڈالا وہ اس شخص کے مثل ہے جس نے زندہ درگور لڑکی کو جلالیا۔" (ابوداؤد کتاب الادب باب الستر علی المسلم)

حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور زنا کا اقرار کیا، بولے "اور کسی سے کہا ہے" کہا "نہیں" فرمایا خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اس پر خدا کا پردہ ڈال لو کیونکہ خدا بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے" لیکن اس کو تسکین نہ ہوئی اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ اگر میں چور کو پکڑتا تو میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی کہ خدا اُس کے جرم پر پردہ ڈال دے" (طبقات ابن سعد تذکرہ زبیدہ بن الصلق)

<u>انتقام نہ لینا:</u>

اگر دشمن کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو ہمارے لئے انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا لیکن صحابہ کرام کے دل میں خدا اور رسول کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی؟

حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ میں باہم نوک جھونک رہتی تھی، لیکن جب حضرت عائشہ پر اتہام لگایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب سے انکی اخلاقی حالت دریافت فرمائی تو بجائے اسکے کہ وہ انتقام لیتیں بولیں کہ میں اپنے کان اور

آنکھ کی پوری حفاظت کرتی ہوں مجھے انکی بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کو خود اعتراف ہے کہ

وھی التی تصامینی فعصمھا اللہ بالورع۔

(بخاری کتاب الشھادت باب تعدیل النساء بعضھن بعضا)

''وہ اگرچہ میری حریف مقابل تھیں لیکن خدا نے تورع کی وجہ سے انکو بچالیا''

انتقام تو بڑی چیز ہے صحابہ کرامؓ اپنے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت معاویہ بن خدیجؓ نے حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا تھا ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے، حضرت عائشہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ میں معاویہ کا سلوک کیسا رہا؟ اس نے کہا ''ان میں کوئی عیب نہ تھا، سب لوگ ان کے مداح رہے، اگر کوئی اونٹ ضائع ہو جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دیدیتے تھے، اگر کوئی گھوڑا مر جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا گھوڑا دیدیتے تھے، اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا غلام دیتے تھے،'' حضرت عائشہ نے یہ سن کر کہا ''استغفر اللہ! اگر میں ان سے اس بناء پر دشمنی رکھوں کہ انہوں نے میرے بھائی کو قتل کیا، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے کہ ''خداوند جو شخص میری امت کے ساتھ نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر اور جوان پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر''

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت معاویہ بن خدیج)

حلم:

فیض تربیت نبویؐ نے صحابہ کرامؓ کو نہایت نرم خو، حلیم اور بردبار بنا دیا تھا ایک بار ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہا، وہ خاموش رہے اس نے دوسری بار پھر کلمات ناشائستہ کہے وہ چپ رہے تیسری بار پھر انکا اعادہ کیا تب اس کا جواب دیا رسول اللہ نے اس کو بھی ناپسند کیا۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الانتصار)

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے، لیکن حلم وبردباری کا یہ حال تھا کہ ایک بار راستے میں جارہے تھے، ایک شخص بانس کا بوجھ لئے جارہا تھا، اس سے انکا بدن چھل گیا اسکے پاس پھر کے آئے اور اسکا شانہ ہلاکر کہا کہ ''جب تک نوجوان کی حکومت کا زمانہ نہ دیکھ لوتمہیں موت نہ آئے۔'' (یعنی وہ میری طرح اس کے متحمل نہ ہوں گے) وہ عبا اور جانگھیا پہن کر نکلتے تو لوگ انکو دیکھ کر کہتے ''کرک آمد کرک آمد'' وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے ہیں؟ لوگ کہتے کہ ''آپکو ایک کھلونے سے تشبیہ دیتے ہیں'' لیکن وہ یہ سن کر صرف اس قدر کہتے کہ انکا کوئی جرم نہیں، نیکی آج کے دن کے بعد ہے''

اسی قسم کی وضع کی وجہ سے راستہ میں بچے ان کو گھیر لیتے تو بعض لوگ کہتے کہ امیر کے پاس سے ہٹ نہیں جاتے۔'' فرماتے ''انکو جانے دو، برائی بھلائی آج کے بعد ہے''

ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے چند نوجوان سپاہیوں کے سامنے سے گزرے تو وہ سب ان کو دیکھ کر ہنس پڑے اور تمسخر آمیز لہجے میں کہا کہ ''یہی تمہارے سپہ سالار ہیں'' ایک شخص نے کہا کہ دیکھیے تو یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ بولے، جانے بھی دو۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ)

<u>مہمان نوازی:</u>

مہمان نوازی اہل عرب کے محاسنِ اخلاق کا نہایت نمایاں جزو تھی اور اسلام نے اس کو اور بھی نمایاں کردیا تھا، اس لئے صحابہ کرامؓ کی زندگی میں مہمان نوازی کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بار وفد بنومنتفق حاضر ہوا سوئے اتفاق سے آپ گھر میں موجود نہ تھے لیکن حضرت عائشہ نے فوراً خزیرہ (عرب کا ایک کھانا تھا) تیار کرنے کا حکم دیا اور مہمانوں کے سامنے ایک طبق میں کھجوریں رکھوا دیں، آپ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے پہلے دریافت فرمایا کہ کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہیں؟ ان لوگوں نے کہا ''یہ تو ہو چکا''

(ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الاستثار)

ایک بار ایک شخص حضرت ابو ذر غفاریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے باصرار کھانا منگوایا اور کہا کہ ''کھاؤ میں روزہ سے ہوں'' (الادب المفرد باب من قدم الی ضیفہ طعاماًفقام یصلی)

ایک بار حضرت ابوالدرداؓ کی خدمت میں ایک شخص آیا، انہوں نے کہا کہ اگر آپ قیام کریں تو ہم آپ کے ناقہ کو چرنے کیلئے چھوڑ دیں اور اگر جانا چاہیں تو اس کو چارہ کھلا دیں'' وہ بولا کہ ''میں جانا چاہتا ہوں'' فرمایا ''تو میں تم کو زادراہ دیتا ہوں، اگر اس سے بہتر کوئی زادراہ ہوتا تو میں اس کو تمھارے ساتھ کر دیتا'' یہ کہہ کر ایک حدیث بیان کی۔ (مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۴۳۲)

آپ کی خدمت میں وفد عبدالقیس حاضر ہوا تو آپ نے انصار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ''اپنے بھائیوں کی خاطر مدارات کرو کیونکہ شکل وصورت میں وضع میں اور اسلام میں وہ تم سے بہت مشابہ ہیں اور بلا جبر واکراہ اسلام لائے ہیں'' انصار نے انکو ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ صبح کے وقت وہ لوگ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ''تمھارے بھائیوں نے تمھاری خاطر مدارات کیسی کی؟ بولے ''بڑے اچھے لوگ ہیں'' ہمارے لئے نرم بچھونے بچھائے عمدہ کھانے کھلائے اور رات بھر کتاب وسنت کی تعلیم دیتے رہے'' آپ نہایت خوش ہوئے اور ہر ایک نے جو کچھ پڑھا تھا اسکو سنایا، (مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۴۳۲) ایک شخص مدینہ میں حضرت ابوہریرہؓ کے مہمان ہوئے اور انہوں نے جس طریقے سے انکی مہمانداری کی وہ اسکا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

فلم ارر جلا من اصحاب النبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشد تشمیر اولا اقوم علی ضیف منہ۔

(ابوداؤد کتاب النکاح باب مایکرہ من زکر الرجل مایکون من اصابۃ اھلہ)

''میں نے صحابہ میں کسی کو ان سے زیادہ مستعدانہ طریقہ پر مہمانی کرنے والا اور مہمان کی خبر رکھنے والا نہیں پایا۔''

حضرت ام شریکؓ نہایت دولت مند اور نہایت فیاض صحابیہ تھیں انہوں نے اپنے مکان کو مہمان خانہ بنا دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں باہر سے جو مہمان آتے تھے وہ اکثر ان ہی کے مکان پر ٹھہرتے تھے۔(نسائی کتاب النکاح باب الخطبۃ فی النکاح)

تحفظ عزت:

حضرت محمد بن مسلمہؓ جب کعب بن اشرف کے قتل کو گئے اور ان سے قرض لینے کا بہانہ کیا اس نے اپنی دنائت طبعی سے ان کی آل اولاد کو گروی کروانا چاہا، لیکن وہ بولے'' سبحان اللہ ہماری اولاد کو طعنہ دیں گے کہ دو وسق غلہ پر گروی تھے۔''

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی العدو یوتی علی غرۃ ویشتبہ بھم)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جس روز شہید ہوئے اس روز اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے ان کو دیکھا تو بولیں ''بیٹا قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط نہ قبول کر لینا جس میں تم کو ذلت برداشت کرنا پڑے، خدا کی قسم عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مر جانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کر لی جائے''(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ) شاعروں کی حوصلہ افزائی اگرچہ صحابہ کرامؓ کے تقدس کے خلاف تھی، تاہم تحفظ عزت کیلئے وہ اس فرقہ کو بھی محروم نہیں کرتے تھے ایک بار حضرت عمرانؓ بن حصین کی خدمت میں ایک شاعر آیا جس کو انہوں نے صلہ دیا، لوگوں نے کہا'' آپ شاعر کو انعام دیتے ہیں'' بولے'' اپنی عزت کو قائم رکھتا ہوں۔''

(الادب المفرد باب اعطاء الشاعر اذا خاف شرہ)

صبر وثبات:

مردوں پر نوحہ و بکا کرنا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑ ڈالنا، مدتوں مرثیہ خوانی کرنا عرب کا

قومی شعار تھا لیکن فیض تربیت نبوی نے صحابہ کرامؓ کو صبر و ثبات کا اس قدر خوگر بنا دیا تھا کہ حضرت ابوطلحہؓ انصاری کا لڑکا بیمار ہوا اور وہ صبح کے وقت اس کو بیمار چھوڑ کر باہر چلے گئے اور ان کی عدم موجودگی میں لڑکا جاں بحق تسلیم ہو گیا ان کی بی بی نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ ابوطلحہؓ سے نہ کہنا، وہ شام کو پلٹے تو بی بی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ بولیں ''پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے۔'' یہ کہہ کر سامنے کھانا لائیں اور انہوں نے کھانا کھایا اس کے بعد معمول سے زیادہ بن ٹھن کے سامنے آئیں اور ان کے ساتھ ہم بستر ہوئیں، صبح ہوئی تو استعارۃً کہا کہ ''اگر ایک قوم کسی کو کوئی چیز عاریتہً دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو اس کے روک رکھنے کا حق حاصل ہے؟'' بولے ''نہیں'' بولیں ''تو پھر اپنے بیٹے پر صبر کرو'' یہ فقرہ انہوں نے تین بار فرمایا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غزوہ احد سے واپس ہوئے تو تمام صحابیات اپنے اپنے اعزہ و اقارب کا حال پوچھنے آئیں انہی میں حضرت حمنہ بنت جحش بھی تھیں وہ آئیں تو آپ نے فرمایا کہ ''حمنہ اپنے بھائی عبداللہ بن جحشؓ پر صبر و کرو'' انہوں نے انا للہ پڑھا اور ان کیلئے دعائے مغفرت کی پھر فرمایا کہ ''اپنے ماموں حمزہ بن عبدالمطلب پر بھی صبر کرو۔'' انہوں نے اس پر بھی انا للہ پڑھا اور دعائے مغفرت کر کے خاموش ہو رہیں۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حمنہؓ بنت جحش)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے واقد نے انتقال کیا تو انہوں نے تجہیز و تکفین کے بعد بدوؤں کو بلایا اور ان میں دوڑ کروائی، اس پر حضرت نافعؒ نے کہا کہ ''ابھی آپ واقد کو دفن کر کے آئے ہیں اور ابھی بدوؤں میں دوڑ کروا رہے ہیں'' فرمایا ''اے نافع جب مشیت ایزدی اپنا کام کر چکی تو اس کے نتائج کو کسی نہ کسی طرح بھلا ہی دینا چاہئے''

(طبقات ابن سعد تذکرہ واقد بن عبداللہؓ)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب حجاج سے معرکہ آراء ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ بیمار تھیں وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ ''مرنے میں آرام ہے''

بولیں ''شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی، یا شہید ہو جاؤ اور میں تم پر صبر کر لوں یا فتح و ظفر حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں'' چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا، حضرت اسماءؓ باوجود پیرانہ سالی کے عبرت کا یہ منظر دیکھنے آئیں اور بجائے اس کے کہ روتی پیٹتیں حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا'' کیا اس سوار کیلئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔''

(استیعاب تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک سفر میں تھے اسی حالت میں اپنے بھائی حضرت قثم بن عباسؓ کے انتقال کی خبر سنی، پہلے انا اللہ پڑھا پھر راستے سے ہٹ کر دو رکعت نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر اونٹ پر سوار ہوئے اور یہ آیت پڑھی۔

واستعینوا بالصبر والصلوۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔

(مصیبت میں) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو، نماز بجز خشوع و خضوع کرنے والوں کے سب پر گراں ہے۔'' (اسد الغابہ تذکرہ حضرت قثم بن عباسؓ)

اسی صبر و ثبات کا یہ نتیجہ تھا کہ کفار نے حضرت خبیبؓ کو شہید کرنا چاہا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ اگر تم کو یہ خیال نہ ہوتا کہ مرنے سے ڈرتا ہوں تو ان رکعات کو اور طویل کرتا۔'' اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

ولست ابالی حین اقتل مسلما جب میں مسلمان ہو کر مرتا ہوں

علی ای شق کان للہ مصرعی تو اس کی کیا پروا کہ میرا دھڑ کس بل گرے گا۔

(بخاری کتاب الجہاد باب قتل الاسیر)

وذلک فی ذات الالہ وان یشاء یہ مرنا تو خدا کیلئے ہے، اگر وہ چاہے۔

یبارک علی اوصال شلو ممزع تو ان کٹے ہوئے جوڑوں پر برکت نازل کرسکتا ہے۔

جرات وشجاعت:

جرات وشجاعت کا اظہار کبھی عقائد کے اظہار میں ہوتا ہے کبھی میدان جنگ میں اور کبھی ظالم بادشاہوں کے سامنے صحابہ کرامؓ میں یہ اخلاقی جوہر موجود تھا، اس لیے اس کا اظہور ان تمام موقعوں پر ہوتا تھا۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ نہایت قدیم الاسلام صحابی ہیں وہ مکہ میں آ کر ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہدایت کی کہ اس وقت اپنے وطن کو واپس جاؤ اور اپنی قوم کو میری بعثت کی خبر کرو، لیکن انہوں نے نہایت پرجوش لہجے میں کہا کہ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کفار مکہ کے سامنے ہی کلمہ توحید کا اعلان کروں گا'' حالت یہ تھی کہ وہ غریب الوطن تھے، مکہ میں کوئی انکا حامی ومددگار نہ تھا، لیکن بایں ہمہ وہ مسجد حرام میں آئے اور با آواز بلند کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھدان محمدا رسول اللہ

اس آواز کا سننا تھا کہ کفار ٹوٹ پڑے اور سخت زدوکوب کی، لیکن انہوں نے دوسرے دن پھر اسی جوش کے ساتھ خانہ کعبہ میں اس کلمے کا اعلان کیا اور کفار نے اسی طرح یورش کی۔

(بخاری کتاب المناقب باب اسلام ابی ذرؓ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہیں۔ ان میں سے پہلے کوئی مسلمان مکہ میں علانیہ تلاوت قرآن کی جرات نہیں کرسکتا تھا لیکن وہ اسلام لائے تو ایک روز تمام صحابہ نے جمع ہو کر کہا کہ اب تک قریش نے قرآن مجید کو کسی کی زبان سے علانیہ نہیں سنا اس کی جرات کون کرسکتا ہے''؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ ''میں'' صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ''ہم کو تمھاری نسبت خوف ہے ہم ایسا آدمی چاہتے ہیں جس کا قبیلہ ہوتا کہ کفار حملہ کریں تو

اس کی طرف سے مدافعت کر سکے'' بولے ''مجھے جانے دو، خدا میری حفاظت کریگا۔'' اٹھے اور ٹھیک دوپہر میں آئے، خانہ کعبہ میں قریش انجمن آراء تھے، مقام ابراہیم کے پاس پہنچ کر با آواز بلند کہا **بسم اللہ الرحمن الرحیم الرحمن علم القرآن** کفار نے سنا تو کہا کہ ابن ام عبید کیا کہتا ہے؟ غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیتیں ہیں، دفعتہً تمام کفار ٹوٹ پڑے اور زدوکوب کرنے لگے وہ پلٹے تو چہرے پر زخموں کے نشان دیکھ کر صحابہ نے کہا کہ ''ہم کو اسی کا ڈر تھا'' بولے ''خدا کے دشمن آج سے زیادہ مجھے کبھی کمزور نظر نہیں آئے اگر کہو تو کل بھی اسی طرح ان کو علانیہ قرآن سنا آؤں۔'' (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ)

حضرت عمرؓ اسلام لائے تو پہلے اپنے ماموں کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے دروازہ کھولا تو کہا ''تمھیں معلوم ہے کہ میں صابی ہوگیا'' وہاں سے ایک سردار قریش کے پاس آئے اور وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی، وہاں سے نکلے تو ایک آدمی نے کہا کہ ''تم اپنے اسلام کا اعلان کرنا چاہتے ہو''؟ بولے ''ہاں'' اس نے کہا تو اس کی صورت یہ ہے کہ جب کفار خانہ کعبہ میں حجر اسود کے پاس جمع ہوں تو تم وہاں جاؤ ان میں ایک آدمی ہے جو افشائے راز میں بدنام ہے، اس کے کان میں یہ راز کہہ دو وہ اعلان کردے گا۔'' انہوں نے خانہ کعبہ میں جا کر اس کے کان میں کہا تو وہ با آواز بلند پکارا کہ ''عمر بن الخطاب صابی ہوگیا۔'' یہ سننا تھا کہ کفار دفعتہً ٹوٹ پڑے اور باہم زدوکوب ہونے لگی، بالآخر انکے ماموں نے اپنی آستین سے اشارہ کیا کہ اپنے بھانجے کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں، اب کفار رک گئے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ)

غزوات میں صحابہ کرام نے جس طرح داد شجاعت دی صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں، غزوہ حنین میں کفار نے اس زوروشور سے حملہ کیا تھا، کہ میدان جنگ لرز اٹھا تھا، لیکن حضرت ام سلیمؓ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے منتظر تھیں کہ کوئی کافر سامنے آئے تو اس کا کام تمام کردیں، چنانچہ حضرت ابو

طلحہؓ نے ان کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟'' بولیں چاہتی ہوں کہ کوئی کافر قریب آئے تو پیٹ میں بھونک دوں۔''

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی السلب یعطی القاتل)

غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام بیبیوں کو ایک قلعہ میں جمع کر دیا تھا ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا حضرت صفیہ نے دیکھا تو حضرت حسانؓ سے کہا ممکن ہے کہ یہ پلٹ کر یہودیوں سے ہماری جاسوسی کرے جاؤ اور اس کو قتل کرو'' بولے ''تمھیں تو یہ معلوم ہے کہ ''میں اس میدان کا مرد نہیں'' اب حضرت صفیہ خود اتریں اور خیمہ کے ایک ستون سے اس کو ایسا مارا کہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب)

تمام عرب حجاج کے ظلم وستم سے کانپتا تھا، لیکن جب اس نے حضرت عبد اللہ بن زبیر کو پھانسی دی اور ان کی والدہ حضرت اسماءؓ کو بلوا بھیجا تو انہوں نے آنے سے انکار کیا، دوسری بار آدمی بھیجا کہ اگر اب کے نہ آئیں تو بال پکڑ کر گھسیٹ کر بلواؤں گا۔ انہوں نے پھر انکار کیا اور کہا کہ ''ان لوگوں کو بھیج دو جو بال پکڑ کر مجھے گھسیٹ لے جائیں، مجبوراً حجاج خود آیا اور کہا کہ دیکھا میں نے خدا کے دشمن کے ساتھ کیا کیا؟ بولیں ''ہاں دیکھا تم نے اس کی دنیا خراب کی اس نے تمھاری آخرت کو برباد کیا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس کو ابن ذوالنطاقین کہتے تھے، دو پٹکوں والی عورت کا لڑکا، خدا کی قسم؟ ذوالنطاقین میں ہی ہوں۔ ایک پٹکے میں میں نے ہجرت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا زادراہ باندھا تھا، اور دوسرا پٹکا عورت کا معمولی پٹکا ہے جس سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتی، آپ نے فرمایا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ہلاکو پیدا ہو گا کذاب (مسیلمہ) کو تو ہم دیکھ چکے، میرا خیال ہے کہ ہلاکو تو ہے'' حجاج اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ جواب نہ دیا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کذاب ثقیف وغیرھا)

اعتراف گناہ:

اگرچہ صحابہ کرامؓ چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی بڑا سمجھتے تھے اور اس سے اجتناب کرتے تھے چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔

انکم لتعملون اعمالا ھی ادق فی اعینکم من الشعران کنا لنعدھا علی عھد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من الموبقات

(بخاری کتاب الرقاق باب ما یتقی من محقرات الذنوب)

تم لوگ بہت سے کام کرتے ہو جو تمھیں بال سے بھی زیادہ باریک یعنی حقیر نظر آتے ہیں لیکن ہم لوگ عہد نبوت میں انکو مہلک ترین گناہ میں شمار کرتے تھے۔''

تاہم مقتضائے بشریت ان سے کبھی کبھی گناہ سرزد ہو جایا کرتے تھے، لیکن ہم میں اور ان میں فرق یہ ہے کہ ہم گناہ کرتے ہیں تو طرح طرح کے ریاکارانہ طریقوں سے اس کو چھپاتے ہیں لیکن صحابہ کرامؓ نہایت صداقت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے تھے اور طالب مغفرت ہوتے تھے ۔

ایک بار ماہِ رمضان میں حضرت سلمہ بن صخرؓ نے اپنی بی بی سے ظہار کیا، لیکن ایک روز بی بی رات کو مصروف خدمت تھیں، ان سے مقاربت کرلی، چونکہ اس حالت میں مقاربت ناجائز تھی پہلے اپنی قوم کو اس واقعہ کی خبر کی اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلو'' لوگوں نے انکار کیا تو خود گئے اور آپکو واقعہ کی اطلاع دی آپ نے فرمایا ''تم اور ایسا کام؟ بولے ''ہاں یارسول اللہ میں خدا کے حکم پر صابر رہوں گا، جو فیصلہ ہو صادر فرمایئے۔

(ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الظہار)

ایک بار روزے کے دن میں حضرت عمرؓ نے اپنی بی بی کا بوسہ لے لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ''میں نے بڑا قصور کیا ہے'' آپؐ نے فرمایا

''اگر تم روزے کی حالت میں کلی کرلو تو اس کی نسبت تمھارا کیا خیال ہے؟'' بولے ''اس میں کوئی حرج نہیں'' ارشاد ہوا کہ اسی طرح اس کو بھی جانے دو۔ (ابو داؤد کتاب الصیام باب القبلۃ للصائم)

ایک بار رمضان کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے ایک صحابی نے آکر کہا ''یا رسول اللہ میں تو جل بھنا'' آپ نے پوچھا کیا حال ہے؟ بولے ''بی بی سے مقاربت کرلی۔'' (ایضاً باب کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان)

صداقت:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جھوٹ سے زیادہ کوئی خلق اصحاب رسول اللہ کے نزدیک مبغوض نہ تھا، اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جھوٹ بول دیتا تو آپ کے دل میں اس وقت تک اس کی کھٹک باقی رہتی جب تک وہ توبہ نہ کرلیتا۔ (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۱۵۲)

مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مال غنیمت قریش کو دیدیا، انصار کو خبر ہوئی تو بولے ''یاللعجب! ہماری تلواروں سے جنکا خون ٹپک رہا ہے، ہمارا مال غنیمت انھیں کو دیا جا رہا ہے'' آپ کو معلوم ہوا تو تمام انصار کو جمع کرکے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ صحابہ کرام آپکے خوف وداب سے کانپتے رہتے تھے اس لئے آپکے سامنے اس گستاخی کا اقرار ان کیلئے نہایت مشکل تھا تاہم انصار نے صاف کہہ دیا کہ ''جو کچھ آپکو معلوم ہوا واقعہ وہی ہے'' اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وکانو الا یکذبون

(مسلم کتاب الزکوۃ باب اعطا المولفۃ قلوبھم علی الاسلام)

''یہ اقرار اس بنا پر تھا کہ صحابہ جھوٹ نہیں بولتے تھے''

غزوہ تبوک کی عدم شرکت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازپرس فرمائی تو

منافقین نے جھوٹی سچی معذرت کردی اور آپ نے اس کو قبول کرلیا، لیکن حضرت کعب بن مالکؓ نے سچ سچ کہہ دیا کہ ''اگر میں کسی دنیا دار آدمی کے پاس ہوتا تو چرب زبانی سے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا، لیکن اگر میں کوئی جھوٹا عذر کرکے آپ کی ناراضگی سے بچ جاؤں تو ممکن ہے کہ خدا آپ کو مجھ پر ناراض کردے (یعنی بذریعہ وحی اصل حقیقت سے خبر کردے) لیکن اگر سچ بولوں تو گویا آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے، تاہم مجھ کو خدا سے عفو و مغفرت کی توقع رہے گی، خدا کی قسم! میں بالکل معذور نہ تھا خدا کی قسم میں اس زمانہ سے زیادہ کبھی متمول اور چاق و چست نہ تھا، آپ نے فرمایا ''اس نے سچ کہا'' بالآخر آپ نے ان پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا، لیکن خدا نے انکی توبہ قبول کرلی تو انکو خود اس صداقت پہ ناز ہوا چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

ما انعم اللہ علی من نعمۃ قط بعدان ھد انی للا سلام اعظم فی نفسی من صدقی لرسول اللہ ان لا اکون کذ بتہ فاھلک کما ھلک الذین کذبوا۔

''اسلام لانے کے بعد خدا نے مجھ پر کوئی ایسا احسان نہیں کیا جس کی عزت میرے دل میں اس سچائی سے زیادہ ہو جس کا اظہار میں نے آپؐ کے سامنے کیا، اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہوئے جو جھوٹ بولتے تھے یعنی منافقین۔'' (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ تبوک)

اہل عرب خاندانی عصبیت اور شرافت کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے، لیکن ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''انصار کے خاندانوں میں سب سے بہتر بنو نجار ہیں، پھر عبدالاشہل پھر بنو حارث بن خزرج پھر بنوساعدہ قبیلہ، بنوساعدہ کے بعض سر برآوردہ بزرگوں کو ناگوار گزرا کہ آپ نے انکو چوتھے نمبر پر رکھا، لیکن اسی قبیلہ کے ایک بزرگ ابو اسید نے جب یہ روایت کی تو فرمایا کہ اگر میں جھوٹ بولتا تو سب سے پہلے اپنے قبیلہ بنوساعدہ کا نام لیتا''

(مسلم کتاب فضائل باب فی خیر دور الانصار)

صحابہ کرام جھوٹ کو اپنے دامن کا اس قدر بدنماداغ سمجھتے تھے کہ اگر ان پر کبھی کذب و دروغ کا اتہام لگ جاتا تو ان کے گھر صف ماتم بچھ جاتی، ایک سفر میں عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنے رفقاء سے کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو بدو ہیں ان کو کچھ نہ دو یہاں تک کہ وہ بھاگ جائیں اب ہم اگر مدینہ کو لوٹ کر جائیں گے تو وہاں سے معزز لوگ ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے" حضرت زید بن ارقمؓ نے سن لیا اور اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا، انہوں نے اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا، آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا تو اس نے حلف اٹھایا کہ میں نے ایسا نہیں کہا آپؐ نے اس کے قول کا اعتبار کرلیا اور حضرت زید بن ارقمؓ کی تکذیب کی اس کا ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ عمر بھر کبھی نہ ہوا تھا، یہاں تک کہ وہ اس صدمہ میں خانہ نشین ہوگئے اور فرط غم سے گردن جھک گئی اس کے بعد جب سورۂ منافقون نازل ہوئی تو آپ نے ان کو طلب فرمایا اور کہا کہ "خدا نے تمھاری تصدیق کی" (ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورۃ المنافقین)

<u>دیانت:</u>

ایک بار حضرت ابی بن کعب نے اشرفیوں کا توڑا پایا اور کمال دیانت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ان کا تذکرہ کیا، آپؐ نے فرمایا کہ "ایک سال تک مالک کی جستجو میں منادی کرتے رہو" انہوں نے تعمیل ارشاد کی، دوسرے سال پھر حاضر خدمت ہوئے آپؐ نے پھر یہی حکم دیا وہ حکم بجالائے پھر تیسرے سال آئے آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا جب اب کے بھی مالک نہیں ملا تو آپ نے فرمایا کہ "بحفاظت رکھ لو اگر مالک مل گیا تو خیر ورنہ خود خرچ کر ڈالو"

(ابوداؤد کتاب اللقطہ)

ایک بار حضرت مقدادؓ بضرورت بقیع غرقد میں گئے دیکھا کہ چوہا بل سے اشرفیاں نکال کر ڈھیر کر رہا ہے، انہوں نے گنا تو اٹھارہ نکلیں اٹھا لائے اور آپ کی خدمت میں

پیش کرکے کہا کہ ''اسکا صدقہ لے لیجئے'' فرمایا ''خودتو بل سے نہیں نکالا تھا؟'' بولے'' نہیں'' ارشاد ہوا'' خدا تمھیں برکت دے'' (کتاب الخراج والامارۃ باب ما جاء فی الرکاز)

ایک بار حضرت سفیانؓ بن عبداللہ ثقفی نے کسی کا توشہ دان پایا تو حضرت عمرؓ کے پاس لائے انہوں نے فرمایا کہ ایک سال تک اعلان کرو اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو وہ تمھارا ہے، سال بھر تک مالک کا پتہ نہ چلا تو وہ پھر آئے حضرت عمرؓ نے فرمایا تو وہ اب تمھارا ہے'' بولے'' مجھے ضرورت نہیں'' آخر کار حضرت عمرؓ نے اس کو بیت المال میں داخل کردیا۔ (مسند دارمی کتاب البیوع باب فی اللقطۃ)

ایک بار حضرت جریر کا چرواہا گایوں کو چرا کر لایا تو ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی ایک گائے بھی آگئی، بولے یہ کس کی ہے؟ چرواہے نے کہا ''خبر نہیں گلے کے ساتھ آکر مل گئی'' فرمایا'' اسکو نکال دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بھولے بھٹکے جانور کو صرف گمراہ پناہ دیتا ہے (ابوداؤد کتاب اللقطۃ)

ایک صحابی کی اونٹنی گم ہوگئی اور انہوں نے دوسرے صحابی سے کہہ دیا کہ ملے تو پکڑ لینا'' ان کو اونٹنی مل گئی لیکن اس کا مالک کہیں چلا گیا، انہوں نے اونٹنی اپنے یہاں رکھ چھوڑی کہ مالک آئے تو حوالہ کردیں، اسی اثناء میں اونٹنی بیمار پڑی، بی بی نے کہا'' ذبح کرڈالو'' فقر و فاقہ کی یہ حالت تھی کہ مردار کھانے پر مجبور تھے، چنانچہ اونٹنی مرگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس کے گوشت کھانے کی اجازت بھی دیدی۔ لیکن کمال دیانت سے ذبح کرنے پر راضی نہ ہوئے مالک آیا تو انہوں نے تمام سرگذشت کہہ سنائی اس نے کہا'' ذبح کیوں نہیں کرڈالا؟'' بولے تم سے شرم آتی تھی''

(ابوداؤد کتاب الاطعمہ باب فی المضطر الی المیتۃ)

حضرت زبیرؓ کی دیانت کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس امانت رکھتا تو کہتے کہ'' مبادا کہیں یہ ضائع نہ ہوجائے، اس لئے ہم پر قرض رہی'' اسی طرح ان پر کئی

لاکھ کا قرض ہو گیا۔

متعدد صحابہ نے انکی حفاظت میں اپنا مال دیدیا تھا اور وہ اس دیانت سے اسکی نگہداشت کرتے تھے کہ خود اپنے مال سے انکے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا انتظام کرتے تھے مگر ان کا مال صرف نہیں کرتے تھے۔

ایک صحابی کے پاس کسی کی وراثت کا مال محفوظ تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ "میرے پاس قبیلہ ازد کے ایک شخص کی وراثت کا مال محفوظ ہے میں کسی ازدی کو نہیں پاتا کہ اسکے حوالہ کروں" ارشاد ہوا کہ "جاؤ ایک سال تک تلاش کرو" ایک سال کے بعد آئے اور کہا کہ "نہیں ملتا" پھر یہی حکم ہوا، ایک سال کے بعد پھر آئے اور کہا کہ نہیں ملتا" فرمایا کہ پہلے جس خزاعی کو پاؤ اس کو سونپ دو" (ابو داؤد کتاب الفرائض باب فی میراث ذوی الارحام)

حضرت عقیل بن ابی طالب غزوہ حنین سے پلٹے تو بی بی نے کہا کہ "مال غنیمت میں کیا لائے؟" انہوں نے انکو ایک سوئی دی کہ اس سے کپڑا سینا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کروائی کہ "دھاگہ اور سوئی تک دیدو" انہوں نے فوراً سوئی لے لی اور مال غنیمت میں داخل کر دیا"

(اسد الغابہ تذکرہ فاطمہ بنت شیبہ)

یہ دیانت صرف مال و دولت تک محدود نہ تھی بلکہ اس کا اثر صحابہ کرامؓ کی ہر چیز سے نمایاں ہوتا تھا، حضرت عمرؓ کا اخیر وقت آیا تو ایک خاص ضرورت سے حضرت عائشہ کے پاس ایک آدمی بھیجا اور کہا کہ "عمر کا سلام کہو، امیر المومنین نہ کہنا، کیونکہ میں اب امیر المومنین نہیں ہوں"

(بخاری کتاب المناقب)

صحابہ کرامؓ صرف خود ہی متدین نہ تھے، بلکہ متدین لوگوں کے بہت بڑے قدردان بھی تھے، ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ مدینہ کے اطراف میں نکلے، ایک خدا ترس چرواہا

بکریاں چرا رہا تھا، انہوں نے اس کو کھانے پر بلایا، لیکن اس نے عذر کیا کہ میں روزے سے ہوں اب انہوں نے اس کے ورع وتقوی کے امتحان لینے کو کہا کہ ''ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کردو ہم تمھیں قیمت بھی دیں گے اور افطار کرنے کیلئے گوشت بھی لیکن اس نے کہا کہ ''بکریاں میری نہیں ہیں میرے آقا کی ہیں'' انہوں نے کہا کہ ''تمھارا آقا کیا کرے گا؟'' اب چرواہے نے پیٹھ پھیر لی اور آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا، تو خدا کہاں چلا جائے گا'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس فقرے پر محو ہوگئے اور بار بار اس کو دہرانے لگے، مدینہ میں پلٹ کر آئے تو اس کو اس کے آقا سے مع بکریوں کے خرید کر آزاد کر دیا اور بکریاں اس پر ہبہ کردیں۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

خاکساری:

اگرچہ دنیا صحابہ کرامؓ کی خاک پا کو آنکھ کا سرمہ بناتی تھی لیکن بایں ہمہ وہ نہایت فروتن متواضع اور خاکسار تھے ایک بار محمد بن حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کون شخص افضل الناس ہے؟'' بولے ''ابوبکرؓ'' پھر پوچھا کہ ''ان کے بعد'' بولے ''عمرؓ'' اس کے بعد وہ خود کہہ اٹھے کہ ان کے بعد آپ فرمایا ''میں تو مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں۔''

(ابوداؤد کتاب الاعتصام بالسنتہ باب فی التفصیل)

حضرت سلمان فارسیؓ مداین کے گورنر تھے، لیکن طرز معاشرت اس قدر سادہ رکھا تھا کہ کوئی پہچان نہیں سکتا تھا، ایک بار کسی شخص نے گھاس خریدی اور ان کو بیگار پکڑ کر گٹھا سر پر لاد دی وہ چلے تو لوگوں نے کہا ''یہ امیر ہیں صاحب رسول اللہ ہیں'' اس نے کہا ''معاف فرمائیے میں نے آپ کو پہچانا نہیں، بوجھ سر سے رکھ دیجئے'' بولے ''نہیں اب تو تمھارے گھر پہنچا کر اتاروں گا۔''

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نہایت خاکسارانہ زندگی بسر کرتے تھے، ایک بار ان کے

پاس کسی نے ہردی کپڑے ہدیتہً بھیجے انہوں نے واپس کر دیا اور کہا کہ ''ہم غرور کے خوف سے اس کو نہیں پہن سکتے ، اگر کسی مجلس میں جاتے اور کوئی ان کی تعظیم کو اٹھتا تو وہاں نہ بیٹھتے ۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

حضرت امیر معاویہؓ کو جاہ پسند کہا جاتا ہے لیکن ایک بار ابن عامر ان کی تعظیم کے لئے اٹھے تو انہوں نے منع کیا۔ (طحاوی فی قیام الناس بعضہم لبعض والادب المفرد باب قیام الرجل للرجل تعظیما)

عفوو درگذر:

صحابہ کرامؓ کی زندگی اس آیت کی حقیقی تفسیر ہے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس (آل عمران)

غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں۔

ایک بار حضرت صفوانؓ مسجد میں کمبل بچھا کر سو رہے تھے ، ایک شخص آیا اور اس کو چرا کر چلتا ہوا، لیکن لوگ اس کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور آپ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، حضرت صفوانؓ کو خبر ہوئی تو حاضر خدمت ہو کر عرض کیا ''کیا تین درہم (چادر کی یہی قیمت تھی) کے لئے آپ اس ہاتھ کاٹتے ہیں، میں یہ کمبل اس کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہوں، قیمت بعد کو ادا کر دے گا'' فرمایا ''میرے پاس لانے سے پہلے ہی کیوں نہ معاف کر دیا''

(ابو داؤد کتاب الحدود باب فی سرق حرز)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقۂ فطر کی حفاظت حضرت ابو ہریرۃؓ کے متعلق کی رات کو تین بار ایک چور آیا اور غلہ چرا کر لے چلا حضرت ابو ہریرۃؓ نے اس کو ہر بار پکڑا لیکن اس نے منت سماجت کی تو چھوڑ دیا آخیر میں معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔

(بخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا)

حضرت عروہ بن مسعودؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک سے مشرف باسلام ہوکر اپنے وطن طائف میں واپس آ کر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی تو وہ لوگ دشمن ہو گئے اور انکے قتل کا تہیہ کرلیا، چنانچہ صبح کے وقت انہوں نے اذان دی تو قبیلہ، بنو مالک کے ایک شخص نے تیر مارا اور وہی زخم منجر الی الشہادۃ ہوگیا، ان کے خاندان والوں کو خبر ہوئی تو ہتھیار سج سج کے آئے اور کہا ''ہم ایک ایک کر کے مرجائیں گے لیکن جب تک انکے عوض میں بنو مالک کے دس سردار نہ قتل کرلیں گے ہم کو چین نہ آئے گا، لیکن حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ میرے بارے میں جنگ وجدل نہ کرو میں نے باہمی اصلاح کیلئے اپنے خون کو معاف کردیا''

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عروہؓ بن مسعود)

حضرت عمرؓ اگرچہ مذہبی معاملات میں نہایت سخت تھے لیکن ایک بار طائف کے دو شخصوں نے مسجد نبویؐ میں شور غل کیا تو انہوں نے ان کو طلب کیا اور کہا کہ ''مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شور کرتے ہو اگر شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔''

(بخاری کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی المسجد)

عصبیت اور قومی حمیت:

اسلام نے اگرچہ تمام صحابہ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا تاہم ان میں عصبیت اور قومی حمیت باقی تھی اور جب موقع آجاتا تھا تو دفعتہً یہ چنگاری سلگ اٹھتی تھی۔ حضرت محلمؓ بن جثامتہ اللیثی نے قبیلہ اشجع کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عیینہ بن حصن قبیلہ اشجع کے سردار تھے اس لئے انہوں نے مقتول کی حمایت کی، حضرت اقرع بن حابس کا تعلق قبیلہ بنولیث سے تھا اس لئے وہ قاتل کی حمایت میں اٹھے باہم سخت شور غل ہوا، بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''عیینہ دیت قبول کرلو، صحابہ کرام اگرچہ آپکی اطاعت کو فرض عین سمجھتے تھے، لیکن اس موقعہ پر عیینہ نے کہا ''خدا کی قسم جس طرح اس نے ہماری عورتوں کو سوگ میں مبتلا کیا ہے اسی طرح میں اس کے قبیلہ کی عورتوں کو سوگوار کر کے چھوڑ

وں گا۔'' پھر باہم سخت کشمکش ہوئی آپ نے حضرت عینیہ کو پھر دیت لینے پر آمادہ کرنا چاہا لیکن انہوں نے پھر وہی پہلا جواب دیا بالآخر آپ نے خود دیت دلا دی۔

(ابوداؤد کتاب الدیات باب الامام یامر بالعفو بالدم)

واقعہ افک کے متعلق جب آپ نے فرمایا

من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی

تو حضرت سعد بن معاذ اٹھے اور فرمایا ''خدا کی قسم! اگر وہ ہمارے قبیلہ اوس کا ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے اور قبیلہ خزرج کا ہوگا تو آپ جو حکم دیں گے تعمیل ارشاد کریں گے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ قبیلہ خزرج کے سردار تھے ان کی حمیت قومی نے جوش مارا اور بولے'' جھوٹ بکتے ہو خدا کی قسم! تم اسکو قتل کرنیکی طاقت نہیں رکھتے'' حضرت اسید بن حضیر اوس کو بھی جوش آ گیا بولے'' تم جھوٹ بکتے ہو ہم خدا کی قسم! اسکو ضرور قتل کر ڈالیں گے بات اس قدر بڑھی کہ اگر آپ نہ روکتے تو دونوں قبیلوں میں مڈبھیڑ ہو جاتی۔

(بخاری کتاب الشہادت باب تعدیل النساء بعضھن بعضاً)

<u>شکر الٰہی:</u>

ایک شخص کا بیٹا مر جاتا ہے دولت لٹ جاتی ہے جائیداد تباہ ہو جاتی ہے تو وہ ابتداء میں بدحواس ہو جاتا ہے، لیکن مایوسی مجبوراً صبر کا خوگر بنا دیتی ہے کہ الیاس احدی الراحتین لیکن جب خدا ایک لاولد شخص کو بیٹا دیتا ہے ایک مفلس کو دولت مل جاتی ہے ایک ذلیل شخص معزز ہو جاتا ہے تو دفعتہً اس قدر مغرور اور خود پسند ہو جاتا ہے کہ اس حالت میں اس کو خدا یاد نہیں آتا، اس لئے بعض صوفیہ کا قول ہے کہ ''صبر آسان اور شکر مشکل ہے'' لیکن اسلام کے تمام دور صحابہ کرام کے سامنے تھے وہ بھی جس میں وہ سخت مفلس اور محتاج تھے اور وہ بھی جس میں دولت مند اور متمول ہو گئے تھے پہلے دور میں انہوں نے صبر کیا اور دوسرے دور میں خدا کا شکر ادا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے یتیمی کی حالت میں نشوونما پائی مسکینی کی حالت میں ہجرت کی، کھانے پر ابن غزواں کا ملازم تھا

جب وہ لوگ منزل پر اترتے تھے تو ان کیلئے لکڑیاں چن لاتا تھا اور جب وہ اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو ان کی حدی خوانی کرتا تھا، لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب مذہب نے قوت حاصل کر لی ہے اور ابوہریرہ امام بن گیا ہے"

(سنن ابن ماجہ ابواب الرہون باب اجارۃ الاجیر علی طعام بطنہ)

ایک بار مدینہ کے کچھ لوگ ان کی خدمت میں آئے تو انہوں نے ایک شخص کو بھیجا کہ جاؤ گھر سے کھانا مانگ لاؤ وہ گئے تو ان کی والدہ نے تین روٹیاں زیتون کے تیل اور نمک کے ساتھ بھیج دیں وہ سب کے سامنے رکھی گئیں تو حضرت ابوہریرہؓ نے تکبیر کا نعرہ مارا اور کہا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے روٹی سے ہمارا پیٹ بھرا حالانکہ اس سے پہلے ہماری غذا کھجور اور پانی کے سوا کچھ نہ تھی۔" (موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی الطعام والشراب)

حضرت سلمان فارسیؓ کھانا کھاتے تھے تو کہتے تھے کہ اس خدا کا شکر ہے جو ہمارا کفیل ہوا اور ہمارے رزق میں وسعت دی۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ)

ایک بار حضرت عمرؓ نے نیا کپڑا پہنا تو فرمایا کہ میں اس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھ کو کپڑا پہنایا جس سے میں اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہوں اور زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔

(ترغیب وترہیب جلد۲ ص ۱۵۸)

استغناء:

کیمیا اگر خاک کو سونا بنا دیتی ہے تو استغناء اور بے نیازی سونے کے ڈلے کو تودہ خاک بنا دیتے ہیں صحابہ کرامؓ کو اسی کیمیا کا نسخہ ہاتھ آ گیا تھا اس لئے وہ ہوس پرست کیمیا گروں کی طرح سونے کی حرص میں خاک نہیں چھانتے تھے بلکہ ان کے سامنے لعل و گہر بھی آ جاتے تھے تو ان کو بے پروائی کے ساتھ سنگریزوں کی طرح ٹھکرا دیتے تھے۔

مال خمس میں ایک حصہ اہل بیت کو ملتا تھا جس کی تقسیم کا انتظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کے متعلق کر دیا تھا، شیخین کے زمانہ میں بھی وہ اسی خدمت پر مامور تھے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کہیں سے بہت سا مال آیا اور انہوں نے حسب معمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دینا چاہا تو بولے ''اس سال ہم اس سے بے نیاز ہیں البتہ مسلمانوں کو اسکی ضرورت ہے انہیں کو دید یجئے'' چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کو بیت المال میں داخل کر دیا۔

(ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربی)

ایک بار عبدالعزیز بن مروان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو لکھا کہ ''میرے دربار میں اپنی ضرورتیں پیش کیجئے۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے پہلے اس شخص کو دو جس کے تم کفیل ہو، نہ میں تم سے کچھ مانگتا اور نہ اس رزق کو واپس کرتا جو خدا مجھ کو تمھارے ذریعہ سے دیتا ہے۔'' (مسند ابن حنبل جلد۲ ص۴)

ایک بار حضرت وائل بن حجرؓ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آئے انہوں نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا اور اس کو عطیہ دینا اور وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن انہوں نے کہا کہ ''ہم اس سے بے نیاز ہیں جو اس کے ہم سے زیادہ مستحق ہیں وہ اس کو قبول کریں گے۔'' (استیعاب تذکرہ وائل بن حجر)

ایک بار حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن ارقم کو تیس ہزار درہم دینا چاہے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ (ایضاً تذکرہ عبداللہ بن ارقمؓ)

شرم وحیا:

حدیث میں آیا ہے

الحیاء شعبة من الایمان (بخاری کتاب الایمان)

حیا ایمان کی شاخ ہے۔

صحابہ کرام کے کشت دل میں ایمان کی یہ شاخ اس قدر سرسبز وشاداب تھی کہ بہت سے

صحابہ کو بیوی کیساتھ ہم بستر ہونے میں بھی شرم آتی تھی اور قضائے حاجت کی حالت میں بھی حیادامن گیر ہوتی تھی چنانچہ یہ آیت انھیں لوگوں کی شان میں نازل ہوئی۔

الا انهم يثنون صدورهم ليستخفوا منه۔

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ هود باب تفسیر هذه الآیہ)

حضرت عثمان کی شرم وحیاء کا یہ حال تھا کہ دروازہ بند ہوتا تھا لیکن کپڑا اتار کر نہیں نہاتے تھے۔(مسند ابن حنبل جلد اص ۷۴ مسند عثمان) نہانے کے بعد انکی بی بی کی لونڈی کپڑے پہننے کیلئے لاتی تھی تو کہہ دیتے تھے کہ میری طرف نہ دیکھنا کیونکہ تمھارے لئے یہ جائز نہیں۔(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمانؓ) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی شرم وحیا کا لحاظ رکھتے تھے ایک بار آپ کی خدمت میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ آئے اس وقت آپ گھر میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ران کھلی ہوئی تھی لیکن جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپ نے اس کو ڈھانک لیا،حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ شرمیلے آدمی ہیں اگر میں اسی حالت میں رہتا تو وہ اپنی حاجت نہ پیش کرتے ''(مسلم کتاب المناقب فضائل عثمانؓ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری اندھیرے گھر میں نہاتے تھے تاہم شرم کے مارے سیدھے نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ سکڑتے رہتے تھے ایک دفعہ چند لوگوں کو دیکھا کہ پانی میں بغیر تہبند باندھے ہوئے کھڑے ہیں،بولے ''مجھے یہ پسند ہے کہ مر کر زندہ ہوں پھر مروں ،پھر زندہ ہوں،پھر مروں پھر زندہ ہوں،لیکن یہ بے حیائی پسند نہیں'' ان کو ستر عورت کا اس قدر خیال تھا کہ سونے کی حالت میں خاص کپڑے پہن لیتے تھے کہ مبادا حالتِ خواب میں کشف عورت ہو جائے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ حمام میں گئے دیکھا کہ کچھ لوگ برہنہ نہا رہے تھے،آنکھ بند کر کے فوراً واپس آئے،حمامی کو معلوم ہوا تو اس نے سب کو نکال کر اور حمام کو خوب پاک

وصاف کر کے ان کو بلوایا اور کہا کہ اب حمام میں کوئی نہیں اندر داخل ہوئے تو پانی نہایت گرم تھا، بولے کتنا برا گھر ہے جس سے حیا نکال دی گئی ہے اور کتنا اچھا گھر ہے جس سے آدمی چاہے تو عبرت حاصل کرسکتا ہے یعنی دوزخ کو یاد کرسکتا ہے" ایک دن ان سے کسی نے کہا کہ آپ حمام کیوں نہیں کرتے؟" بولے" میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری شرمگاہ پر کسی کی نگاہ پڑے" اس نے کہا" تو تہبند باندھ لیجئے" بولے" میں کسی دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔

(ایضاً تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

حضرت عبداللہ بن عامرؒ ایک روز غسل کررہے تھے انکے والد حضرت عامرؒ ایک یتیم بچے کی پرورش کرتے تھے وہ بھی ساتھ نہا رہا تھا اور دونوں ایک دوسرے کے بدن پر پانی ڈال رہے تھے، حضرت عامرؓ نے دیکھا تو کہا کہ" ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم ہم تم کو اپنے آپ سے اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ عہد اسلام میں پیدا ہوئے ہیں جاہلیت کے زمانے میں نہیں پیدا ہوئے لیکن خدا کی قسم! تم لوگ بڑے ناخلف ہو۔"

(موطائے امام محمد ابواب السیر باب الرجل ینظر الی عورۃ الرجل)

طہارت ونظافت:

صحابہ کرام نہایت طہارت ونظافت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اہل عرب عموماً قضائے حاجت کے بعد پانی سے آبدست نہیں لیتے تھے لیکن صحابہ کرام میں اہل قباء پانی سے آبدست لیتے تھے اور عرب کی حالت کے لحاظ سے یہ ایک ایسی عظیم الشان فضیلت تھی کہ اس کے متعلق قرآن پاک میں ایک خاص آیت نازل ہوئی۔

فیه رجال یحبون ان یتطهر واوالله یحب المطهرین[1]

"مسجد قبا میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں اور خدا بھی طہارت کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے"۔

انکے علاوہ اور صحابہ بھی طہارت کا نہایت خیال رکھتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو طہارت کا اس قدر خیال تھا کہ شیشے میں پیشاب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بنواسرائیل کے جسم پر اگر پیشاپ کی چھینٹیں پڑ جاتی تھیں تو اس کو قینچی سے کتر دیتے تھے۔ (مسلم کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین)

حضرت عثمانؓ کو طہارت کا اس قدر خیال تھا کہ جب سے اسلام لائے معمولاً ایک بار روزانہ غسل کرتے تھے۔ (مسند ابن حنبل جلد اص ۶۷ مسند عثمان)

حضرت صرمہ بن انسؓ کی طہارت پسندی کا یہ حال تھا کہ جس گھر میں کوئی جنب مرد یا حائضہ عورت ہوتی تھی اس کے اندر نہیں جاتے تھے۔ (اصابہ تذکرہ حضرت صرمہ بن انسؓ)

صحابہ کرامؓ اگرچہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے تاہم غسل وطہارت کیلئے حضرت انسؓ کے گھر میں ایک حمام موجود تھا۔ (بخاری کتاب الصوم باب اغتسال الصائم)

نجاست کی حالت میں رہنا صحابہ کرام کو اس قدر گراں تھا کہ جب یہ حالت زائل ہو جاتی تھی تو گویا ان کے سر کا بار اتر جاتا تھا۔

حضرت ابوذرؓ مقام ربذہ میں اونٹ اور بکریاں چراتے تھے، چونکہ میدان میں پانی میسر نہیں آتا تھا اور ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ حالت جنابت میں بھی تیمم کیا جاسکتا ہے اسلئے جب انکو غسل کی حاجت ہوتی تھی تو پانچ پانچ چھ چھ روز تک ناپاک رہ جاتے تھے لیکن ان پر نجاست کا یہ زمانہ اس قدر شاق گزرتا تھا کہ جب انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلطی پر تنبیہ کی اور پانی منگوا کر نہلوایا تو ان کو محسوس ہوا کہ:

فکانی القیت عنی جبلاً (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الجنب تیمم)

"گویا مجھ پر ایک پہاڑ لدا ہوا تھا جس کو اب میں نے اپنے اوپر سے پھینک دیا"۔

سخت سے سخت خوفناک مصیبت میں بھی صحابہ کرام کو طہارت ونظافت کا خیال

رہتا تھا، کفار جب حضرت خبیبؓ کو گرفتار کر کے لے گئے اور قتل کرنا چاہا تو انہوں نے آخری وقت میں سب سے پہلے استرہ طلب کیا۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز باب المریض یوازمن الطہارۃ عانۃ)

حضرت ابوسعید خدریؓ کے نزع کا وقت آیا تو نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جس کپڑے میں مرے گا اسی میں اس کا حشر ہوگا۔"

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب تطہیر ثیاب لمیت)

اگرچہ صحابہ کرام کو زیب وزینت کی پرواہ نہ تھی تاہم وہ طہارت ونظافت کی وجہ سے بالکل راہبانہ زندگی بھی بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے، حضرت ابوقتادہ انصاریؓ نے بال رکھ چھوڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ "میں بالوں میں کنگھی کروں"؟ فرمایا "ہاں کنگھی کرو اور اس کو گردوغبار سے بچاؤ" اس کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ وہ بسا اوقات دن میں دو بار ان میں تیل لگاتے تھے۔ (موطائے امام مالک کتاب الجامع باب اصلاح الشعر) حضرت عمرؓ ریزہائے مشک کا استعمال کرتے تھے۔ (موطائے امام محمد ابواب السیر باب الطیب للرجل)

زندہ دلی:

اسلام نے صحابہ کرام کے جذبات کو تروتازہ اور شگفتہ کردیا تھا، اس لئے ان میں زندہ دلی پائی جاتی تھی اور وہ مختلف طریقوں سے اس کا اظہار کرتے تھے تمام صحابہ عید کے دن خوشیاں مناتے تھے، دعوتیں کرتے تھے اور ہمسایوں کو کھانا کھلاتے تھے، قربانی نماز کے بعد کی جاتی ہے لیکن ایک صحابی نے نماز سے پہلے ہی قربانی کردی اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کھانے پینے کا دن تھا اس لئے میں نے جلدی کی خود کھایا بچوں اور ہمسایوں کو کھلایا۔

(ابوداؤد کتاب الاضاحی باب مایجوز من السن فی الضحایا)

عید کے دن معمولاً چھوکرے اور چھوکریاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہو کر باجے بجاتے تھے اور مسرت کے ترانے گاتے تھے۔ (بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام)

اخیر زمانہ میں جب اس کا رواج جاتا رہا تو حضرت قیس بن سعد نے فرمایا آپ کے عہد کی کل چیزیں مجھ کو نظر آتی ہیں بجز اس کے کہ میں عید کے دن بچوں کو گاتے بجاتے نہیں دیکھتا حضرت عیاض اشعریؓ انبار میں تھے عید کا دن آیا تو تعجب سے پوچھا کہ جس طرح آپ کے عہد میں بچے گاتے بجاتے تھے، اسی طرح تم لوگ کیوں نہیں گاتے بجاتے۔

(سنن ابن ماجہ الصلوۃ باب ماجاء فی التقلیس یوم العید و بخاری)

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام زمانہ جاہلیت کے واقعات کا ذکر کرتے تھے اشعار پڑھتے تھے اور آپ بھی ان تذکروں کو سن کر کبھی کبھی مسکرا دیتے تھے۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفتہ کلام رسول اللہ فی الشعر)

حضرت رباحؓ ایک صحابی تھے جو عرب کی ایک لے کے بڑے ماہر تھے وہ ایک سفر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ تھے انہوں نے الاپنا شروع کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا یہ کیا؟ بولے ''کوئی حرج نہیں اس سے دل بہلاتے ہیں اور راستہ کی کلفت دور کرتے ہیں'' (اسد الغابہ جلد۲ ص ۱۶۲ تذکرہ رباح بن المعترفؓ)

ایک بار حضرت عمرؓ سفر حج میں تھے قافلہ کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے لوگوں نے حضرت خواتؓ سے کہا کہ ضرار بن خطاب کے اشعار گاؤ حضرت عمرؓ بولے کہ ''انکو اپنے ہی نتیجہ افکار سنانے دو'' چنانچہ وہ صبح تک متصل گاتے رہے صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ''اب بس کرو'' (اصابہ تذکرہ حضرت خوات بن جبیرؓ)

کبھی کبھی یہ زندہ دلی سنجیدہ ظرافت کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔

ایک بار حضرت صہیبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سامنے روٹی اور کھجور رکھی ہوئی تھی، آپ نے پاس بلا کران کو شریک کرلیا وہ کھجور کھانے لگے، کھجور آشوب چشم کے لئے مضر ہے اسلئے آپ نے ٹوکا کہ تمھاری آنکھوں میں آشوب ہے بولے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنکھ کے اس گوشہ سے کھاتا ہوں جس میں آشوب نہیں" آپ مسکرا دیئے۔ (مسند ابن حنبل جلد ۴ص ۶۱)

غزوہ تبوک کے زمانے میں آپ ایک چمڑے کے خیمے میں مقیم تھے ایک صحابی آئے اور سلام کیا آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا "اندر آجاؤ" بولے "اپنے پورے جسم کے ساتھ یا رسول اللہ یعنی اس میں یہ ظریفانہ تعریض تھی کہ خیمہ اس قدر تنگ ہے کہ پورا جسم بہ مشکل اس کے اندر آسکتا ہے۔ (ابو داؤد کتاب الادب باب ما جاء فی المزاح)

کبھی کبھی باہم دوڑ میں مردانہ وار مسابقت کرتے تھے ایک انصاری صحابی تھے جن کا دوڑ میں کوئی مقابلہ نہ کرسکتا تھا، ایک غزوہ میں وہ فخریہ لہجے میں بار بار کہہ رہے تھے کیا کوئی مدینہ تک دوڑ میں میرا مقابلہ کرے گا؟ کیا کوئی مقابلہ کرنیوالا ہے؟" حضرت سلمہؓ بن اکوعؓ کے کان میں یہ آواز پہنچی تو بولے "تم کسی معزز شخص کی عزت نہیں کرتے؟ کسی شریف آدمی سے نہیں ڈرتے؟ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی سے نہیں۔" بالآخر حضرت سلمہ بن اکوع نے آپ سے اجازت لے کر دوڑ میں ان کا مقابلہ کیا اور بازی جیت لی۔ (مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا)

کبھی کبھی سیر و شکار بھی کر لیتے تھے، حضرت ابو قتادہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر حج میں تھے لیکن احرام نہیں باندھا تھا راہ میں ایک جنگلی گدھا نظر آیا، گھوڑے پر سوار ہوئے ہاتھ میں برچھا لیا اور گدھے کو جا کر ایسا برچھا مارا کہ وہ ڈھیر ہو کر رہ گیا۔ (ابوداؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم)

حضرت صفوان بن محمدؓ نے ایک بار دو خرگوشوں کا شکار کیا اور ان کو پتھر سے ذبح کیا

آپ سے دریافت فرمایا تو آپ نے ان کو حلال قرار دیا۔(ابوداؤد کتاب الاضاحی باب فی الذبیحۃ بالمروۃ)

صحابہ کرامؓ میں حضرت عدی بن حاتمؓ اور حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ مشہور شکاری تھے اس غرض سے باز اور کتے پال رکھے تھے اور ان کو اس فن کی تعلیم دی تھی، تیر کمان سے بھی شکار کرتے تھے اور تین تین دن شکار کے پیچھے پیچھے دوڑتے رہتے تھے۔(ابوداؤد کتاب الاضاحی باب فی الصید) لیکن یہ زندہ دلی اسی وقت تک تھی جب تک کوئی مذہبی کام پیش نہ آتا، لیکن جب کوئی دینی کام پیش آجاتا تو یہ تمام چیزیں خواب فراموش ہوجاتیں اور صحابہ کرام ذمہ داریوں کی گرانباری سے بدحواس ہوجاتے الادب المفرد میں ہے۔

لم یکن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متخرقین ولا متمارئین وکانوا یتنا شدون الشعر فی مجالسھم ویذکرون امر جاھلیتھم فاذا اریدا حدمنھم من شئی من امر اللہ دارت حمالیق عینیہ کانہ مجنون۔ (الادب المفرد باب الکبر)

اصحابہ رسول اللہ مردہ دل اور خشک مزاج نہ تھے اپنی صحبتوں میں اشعار پڑھتے اور جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کرتے تھے لیکن جب کوئی دینی کام آپڑتا تو انکی آنکھیں اس طرح الٹ جاتیں کہ گویا وہ پاگل ہیں۔

<u>پابندی عہد:</u>

معاہدہ ایک نازک رشتہ ہے جس کو صرف اخلاقی طاقت ہی مضبوط بناسکتی ہے صحابہ کرام میں یہ اخلاقی طاقت موجود تھی اس لئے وہ نہایت مضبوطی کے ساتھ اس رشتہ کو قائم رکھتے تھے ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے رومیوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، ابھی مدت معاہدہ گزرنے بھی نہ پائی تھی کہ حملہ کی تیاریاں کردیں کہ مدت گزرنے کے ساتھ ہی حملہ شروع کردیا جائے فوج روانہ ہوئی تو حضرت عمرو بن عنبسہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور فرمایا'

اللہ اکبر وفا کرنی چاہیے، بے وفائی اور بدعہدی سزاوار نہیں۔" (ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الامام یکون بینہ وبین العدو العہد فیسیر الیہ)

اُمیہ بن خلف اسلام کے اشد الاعدا میں تھا اس میں اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف میں تحریری معاہدہ ہوا تھا کہ وہ مکہ میں ان کی جان و مال کی حفاظت کرے گا اور وہ مدینہ میں اسکی جان و مال کی حفاظت کریں گے غزوہ بدر پیش آیا اور لوگ سو گئے تو وہ اس کی حفاظت کو نکلے حضرت بلالؓ نے امیہ کو دیکھ لیا اور انصار کی ایک مجلس میں آ کے کہا کہ اگر امیہ بچ کے نکل گیا تو میری جان کی خیر نہیں، انصار کے کچھ لوگ انکے ساتھ ہو لئے اب حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف گھبرائے کہ کہیں وہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ جائیں، مجبوراً امیہ کے بیٹے کو اسلئے پیچھے کر دیا کہ وہ لوگ اسی کے قتل میں الجھے رہیں انصار نے اس کو قتل کر کے ان لوگوں کا پیچھا کیا امیہ نہایت فربہ آدمی تھا جب وہ لوگ پاس آ گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس سے کہا کہ بیٹھ جاؤ" وہ بیٹھ گیا تو اپنے آپ کو اسکے اوپر ڈال دیا لیکن صحابہ نے ان کو بچا کر ادھر اُدھر سے تلواریں لگائیں یہاں تک کہ اسکو قتل کر دیا اور خود ان کے پاؤں میں زخم آئے۔

(بخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل المسلم حربیا فی دار الحرب او فی دار سلام)

معاہدہ تو ایک بڑی چیز ہے صحابہ کرام معمولی وعدے کو بھی لازمی طور پر پورا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ "میں فلاں دن سفر کرنے والا ہوں، میرے سفر کا سامان کردو" انہوں نے سامان کرنا شروع کر دیا جب روانگی کا وقت آیا تو بولے کہ "ذرا سی کسر رہ گئی ہے، اگر آپ ٹھہر جاتے تو میں اس کو پورا کر دیتا" بولے میں گھر کے لوگوں سے کہہ چکا ہوں کہ فلاں دن سفر کروں گا اب اگر ان سے جھوٹ بولتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے جھوٹ بولیں گے ان سے خیانت کرتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے خیانت کریں گے ان سے وعدہ خلافی کرتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے وعدہ خلافی کریں گے، چنانچہ وہ روانہ ہو گئے اور اس کی کچھ پروانہ کی کہ سامان سفر نامکمل ہے۔ (طبقات ابن سعد

رازداری:

رازداری ایک امانت ہے اور دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو اس امانت کا بار اٹھا سکتے ہیں لیکن صحابہ کرام کا سینہ راز کا مدفن تھا جس سے وہ قیامت تک باہر نہیں نکل سکتا تھا ایک دن حضرت انس بن مالکؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اوران کو کسی ضرورت سے بھیج دیا، اس کے پورا کرنے میں دیر ہوگئی گھر آئے تو ماں نے پوچھا کہاں رہ گئے تھے؟ بولے ''آپ نے ایک ضرورت سے بھیجا تھا'' بولیں ''وہ کیا ؟'' انہوں نے کہا ''وہ ایک راز ہے'' بولیں ''آپ کا راز کسی سے نہ کہنا'' چنانچہ حضرت انس بن مالک نے اس کو اس طرح محفوظ رکھا کہ جب حضرت ثابت سے یہ واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ ''میں نے اگر وہ راز کسی سے بیان کیا ہوتا تو تم سے ضرور بیان کرتا'' (مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۲۵۳)

ایک دن آپ کی خدمت میں تمام ازواج مطہرات جمع تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حالت میں آگئیں، آپ نے ان کو مرحبا کہا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا اور آہستہ سے ان کے کان میں ایک بات کہی وہ چیخ کر رو پڑیں، پھر آہستہ سے ایک بات کہی جس سے وہ ہنس پڑیں آپؐ چلے گئے تو حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی بولیں ''آپ کی زندگی میں آپ کا راز فاش نہیں کرسکتی۔ (مسلم کتاب الفضائل باب مناقب فاطمہؓ)

حضرت حفصہؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے ان کی منگنی کرنی چاہی لیکن انہوں نے کہا ''میں اس سے معذور رہوں'' اب انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے درخوست کی وہ خاموش ہور ہے، حضرت عمرؓ کو پہلی ناکامی کے بعد دوسری ناکامی کا بہت رنج ہوا اس کے چند روز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نکاح کا پیغام بھیجا ، نکاح ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنے رنج کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفصہؓ کا ذکر مخفی طور پر کیا تھا،

لیکن میں آپ کا راز فاش کرنا پسند نہیں کرتا تھا، اگر آپ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور نکاح کر لیتا۔'' (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حفصہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ میں منافقین کے نام صرف حضرت حذیفہؓ کو بتائے تھے اسلئے وہ صاحب سر رسول اللہ کے لقب سے ممتاز تھے۔ (بخاری کتاب الاستیذان باب من القی لہ وسادۃ) حضرت حذیفہ نے اس راز کو عمر بھر فاش نہیں کیا ایک بار حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ میرے عمال میں کوئی منافق بھی ہے'' بولے'' ایک شخص ہے لیکن نام نہ بتاؤں گا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت حذیفہؓ) ایک بار انہوں نے کہا کہ اب صرف چار منافق رہ گئے ہیں'' ایک بدو نے کہا، آپ لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ہم کو ان کی کچھ خبر نہیں ہے، آپ ہم کو ان کے نام بتایئے آخر کون لوگ ہیں جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں اور اسباب چرا لے جاتے ہیں؟'' بولے'' یہ تو بدکار لوگ ہیں، منافق صرف چار ہیں، جن میں ایک اس قدر بوڑھا ہو گیا ہے کہ اگر ٹھنڈا پانی بھی پیے تب بھی اس کو اس کی ٹھنڈک کا احساس نہ ہو۔''

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ براۃ تفسیر و قاتلوا ائمۃ الکفر)

جانوروں پر شفقت:

صحابہ کرام جس طرح انسانوں کے درد دکھ کو نہیں دیکھ سکتے تھے اسی طرح انکو جانوروں کی اذیت و تکلیف بھی گوارہ نہ تھی، حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ جب ہم منزل پر اترتے تھے تو پہلے اونٹوں کا کجاوہ کھول لیتے تھے، پھر نماز پڑھتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب مایومر بہ من القیام علی الدواب والبہائم)

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک چرواہا ایک جگہ اپنی بکریاں چرا رہا ہے ان کو دوسری جگہ اس سے بہتر نظر آئی تو اس سے کہا کہ '' وہاں لے جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

(الادب المفرد باب من اشار علی اخیہ وان لم یستشر)

ایک دن آپ سے ایک صحابی نے کہا ''یا رسول اللہ مجھے بکری ذبح کرنے پر رحم آتا ہے فرمایا ''اگر اس پر رحم کرو گے، تو خدا تم پر بھی رحم کرے گا۔'' (مسند ابن حنبل جلد ۳۴۵)

ایک دن کچھ لوگ حضرت عبید اللہ اور حضرت عبد اللہ بن بشرؓ کی خدمت میں آئے اور پوچھا کہ ''ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور اس کو کوڑا مارتا ہے اس کے متعلق آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی روایت سنی ہے'' بولے ''نہیں'' اندر سے ایک خاتون بولیں خدا خود کہتا ہے،

وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجنا حیہ الاامم امثالکم

''زمین کے جانور اور ہوا کی چڑیاں بھی تمھاری ہی طرح ایک امت ہیں''

یعنی وہ بھی قابل رحم ہیں۔

دونوں نے کہا، یہ ہماری بڑی بہن ہیں۔ (اصابہ تذکرہ حضرت عبید اللہ بن بشر المازنی)

غیرت:

صحابہ کرامؓ اگر چہ فخر وغرور سے سخت نفور تھے تاہم انہوں نے نہایت غیور طبیعت پائی تھی،

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہؓ کے حجرے میں جلوہ افروز تھے، حضرت زینبؓ نے آپ کیلئے ایک پیالے میں کھانا بھیجا، حضرت عائشہؓ نے اس کو ٹپک دیا اور وہ چور چور ہو گیا اس پر آپ نے فرمایا۔ **غارت امکم** تمھاری ماں کو غیرت آ گئی۔

حضرت عمرؓ اس قدر غیور تھے کہ ایک بار آپ نے فرمایا کہ مجھے خواب میں جنت نظر آئی جس میں ایک محل کے گوشے میں ایک عورت وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ ''جواب ملا عمر کا'' میں نے اس میں داخل ہونا چاہا، لیکن عمرؓ کی غیرت کے خیال سے

واپس آیا“

(بخاری کتاب النکاح باب الغیر ۃ)

حضرت عمرؓ کی بیوی حضرت عاتکہ نماز فجر اور عشاء جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتی تھیں اور حضرت عمرؓ کو یہ سخت ناگوار تھا تاہم چونکہ رسول اللہ نے عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دیدی تھی اس لئے منع بھی نہیں کر سکتے تھے۔ (بخاری کتاب الجمعۃ باب علی من لم یشہد الجمعہ غسل من النساء والصبیان وغیرہم) حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ ”میں اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کے گھر کا تمام کام خود کرتی تھی چنانچہ ایک بار وہ بڑی دور سے سر پر کھجوروں کی گٹھڑی لا رہی تھیں، راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہو گئی اور آپ نے مجھ کو اپنے پیچھے سوار کر لینا چاہا لیکن میں حضرت زبیرؓ کی غیرت کے خیال سے سوار نہیں ہوئی۔

(مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المراۃ الاجنبیۃ اذا عبت فی الطریق)

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتو اباربعۃ شھداء فاجلد وھم ثما نین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابداً،

جو لوگ پاکدامن بیبیوں پر تہمت لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لا سکیں انکو اسی کوڑے مارو اور (آئندہ) انکی شہادت کبھی نہ قبول کرو۔

تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ آپ نے انصار سے کہا ”دیکھو تمھارے سردار کیا کہتے ہیں؟ انصار نے کہا ”یا رسول اللہ ان کو ملامت نہ کیجئے وہ سخت غیور آدمی ہیں باکرہ عورت کے سوا کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا اور جب کسی عورت کو طلاق دی تو ان کی غیرت کے خیال سے ہم میں کسی نے اس سے نکاح کرنے کی جرات نہیں کی۔“ حضرت سعد بن عبادہؓ بولے یا رسول اللہ بخدا مجھے یقین ہے کہ یہ آیت حق ہے اور خدا کی جانب سے نازل ہوئی

ہے لیکن مجھے تعجب اس پر ہوا کہ میں ایک عورت کو دیکھوں کہ اسے ایک شخص اپنی ران پر بٹھائے ہوئے ہے اوراس کو میں اس وقت تک کچھ نہ کہہ سکوں جب تک چار گواہ نہ جمع کرلوں۔(مسند ابی داؤد الطیالسی ص ۳۴۷)

☆☆☆

حسن معاشرت

صلہ رحم

تمدن کی ابتدا در حقیقت صلہ رحمی سے ہوتی ہے اگر باپ بیٹے کو، بیٹا باپ کو بھائی بھائی کو چھوڑ دے تو نوع انسان جانوروں کا ایک ریوڑ بن جائے، اس بنا پر قرآن وحدیث دونوں میں صلہ رحمی کی نہایت فضیلت بیان کی گئی ہے اور صحابہ کرامؓ میں یہ فضیلت عموماً پائی جاتی تھی،

حضرت مسطحؓ حضرت ابوبکرؓ کے قرابت دار تھے اسلئے وہ ان کی کفالت کرتے تھے، (بخاری کتاب الشہادت باب تعدیل النساء بعضہن بعضا)حضرت حفصہؓ نے اپنا گھر حضرت زید بن خطابؓ کی بیٹی کو عمر بھر کیلئے دے دیا تھا۔(موطائے امام مالک کتاب الاقضیۃ باب فی القضاء فی العمری)

ایک صحابی تھے جو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور احسان کرتے تھے،اور ان کے ساتھ حلم وبردباری کے ساتھ پیش آتے تھے مگر ادھر سے تمام چیزوں کا جواب الٹا ملتا تھا،انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو فرمایا کہ"جب تک تم اس حالت کو قائم رکھو گے خدا کی جانب سے ان کے مقابل میں تمھارا ایک مددگار رہے گا۔(الادب المفرد باب فضل الرحم)

حضرت زینبؓ اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ، نہایت اچھا سلوک کرتی تھیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ولم ارامراۃ قط خیرا فی الدین من زینب واتقی للہ واصدق حدیثا واوصل للرحم۔(مسلم کتاب الفضائل باب فضل عائشہؓ)

''میں نے زینب سے زیادہ دیندار زیادہ پرہیزگار زیادہ سچی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والی عورت نہیں دیکھی۔''

ایک بار حضرت عمرؓ نے انکی خدمت میں انکا سالانہ وظیفہ جسکی مقدار بارہ ہزار درہم تھی بھیجا تو انہوں نے یہ رقم اپنے اعزہ کو تقسیم کردی۔(اسد الغابہ تذکرہ حضرت زینبؓ بنت جحش)

حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ جو فیاضیاں کیں انکا محرک یہی صلہ رحمی تھی جس کا اظہار انہوں نے عام طور پر کردیا تھا۔(مسند ابن حنبل جلد اص ۶۲)

حضرت اسماءؓ نے ایک جائیداد حضرت عائشہؓ سے وراثۃً پائی تھی، جس کو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ پر خرید لیا، لیکن انہوں نے اس رقم کو حضرت قاسمؒ بن محمد اور حضرت ابن ابی عتیق پر ہبہ کردیا۔(بخاری کتاب الہبہ باب ہبۃ الواحد للجماعۃ) حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ چونکہ قاسم کو حضرت عائشہؓ کی وراثت سے حصہ نہیں ملا تھا اس لئے حضرت اسماءؓ نے ان کی دل شکنی کے خیال سے یہ رقم انکو دیدی۔

صحابہ کرام کو صلہ رحمی کا اس قدر خیال تھا کہ حضرت عمرؓ صبح کے وقت اپنے بچوں سے کہتے تھے کہ الگ الگ کھیلو مل جل کر رہو گے تو تم میں جھگڑا فساد ہوگا اور قطع رحم کرو گے''

(الادب المفرد باب التفرقۃ بین الاحداث)

یہ حسن سلوک صرف مسلمان اعزہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ صحابہ کرام اپنے ان اعزہ و اقارب کیساتھ بھی جو کافر تھے اسی قسم کا فیاضانہ برتاؤ کرتے تھے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ایک ریشمی جوڑا دیا تو انہوں نے اسکو اپنے ایک مشرک بھائی کے پاس بھیج دیا جو کفرزار مکہ میں اقامت گزین تھا۔ (ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب اللبس للجمعہ)

حضرت اسماءؓ ہجرت کر کے مدینہ گئیں تو انکی والدہ جو کافرہ تھیں ان کے پاس آئیں اور مالی مدد مانگی، حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہیں"؟ آپ نے فرمایا "ہاں" (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین)

حضرت حفصہؓ نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کیلئے ایک جائیداد کی وصیت کی تھی۔

(مسند دارمی کتاب الوصایا باب الوصیۃ لاہل الذمۃ)

<u>ماں باپ کے ساتھ سلوک:</u>

صحابہ کرام والدین کی خدمت، اطاعت، اعانت اور ادب واحترام کا نہایت لحاظ کرتے تھے، ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "میرے پاس دولت ہے اور میرا باپ اس کا محتاج ہے" ارشاد ہوا کہ "تم اور تمھاری دولت دونوں تمھارے باپ کے ہیں"۔

(ابو داؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ)

ایک دوسرے صحابی نے ایک باغ کو عمر بھر کے لئے اپنی ماں پر وقف کردیا۔

(ایضاً باب من قال فیہ ولعقبہ)

ایک بار کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن میں اونٹ کی اوجھ ڈال دی، حضرت فاطمہؓ دوڑ کے آئیں اس کو آپ کے اوپر سے اتار کر پھینک دیا اور کفار کو برا بھلا کہا

۔

(بخاری کتاب الصلوۃ باب المراۃ تطرح عن المصلی شیأ من الاذی)

ایک صحابی نے خانہ کعبہ تک پا پیادہ چلنے کی نذر مانی تھی لیکن بڑھاپے کی وجہ سے بغیر

سہارے کے نہیں چل سکتے تھے اس لئے انکے دونوں لڑکے ان کو ٹیک کرائے اور حج کروایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ ''سوار ہو جاؤ خدا کو تمھاری اور تمھاری نذر کی ضرورت نہیں۔''

(مسلم کتاب النذر باب من نذر ان یمشی الی الکعبۃ)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا کہ ''میرا شوہر میرے لڑکے کو چھین لینا چاہتا ہے، حالانکہ وہ مجھے فائدہ پہنچاتا تھا اور میرے لئے کنوئیں سے پانی بھر لاتا تھا۔'' آپؐ نے حکم دیا کہ قرعہ اندازی کر لو، باپ نے کہا کہ ''میرے لڑکے میں کون دعویدار ہو سکتا ہے؟'' آپؐ نے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ''یہ تمھارا باپ ہے اور یہ تمھاری ماں ہے جس کا ہاتھ چاہو پکڑ لو'' لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔ (ابوداؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اگرچہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ تاہم جب ان کے والد نے اصرار کیا تو اطاعت کے خیال سے مجبوراً شریک ہو گئے۔

ایک بار حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے اسکی وجہ پوچھی تو بولے ''مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ روزہ رکھو، نماز پڑھو، سوؤ اور اپنے باپ کی اطاعت کرو'' تو صفین کی شرکت کیلئے میرے باپ نے مجبور کیا، اسلئے میں شریک ہوا لیکن نہ تلوار اٹھائی نہ نیزہ مارا نہ تیر چلایا۔''

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ)

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کھجور کی قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی، لیکن ایک بار حضرت اسامہ بن زیدؓ نے کھجور کے ایک درخت میں شگاف کیا اور اس سے جمار نکالا، لوگوں نے کہا ''ایسا کیوں کرتے ہو؟ کھجور کا درخت تو بہت بیش قیمت ہو گیا ہے۔'' بولے ''میری ماں نے مجھ سے اس کی فرمائش کی تھی اور جہاں تک ہو سکتا ہے انکی فرمائشوں کی

تعمیل کرتا ہوں۔"

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ)

مروان اکثر حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا کرتا تھا، اس تعلق سے وہ ایک بار ذی الحلیفہ میں مقیم تھے اور انکی والدہ الگ دوسرے گھر میں تھیں جب وہ اپنے گھر سے نکلتے تو انکے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے "السلام علیکم یا امتاہ و رحمتہ اللہ و برکاتہ" وہ فرماتیں "وعلیک یا بنی و رحمتہ اللہ و برکاتہ" پھر وہ فرماتے، خدا تم پر اسی طرح رحم کرے جس طرح تم نے بچپن میں مجھ کو پالا، وہ جواب دیتیں کہ خدا تم پر بھی اسی طرح رحم کرے جس طرح تم نے بڑے ہو کر میرے ساتھ سلوک کیا" جب گھر میں داخل ہوتے تب بھی اسی طرح آداب بجالاتے۔

(الادب المفرد باب جزاء الوالدین)

انکی والدہ جب تک زندہ رہیں انہوں نے انکو چھوڑ کر حج کرنا پسند نہیں کیا۔

(مسلم کتاب الایمان باب ثواب العبد واجرہ اذا نصح سیدہ واحسن عبادۃ اللہ)

باپ کے تعلق سے باپ کے دوست واحباب بھی قابل تعظیم و مستحق خدمت ہو جاتے ہیں، اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔

ابر البران یصل الرجل ودابیه،

سب سے زیادہ حسنِ سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست سے بھی سلوک کرے۔

صحابہ کرام اس حدیث پر اس شدت سے عمل کرتے تھے کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر میں تھے راہ میں ایک بدو ملا، انہوں نے اس کو اپنا عمامہ عنایت فرمایا اور اس کو اپنے گدھے پر سوار کرایا، لوگوں نے کہا "یہ تو بدو ہیں، ذرا سی چیز میں راضی ہو جاتے ہیں" بولے "اس کا باپ ابن الخطاب کا دوست تھا اور حدیث میں ہے کہ باپ کے دوست کی اولاد کے ساتھ سلوک کرنا بڑی نیکی کا کام ہے" (مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب فصل

اصدقاء الاب والام ونحوہما)

حضرت ابو الدرداءؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت یوسف بن عبد اللہؓ بن سلام سفر کر کے انکی عیادت کو گئے، انہوں نے پوچھا کہ ''اس شہر میں کیوں آئے''؟ بولے صرف اس لئے کہ آپ میں اور میرے والد میں دوستانہ تعلقات تھے''۔ (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۴۵)

بھائی سے محبت:

صحابہ کرام بھائیوں سے نہایت محبت رکھتے تھے، حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کا مقام حبش میں انتقال ہوا، اور لاش مکہ میں دفن ہوئی تو حضرت عائشہؓ فرط محبت سے ان کی قبر کی زیارت کو آئیں اور ایک مشہور مرثیے کے اشعار پڑھے۔

وکنا کندمانی جذیمة حقبةً من الدهر حتى قيل لن يتصدعا

اور ہم دونوں ایک مدت تک جذیمہ کے دونوں ہم نشینوں کی طرح ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ ان میں کبھی جدائی نہ ہوگی۔''

فلما تفرقنا كأني ومالكا لطول اجتماع لم تبت ليلة معا

''لیکن جب جدائی ہوئی تو ایسی کہ گویا ہم نے اور مالک نے باوجود طویل ملاقات کے ایک رات بھی ساتھ بسر نہیں تھی''(ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی الزیارۃ للقبور للنساء)

حضرت عمرؓ کو اپنے بھائی زید سے اس قدر محبت تھی کہ غزوۂ یمامہ میں شہید ہوئے تو عمر بھر انکا داغ دل سے نہ مٹ سکا، فرمایا کرتے تھے کہ ''جب پروا ہوا چلتی ہے تو اس سے مجھے زید کی خوشبو آتی ہے''(اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۲۹ تذکرہ زید بن الخطابؓ)

حضرت حمزہؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور ان کی بہن حضرت صفیہؓ ان کا حال معلوم کرنے آئیں تو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ سے ملاقات ہوئی لیکن ان لوگوں نے یہ ظاہر

کیا کہ ہم کو ان کی نسبت کچھ معلوم نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ کو خوف پیدا ہوا کہ اس واقعہ سے کہیں ان عقل نہ جاتی رہے اس لئے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور ان کیلئے دعا کی، انہوں نے انا اللہ پڑھا اور رونے لگیں۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حمزہ ؓ)

محبت اولاد:

اولاد اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے اس لئے صحابہ کرام اولاد سے نہایت محبت رکھتے تھے ایک بار ایک صحابی نے بی بی کو طلاق دی اور بچے کو اس سے لینا چاہا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ ''میرا پیٹ اس کا ظرف میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اسکا گھروندا تھا اور اب اسکے باپ نے مجھے طلاق دی اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے'' آپ نے فرمایا ''جب تک نکاح نہ کرلو تم بچے کی سب سے زیادہ مستحق ہو'' (ابوداؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد)

ایک بار حضرت عائشہ ؓ کے پاس ایک عورت آئی انہوں نے اس کو تین کھجوریں دیں اس نے ایک ایک بچوں کو دیدی اور ایک اپنے لئے رکھ چھوڑی۔ بچے کھجور کھا چکے تو ماں کی طرف دیکھنے لگے اس نے اپنے حصے میں سے بھی دو قاشیں کیں اور ایک ایک بچوں کو دیدی، حضرت عائشہ ؓ نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو فرمایا تمھیں تعجب کیا ہے اس کے رحم کے بدلے جو اس نے اپنے بچوں پر کیا خدا نے اس پر بھی رحم کیا'' (ادب المفرد باب الوالدات رحیمات)

ایک بار حضرت عائشہ ؓ بخار میں مبتلا ہوئیں حضرت ابو بکر ؓ ان کے پاس آئے حال پوچھا اور منہ چوم لیا۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الخد)

ایک صحابی کا بچہ جاتا رہا انکو سخت صدمہ ہوا، انہوں نے حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے کہا ''کوئی ایسی بات بتاؤ جس سے یہ غم غلط ہو جائے'' بولے ''آپ نے فرمایا ہے کہ ''بچے جنت کے کیڑے ہیں''

(ادب المفرد باب فضل من مات لہ الولد)

ایک صحابی آپ کی خدمت میں اپنے بچے کو لیکر حاضر ہوئے اور اس کو چمٹانے لگے، آپ نے فرمایا ''تم کو اس سے محبت ہے؟'' بولے ''ہاں'' اس سے زیادہ تم سے ارحم الراحمین کو محبت ہے''

(ادب المفرد باب رحمۃ العیال)

حضرت عثمانؓ کا عام قاعدہ یہ تھا کہ جب انکے کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اس کو منگاتے اور فرط محبت سے سونگھتے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمانؓ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اپنے بیٹے سالم کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ لوگ ان کو اس شیفتگی پر ملامت کرتے لیکن وہ ان ملامتوں کو سن کر فرماتے:۔

یلو مو ننی فی سالم و الو مھم و جلدہ بین العین و الا نف سالم

(طبقات ابن سعد تذکرہ سالم بن عبداللہ)

''مجھے لوگ سالم کے بارے میں ملامت کرتے ہیں اور میں لوگوں کو ملامت کرتا ہوں، کیونکہ سالم کا چہرہ آنکھ اور ناک کے درمیان تمام عیوب سے پاک ہے۔''

اسی محبت کی بناء پر صحابہ کرام کو بچے کے پیدا ہونے کی بڑی تمنا رہتی تھی، حضرت سہلؓ بن حنظلیہ ایک صحابی تھے جو ترک دنیا کر کے بالکل عزلت گزین ہو گئے تھے تاہم اولاد کی اسقدر خواہش تھی کہ فرماتے تھے کہ ''اگر میرے ایک ادھورا بچہ بھی پیدا ہو جاتا تو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا''۔ (استیعاب تذکرہ حضرت سہل بن حنظلہؓ)

اگر کوئی شخص اپنی اولاد سے محبت کا اظہار نہ کرتا تو صحابہ کرام اس کو نہایت برا سمجھتے ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو عامل مقرر فرمایا، اس نے کہا ''میرے متعدد لڑکے ہیں، مگر میں نے کسی کو نہیں چوما'' بولے ''خدا صرف محبت کیش آدمیوں پر رحم کرتا ہے'' (ادب المفرد باب من لا یرحم لم یرحم)

یہ محبت صرف اپنے ہی بچوں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ صحابہ کرام عموماً بچوں سے

نہایت محبت رکھتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک بار راستے سے گزرے تو دیکھا کہ حبشی لڑکے کھیل رہے ہیں،ان کو دو درہم دیئے۔(الادب المفرد باب لعب الصبیان بالجوز)

انہوں نے ایک لونڈی کو جس سے ان کو بڑی محبت تھی آزاد کر دیا تھا لیکن جب اس کو بچہ ہوا تو اس کو گود میں لے کر چوما اور کہا کہ ''کہ واہ واہ اس سے اس لونڈی کو خوشبو آتی ہے ''۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

بچوں کی پرورش:

صحابہ کرامؓ بچوں کی پرورش میں اپنے عیش وآرام کو بھی فراموش کر دیتے تھے،حضرت جابر بن عبداللہؓ کے والد نے متعدد صغیر السن لڑکیوں کو چھوڑ کر انتقال کیا تو حضرت جابرؓ نے ان کی پرورش کی غرض سے ایک ثیبہ عورت سے شادی کی،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کنواری لڑکی سے کیوں نہیں شادی کی،وہ تم سے کھیلتی،تم اس سے کھیلتے''تو بولے''باپ شہید ہوا اور صیغر السن لڑکیاں چھوڑیں اگر ان ہی کی سی کمسن عورت سے شادی کرتا تو وہ نہ انکو ادب سکھاتی،نہ انکی خبر گیری کرتی،(مسلم کتاب البیوع باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ)اسلئے ایسی عورت سے نکاح کرنا پسند کیا جو ان کو کنگھا رکھے انکے بالوں میں کنگھی کرے ان کے سر سے جوئیں نکالے''ان کے کپڑے پھٹ جائیں تو ان کو سی دے اور ان کی اصلاح ونگرانی کرے۔

(ایضاً کتاب الطلاق باب استحباب نکاح البکر ومسند ابن حنبل جلد۳ ص ۳۵۸)

حضرت ام سلیمؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت انس بن مالکؓ بچے تھے،اسلئے انہوں نے یہ عزم بالجزم کرلیا کہ جب تک انکی نشوونما کامل طور پر نہ ہوجائے گی وہ دوسرا نکاح نہ کریں گی۔ چنانچہ انہوں نے اس ارادہ کو پورا کیا،حضرت انسؓ خود سپاس گزار نہ لہجے میں اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے کہ اس نے میری ولایت کا حق ادا کیا۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیمؓ)

یہ وصف اگرچہ تمام صحابیات میں عموماً پایا جاتا تھا لیکن اس میں قریشی عورتیں خاص طور پر ممتاز تھیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریشی عورتوں کی اس فضیلت کو خاص طور پر بیان فرمایا:

خیر نساء رکبن الا بل نساء قریش احناھن علی ولد فی صغرہ وارعاہٗ علے الزوج۔ (بخاری کتاب النفقات باب حفظ المراۃ زوجھا فی ذات یدہ والنفقۃ علیہ)

عرب کی عورتوں میں قریش کی عورتیں سب سے اچھی ہیں کہ بچوں سے انکے بچپن میں نہایت محبت رکھتی ہیں اور شوہروں کے مال واسباب کی نگہداشت کرتی ہیں۔

صحابہ کرام نہ صرف اپنی اولاد کی بلکہ اپنے اعزہ اپنے متعلقین بلکہ غیروں کی اولاد کی پرورش بھی اسی دلسوزی سے کرتے تھے۔

حضرت سعید بن اطولؓ کے بھائی نے انتقال کیا اور تین سو دینار اور چند صغیر السن بچے چھوڑے، انہوں نے اس رقم کو ان بچوں کی پرورش میں صرف کرنا چاہا، لیکن بھائی پر لوگوں کا قرض تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے پہلے اس کو ادا کیا۔

(مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۱۳۶)

حضرت حارث بن ہشامؓ نے طاعون عمواس میں انتقال کیا تو حضرت عمرؓ نے انکی بی بی فاطمہ بنت ولیدؓ سے نکاح کرلیا اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا اور اس لطف ومحبت کے ساتھ ان کی تربیت فرمائی کہ خود حضرت عبدالرحمٰنؓ کا بیان ہے کہ "میں نے عمرؓ بن الخطاب سے بہتر کوئی مربی نہیں دیکھا۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمان بن حارثؓ)

جب حضرت زید بن حارثہؓ مکہ سے حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی کو لائے تو انکی پرورش کے متعلق حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ میں اختلاف ہوا، حضرت جعفرؓ کہتے تھے کہ "میں اس کا مستحق ہوں، وہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور میرے نکاح میں اس کی خالہ ہے، جو بمنزلہ ماں کے ہے۔" حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ "وہ میرے بھی چچا کی لڑکی ہے اور میرے نکاح میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ہیں جو لڑکی کی سب سے زیادہ مستحق ہیں" اب حضرت زید بھی مدعی ہو گئے اور کہا کہ "میں اس کا مستحق ہوں، میں نے اس کیلئے سفر کیا ہے اور اس کو یہاں لایا ہوں۔" بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ کیا۔ (بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضا مع فتح الباری)

ایک عورت نے آپ کی خدمت میں زنا کا اقرار کیا اس کی گود میں بچہ تھا، آپ نے فرمایا "بچہ دودھ چھوڑے تو آنا" بچے نے دودھ چھوڑ دیا تو وہ آئی اور کہا کہ "مجھ پر حد شرعی جاری فرمایئے آپ نے فرمایا "تمھارے بچے کی پرورش کون کرے گا؟" ایک انصاری بولے "میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ (دار قطنی صفحہ ۳۴۰ کتاب الحدود)

اگر کوئی شخص پرورش اولاد سے آزادی چاہتا تھا تو صحابہ کرام اس کو سخت لعنت وملامت کرتے، کسی شخص کی متعدد لڑکیاں تھیں، اس نے انکی موت کی آرزو کی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سخت برہم ہوئے اور کہا "کیا تم ان کو روزی دیتے ہو؟ (الادب المفرد باب من کرہ ان یتمنی موت البنات)

<u>پرورش یتامیٰ</u>

یتیموں کی پرورش بڑی نیکی کا کام ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

انا وکافل الیتیم کھاتین فی الجنۃ،

"میں اور یتیموں کی پرورش کرنیوالا جنت میں اس قدر قریب ہوں گے جس قدر یہ دونوں انگلیاں قریب ہیں"

صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس نیک کام کی توفیق دی تھی اس لئے وہ اپنے بچوں کی طرح یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔

حضرت زینبؓ متعدد یتیموں کی پرورش کرتی تھیں، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے دریافت کروایا کہ ''وہ اپنے شوہر اور ان یتیموں پر صدقہ کریں تو جائز ہے؟'' ایک دوسری صحابیہ بھی اسی غرض سے در دولت پر کھڑی تھیں، حضرت بلالؓ نے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ''انکو دوہرا ثواب ملے گا، ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا''

(بخاری کتاب الزکوۃ باب الزکوۃ علی الزوج والایتام فی الحجر)

ایک یتیم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ شریک طعام ہوا کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے کھانا منگوایا تو اتفاق سے وہ موجود نہ تھا، کھانے سے فارغ ہو چکے تو وہ آیا، انہوں نے اور کھانا منگوانا چاہا مگر گھر سے جواب آیا، اب ستو اور شہد لائے اور کہا ''لو کچھ نقصان میں نہیں رہے۔''

(ادب المفرد باب فضل یتیما بین ابویہ)

حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کی لڑکیاں یتیم ہو گئی تھیں اور حضرت عائشہؓ ان کی پرورش فرماتی تھیں۔ (موطائے امام مالک باب الزکوۃ فیہ من الحلی والتبر والعنبر)

پرورش کے علاوہ صحابہ کرام اور طریقوں سے بھی یتیموں کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ ایک یتیم نے ایک شخص پر ایک کونخلستان کے متعلق دعویٰ کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے خلاف فیصلہ کیا تو وہ رو پڑا۔ آپ کو اس پر رحم آ گیا، اور مدعا علیہ سے فرمایا کہ ''اس کو نخلستان دیدو، خدا تم کو اس کے بدلے میں جنت میں نخلستان دے گا'' لیکن اس نے انکار کر دیا، حضرت ابو الدحداحؓ بھی موجود تھے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تم میرے باغ کے عوض اپنے باغ کو بیچتے ہو۔'' اس نے کہا ''ہاں'' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ''جو نخلستان آپؐ یتیم کیلئے مانگتے تھے، اگر

میں دیدوں تو اس کے عوض مجھے جنت میں نخلستان ملے گا؟'' ارشاد ہوا ''ہاں''

(استیعاب تذکرہ حضرت ابو الدحداحؓ)

عام قاعدہ ہے کہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی یتیم بچوں سے کرنا پسند نہیں کرتے، لیکن صحابہ کرام کو یتیموں سے اس قدر محبت تھی کہ وہ اس معاملہ میں انھیں ترجیح دیتے تھے، حضرت صالحؓ کی صاحبزادی سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منگنی کی، ان کی بی بی بھی اس نسبت کو پسند کرتی تھیں لیکن انہوں نے انکار کردیا اور ایک یتیم بچے کے ساتھ جو ان کی تربیت میں تھا، صاحبزادی کا نکاح کردیا۔

(مسند جلد اص ۹۷)

یتیموں کی پرورش کے ساتھ صحابہ کرامؓ نہایت دیانت کے ساتھ انکے مال کی نگہداشت بھی کرتے تھے اور اس کو ضائع ہونے سے بچاتے تھے بلکہ اس کو ترقی دیتے تھے، حضرت عمرؓ کا عام حکم تھا،

اتجروا فی اموال الیتامی لا تا کلھا الزکوٰۃ

''یتیموں کے مال سے تجارت کرو کہ زکوۃ اسے کھانہ جائے۔''

حضرت عائشہؓ جن یتیموں کی پرورش کرتی تھیں انکے مال لوگوں کو دے دیتی تھیں کہ تجارت کے ذریعہ سے اس کو ترقی دیں۔ (موطائے امام مالک کتاب الزکوۃ زکوۃ اموال الیتمی والتجارۃ لھم فیہا)

شوہر کی محبت:

صحابیات اپنے شوہروں سے نہایت محبت رکھتی تھیں، حضرت زینبؓ کی شادی ابو العاص سے ہوئی تھی وہ حالت کفر میں تھے کہ بدر کا واقعہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہو گئے آپ نے اسیرانِ جنگ کو فدیہ لیکر رہا کرنا چاہا اور تمام اہل مکہ نے اپنے اپنے فدیئے بھیجے، تو حضرت زینبؓ کے پاس ایک یادگار ہار تھا جس کو حضرت خدیجہؓ نے رخصتی کے وقت دیا تھا، انہوں نے ابو العاص کے فدیہ میں مال کے ساتھ اس ہار کو بھیج دیا، آپؐ نے اس کو دیکھا

تو سخت رقت طاری ہوئی اور صحابہ کے مشورہ سے ان کو آزاد کردیا اور ہار بھی واپس دے دیا ۔(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی فداء الاسیر بالمال)

حضرت حمنہ بنت جحشؓ کے شوہر شہید ہوئے اورانہیں ان کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو فرطِ محبت سے چیخ اٹھیں ۔(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء ف البکا وعلی لمیت)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتقال ہوا اور حضرت امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو ان کی بی بی حضرت عائشہ الخثعمیہؓ نے کہا ''آپ کو حکومت مبارک ہو'' سخت برہم ہوئے اور کہا کہ ''تم مجھے امیر المومنین کے انتقال پر مبارک باد دیتی ہو''۔ اوراسی غصہ کی حالت میں طلاق بائن دیدی۔ انہوں نے منہ ڈھانک لیا اور کہا کہ ''میں نے تو یہ نیک نیتی سے کہا تھا بعد کو انہوں نے مہر وغیرہ کی رقم بھیجی تو اس کو دیکھ کروہ رو پڑیں اور کہا کہ ''جدا ہونیوالے دوست کے مقابل میں یہ نہایت حقیر چیز ہے''(دارقطنی ص ۴۳۸ کتاب الطلاق)

حضرت عمرؓ کی بی بی حضرت عاتکہؓ روزے کے دنوں میں فرط محبت سے ان کے سر کا بوسہ لیتی تھیں ۔(موطائے کتاب الصیام باب ماجافی الرخصۃ فی القبلۃ للصائم)

حضرت عاتکہؓ کو اپنے پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے نہایت محبت تھی چنانچہ جب وہ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے تو حضرت عاتکہؓ نے ایک پر درد مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

فالیت لا تنفک عینی حزینۃ علیک ولا ینفک جلدا غبرا

میں نے قسم کھائی ہے کہ تمھارے غم میں میری آنکھیں ہمیشہ پرنم اور جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے شادی کی اور دعوتِ ولیمہ میں حضرت علیؓ کو بھی شریک کیا تو انہوں نے حضرت عاتکہؓ کو یہ شعر یاد دلایا اور وہ رو پڑیں ،حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو ان کا بھی نہایت پر درد مرثیہ لکھا، اسکے بعد ان سے حضرت زبیرؓ نے شادی

کی اور وہ بھی شہید ہوئے تو ان کا بھی نوحہ لکھا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عاتکہؓ)

شوہر کی خدمت:

صحابیات شوہر کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتی تھیں اور نہایت پابندی کے ساتھ اس فرض کو بجالاتی تھیں، ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت محبوب تھیں، لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت پر نہیں پڑتا تھا، بلکہ سب سے زیادہ ان ہی کو آپکا شرفِ خدمت حاصل ہوتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال طہارت کی وجہ سے مسواک کو پہلے دھلوالیا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کو حضرت عائشہؓ ادا فرماتی تھیں۔

(ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب غسل السواک)

ایک بار آپ کمبل اوڑھ کر مسجد میں آئے، ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر دھبہ نظر آتا ہے" آپ نے اس کو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا کہ دھو کر خشک کر کے میرے پاس بھیج دیں، حضرت عائشہؓ نے کٹورے میں پانی منگایا خود اپنے ہاتھ سے دھویا خشک کیا اور اس کے بعد آپ کے پاس بھیج دیا۔ (ایضاً باب الاعادۃ من النجاسۃ تکون فی الثوب)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام حج باندھتے تھے اور احرام کھولتے تھے تو وہ جسم مبارک میں خوشبو لگاتی تھیں۔ (ایضاً کتاب المناسک باب طیب عند الاحرام)

جب آپ خانہ کعبہ کو ہدی بھیجتے تھے تو وہ ان کے گلے کا قلادہ بٹتی تھیں۔

(ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب من بعث بہدیہ واقام)

صحابہ کرام جب تمام دنیا کی خدمت واعانت سے محروم ہو جاتے تھے تو اس بے کسی کی حالت میں صرف ان کی بیبیاں انکا ساتھ دیتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلفِ غزوہ تبوک کی بناء پر حضرت ہلالؓ بن امیہ سے ناراض ہوئے اور اخیر میں تمام مسلمانوں کی طرح انکو بی بی سے بھی تعلقات کے منقطع

کر لینے کا حکم دیا۔ وہ حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ ''وہ بوڑھے آدمی ہیں ان کے پاس نوکر چاکر نہیں اگر میں ان کی خدمت کروں تو آپ ناپسند فرمائیں گے''؟ ارشاد ہوا ''نہیں''۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک)

شوہر کے مال واسباب کی حفاظت:

مرد وزن کے معاشرتی تعلقات پر اس کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے کہ بیوی نہایت دیانت کے ساتھ شوہر کے مال واسباب کی حفاظت کرے اور صحابیات میں یہ دیانت اس شدت سے پائی جاتی تھی کہ مال واسباب تو درکنار جو چیز شوہر سے تعلق رکھتی تھی اس میں بغیر اسکی اجازت کے کسی قسم کا تصرف کرنا پسند نہیں کرتی تھیں، حضرت اسماءؓ کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، ایک بار وہ گھر میں تھیں کہ ایک غریب سوداگر آیا کہ اپنے سایۂ دیوار میں مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجئے، وہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہوئیں فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھیں لیکن شوہر کے حکم کے بغیر اجازت نہیں دے سکتی تھیں، بولیں ''اگر میں اجازت دیدوں اور زبیرؓ انکار کر دیں تو بڑی مشکل پڑے گی، زبیرؓ کی موجودگی میں آؤ اور مجھ سے سوال کرو'' وہ اسی حالت میں آیا اور کہا ''یا ام عبداللہ میں محتاج آدمی ہوں، آپکی دیوار کے سایہ میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں'' بولیں ''تم کو مدینہ میں میرا ہی گھر ملتا تھا'' حضرت زبیرؓ نے کہا ''تمھارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو بیع وشرا سے روکتی ہو''؟ وہ تو چاہتی ہی یہ تھیں، اجازت دیدی۔ (مسلم کتاب الادب جواز ارداف المراۃ الا جنبیۃ اذا اعیت فی الطریق) وہ نہایت فیاض تھیں اسلئے صدقہ وخیرات کرنا پسند کرتی تھیں، لیکن شوہر کے مال کے سوا انکے پاس کچھ نہ تھا اور شوہر کے مال میں بلا اجازت تصرف نہیں کر سکتی تھیں مجبوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ ''میں زبیرؓ کی آمدنی میں سے کچھ صدقہ کروں تو کیا کوئی گناہ کی بات ہے''؟ ارشاد ہوا کہ ''جو کچھ ہو سکے دو''۔ (مسلم کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقۃ ولو بالقلیل) ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ان میں سے ایک خاتون اٹھیں اور کہا کہ "ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہر کی محتاج ہیں، انکے مال میں سے ہمارے لئے کس قدر لینا جائز ہے"؟ آپ نے فرمایا اس قدر کہ کھا پی لو اور ہدیہ دو"۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب المراۃ تصدق من بیت زوجھا)

اگرچہ یہ صف عموماً تمام صحابیات میں پایا جاتا تھا، لیکن اس باب میں قریش کی عورتیں خاص طور پر ممتاز تھیں چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے انکی اس خصوصیات کو نمایاں کیا۔

نساء قریش خیر نساء رکبن الا بل احناہ علی الطفل وارعاہ علی الزوج فی ذات یدہ۔

(مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل نساء قریش)

قریش کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں، بچوں سے محبت رکھتی ہیں اور شوہروں کے مال واسباب کی نگرانی کرتی ہیں۔

شوہر کی خوشنودی:

صحابیات اپنے شوہروں کی رضامندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھیں۔ حضرت حولاءؓ عطر فروش تھیں، ایک دن حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ میں ہر رات کو خوشبو لگاتی ہوں بناؤ سنگھار کر کے دلہن بن جاتی ہوں اور خالصۃً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جا کر سو رہتی ہوں، لیکن پھر بھی وہ متوجہ نہیں ہوتے اور منہ پھیر لیتے ہیں، پھر ان کو متوجہ کرتی ہوں اور وہ اعراض کرتے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ سے بھی اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا" جاؤ اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو"۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت حولاءؓ)

ایک روز آپ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے فرمایا "عائشہ یہ

کیا ہے؟" بولیں "میں نے اس کو اسلئے بنایا ہے کہ آپ کیلئے بناؤ سنگھار کروں"۔

(ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب الکنز ماھو وزکوۃ الحلی)

ایک صحابیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے، آپ نے ان کے پہننے سے منع فرمایا، بولیں "اگر عورت شوہر کیلئے بناؤ سنگھار نہ کرے گی تو اس کی نگاہ سے گر جائے گی۔" (نسائی کتاب الزینۃ ص ۷۶۵)

بی بی کی محبت:

جس طرح صحابیات اپنے شوہروں سے بے حد محبت رکھتی تھیں، اسطرح صحابہ کرام بھی بیویوں سے نہایت محبت رکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی بی بی کو اس قدر چاہتے تھے کہ جب حضرت عمرؓ نے انکو طلاق دینے پر مجبور کیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا، معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اطاعتِ والدین کے خیال سے ان کو طلاق دینے کا حکم دیا۔

(ابوداؤد کتاب الادب فی برالوالدین)

ایک بار وہ سفر میں تھے معلوم ہوا کہ انکی بی بی سخت بیمار ہیں ان کے پاس آنے کے لئے نہایت تیز رفتاری سے کام لیا اور عشاء و مغرب کی نماز ایک ساتھ ادا کی۔

(دار قطنی ص ۴۳۸ کتاب الطلاق)

ایک بار حضرت امام حسنؓ نے اپنی بی بی حضرت عائشہ بنت **الخليفة الحشميه** کو غصہ کی حالت میں طلاق بائن دیدی، بعد کو مہر کی رقم بھیجی تو وہ اس کو دیکھ کر رو پڑیں اور کہا کہ "جدا ہونے والے دوست کے مقابل میں یہ نہایت حقیر چیز ہے"۔ قاصد نے حضرت امام حسنؓ کو اس کی خبر دی تو بے اختیار رو پڑے اور فرمایا کہ "اگر طلاق بائن نہ دے چکا ہوتا تو رجعت کر لیتا"

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عاتکہؓ بنت زید)

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کو اپنی بی بی عاتکہؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے عشق میں

جہاد تک کو ترک کر دیا تھا اس خیال سے حضرت ابو بکرؓ نے انکو طلاق دینے پر مجبور کیا پہلے تو انہوں نے ٹالا، لیکن جب انکی طرف سے سخت اصرار ہوا تو اطاعت والدین کے خیال سے طلاق دی اور یہ اشعار کہے۔

اعاتک لا انساک مادر شارق وما ناح قمری الحمام المطوق

''اے عاتکہ جب تک سورج چمکتا اور قمری بولتی رہے گی میں تجھے نہ بھولوں گا۔''

اعاتک قلبی کل یوم ولیلة الیک بما تخفی النفوس معلق

''اے عاتکہ میرا دل ہر دن اور ہر رات بصد ہزار تمنا و شوق تجھ سے لگا ہوا ہے''۔

ولم ار مثلی طلق الیوم مثلها ولا مثلها فی غیر جرم تطلق

''مجھ جیسے شخص نے اس جیسی عورت کو کبھی طلاق نہ دی ہوتی اور نہ ایسی عورت کو بغیر گناہ طلاق دیجاتی۔''

حضرت ابو بکرؓ پر ان اشعار کا سخت اثر ہوا اور انہوں نے رجعت کرنیکی اجازت دے دی۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عاتکہؓ بنت زید)

حضرت مغیثؓ ایک غلام تھے، ان کی شادی حضرت بریرہؓ سے ہوئی تھی، حضرت بریرہؓ آزاد ہو گئیں تو حضرت مغیثؓ سے قطع تعلق کرنا چاہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس ارادہ سے روکا لیکن بولیں ''کیا یہ آپ کا حکم ہے؟'' فرمایا نہیں میں سفارش کرتا ہوں وہ راضی نہ ہوئیں حضرت مغیثؓ انکے فراق سے بدحواس ہو گئے ان کے رخساروں پر آنسوؤں کی چادر دیکھ کر آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا ''مغیث کی محبت اور بریرہ کا بغض تم کو عجیب نہیں معلوم ہوتا''

(ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی المملوکۃ تعتق وھی تحت حر او عبد)

ایک بار صحابہ کرام حج سے واپس آرہے تھے، ذوالحلیفہ کے پاس پہنچے تو انصار کے لڑکے استقبال کیلئے نکلے ان ہی صحابہ میں حضرت اسید بن حضیر بھی تھے انکے خاندان کے بچوں نے انکو بی بی کے انتقال کی خبر سنائی تو وہ منہ ڈھانک کر رونے لگے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا "آپ قدیم الاسلام صحابی ہو کر ایک عورت کیلئے اس طرح روتے ہیں"۔ بولے "سچ ہے سعد بن معاذ کے بعد مجھے کسی پر یوں رونا نہیں چاہیے"۔ (مسند جلد ۶ص ۳۵۲)

اس محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام عورت کے حق صحبت کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ عورت کی درشت خوئی بھی اسکو فراموش نہیں کرا سکتی تھی، حضرت لقیط بن صبرہؓ وفد بنو منتفق کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بی بی کی بدزبانی کی شکایت کی آپ نے فرمایا تو پھر طلاق دیدو" انہوں نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدت کا ساتھ ہے اور اس سے ایک بچہ بھی ہے" فرمایا کہ "اس کو نصیحت کرو، اگر راہ راست پر آجائے تو بہتر ہے ورنہ اس کو لونڈی کی طرح نہ مارو"

(ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الاستنثار)

ہمسایوں کے ساتھ سلوک:

صحابہ کرام ہمسایوں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کرتے تھے اور اس میں کافر و مسلم کی تفریق روا نہیں رکھتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بکری ذبح کی، پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا گھر والوں سے پوچھا کہ "تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کے پاس گوشت بھیجا یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبرائیل نے مجھ کو ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس شدت سے وصیت کی کہ میں سمجھا کہ اس کو شریک وراثت بنا دیں گے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق الجوار)

صحابہ کرام خود بھوکے رہتے تھے اور اپنے ہمسایوں کو کھلاتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ

نے حضرت جابرؓ کے پاس گوشت کی گٹھری دیکھی تو بولے "کیا تم لوگ اپنی بھوک کو اپنے ہمسائے اور چچا زاد بھائی کیلئے نہیں مارنا چاہتے" (موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی اکل اللحم)

اگر کوئی شخص ہمسایوں کے ساتھ برا سلوک کرتا تو صحابہ کرام اس کو نہایت برا سمجھتے، ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ "میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے" آپؐ نے فرمایا "جاؤ اور گھر سے اپنا تمام مال اسباب نکال کر باہر ڈال دو، اس نے تعمیل ارشاد کی لوگوں نے دیکھا تو پوچھا "کیا معاملہ ہے؟ بولے "میرے پڑوسی نے مجھے ستایا ہے" تمام صحابہ نے کہا "اس پر خدا کی لعنت ہو، اس نے سنا تو کہا "گھر میں چلو اب نہ ستاؤں گا"۔ (ادب المفرد باب شکایۃ الجار)

غلاموں کے ساتھ سلوک:

صحابہ کرام غلاموں کے ساتھ بالکل مساویانہ برتاؤ کرتے تھے اور جو خود پہنتے تھے وہی ان کو بھی پہناتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی لڑکیوں کی طرح اپنی لونڈیوں کو بھی سنہرے زیورات پہناتے تھے۔ (موطائے امام مالک کتاب الزکوۃ باب مالازکوۃ فیہ من الحلی والتبر والعنبر) ایک بار کچھ لوگ ان سے ملنے کو آئے، دیکھا کہ ان کے غلام کے گلے میں سونے کا طوق پڑا ہوا ہے، ہر ایک دوسرے کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا، بولے "تمھاری نگاہ برائیوں پر ہی پڑتی ہے۔"

(الادب المفرد باب فضول النظر)

ایک بار حضرت ابوذر غفاریؓ ایک حلہ پہنے ہوئے تھے اور غلام کو بھی ویسا ہی پہنایا ہوا تھا اس کا سبب دریافت کیا گیا تو بولے "میں نے ایک غلام کو ایک دفعہ برا بھلا کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوذر! تم میں اب تک جاہلیت کا اثر باقی ہے، یہ لوگ تمھارے بھائی ہیں، خدا نے انکو تمھارے ہاتھ میں دیدیا تو جس کا بھائی اس کے ہاتھ میں ہو وہ اس کو وہی کھلائے پلائے جو خود کھاتا پیتا ہے" (بخاری کتاب الایمان باب

المعاصی من امر الجاہلیۃ)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو ایک غلام دیا اور یہی نصیحت کی تو انہوں نے اپنا کپڑا پھاڑ کر آدھا غلام کو دیدیا۔ (فتح الباری جلد ا ص ۸۱)

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گاڑھے کی دو قمیصیں خریدیں ، ساتھ میں ان کا غلام بھی تھا، بولے ''اس میں جو تمہیں پسند ہو لے لو، اس نے ایک لے لی۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت علیؓ)

ایک بار حضرت ابوالیسیرؓ کے جسم پر دو مختلف قسم کے کپڑے تھے اور ان کے غلام کے بدن پر بھی اسی قسم کے مختلف کپڑے تھے، ایک شخص نے کہا کہ اگر آپ لوگ ایک ایک کپڑا دوسرے سے بدل لیتے تو ہم رنگ ہو کر پورا حلہ یعنی جوڑا ہو جاتا، بولے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو، یعنی اس طریقہ سے دونوں کپڑے ہم رنگ تو ہو جاتے لیکن اس سے کپڑوں میں اختلاف ہو جاتا اور مساوات زائل ہو جاتی۔ (الادب المفرد باب واکسوھم مما تلبسون) صحابہ کرام غلاموں کی زدوکوب کو نہایت برا سمجھتے تھے ایک بار ایک شخص نے اپنے غلام کے منہ پر طمانچہ مارا، حضرت سویدؓ بن مقرن نے فرمایا ''طمانچہ کیلئے تم کو صرف اس کا چہرہ ہی ملتا تھا؟ ہمارے بھائیوں میں ایک نے غلام کو مارا تھا تو انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے آزاد کرنے کا حکم دیا تھا۔' (مسلم کتاب النذر باب صحبۃ المما لیک وکفارۃ من لطم عبدہ)

زدوکوب تو بڑی بات ہے صحابہ کرام لونڈیوں اور غلاموں کو آدھی بات کہنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک بار رات کو عبدالملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی، اس نے آنے میں تھوڑی دیر لگائی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی، حضرت ام الدرداء اس کے محل میں تھیں، صبح ہوئی تو کہا کہ ''تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن شفعاء یا شہدا نہ ہوں گے۔'' (مسلم کتاب البر والصلہ والاداب باب النہی عن لعن الدواب وغیرہا)

ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست سے ملنے آئے، وہ موجود نہ تھے انکی بی بی سے پانی مانگا، اس نے لونڈی کو ہمسایہ کے گھر بھیجا کہ دودھ مانگ لائے، لونڈی نے آنے میں دیر لگائی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ گھر سے نکل آئے انکے دوست آئے تو کہا "آپ سے کیا پردہ تھا، گھر میں آکر بیٹھے ہوتے، کھایا پیا ہوتا"۔ بولے سب کچھ کرلیا، لیکن آپ کی بی بی نے لونڈی پر لعنت بھیجی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اگر لعنت بے محل ہوتی ہے تو خود لعنت بھیجنے والے پر لوٹ آتی ہے" اس لئے مجھے خوف پیدا ہوا کہ شاید لونڈی معذور ہو اور وہ لعنت آپ کی بی بی پر لوٹ آئے اور میں اس کا سبب بنوں اس خیال سے گھر سے باہر نکل آیا"۔ (مسند ابن حنبل جلد اص ۴۰۸ مسند عبداللہ ابن مسعودؓ)

صحابہ کرامؓ غلاموں کے آرام وآسائش کا نہایت خیال رکھتے تھے ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے گھر منتظم آیا تو انہوں نے پوچھا "غلاموں کو کھانا دیایا نہیں" بولا "نہیں" فرمایا "جاؤ اور دو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی غلاموں کی روزی کو روک رکھے"۔ (مسلم کتاب الزکوۃ باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک)

صحابۂ کرام غلاموں سے کبھی سخت کام نہیں لیتے تھے ایک بار ایک شخص حضرت سلمان فارسیؓ کے یہاں آیا دیکھا کہ بیٹھے ہوئے آٹا گوندھ رہے ہیں، اس نے کہا کہ "غلام کہاں ہیں؟ بولے "ہم نے اس کو ایک کام کیلئے بھیجا ہے، اس لئے یہ پسند نہیں کیا کہ اس سے دو دو کام لیں"۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ)

حضرت عثمانؓ رات کو اٹھ کر خود وضو کا پانی لے لیا کرتے تھے، لوگوں نے کہا "اگر آپ کسی خادم سے کہہ دیتے تو وہ کام کر دیتا" بولے نہیں رات ان کے آرام کیلئے ہے"۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمانؓ)

اسی حسن سلوک کا یہ نتیجہ تھا کہ غلام صحابۂ کرام پر جان دیتے تھے، اوران کے ارشادات کی بطیبِ خاطر تعمیل کرتے تھے، افلح نامی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا غلام تھا، انہوں نے اس کو مکاتب بنا کر آزاد کرنا چاہا تو تمام لوگوں نے اس کو مبارک باد دی، لیکن بعد میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے معاہدۂ کتابت کو فسخ کرنا چاہا اوراس کے یہاں کہلا بھیجا کہ تمھیں مثل سابق کے غلامی کی حالت میں رہنا ہوگا، افلح کے اہل وعیال نے کہا کہ تم پھر غلام بننا پسند کرو گے؟ حالانکہ خدا نے تم کو آزاد کر دیا تھا" لیکن اس نے کہا کہ "میں ان کی کسی بات کا انکار نہیں کرسکتا" چنانچہ خود اس معاہدہ کو فسخ کر دیا اس کے بعد چند ہی دنوں کے بعد حضرت ابوایوبؓ نے اس کو آزاد کر دیا اور کہا کہ "جو مال تمھارے پاس ہو وہ کل تمھارا ہے" (طبقات ابن سعد تذکرہ افلح)

باہمی محبت:

صحابہ کرام باہم نہایت الفت ومحبت رکھتے تھے، اس لئے جب کسی صحابی کو کسی قسم کا دکھ درد پہنچتا تھا تو دوسرے صحابہ کے دل بھر جاتے تھے، حضرت عمرؓ کو جب ابن لولو نے زخمی کیا تو تمام صحابہ کو اس قدر رنج ہوا کہ گویا ان پر کبھی ایسی مصیبت نہیں آئی تھی، حضرت عائشہؓ الگ رو رہی تھیں (بخاری کتاب المناقب باب قضیۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان) حضرت صہیبؓ پاس آئے اور واہ اخیاہ، واخیاہ" کہہ کر رونے لگے۔ (نسائی کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی لمیت)

حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو صحابہ نے انکے تابوت کو گھیر لیا اور دعائیں کرنے لگے۔ (سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق) حضرت علیؓ نے پاس پہنچ کر کہا "خدا تم پر رحم کرے، مجھے توقع ہے کہ خدا تم کو تمھارے دونوں رفقاء (حضرت ابوبکرؓ و رسول اللہؐ) کی معیت عطا کرے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے" میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ نے یہ کام کیا تھا"۔

(بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ)

صحابہ کرام حضرت عمرؓ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو سب کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا لیکن رنج وغم کی وجہ سے کسی نے کھانے کو ہاتھ لگانا پسند نہیں کیا، بالآخر حضرت عباسؓ کے سمجھانے سے سب نے کھانا کھایا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عباسؓ)

ایک بار صحابۂ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ شہداء کے مزار کی زیارت کو نکلے، پہاڑ پر چڑھے تو قبریں نظر آئیں، محبت کے لہجے میں بولے ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں۔ (ابو داؤد کتاب المناسک باب زیارۃ القبور)

ایک بار واقد بن عمروؓ بن سعد بن معاذ، حضرت انس بنؓ مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے نام پوچھا اور سلسلۂ نسب میں حضرت سعد بن معاذ کا نام آیا تو فرمایا، تمھاری صورت سعد سے مشابہ ہے، وہ سب میں بڑے اور لمبے تھے'' یہ کہہ کر رو پڑے۔ (نسائی کتاب الزینتہ باب لبس الدیباج المنسوج بالذہب و ترمذی کتاب اللباس باب لبس الحریر فی الحرب)

ایک دن حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سامنے آیا، انکو ابتدائے اسلام کا افلاس یاد آ گیا بولے ''مصعب بن عمیر مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہوئے اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن میسر نہ ہوا حمزہؓ یا کوئی اور صحابی جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے اور ایک چادر کے سوا انکو کفن نہ ملا، شاید دنیا ہی میں ہم کو ہمارے طیبات مل گئے'' یہ کہہ کر رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔

(بخاری کتاب الجنائز باب الکفن من جمیع المال مع فتح الباری)

باہمی اعانت:

صحابۂ کرام مصیبت میں، آفت میں کشمکش میں ایک دوسرے کی اعانت فرماتے تھے، جنگ کی حالت میں ہر شخص کو اپنی ہی جان کی فکر رہتی ہے لیکن صحابۂ کرام اس موقع پر بھی دوسروں کی اعانت کیلئے اپنی جان تک کو خطرہ میں ڈال دیتے تھے، حضرت ابو قتادہؓ کا بیان

ہے کہ ''میں نے حنین میں دیکھا کہ ایک کافر ایک مسلمان پر غالب آنا چاہتا ہے میں چکر دے کر آیا اور اس کی پشت کی جانب سے گردن پر ایک تلوار ماری وہ میری طرف بڑھا اور مجھ کو اس طرح دبوچ لیا کہ مجھے موت کی خوشبو آنے لگی اور پھر مر ہی کے چھوڑا'' (ابو داؤد کتاب الجہاد باب السلب یعطی القاتل)

قبیلہ اشعری کے لوگ مدینہ میں ہجرت کر کے آ گئے تھے ان لوگوں میں باہم اس قدر تعاضد و تعاون تھا کہ جب غزوات میں ان کا زاد راہ ختم ہو جاتا تھا یا مدینہ میں مبتلائے فقر و فاقہ ہو جاتے تھے تو ہر شخص کے گھر میں جو کچھ ہوتا تھا، وہ لا کر سب کے سامنے رکھ دیتا تھا، اور یہ سب لوگ اس کو برابر تقسیم کر لیتے تھے۔ (مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل الا شعریین)

ہمسایہ عورتیں اپنی پڑوسنوں کو ہر قسم کی مدد دیتی تھیں، حضرت اسماءؓ کو روٹی پکانا نہیں آتی تھی، لیکن انکی پڑوسنیں انکو روٹی پکا دیا کرتی تھیں۔

(مسلم کتاب السلام باب ارادف المراۃ الاجنبیہ اذا عیت فی الطریق)

ایک دن کچھ مفلوک الحال لوگ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ''خدا کی قسم! نہ ہم کو نفقہ ملتا نہ سواری ملتی نہ اسباب ملتا'' بولے ''اگر چاہو تو خدا جو توفیق دے ہم دیں ورنہ بادشاہ کے دربار میں تمھاری سفارش کر دیں اور اگر جی میں آئے تو صبر کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقراء مہاجرین امراء سے چالیس سال پیشتر جنت میں داخل ہوں گے'' ان لوگوں نے کہا ''ہم صبر کرتے ہیں اور کچھ نہیں مانگتے''۔ (مسلم کتاب الزہد)

حضرت زبیرؓ نے لاکھوں روپے قرض چھوڑ کر انتقال فرمایا تھا اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اسکو ادا کرنا چاہتے تھے ایک بار حضرت حکیم بن حزامؓ سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے کہا ''قرض کیونکر ادا کرو گے؟ اگر مجبور ہو جانا تو مجھ سے اعانت کی درخواست کرنا میں اعانت کروں گا'' یہ صرف زبانی دعویٰ نہ تھا بلکہ انہوں نے چار لاکھ سے ان کی اعانت بھی

کرنا چاہی، لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔

(بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتا مع فتح الباری)

جب عورتوں کو شکایت پیدا ہوتی تو وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا درد دکھ کہتی تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نہایت پر زور طریقہ سے ان کی سفارش کرتی تھیں، ایک دن انکی خدمت میں ایک عورت سبز دوپٹہ اوڑھ کر آئی اور جسم کھول کر دکھایا کہ شوہر نے اس قدر مارا ہے کہ بدن پر نیل پڑ گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے کہا کہ مسلمان عورتیں جو مصیبت برداشت کر رہی ہیں، ہم نے ویسی مصیبت نہیں دیکھی، دیکھئے اسکا چمڑا اس کے دوپٹے سے زیادہ سبز ہوگیا ہے۔

بخاری کی روایت میں ہے:

والنساء ینصر بعضھن بعضا۔ (بخاری کتاب اللباس الثیاب الخضر)

عورتوں کی یہ فطرت ہے کہ ایک دوسرے کی اعانت کرتی ہیں۔

ایک شخص کی بی بی بیمار تھیں وہ حضرت ام الدرداؓ کے پاس آئے، انہوں نے حال پوچھا تو انہوں نے کہا "بیمار ہے" انہوں نے ان کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور جب تک انکی بی بی بیمار رہیں حال پوچھتی اور کھانا کھلاتی رہیں۔ (الادب المفرد باب ص ۷۴)

حضرت ربیعہ اسلمیؓ نہایت مفلس صحابی تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے شادی کرنا چاہی لیکن خود ان کے پاس مہر اور دعوتِ ولیمہ کا کوئی سامان نہ تھا، اسلئے انکے قبیلہ کے لوگوں نے اعانت کی اور تمام سامان ہوگیا۔ (مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۵۸)

<u>ایک کے رنج و مسرت میں دوسرے کی شرکت:</u>

تالف واتحاد نے صحابۂ کرام کو ایک جان دو قالب بنا دیا تھا، اسلئے وہ ایک کے رنج کو

اپنارنج اورایک کی خوشی کواپنی خوشی سمجھتے تھے اوراس میں شریک ہوتے تھے ایک بار حضرت زید بن ارقمؓ نے ایک واقعہ بیان کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تصدیق نہیں فرمائی اسلئے انکوسخت صدمہ ہوا اس کے بعد قرآن مجید نے انکی تصدیق کی جس پر انکو نہایت مسرت ہوئی اس لئے حضرت ابوبکرؓ ان سے ملے تو ان کو مبارک باددی۔(ترمذی تفسیر القرآن تفسیر سورۃ المنافقین)غزوۂ تبوک کی عدم شرکت کے جرم میں جب حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت ہلال بن امیہؓ، حضرت مرارہ بن ربیعؓ کی توبہ مقبول ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا خاتمہ ہوا تو اس بارے میں جو آیت نازل ہوئی، حضرت ام سلمہؓ نے رات ہی کو حضرت کعب بن مالکؓ کو اطلاع دینی چاہی، لیکن آپ نے فرمایا ''اگر تم نے ایسا کیا تو لوگ ٹوٹ پڑیں گے اور ان سونا دشوار ہوجائے گا''۔ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۂ توبہ باب قولہ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا الخ) اسلئے آپ نے نماز فجر کے بعد اسکا اعلان کیا اس وقت حضرت کعب بن مالکؓ کوٹھے کی چھت پر سخت پریشانی کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے، دفعتہً آواز آئی کہ ''زندہ باد'' دیکھا کہ لوگ جوق درجوق مبارک باددینے کیلئے چلے آرہے ہیں۔ایک صحابی گھوڑا اڑاتے ہوئے آئے ایک اورصحابی دوڑتے ہوئے پہنچے اور پہاڑ پر چڑھ کر بشارت دی، لوگ گروہ درگروہ آتے تھے او کہتے تھے کہ ''کعب توبہ مبارک'' مسجد نبوی میں توبہ کا اعلان ہوا تھا اور وہ داخل مسجد ہوئے تو حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے دوڑکر مصافحہ کیا اور مبارک باددی۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک)

حضرت عائشہ پر اتہام لگایا گیا اور وہ اس رنج وغم میں رات دن مصروف گریہ و بکار ہنے لگیں تو ایک صحابیہ آئیں اوران کی حالت دیکھ کر بے اختیار رو پڑیں۔

(بخاری کتاب الشہادت باب تعدیل النساء بعضہن بعضاء)

حسن رفاقت:

اللہ تعالی نے اہل جنت کی شان میں فرمایا ہے۔

وحسن اُولئک رفیقاء

''یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں''

صحابۂ کرام بھی اللہ تعالٰی کے مخصوص بندے تھے اسلئے انہوں نے عملاً دنیا ہی میں اپنے اوپر اس آیت کو منطبق کرلیا تھا۔

حضرت رافع بن عمروؓ نے ایک غزوہ میں رفیق صالح کی تلاش کی حسن اتفاق سے حضرت ابوبکرؓ کا شرف رفاقت حاصل ہوگیا، ان کا بیان ہے کہ ''وہ مجھے اپنے بستر پر سلاتے تھے، اپنی چادر اڑھاتے تھے، میں نے کہا کہ ''مجھے کوئی ایسی بات سکھایئے جو مجھے فائدہ دے'' بولے ''خدا کو پوجو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، اگر مال ہو تو صدقہ دو، دارالکفر سے ہجرت کرو اور دو شخصوں کے بھی حاکم نہ بنو'' (اصابہ تذکرہ رافع بن عمرو بن جابر)

<u>بزرگوں کا ادب:</u>

حدیث شریف میں آیا ہے۔

من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا۔

''جو لوگ ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بزرگوں کا ادب نہیں کرتے وہ ہم میں سے نہیں۔''

اس لئے صحابۂ کرام بزرگوں کا نہایت ادب کرتے تھے، ایک بار مجلس نبوی میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کہ ''مجھ کو اس درخت کا نام بتاؤ جو مسلمانوں سے مشابہ ہے ہر سال پھلتا ہے اور کبھی اس پر خزاں نہیں آتی'' حضرت عبد اللہؓ بن عمر کے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن ان دونوں بزرگوں کے ادب سے نہ بول سکے، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو کہا کہ ''تم نے کیوں نہیں بتایا اگر تم بتا دیتے تو وہ مجھ کو فلاں فلاں چیزوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتا'' بولے ''جب آپ اور حضرت ابوبکرؓ نہیں بولتے تو میں نے بولنا پسند نہیں کیا'' (بخاری کتاب الادب باب اکرام الکبیر) ایک

دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چلے کسی طرف سے حضرت ابو بکرؓ بھی آ گئے وہ دائیں طرف سے ہٹ کر آپ کے بائیں جانب آ گئے، تھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ نے بھی شرف رفاقت حاصل کیا اب وہ بالکل کنارے ہو گئے۔ (مسند ابن حنبل جلد ۲ص ۱)

ایک بار حضرت عبداللہ بن قیسؓ بن مخرمہ، مسجد قباء میں نماز پڑھ کر خچر پر سوار ہو کر نکلے راہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ مل گئے، انہوں نے دیکھا تو فوراً اتر پڑے اور کہا کہ ''چچا جان اس پر سوار ہو لیجئے'' (مسند ابن حنبل جلد ۲ص ۱۱۹)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ کے خاص تربیت یافتہ تھے وہ ایک سال سے اُن سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہیں پڑتی تھی، ایک موقع پر وہ مسئلہ پوچھا تو کہا ''خدا کی قسم! سال بھر سے پوچھنا چاہتا تھا مگر آپ کے خوف سے ہمت نہیں پڑتی تھی'' یہ حسن ادب تھا لیکن حضرت عمرؓ نے بھی بہ شفقت آمیز جواب دیا کہ ''ایسا نہ کرو اگر تمھارا یہ خیال ہو کہ میرے پاس کسی چیز کا علم ہے تو پوچھ لیا کرو'' اگر میں جانتا ہوں گا تو ضرور بتا دوں گا۔ (مسلم کتاب الطلاق باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییر ہن وقولہ تعالی وان تظاہر اعلیہ)

دوستوں سے ملاقات:

از دیادِ محبت کا نہایت موثر ذریعہ ہے صحابہ میں باہم محبت تھی اور اس محبت کو ترقی دینا چاہتے تھے، اس لئے دوستوں سے اکثر ملاقات کرتے تھے، حضرت ام الدرداءؓ شام میں رہتی تھی لیکن ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ پا پیادہ مدائن سے ان کے ملنے کو آئے۔

(الادب المفرد باب الزیارۃ)

ایک دن بہت سے صحابہ حضرت جابرؓ سے ملنے آئے، انہوں نے روٹی اور سرکہ سامنے رکھ دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''سرکہ بہترین سالن ہے وہ شخص ہلاک ہو جائے گا جسکے پاس اسکے احباب آئیں اور وہ اس چیز کو حقیر سمجھ کر انکے

سامنے پیش نہ کرے جو اسکے گھر میں موجود ہو اور وہ احباب بھی ہلاک ہو جائیں گے جو اسکو حقیر خیال کریں۔''

(مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۳۵۰)

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست (غالباً صحابی ہونگے) سے ملنے آئے وہ گھر میں موجود نہ تھے آئے تو ان کو گھر کے باہر دیکھ کر بولے ''آپ سے کیا پردہ تھا گھر میں آ کر بیٹھے ہوتے کھایا پیا ہوتا'' (مسند ابن حنبل جلد ا ص ۴۰۸)

ہدیہ دینا:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہدیہ ازدیادِ محبت کا ذریعہ ہے، اس لئے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اکثر ہدیہ بھیجا کرتے تھے، حضرت سیبہؓ انصاریہ اس قدر مفلس تھیں کہ ان پر صدقہ کا مال حلال تھا۔ تاہم اس حالت میں بھی وہ ازواج مطہرات کی خدمت میں ہدیہ بھیجتی تھیں، ایک بار ان کے پاس صدقہ کی ایک بکری آئی تو انہوں نے اس کا گوشت حضرت عائشہ کے پاس ہدیۃً بھیجا۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اذا تحولت الصدقۃ) حضرت بریرہؓ کے پاس بھی جو کچھ صدقہ میں آتا تھا وہ ازواج مطہرات کو ہدیۃً دیا کرتی تھیں۔

(مسلم کتاب الزکوۃ باب اباحۃ الہدیۃ للنبیؐ و بنی ہاشم و بنی عبد المطلب وان کان الہدی ملکہا بطریق الصدقۃ)

عیادت:

صحابۂ کرام مریضوں کی عیادت کو اپنا فرض خیال کرتے تھے، ایک بار حضرت سعد ابن عبادہؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم میں کون انکی عیادت کرتا ہے''؟ باوجودیکہ غربت وافلاس سے صحابۂ کرام کے پاؤں میں جوتے نہ تھے، موزے نہ تھے، سر پر ٹوپی نہ تھی بدن پر کپڑا نہ تھا، لیکن بایں ہمہ دس پندرہ بزرگ پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں اور کھلے سر گئے اور انکی عیادت کی۔ (مسلم کتاب الجنائز باب فی عیادۃ المرضی)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" تم میں آج کون روزے سے ہے ؟تم میں آج کس نے جنازے کی مشائعت کی ہے؟تم میں آج کس نے مسکین کو کھلایا ہے ؟تم میں آج کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابو بکرؓ کی زبان سے ہر سوال کے جواب میں ہاں نکلی تو آپ نے فرمایا" جس شخص میں یہ تمام چیزیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا"(مسلم کتاب الزکوۃ باب من جمع الصدقۃ واعمال البر مسند جلد ۳ص ۱۸ امیں یہ واقعہ حضرت عمر کی طرف منسوب ہے)

ایک بار ایک صحابی بیمار تھے، حضرت ام الدرداءؓ اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور ان کی عیادت کی۔ (الادب المفرد باب عیادۃ النساء الرجل المریض)

ایک بار حضرت شداد بن اوسؓ شام کے وقت کہیں جا رہے تھے، کسی نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ بولے" میں ایک مریض بھائی کی عیادت کو جاتا ہوں۔"(مسند ابن حنبل جلد ۴ص ۱۲۳)

تیمارداری:

صحابہ کرامؓ نہایت دلسوزی سے مریضوں کی تیمارداری کرتے تھے، مہاجرین کے قیام کے متعلق جب قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن مظعونؓ حضرت ام العلاءؓ کے حصے میں آئے وہ بیمار ہوئے تو ان کے تمام خاندان نے نہایت دلسوزی سے تیمارداری کی۔ ان کا انتقال ہوا تو کفن پہنانے کے بعد حضرت ام العلاءؓ نے محبت کے لہجے میں کہا" تم پر خدا کی رحمت ہو میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا نے تمھاری عزت کی۔"

(بخاری کتاب الشہادت باب القرعۃ فی المشکلات)

حضرت زینبؓ مرض الموت میں بیمار ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے پچھوایا کہ کون ان کی تیمارداری کرے گا؟ تمام بیویوں نے کہا ہم، ان کا انتقال ہوا تو پھر دریافت کیا کہ ان کو کون غسل وکفن دے گا؟ تمام بیویوں نے کہا ہم"

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت زینب بنت جحش)

عزاداری:

صحابہ کرام رنج وغم میں ایک دوسرے کے شریک تھے اس لئے عزاداری کو اپنا فرض بنا لیا تھا، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کو دفن کر کے آ رہے تھے، راہ میں دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ جا رہی ہیں، پوچھا ''گھر سے کیوں نکلیں؟'' بولیں ''اسی گھر میں عزاداری کیلئے گئی تھی۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی التعزیۃ)

حضرت انس بن مالکؓ کی متعدد اولاد غزوہ حرہ میں شہید ہوئی، تو حضرت زید بن ارقمؓ نے خط کے ذریعہ سے رسم تعزیت ادا کی۔ (ترمذی کتاب الفضائل فضل الانصار وقریش)

عرب میں ایک طریقۂ عزاداری یہ تھا کہ عورتیں برادری میں جا کر مردوں پر نوحہ کرتی تھیں یہ جاہلیت کی رسم تھی، لیکن اسلام نے اس کو مٹا دیا چنانچہ جب عورتیں اسلام لاتی تھیں تو ان سے اسکا بھی معاہدہ لیا جاتا تھا۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام عطیہؓ سے یہ معاہدہ لینا چاہا تو بولیں ''فلاں فلاں خاندان نے زمانۂ جاہلیت میں ہمارے مردے پر نوحہ کیا ہے، مجھے اسکا معاوضہ ادا کرنا ضروری ہے چنانچہ آپ نے ان کو اس کی اجازت دی۔ (مسلم کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ)

سلام کرنا:

''السلام علیکم'' اگرچہ نہایت مختصر اور سادہ فقرہ ہے لیکن جاب محبت کیلئے عمل تسخیر کا حکم رکھتا ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اسکی سخت تاکید فرمائی ہے۔

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا،

جب تم کو سلام کیا جائے تو اس سے بہتر طریقہ سے اس کا جواب دو۔

یا یھا الذین اٰمنو الا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی اھلھا۔

مسلمانوں! اپنے گھر کے سوا کسی دوسرے کے گھر میں اس وقت تک نہ داخل ہو جب تک تم ان سے مانوس نہ ہو جاؤ اور ان کو سلام نہ کر لو

اور اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب اول اول مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو سب سے پہلے یہ تعلیم دی۔

یاایھا الناس افشوالسلام واطعمواالطعام وصلواوالناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام

لوگو! باہم سلام کرو اور کھانا کھلاؤ اور جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو تا کہ اس کے بدلے میں جنت میں اطمینان سے داخل ہو جاؤ۔ (ترمذی ص ۴۰۹)

اسلئے صحابۂ کرام ہر کہ ومہ کو سلام کرتے تھے، ایک بار حضرت ابو بکرؓ اونٹ پر سوار جا رہے تھے جو لوگ راہ میں ملتے اور وہ ان کو سلام کرتے تو صرف ''السلام علیکم'' کہتے لیکن وہ جواب میں ''السلام علیکم'' ورحمتہ اللہ کہتے، اب وہ بھی اسی کا اعادہ کرتے، وہ لوگ اور اضافے کے ساتھ ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' کہتے، بالآخر فرمایا کہ ''یہ لوگ ہم سے بہت بڑھ کے رہے''

(الادب المفرد باب فضل السلام)

حضرت انسؓ بن مالک بصرہ میں نکلتے تو راستے میں ہر شخص کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے۔ (باب من سلم اشارۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ بازار جاتے اور ہر دکان دار ہر مسکین اور ہر مسافر، غرض ہر شخص کو سلام کرتے ایک شخص نے پوچھا کہ ''بازار میں آپ نہ بھاؤ تاؤ کرتے نہ سودا سلف خریدتے، نہ کہیں بیٹھتے پھر کس کام سے آتے ہیں؟'' بولے ''صرف سلام کرنے کے لیے''

(الادب المفرد من خرج یسلم ویسلم علیہ)

جب وہ سلام کا جواب دیتے تو سلام کرنیوالے کے جواب میں بعض فقرے کا اضافہ

کر دیتے، ایک بار ایک شخص نے بار بار ان ہی کے اضافہ کے ساتھ سلام کیا تو اخیر میں انہوں نے جو جواب دیا وہ بہت طویل تھا یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وطیب صلوۃ۔

اگر صحابہ کے درمیان ایک درخت بھی حائل ہو جاتا تو اس کی آڑ سے نکلنے کے بعد جب دوبارہ سامنا ہوتا تو باہم سلام کرتے۔(ایضاً باب حق من سلم اذا قام)

مصافحہ:

سب سے پہلے اہل یمن جو نہایت محبت کیش، رقیق القلب اور مخلص لوگ تھے مصافحہ کا تحفہ دربار رسالت میں لیکر حاضر ہوئے۔(ابو داؤد کتاب الادب باب فی المصافحۃ) اور صحابہ کرام نے اس پر شدت سے عمل کیا کہ حضرت انسؓ بن مالک صرف دوستوں سے مصافحہ کرنے کیلئے روزانہ ہاتھوں میں خوشبو دار تیل ملا کرتے تھے۔(الادب المفرد باب من دہن یدہ للمصافحۃ)

معاوضہ احسان:

هل جزاء الاحسان الا الاحسان

''احسان کا بدلہ صرف احسان ہے''۔

صحابہ کرامؓ کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر تھی، ایک غزوہ میں صحابہ کرام سخت تشنہ لب ہو کر پانی کی جستجو میں نکلے تو ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی تھا، صحابہ کرام اس کو استعمال میں لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا معاوضہ دلوایا، لیکن باوجود معاوضہ دینے کے صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ اس کے احسان کو یاد رکھا، چنانچہ جب اس کے گاؤں کے پاس حملہ کرتے تھے تو اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے۔(بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوءالمسلم یکفیہ عن الماء)

سپاس گذاری:

حدیث شریف میں آیا ہے۔

من لم يشكر الناس لم يشكر الله۔

"جو لوگ انسانوں کا شکریہ نہیں ادا کرتے وہ خدا کے بھی شکر گزار نہیں ہوتے۔"

اس بناء پر صحابہ کرام اپنے محسنوں کے نہایت سپاس گذار رہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے بہت سے صحابہ مدینہ پہنچ گئے۔ آپ تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! ہم نے انصار سے زیادہ فیاض اور غمگسار قوم نہیں دیکھی، انہوں نے ہمارا بار اٹھالیا ہم کو اپنا شریک بنالیا ایسا نہ ہو کہ کل ثواب وہی لوٹ لیں ارشاد ہوا کہ "جب تک ان کیلئے خدا سے دعا کرتے رہو گے انکی تعریف میں تر زبان رہو گے ایسا نہ ہوگا۔ (ترمذی ابواب الزہد)

حسن ظن:

صحابہ کرام ایک دوسرے کی نسبت ہمیشہ نیک گمان رکھتے تھے، ایک دفعہ کوفہ والوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی کہ وہ نماز صحیح طریقہ سے نہیں پڑھاتے۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا تو بولے "میں بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرتا ہوں" انہوں نے کہا "تمھاری نسبت یہی گمان تھا" (ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب تخفیف الاخرین)

ایک شخص جس کے ہاتھ پاؤں چوری کے جرم میں کاٹ ڈالے گئے تھے، حضرت ابو بکرؓ کا مہمان ہوا، انہوں نے دیکھا کہ وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے، تو بولے "کہ تمھاری ذات تو چوروں کی سی نہیں معلوم ہوتی، تمھارے ہاتھ پاؤں کس نے کاٹے؟" اس نے کہا "یعلی بن منیہ نے یہ ظلم کیا ہے" فرمایا "میں اس کی نسبت انکو لکھوں گا" اس کے چند ہی دنوں بعد حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا ایک زیور غائب ہو گیا، اس کی تحقیقات کی گئی تو ایک سنار کے پاس ملا وہ حاضر کیا گیا تو اس نے کہا کہ "اسی دست و پا بریدہ شخص نے مجھ کو یہ زیور دیا" حضرت ابو بکرؓ نے کہا "یہ چوری کوئی بڑی چیز نہیں، البتہ اس نے مجھ کو اپنے مذہبی تقدس کی بناء پر جو فریب دیا وہ بہت بڑی چیز ہے۔ اس کے پاؤں کاٹ ڈالو" (دار قطنی کتاب الحدود ص ۳۶۵)

واقعہ افک کو منافقین نے اگرچہ بے حد شہرت دی، تاہم صحابہ کرام کو ازواج مطہرات کے ساتھ جو حسن ظن تھا اسکی بناء پر متعدد صحابہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ

سبحانک مایکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم

(بخاری کتاب الا عتصام بالکتاب والسنة باب قول اللہ وامرھم شوری بینھم)

''سبحان اللہ! ہمارے لئے اسکا ذکر جائز نہیں، سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہیں''

بخاری میں ہے کہ اس جملہ کو ایک انصاری نے کہا تھا لیکن فتح الباری میں اور صحابہ کے نام بھی گنوائے ہیں۔

مصالحت وصفائی:

بہ مقتضائے فطرت انسانی اگر صحابہ کرام میں باہم شکر رنجی ہو جاتی تھی تو وہ نہایت خلوص کے ساتھ باہم صفائی کر لیتے تھے اور چند روزہ ناگواری پر ان کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ جب اس ناگوار حالت کا تذکرہ یا اس کا خیال آتا تھا تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے ایک معاملہ میں حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے اس قدر ناراض ہو گئیں کہ بول چال تک کی قسم کھالی۔ لیکن عفو تقصیر کے بعد جب ان کو یہ قسم یاد آتی تھی تو اس قدر روتی تھیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔ (بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ)

ابتداء میں اگرچہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی لیکن بعد کو انہوں نے خود حضرت ابو بکرؓ کو اس غرض سے بلایا اور کہا کہ ''اے ابو بکر ہم کو تمھاری فضیلت کا اعتراف ہے اور اگر خدا نے تم پر یہ احسان (خلافت) کر دیا ہے تو ہم کو اس پر رشک نہیں'' انکی اس مخلصانہ تقریر کا حضرت ابو بکرؓ پر یہ اثر ہوا کہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت مجھ کو خود اپنی قرابت سے زیادہ عزیز ہے، ہمارے اور تمھارے درمیان جن معاملات میں

اختلاف ہو گیا تھا ان میں حق سے سر مو تجاوز نہ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ کیا ہے، اسی کے مطابق عمل کروں گا'' باہمی صفائی کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کیلئے سہ پہر کا وقت مقرر فرمایا ظہر کی نماز ہو چکی تو حضرت ابو بکرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر ان کے تمام عذرات جو عدم بیعت کا سبب تھے بیان کئے اس کے بعد حضرت علیؓ نے تقریر کی جس میں حضرت ابو بکرؓ کے تمام فضائل وحقوق خلافت کا اعترف کیا اور کہا کہ '' میں نے جو کچھ کیا وہ اس بناء پر نہ تھا، کہ مجھ کو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ رشک وحسد تھا، یا میں انکے فضائل کا منکر تھا۔ لیکن ہم اپنے آپ کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے اسلئے ہم کو اس پر رنج ہوا'' اس اعلان سے تمام مسلمان خوشی کے مارے کھل گئے اور حضرت علیؓ سے جو عام ناراضگی پیدا ہوئی تھی وہ یک لخت زائل ہو گئی۔

(مسلم کتاب الجہاد وقول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانورث ماترکنا فھو صدقہ)

<u>معاصرین کی فضیلت کا اعتراف:</u>

رشک وحسد علماء کا مایہ خمیر ہے اس لئے وہ معاصرین کی فضیلت کا بہت کم اعتراف کرتے ہیں محدثین اسلامی اخلاق کا بہترین نمونہ تھے لیکن بایں ہمہ اصول حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک محدث کی جرح دوسرے معاصر محدث پر قابل اعتبار نہیں کیونکہ ان میں باہم رشک وحسد اور بغض وعناد ہوتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ نہایت کشادہ دلی کے ساتھ معاصرین کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے، حضرت معاذ بن جبل کا انتقال ہونے لگا تو لوگوں نے کہا '' کچھ وصیت فرمایئے'' بولے '' چار آدمیوں سے علم حاصل کرو، عویمر ابی الدرداؓ، سلمان فارسیؓ، عبد اللہؓ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن سلامؓ'' (ترمذی کتاب المناقب مناقب عبد اللہ بن سلامؓ)

ایک بار حضرت ابو ہریرۃؓ کے پاس کوفہ سے ایک بزرگ آئے اور کہا کہ '' علم حاصل کرنے کیلئے آیا ہوں'' بولے '' کیا تمھارے یہاں سعد بن مالک، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ عمار اور سلمانؓ نہیں ہیں، ساتھ ساتھ انکی وجوہ فضیلت بیان کیں۔

(ترمذی کتاب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ)

ایک دفعہ کوفہ میں ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے ایک فتویٰ پوچھا انہوں نے جو جواب دیا اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے اعتراض کیا، اگر اس زمانے کے علماء ہوتے تو باہم لڑ بیٹھتے لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ ''اے اہل کوفہ جب تک یہ چیز (عبداللہ بن مسعودؓ) تم میں موجود ہے مجھ سے فتویٰ نہ پوچھو''۔

(موطائے امام مالک کتاب الرضاع باب ماجاء فی الرضاعۃ بعد الکبر)

مساوات:

صحابۂ کرام ہر کہ ومہ سے مساویانہ برتاؤ کرتے تھے اور ان کے ساتھ مساویانہ معاشرت رکھتے تھے، ایک بار حضرت صفوان بن امیہؓ ایک بڑے پیالہ میں کھانا لائے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا انہوں نے فقیروں اور غلاموں کو بلایا اور سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا اسکے بعد فرمایا ''خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کیساتھ کھانا کھانے میں عار آتا ہے''

(الادب المفرد باب ہل یجلس خادمہ معہ اذا اکل)

ایک بار حضرت عمرؓ گھی میں چورا کرکے روٹی کھا رہے تھے، ایک بدو کو بلایا اور اپنے ساتھ شریک طعام کیا، وہ لقمہ اٹھاتا تھا تو پیالے کی تلچھٹ تک سمیٹ لیتا تھا، فرمایا ''تم بہت ہی مفلس معلوم ہوتے ہو'' بولا مدتوں سے نہ گھی دیکھا نہ کوئی گھی کا کھانے والا نظر آیا۔ قحط کا زمانہ تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا ''جب تک بارش نہ ہوگی گھی نہ کھاؤں گا''

(موطائے امام محمد ابواب السیر باب الزہد والتواضع)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ کے اطراف میں نکلے ساتھ ساتھ بہت سے احباب تھے، دسترخوان بچھایا گیا تو ایک چرواہا آنکلا، اس نے سلام کیا تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اس کو شریک طعام کرنا چاہا اس نے عذر کیا کہ میں روزے سے ہوں بولے ''ایسے گرم دن میں روزے رکھتے ہو؟ اور پھر بکریاں چراتے ہو'' (اسدالغابۃ تذکرہ حضرت

عبداللہ بن عمرؓ)

زمانۂ جاہلیت میں حضرت خبابؓ اور حضرت بلالؓ دونوں غلام رہ چکے تھے لیکن ایک بار حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو اپنے گدے پر بٹھایا اور کہا کہ "ایک شخص کے سوا کوئی ان سے زیادہ اس جگہ کا مستحق نہیں" انہوں نے پوچھا وہ کون یا امیر المومنین فرمایا "بلالؓ" (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت خباب بن الارتؓ)

ایک دن سرداران قریش میں حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور حضرت حارث بن ہشامؓ وغیرہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، استیذان کے بعد انہوں نے سب سے پہلے اہل بدر کو جن میں حضرت صہیبؓ حضرت بلالؓ، اور حضرت عمار بھی تھے شرف باریابی بخشا، حضرت ابوسفیان کے دماغ میں اب تک زمانۂ جاہلیت کا غرور باقی تھا، اس لئے انہوں نے سخت ناگواری کے ساتھ کہا "کیا قیامت ہے کہ ان غلاموں کو تو اذن ملتا ہے اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے منہ تکتے ہیں" حضرت سہیل بن عمرو بھی ساتھ تھے بولے "تمھارے چہروں سے غصے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں لیکن تم کو خود اپنے اوپر غصہ کرنا چاہیے، اسلام نے سب کے ساتھ تم کو بھی بلایا لیکن یہ لوگ آگے بڑھ گئے اور تم پیچھے رہ گئے۔ (اسدالغابہ تذکرہ حضرت سہیلؓ بن عمرو) یہ لوگ فتح مکہ میں اسلام لائے تھے اور حضرت صہیبؓ وغیرہ سابقین اسلام میں سے تھے یہ اسی کی طرف اشارہ تھا۔

اگر کوئی شخص ایسا طرز عمل اختیار کرتا جو اخلاقی حیثیت سے مساوات کے خلاف ہوتا تو صحابہ کرام اس کو سخت ناپسند فرماتے ایک بار حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نکلے تو ایک شخص نے کہا "السلام علیکم ایھا الامیر ورحمۃ اللہ" اس کے بعد تمام لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہا "السلام علیکم" بولے "صرف السلام علیکم کافی تھا میں بھی تو ان ہی میں سے ہوں"۔

حضرت رویفعؓ اطابلس کے گورنر تھے، ایک شخص نے آکر ان کو اس طرح سلام کیا، "السلام علیک ایھا الامیر" انہوں نے کہا "اگر تم ہمیں سلام کرتے تو سب تمھارا جواب دیتے، تم نے مسلمہ گورنر مصر کو سلام کیا، جاؤ وہی جواب بھی دیں گے" (الادب المفرد باب

التسلیم علی الامیر)

حضرت سہیل بن عمروؓ سرداران قریش میں سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں انصار کو اپنے سے کم رتبہ سمجھتے تھے۔ لیکن وہ برابر حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے جاتے تھے ایک دن کسی نے کہا کہ "آپ اس خزرجی کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ اپنے قبیلہ کے کسی آدمی سے قرآن پاک کی تعلیم کیوں نہیں حاصل کرتے" بولے کہ "اسی فخر و غرور نے تو ہم کو سب سے پیچھے رکھا" (اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ)

فرق مراتب کالحاظ:

صحابہ کرامؓ اگرچہ آزادی اور مساوات کے پیکر مجسم تھے، تاہم انہوں نے ان تمام امتیازات کو مٹا نہیں دیا تھا جن کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں قائم کیا ہے۔

فضلنا بعضهم علی بعض

اور ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اس لئے وہ ہر شخص سے اسکی حیثیت کے موافق برتاؤ کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عائشہ کی خدمت میں ایک فقیر آیا انہوں نے اسکو روٹی کا ایک ٹکڑا دیکر ٹال دیا۔ پھر ایک خوش پوشاک آدمی آیا تو انہوں نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا، لوگوں نے اس تفریق کی وجہ پوچھی تو بولیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

انزلو الناس علی منازلهم

(ابوداؤد کتاب الادب فی تنزیل الناس منازلهم)

ہر شخص کو اس کے درجہ پر رکھو۔

ایک بار حضرت ام سلمہؓ کو اون صاف کروانے کی ضرورت ہوئی تو ایک مکتب کے مدرس کے پاس آدمی بھیجا کہ غلاموں کو بھیج دو لیکن آزاد لڑکے کو نہ بھیجنا، فتح الباری میں ہے کہ اس سے آزاد کا اعزاز مقصود تھا۔ (بخاری کتاب الدیات باب من استعان عبدا وصبیا)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک لونڈی نے آزاد عورتوں کی سی وضع اختیار کی تھی، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو انکو ناگوار ہوا، حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ ''میں نے تمہارے بھائی کی لونڈی کو دیکھا کہ آزاد عورتوں کی وضع میں ادھر اُدھر پھر رہی تھی''۔

(موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی المملوک وہیتہ)

☆☆☆

حسن معاملت

<u>ادائے قرض کا خیال:</u>

حدیث شریف میں آیا ہے۔

خیارکم، احاسنکم ، قضاء

تم میں بہتر ہو وہ لوگ ہیں جو قرض ادا کرنے میں بہتر ہیں۔

یہ حدیث عملی حیثیت سے صرف صحابہ کرامؓ پر صادق آتی ہے۔ حضرت زبیرؓ جب معرکہ جمل میں شریک ہوئے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا کر کہا کہ ''آج صرف ظالم یا مظلوم قتل ہوں گے، میرا خیال ہے کہ میں بھی مظلومانہ شہید ہوں گا، مجھ کو سب سے زیادہ اپنے قرض کی فکر ہے، ہماری جائیداد فروخت کر کے سب سے پہلے قرض ادا کرنا اور اگر تم مجبور ہو جانا تو ہمارے مولا (خدا) سے مدد چاہنا۔'' (بخاری کتاب الجہاد باب برکتہ الغازی فی مالہ حیا ومیتا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے نہایت دیانت کے ساتھ اسکی تعمیل کی، چنانچہ جب باپ کا کل قرض ادا کر چکے تو ان کے بھائیوں نے کہا ''اب ہماری میراث تقسیم کرو''، لیکن انہوں

نے کہا کہ جب تک چار سال تک موسم حج میں یہ اعلان نہ کرلوں گا کہ زبیرؓ پر جس کا قرض آتا ہو وہ ہم سے آ کر لے لے، وراثت تقسیم نہ کروں گا چنانچہ چار سال تک برابر منادی کرتے رہے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت زبیرؓ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن حرام غزوہ احد کے لئے نکلے تو اپنے بیٹے حضرت جابرؓ کو بلا کر کہا کہ ''میں ضرور شہید ہوں گا، مجھ پر جو قرض ہے اس کو ادا کرنا اور اپنی بہنوں کے ساتھ سلوک کرنا'' (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ) چنانچہ حضرت عبد اللہؓ نے چھ لڑکیاں چھوڑی تھیں جن کی کفالت کا بار حضرت جابرؓ پر تھا، لیکن جب فصل خرما تیار ہوئی تو انہوں نے سب سے پہلے اپنے باپ کا قرض ادا کیا اور اس دیانت کیساتھ ادا کیا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں اس پر راضی تھا کہ میرے باپ کی امانت ادا ہو جائے اور میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور لیکر بھی نہ پلٹوں۔'' (بخاری ذکر غزوہ احد باب اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما الآیہ)

ایک بار حضرت ابو الملیح بن عروہؓ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ ''میں اپنے باپ عروہ کا قرض ادا کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ''ہاں'' حضرت قارب بن اسودؓ نے کہا ''تو اسود کا قرض بھی ادا کیجئے'' آپ نے فرمایا ''لیکن اسود نے شرک کی حالت میں انتقال کیا تھا'' حضرت قاربؓ نے کہا ''انکا بیٹا یعنی میں تو مسلمان ہوں، انکے قرض کا بار مجھ پر ہے اور مجھ ہی سے اس کا تقاضہ کیا جائے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت قارب بن اسودؓ)

جب حضرت عمرؓ کو زخم لگا اور ان کو زندگی سے مایوسی ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر پوچھا کہ دیکھو مجھ پر کس قدر قرض ہے''؟ حساب لگایا گیا تو چھیاسی ہزار نکلا فرمایا کہ اگر آل عمرؓ کے مال سے ادا ہو جائے تو خیر ورنہ بنو عدی بن کعب سے درخواست اعانت کرنا، انکی اعانت سے بھی کام نہ چلے تو قریش سے درخواست کرنا، لیکن انکے علاوہ کسی سے نہ

مانگنا''

(بخاری کتاب المناقب باب قصتہ البیعۃ)

حضرت ابن حدردؓ پر ایک یہودی کے چار درہم قرض تھے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں استغاثہ کیا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ ''اسکا حق دیدو'' انہوں نے کہا ''میرے پاس کچھ نہیں'' آپ خاموش ہو گئے تو وہ خود اٹھے اور بازار گئے، سر سے اتار کر عمامہ کا تہ بند بنایا اور اپنے تہ بند کو چار درہم پر فروخت کر کے اس کا قرض ادا کیا'' (اصابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ)

حضرت عائشہؓ اکثر قرض لیا کرتی تھیں، ان سے پوچھا گیا کہ آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ بولیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ اپنے قرض کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، خدا اپنی جانب سے اس کا مددگار مقرر کر دیتا ہے، تو میں اسی مددگار کی جستجو کرتی ہوں''

(مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قرض ادا فرماتے تھے تو بہترین مال دیتے تھے، ایک بار آپؐ نے کسی سے اونٹ لیا تھا، صدقہ کے اونٹ آئے تو اسکو اس سے بہتر اونٹ دیا اور فرمایا۔

خیار الناس احسنھم قضاء۔ (ابو داؤد کتاب البیوع باب فی حسن القضاء)

بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض اچھے طریقے سے ادا کرتے ہیں۔

صحابہ کرام کا عمل بھی اسی حدیث پر تھا، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی سے چند درہم قرض لئے، قرض ادا کیا تو اس سے بہتر درہم دیئے اس نے کہا ''آپ کے درہم تو میرے درہم سے اچھے ہیں'' بولے مجھے معلوم ہے، لیکن میں نے بخوشی دیئے ہیں۔''

(موطائے امام محمد کتاب الصرف وابواب الربوا باب الرجل یکون علیہ الدین فیقضی

افضل مما اخذ)

ایک بار انہوں نے کسی سے دو ہزار درہم قرض لئے، ادا کیا تو دو سو درہم زیادہ دیئے، اس نے کہا کہ "آپ کے دو سو درہم زیادہ ہیں" بولے "وہ تمھارے ہیں"

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

قرض داروں کو مہلت دینا:

قرض داروں کو قرض ادا کرنے کے لئے مہلت دینا بڑے ثواب کا کام ہے اور خود قرآن مجید نے اس کی ہدایت کی ہے۔

فنظرة الی میسرة

اگر قرض دار تنگ ہو تو اس قدر مہلت دو کہ وہ فراخ دست ہو جائے۔

لیکن اس کی توفیق ان ہی لوگوں کو ہوتی ہے جن کے دلوں میں لطف و محبت اور رحم و شفقت کا مادہ ہوتا ہے، اللہ تعالی نے صحابہ کرامؓ کے قلوب کو ان جذبات سے معمور کر کے انکو اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائی تھی، ایک شخص پر حضرت ابو قتادہؓ کا قرض آتا تھا وہ تقاضے کو آتے تھے تو غریب گھر میں چھپ جاتا تھا، حسن اتفاق سے ایک دن آئے اور اس کے بچے سے پوچھا کہ "وہ کہاں ہے"؟ اس نے کہا کہ گھر میں کھانا کھا رہے ہیں' بلا کر پوچھا "مجھ سے کیوں چھپتے تھے"؟ بولا سخت تنگدست ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے" حضرت قتادہؓ آبدیدہ ہو گئے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے قرض دار کو مہلت دیتا ہے یا قرض معاف کر دیتا ہے وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔" (مسند ابن حنبل جلد ۵ ص ۳۰۸)

حضرت ابوالیسرؓ پر حضرت سمرہؓ کا قرض تھا وہ تقاضے کو آئے تو وہ چھپ گئے، حضرت سمرہؓ تیزی کے ساتھ واپس ہوئے تو حضرت ابوالیسرؓ سمجھے کہ وہ نکل گئے جھانک کر دیکھا تو ان سے آنکھیں چار ہو گئیں، بولے "کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا ہے کہ جو شخص تنگدست کو مہلت دیگا اللہ تعالی اسکو اپنے سایہ میں لے گا؟"

حضرت سمرہؓ نے فرمایا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آپؐ سے یہ سنا ہے'' (اصابہ تذکرہ سمرہ بن ربیہ)

وضع دین:

صحابہ کرامؓ نہایت فیاض، نرم خو اور رحمدل تھے اس لئے قرض کو معاف فرما دیتے تھے، ایک بار حضرت کعب بن مالکؓ نے مسجد نبویؐ میں ایک صحابی پر قرض کا تقاضا کیا شور وغل ہوا تو کاشانہ نبوت میں آواز پہنچی، آپ نے پردہ اٹھا کر فرمایا ''کعب آدھا قرض معاف کردو'' بولے معاف ہے'' (ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب فی الصلح)

حضرت زبیرؓ پر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا چار لاکھ قرض تھا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ادا کرنا چاہا تو بولے کہ ''اگر کہو تو معاف کردوں۔'' (بخاری کتاب الجہاد باب برکتہ الغازی فی مالہ حیا و میتا)

''حضرت ام سلمہؓ نے ایک غلام کو مکاتب بنایا، اس نے جب بدل کتابت ادا کرنا چاہا تو کہا کہ ''اس میں کچھ کمی کردیجئے'' انہوں نے کم کردیا'' (طبقات ابن سعد تذکرہ نصاح بن سرجس)

ایک شخص پر حضرت ابوالیسرؓ کا قرض آتا تھا وہ تقاضے کو آئے تو اس نے لونڈی سے کہلوایا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔ انہوں نے آواز سن لی اور کہا کہ ''گھر سے نکلو میں نے تمھاری آواز سن لی'' وہ گھر سے نکلا تو بولے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ تنگدستی نے مجبور کیا'' بولے ''اللہ! اللہ! جاؤ تمھارا قرض معاف ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے تنگدست کو مہلت دی یا قرض معاف کردیا وہ قیامت کے دن خدا کے سایہ میں ہوگا'' (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابوالیسرؓ)

ایک شخص پر حضرت امام حسن علیہ السلام کا قرض آتا تھا، انہوں نے کل قرض اس پر ہبہ کردیا۔

(بخاری کتاب الہبہ باب اذا وہب دینا علی الرجل)

دوسرے کی جانب سے قرض ادا کرنا:

صحابہ کرامؓ اپنے قرض دار بھائیوں کو قرض کی مصیبت اور قرض خواہوں کے تشدد سے نجات دلایا کرتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''فلاں قبیلہ کا کوئی شخص ہے؟'' ایک صحابی نے کہا ''یا رسول اللہ! میں ہوں'' ارشاد ہوا کہ تمھارا بھائی قرض میں ماخوذ ہے انہوں نے اس کا کل قرض ادا کردیا۔ (ابو داؤد کتاب البیوع باب فی التشدید فی الدین)

ایک دفعہ ایک شخص کا جنازہ آیا جس پر تین دینار قرض تھا، آپ نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کردیا تو حضرت ابو قتادہ انصاریؓ نے کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کا قرض ادا کردوں گا'' اب آپؐ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری کتاب الحوالۃ باب اذا حال دین المیت علی رجل جار)

ایک صحابی نے باغ خریدا، کوئی آفت آئی اور تمام پھل ضائع ہوگیا، اب قیمت کیونکر ادا کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ قرض سے گرانبار ہورہے ہیں، تمام صحابہ کو حکم دیا کہ سب لوگ اعانت کرو تمام صحابہ نے کچھ نہ کچھ اس میں حصہ لیا۔ (ابو داؤد کتاب البیوع باب فی وضع الجائحۃ)

وصیت کا پورا کرنا:

وصیت چونکہ وراثت سے پوری کی جاتی ہے'' اسلئے اکثر ورثاء اس کو پورا نہیں کرتے کہ مال وراثت میں کمی نہ آنے پائے، لیکن صحابہ کرامؓ نہایت دیانت کے ساتھ وصیت کو پورا کرتے تھے، عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کے مرنے کے بعد سو غلام آزاد کئے جائیں، اسکے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیئے انکے دوسرے بیٹے حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنے حصہ کے بقیہ پچاس غلام آزاد کرنا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا ''اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اسکی طرف سے غلام آزاد کرتے، صدقہ کرتے، حج کرتے تو اس کا ثواب ملتا''

(ابو داؤد کتاب الوصایا باب فی وصیۃ الحربی یسلم ولیہ ایلزمہ ان ینفذ ہا)

عورتوں کا مہر ادا کرنا:

ہم نے عورتوں کے تمام حقوق سلب کر لئے ہیں، بالخصوص مہر تو بالکل نسیاً منسیاً ہو گیا ہے، لیکن صحابۂ کرام نہایت دیانتداری کے ساتھ عورتوں کا مہر ادا کرتے تھے اور اسی طرح ادا کرتے تھے جس طرح قرض ادا کیا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک صحابی کی شادی کردی، مہر معین تھا اور اب تک عورت کو کچھ نہیں دیا تھا کہ موت کا پیغام آپہنچا موت کے وقت وصیت کی کہ خیبر میں جو ہمارا حصہ ہے وہ عورت کو مہر میں دے دیا جائے۔عورت نے اس کو فروخت کیا تو ایک لاکھ درہم قیمت ملی۔(ابو داؤد کتاب النکاح باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات)

بیبیوں کے درمیان عدل کرنا:

متعدد بیویوں کے درمیان عدل کرنا بڑا مشکل کام ہے۔خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء

اور تم لوگ متعدد عورتوں کے درمیان عدل کرنیکی طاقت نہیں رکھتے،

لیکن بعض صحابہ نے اس مشکل کو نہایت آسان کردیا تھا،حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں وہ ان دونوں کے درمیان اس شدت کے ساتھ عدل کرتے تھے کہ جب ایک کی باری ہوتی تو اس دن نہ دوسری کے گھر کا پانی پیتے تھے نہ اس کے گھر کے پانی سے وضو کرتے تھے۔

(نزہۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار تذکرہ حضرت معاذ بن جبلؓ)

بیع وشراء میں مسامحت:

صحابۂ کرام بیع وشراء میں نہایت انسانیت،مروت اور مسامحت سے کام لیتے تھے، حضرت عثمانؓ نے ایک صحابی سے ایک قطعۂ زمین خریدا لیکن قبضہ کرنے میں دیر لگائی،

انہوں نے وجہ پوچھی تو بولے ''لوگ مجھ کو ملامت کر رہے ہیں کہ ٹھگ گئے'' بولے ''اگر یہی بات ہے تو قیمت واپس کر لیجئے'' اسکے بعد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا اس بندے کو جنت میں داخل کرے گا جو خرید وفروخت اور داد وستد میں نرم خو ہو۔

(مسند ابن حنبل جلد ا ص ۵۸ مسند عثمان بن عفانؓ)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک قمیص خرید کر واپس کرنا چاہی لیکن دیکھا تو اس میں خضاب کا رنگ لگ گیا تھا، اس لئے اسکو واپس نہیں کیا۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

تقسیم وراثت میں دیانت:

جو لوگ اپنی اولاد میں کسی کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں، اسکو زیادہ حقوق عطا کرتے ہیں، صحابۂ کرام بھی اپنی بعض اولاد کو زیادہ محبوب رکھتے تھے، لیکن یہ محبت انکو مساوات فی الحقوق سے باز نہیں رکھ سکتی تھی، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عائشہ کو کچھ، مال دیا تھا ، لیکن اب تک انکا قبضہ نہیں ہوا تھا اسلئے ہبہ نامکمل تھا، جب انتقال کرنے لگے تو کہا کہ '' مجھے اپنے بعد تمھارے تمول سے زیادہ کوئی چیز عزیز، اور تمھارے افلاس سے زیادہ کوئی چیز ناگوار نہیں، میں نے تم پر جو مال ہبہ کیا تھا اگر تمہارا اس پر قبضہ ہو جاتا تو وہ تمھارا ہو جاتا، لیکن آج وہ مال وراثت میں داخل ہے جس کے وارث تمھارے دو بھائی اور دو بہن ہیں اسلئے کتاب اللہ کے موافق باہم تقسیم کرلو'' بولیں ''اگر اس سے زیادہ مال ہوتا تو میں چھوڑ دیتی'' (موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب مالا یجوز من النحل)

ظلم وغصب سے اجتناب:

صحابہ کرام دوسروں کے حق سے ذرہ بھی لینا گوارا نہیں کرتے تھے ایک بار ایک عورت نے حضرت سعید بنؓ زید بن عمروؓ بن نفیل پر ایک گھر کے بارے میں دعویٰ کیا تو بولے کہ '' گھر اسکو لے لینے دو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص

کسی کی بالشت بھر زمین بھی لے گا، قیامت کے دن خدا زمین کے ساتوں طبقوں کو اس کے گلے کا طوق بنائے گا، خدایا اگر وہ جھوٹی ہے تو اسکو اندھا کر دے اور اسی گھر میں اس کی قبر بنا'' راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کو دیکھا کہ اندھی ہوگئی۔ دیوار پکڑ کر چلتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھ پر سعید بن زیدؓ کی بد دعا پڑ گئی، ایک دن وہ اٹھی، گھر میں کنواں تھا، اس میں گر پڑی اور وہی اس کی قبر بنائی گئی۔

(مسلم کتاب البیوع باب غرز الخشب فی جدار الجار و بخاری کتاب الغصب مختصراً)

قسم کھانے سے اجتناب:

جو لوگ خائن یا خداع ہوتے ہیں انکو معاملات میں قسم کھانے سے کوئی اجتناب نہیں ہوتا، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا،

لا تطع کل حلاف مهین

''بات بات پر قسم کھانے والے ذلیل شخص کی بات نہ مان''

یہی وجہ ہے کہ محتاط لوگ سچی قسم کھانے سے بھی احتراز کرتے ہیں، صحابہ کرام بھی زہد وتورع کی بناء پر قسم کھانے سے اجتناب فرماتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک غلام آٹھ سو درہم پر اس شرط کے ساتھ کہ اس میں کوئی عیب نہیں فروخت کیا، بعد کو مشتری نے دعوی کیا کہ اس غلام میں ایک بیماری ہے، حضرت عثمانؓ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا اور انہوں نے قسم لینا چاہی لیکن انہوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور غلام کو واپس لے لیا جب وہ اچھا ہو گیا تو پھر پندرہ سو درہم پر فروخت کر دیا، اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ اس بات کا معاوضہ تھا کہ انہوں نے باوجود سچے ہونے کے قسم کھانا ایک بڑی بات سمجھا۔ (موطائے امام مالک کتاب البیوع باب العیب فی الرقیق مع زرقانی)

مروان نے ایک مقدمہ میں حضرت زید بن ثابتؓ سے منبر مسجد نبویؐ پر قسم لینا چاہی انہوں نے اس کے سامنے تو قسم کھالی لیکن منبر شریف پر قسم کھانے سے انکار کیا۔

(موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب ماجاء فی الیمین علی المنبر)

☆☆☆

طرزِ معاشرت

<u>غربت وافلاس:</u>

صحابۂ کرام نہایت فقر وفاقہ اورغربت وافلاس کی زندگی بسر کرتے تھے، ایک صحابی نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کچھ مہر کیلئے بھی ہے'' بولے ''صرف یہ تہ بند ہے'' آپ نے فرمایا ''اگر تم نے یہ تہ بند اس کو دے دیا تو پھر تمھاری پردہ پوشی کیونکر ہوگی؟ کچھ اور تلاش کرو'' واپس آئے تو کہا '' کچھ نہیں ملا'' فرمایا کچھ نہیں تو لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کہیں سے لاؤ'' بولے ''وہ بھی نہیں ملتی'' یہ سب کچھ تو نہ تھا لیکن روحانیت کا خزانہ ساتھ تھا، آپ نے قرآن مجید کی چند سورتوں پر نکاح پڑھا دیا۔ (ابوداؤد کتاب النکاح باب فی التزویج علی العمل بعمل)

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ خاندان نبوت سے تھے لیکن نکاح کا کوئی سامان نہ تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ صدقہ وصول کرنیکی خدمت تفویض ہو جائے تو اس کے معاوضہ سے مہر وغیرہ کا سامان کریں آپ نے یہ خدمت تو تفویض نہیں کی، لیکن شادی کا دوسرا سامان کر دیا۔ (ابو داؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربیٰ)

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نکاح ہوا تو ایک زرہ کے سوا مہر کے لئے کچھ نہ تھا اس لئے اسی کو مہر میں دے دیا۔ (ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الرجل یدخل بامرتہ قبل ان ینقدہا)

انکی دعوتِ ولیمہ کی داستان نہایت دردانگیز ہے انکے پاس صرف دو اونٹنیاں تھیں، ایک بدر کے مال غنیمت کے حصہ میں ملی تھی، دوسری خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے عطا فرمائی تھی، دعوت کا سامان کرنے کیلئے چاہا کہ ان اونٹنیوں پر اذخر (ایک قسم کی گھاس جسکو سنار جلاتے ہیں) لاد کے لے آئیں اور سوناروں کے ہاتھ فروخت کر کے کچھ روپیہ پیدا کریں، وہ اسی سامان میں مصروف تھے کہ حضرت حمزہؓ شراب کے نشہ میں چور ہوئے اور اونٹنیوں کو ذبح کر ڈالا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔

(ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس)

حضرت سلمہ بن صخرؓ کو ایک بار کفارہ دینے کی ضرورت پیش آئی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غلام کے آزاد کرنے کا حکم دیا، بولے کہ "میں تو صرف اپنی ذات کا مالک ہوں" اب آپ نے ساٹھ مسکینوں کو صدقہ دینے کا کہا، بولے "رات فاقہ مستی کے ساتھ بسر کی ہے، گھر میں ایک دانہ بھی نہیں"۔

اسی طرح ایک اور صحابی کو کفارے میں صدقہ دینا پڑا، لیکن اسکے پاس کچھ نہ تھا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوریں عطا فرمائیں کہ جا کر فقراء کو دیدو بولے "کیا مجھ سے اور میرے وعیال سے بھی زیادہ کوئی فقیر ہے؟" آپ نے فرمایا "تو اس کو تمھیں لوگ کھا جاؤ"۔

(ایضاً کتاب الطلاق باب فی الظہار)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سرورِ کونینؐ کے داماد تھے لیکن فقر و فاقہ کا یہ حال تھا کہ ایک بار گھر میں آئے تو دیکھا، حضرت حسین اور حضرت حسن علیہما السلام رو رہے ہیں، حضرت فاطمہؓ سے پوچھا "یہ کیوں رو رہے ہیں"؟ بولیں "بھوک سے بیتاب ہیں" گھر سے نکلے تو بازار میں ایک پڑا ہوا دینار پایا، اس کا آٹا اور گوشت خریدا لیکن محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ اس حال میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدعو کئے ہوئے بغیر کھانا نہ کھایا"۔

(ابوداؤد کتاب اللقطہ)

اصحاب صفہ کے تمام فضائل و مناقبت میں سب سے زیادہ نمایاں فضیلت انکا فقر و فاقہ

ہے ان کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کے ساتھ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو ضعف سے گر پڑتے تھے، بدو دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ پاگل ہیں۔ (ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبیؐ)

حضرت معصب بن عمیرؓ غزوہ احد میں شہید ہوئے تو کفن تک میسر نہ تھا، بدن پر صرف ایک چادر تھی اسی کا کفن بنایا گیا، لیکن وہ اس قدر مختصر تھی کہ سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتا تھا، پاؤں چھپاتے تھے تو سر پر کچھ نہیں رہتا تھا، بالآخر آپ نے فرمایا کہ چادر سے سر کو اور پاؤں کو گھاس سے چھپادو۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ احد) لیکن اور شہدائے احد کو یہ بھی نصیب نہ تھا اس لئے ایک چادر میں متعدد صحابہ دفن کئے گئے۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی الشہید یغسل)

لباس:

ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام کو کپڑوں کی نہایت تکلیف تھی، حضرت عتبہ بن غزوانؓ کہتے ہیں کہ ”میں ساتواں مسلمان ہوں، اس وقت یہ حالت تھی کہ میں نے ایک چادر پائی تو تقسیم کرکے آدھی خود لی اور آدھی سعد کو دی، لیکن آج ہم سے ساتواں میں ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔“

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش النبیؐ)

اکثر صحابہ کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جس کو گلے باندھ لیتے تھے کہ تہ بند اور کرتہ دونوں کا کام دے، ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا۔

اولکلکم ثوبان۔ (ابوداء ود کتاب الصلوۃ باب جمع اثواب ما یصلی فیہ)

”کیا تم میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں“

حضرت عمرو بن سلمہؓ نہایت صغیر السن صحابی تھے جن کو حفظ قرآن کی بناء پر ان کے قبیلہ کے لوگوں نے اپنا امام بنایا تھا لیکن انکی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ جب سجدے میں جاتے تھے تو کشف عورت ہو جاتا تھا، ایک صحابیہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ

وار واعنا عورۃ قارئکم اپنے قاری کی ستر عورت کرو۔

اس پر لوگوں نے ان کو ایک قمیص خرید دی، قمیص کون سی بڑی تھی؟ لیکن انکو اس پر اس قدر مسرت ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد پھر انہیں کبھی ایسی مسرت حاصل نہیں ہوئی۔

(ابو داؤد باب من احق بالامامۃ)

مہاجرین کو کپڑے کی اس قدر تکلیف تھی کہ قرآن مجید کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے تو باہم مل جل کے بیٹھتے تھے کہ ایک کا جسم دوسرے کے جسم کی پردہ پوشی کر سکے۔ (کتاب العلم باب فی القصص)

ان بزرگوں کے پاؤں میں جوتے نہ تھے، موزے نہ تھے، سر پر ٹوپی نہ تھی، بدن پر کرتہ نہ تھا چنانچہ ایک بار حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوئے تو تمام صحابہ اسی حالت میں انکی عیادت کو گئے۔

(مسلم کتاب الجنائز باب فی عیادۃ المرضیٰ)

حضرت مصعب بن عمیرؓ جب تک اسلام نہیں لائے تھے نہایت نازونعم کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور نہایت عمدہ جوڑے پہنتے تھے۔ (اصابہ تذکرہ حضرت مصعب بن عمیرؓ) لیکن ہجرت کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ ایک روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بدن پر صرف ایک چادر دیکھی جس میں پوستین کے پیوند لگے ہوئے تھے تو آپ کو ان کی قدیم حالت یاد آگئی اور چشم عبرت سے آنسو نکل آئے۔[1]

عورتوں کو زیادہ ستر پوشی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن حضرت فاطمہؑ جگر گوشہ رسولؐ کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ ایک بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ادب وحیا سے جسم کے ہر حصے کو چھپانا چاہا لیکن ناکامی ہوئی، سر ڈھکتی تھیں تو پاؤں کھل

جاتا تھا، پاؤں ڈھکتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا، آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا ''کوئی حرج نہیں یہاں تو صرف تمھارا باپ اور تمھارا غلام ہے''۔ (ابو داؤد کتاب اللباس باب فی العبد شعر مولاتہ)

بعض عورتوں کو چادر بھی میسر نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو عید گاہ میں جانے کی اجازت دی تو ایک صحابیہ نے کہا کہ ''اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کرے ارشاد ہوا ''اسکو دوسری عورت اپنی چادر اڑھالے'' (سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین)

شادی بیاہ میں دلہن کے لئے غریب سے غریب آدمی بھی اچھا جوڑا بنواتا ہے لیکن اس زمانے میں دلہن کو معمولی جوڑا بھی میسر نہیں ہوتا تھا، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ'' میرے پاس گاڑھے کی ایک کرتی تھی، شادی بیاہ میں جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اس کو مستعار منگوالیتی تھی'' (بخاری کتاب الھبہ باب الاستعارۃ للعروس عند البناء) حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں صحابۂ کرام نہایت تنگدست تھے، اس لئے معمولی چیزوں کو بھی بڑی چیز سمجھتے تھے۔

رومال نہایت معمولی درجے کی چیز ہے لیکن صحابۂ کرام کو وہ بھی میسر نہ تھا، کھانا کھاتے تو تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب مسح الید بعد الطعام)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اگرچہ مال ودولت کی کثرت ہوئی اور متمدن قوموں سے اختلاط ہوا، انہوں نے اسلام کی اس پرعظمت سادگی کو قائم رکھا، فتوحاتِ ایران کے زمانے میں عام حکم دیا کہ لوگ ایرانیوں کی وضع نہ اختیار کریں اور حریر نہ پہنیں، لیکن بعد میں حالت اس قدر بدل گئی اور وضع ولباس میں ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگیا کہ ایک دن حضرت ابو ہریرۃؓ نے کتان کے دو رنگین کپڑے زیب تن کئے تو ایک سے ناک صاف

کر کے کہا کہ ''واہ واہ ابو ہریرہ آج کتان کے کپڑے سے ناک پونچھتے ہو، حالانکہ ایک دن وہ تھا کہ بھوک کے مارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے سامنے بیہوش ہو کر گرتے تھے لوگ آتے تھے تو گردن پر پاؤں رکھ کر کہتے تھے کہ ابو ہریرہ کو جنون ہو گیا ہے حالانکہ یہ سب بھوک کی وجہ سے تھا''۔

(ترمذی ابواب الزہد و بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کی جو کرتی دلہن کیلئے عاریۃً جایا کرتی تھی، اس کی نسبت انہوں نے ایک صحابی سے کہا کہ اب میری لونڈی بھی اس کو پہنتے ہوئے شرمائے گی۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں اور بھی ترقی ہوئی اور حضرت عمرؓ نے جس عجمیت سے روکا تھا انکے گھر میں اس کے منظر نظر آنے لگے، ایک بار حضرت مقدامؓ ان کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریر اور سونے کے استعمال کی ممانعت فرمائی ہے؟ اور جانوروں کی کھال سے روکا ہے؟ انہوں نے کہا ''ہاں'' بولے ''لیکن میں یہ تمام چیزیں آپ کے گھر میں دیکھتا ہوں'' (ابو داؤد کتاب اللباس باب فی جلود النمار)

غذا:

غربت وافلاس کی وجہ سے صحابۂ کرام نہایت سادہ اور معمولی غذا پر زندگی بسر کرتے تھے ابتدائے اسلام میں تو گویا صحابۂ کرام کو بالکل فاقہ کشی کرنی پڑتی تھی، حضرت عتبہ بن غزوانؓ کا بیان ہے کہ میں ساتواں مسلمان ہوں، اس وقت یہ حالت تھی کہ ہم لوگ درخت کے پتے کھا کھا کر گزراوقات کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہمارے جبڑے پھٹ پھٹ گئے تھے۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش النبیؐ)

اسلام نے قوت حاصل کی تو یہ تکلیفیں اگرچہ کم ہو گئیں تاہم پھر بھی عرب کی قدیم سادگی قائم رہی، تمام اہل مدینہ کی عام غذا کھجور اور جو تھی اور جو لوگ دولت مند ہوتے تھے

وہ شام کے غلہ فروشوں سے خاص طور پر اپنے لئے میدہ خرید لیتے تھے۔ باقی تمام گھر جو اور کھجور پر زندگی بسر کرتا تھا۔ (ترمذی تفسیر سورہ نساء) جو کا آٹا بھی چھنا ہوا نہیں ہوتا تھا، بخاری باب الاطعمہ میں ہے کہ صحابہ کے گھروں میں چھلنی نہیں ہوتی تھی، جو کا آٹا پیس کر منہ سے پھونک دیتے تھے، بھوسی اڑنے کے بعد جو کچھ بچ رہتا تھا اس کو کھا لیتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک یہ سادگی قائم رہی لیکن جب فتوحات کو وسعت ہوئی متمدن قوموں سے اختلاط ہوا اور صحابہ نے عیش وطرب کے سامان دیکھے تو حضرت عمرؓ کو یہ خوف ہوا کہ دنیا کی تروتازگی صحابہ کو اپنا فریفتہ نہ بنا لے اس لئے تمام عمال کو ہدایت کی کہ ایرانیوں کی وضع نہ اختیار کریں، حریر نہ پہنیں، چھنا ہوا آٹا نہ کھائیں اسلئے ان کے عہد خلافت میں عموماً یہی سادگی قائم رہی، چنانچہ فتوحات ایران کے زمانے میں صحابۂ کرام نے میدے کی چپاتیاں دیکھیں تو پہچان نہ سکے اور تعجب کے لہجے میں کہا،

ما ھذہ الرقاع البیض، ''یہ سفید ٹکڑے کیسے ہیں'' (طبری صفحہ ۲۰۲۵)

لیکن بعد کو یہ سادگی فنا ہوگئی اور لطیف غذاؤں کا رواج ہوگیا چنانچہ ایک بار حضرت حسنؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک صحابیہ کے پاس جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا پکاتی تھیں آئے اور کہا کہ ہمارے لئے وہ کھانا پکاؤ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا، بولیں ''اب وہ تمھیں پسند نہیں آسکتا'' (شمائل ترمذی مع شرح باب ماجاء فی صفتہ ادام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

ای لسعۃ العیش ونھاب ضیقۃ الذی کان اولا وقد اعتاد الناس الا طعمۃ اللذیذۃ

یعنی اسلئے کہ اب عیش کے وافر سامان پیدا ہو گئے ہیں اور پہلی تنگدستی زائل ہو گئی ہے اور لوگ عمدہ غذاؤں کے خوگر ہو چکے ہیں۔

مکان:

غربت وافلاس کی وجہ سے صحابہ کرام کے مکانات نہایت مختصر، پست اور کم حیثیت ہوتے تھے، ان میں جائے ضرورتک وجود نہ تھا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی قصہ الا فک) دروازوں پر پردے نہ تھے (ابو داؤد کتاب الادب باب الاستیذان فی العورات الثلاث) راتوں کو گھروں میں چراغ تک نہیں جلائے جاتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب التطوع خلف المراۃ) بعد میں اگرچہ اس قدر ترقی ہوئی کہ دروازوں پر پردے لٹکائے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک عام طور پر عرب کی قدیم سادگی قائم رہی ، (ابو داؤد کتاب الادب باب الاستیذان فی العورات الثلاث) گئے۔

حضرت عمرؓ نے بھی اگر چہ عرب کی اس سادگی کو اس شدت کے ساتھ قائم رکھنا چاہا کہ جب بصرہ کو آباد کرایا تو عام حکم دیا۔

لا یزید ن احد کم علی ثلثة ابیات ولا تطاولوا فی البنیان والزموا السنة تلز مکم الد وله۔ (طبری ص ۲۴۸۸)

کوئی شخص تین کمرے سے زیادہ نہ بنائے اور مکان کو بلند نہ بناؤ اور سنت پر قائم رہو تو تمہاری سلطنت بھی قائم رہے گی۔

تاہم لوگوں نے ان کے زمانے میں بلند مکانات بنانے شروع کئے اور یہ پہلا دن تھا کہ عرب میں بلند عمارتوں کے کنگرے نظر آئے، چنانچہ مسند دارمی میں ہے۔

تطاول الناس فی البناء فی زمن عمر

(مسند دارمی باب فی ذهاب العلم صفحه ۴۴)

لوگوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں بلند عمارتیں بنائیں۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں تمدن نے اور ترقی کی، اس لئے صحابہ کرامؓ نے عظیم الشان مکانات بنوائے، حضرت زبیرؓ نے بصرہ، مصر، کوفہ اور سکندریہ میں عمدہ مکانات تعمیر کرائے، حضرت طلحہؓ نے مدینہ میں اینٹ اور چونا سے پختہ مکان بنوایا اور اس میں ساگوان کی لکڑیاں لگوائیں، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مقام عقیق میں ایک نہایت

بلند، وسیع اور پر فضا مکان تعمیر کروایا اور اس کے اوپر کنگرے بنوائے، حضرت مقدادؓ نے مدینہ میں ایک مکان بنوایا جس کی دیواریں بالکل پختہ تھیں۔ (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۲۵)

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں اور بھی ترقی ہوئی، انہوں نے ایک عظیم الشان محل بنوایا، جس کا نام قصر بنی حدیلہ تھا اور جو قلعہ کا بھی کام دے سکتا تھا۔

(بخاری مع فتح الباری کتاب الوصایا باب من تصدق الی وکیلہ)

سامان آرائش:

صحابیات نہایت معمولی لباس اور سادہ زیورات استعمال کرتی تھیں، احادیث کی کتابوں کے تتبع واستقراء سے صرف بازو بند، کڑے، بالی، ہار، انگوٹھی اور چھلے کا پتہ چلتا ہے۔ لونگ کا ہار پہنتی تھیں جس کو عربی میں سخاب کہتے ہیں، حضرت عائشہؓ کا جو ہار ایک سفر میں گم ہو گیا تھا وہ مہرہ یمانی کا تھا۔ (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب التیمم)

صحابیات سرمہ اور مہندی کا استعمال بھی کرتی تھیں، زچہ خانہ سے نکلتی تھیں تو منہ پر ورس (ایک قسم کی سرخ گھاس کا نام ہے) کا غازہ ملتی تھیں کہ چہرے کے داغ مٹ جائیں۔ خوشبو میں (سک ایک قسم کی خوشبو ہے جو ماتھے پر لگائی جاتی ہے) پیشانی پر لگاتی تھیں۔

(ایضاً کتاب المناسک باب مایلبس المحرم)

زہد وتقشف:

فتوحات کی وسعت اور مال ودولت کی کثرت نے اگرچہ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، صحابۂ کرام کی قدیم طرز معاشرت میں بہت کچھ تغیر پیدا کر دیا تھا، تاہم اکثر صحابہ نہایت زاہدانہ اور تقشفانہ زندگی بسر کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ امارت پسندی سے اس قدر احتراز کرتے تھے کہ ایک بار انہوں نے کسی سے پانی مانگا اور وہ شیشے کے پیالے میں لایا تو پینے سے انکار کر دیا پھر لکڑی کے پیالے میں لایا تو پیا، اس کے بعد وضو کیلئے پانی طلب کیا

وہ طشت میں لایا تو وضو کرنے سے انکار کردیا دوبارہ مشکیزے میں لایا تو وضو کیا وہ زہد وقناعت کے وجہ سے کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک بار ان کو کسی نے جوارش دی اور کہا کہ "یہ کھانا ہضم کرتی ہے" بولے میں تو مہینوں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتا مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔" حمام بھی اس لئے نہیں جاتے تھے کہ وہ عیش پسندی کی ایک صورت ہے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

ایک بار حضرت ابو جحیفہؓ عرب کی ایک لطیف غذا کھا کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈکار لی، آپ نے فرمایا۔

اکثر ھم شبعا فی الدنیا اکثر ھم جو عایوم القیامۃ

جن لوگوں کا پیٹ دنیا میں جس قدر زیادہ بھرے گا، اسی قدر وہ قیامت کے دن بھوکے رہیں گے۔

اس کے بعد انہوں نے کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا رات کو کھاتے تھے تو دن کو بھوکے رہتے تھے اور دن کو کھاتے تھے تو رات کو فاقہ کرتے تھے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو جحیفہ)

زہد وتقشّف کی وجہ سے بعض صحابہ گھر تک بنانا پسند نہیں کرتے تھے، حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنے لئے گھر نہیں بنایا تھا، بلکہ دیواروں اور درختوں کے سائے میں پڑ رہتے تھے، ایک بار ایک شخص نے گھر بنانے پر اصرار کیا تو پہلے راضی نہ ہوئے، راضی بھی ہوئے تو ایسے تنگ اور پست گھر پر کہ جب کھڑے ہوں تو چھت سے سر لگ جائے اور پاؤں پھیلائیں تو انگلیاں دیوار تک پہنچ جائیں۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ) گھر میں سامان نہایت مختصر رکھتے تھے، یعنی صرف ایک پیالہ اور ایک لوٹا لیکن اسکو بھی زہد وتقشّف کے خلاف سمجھتے تھے، چنانچہ ایک بار بیمار ہوئے تو ان چیزوں کو دیکھ کر رونے لگے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سبھوں کو وصیت فرمائی تھی کہ دنیا سے صرف اس قدر لینا جتنا ایک مسافر زاد راہ کیلئے لیتا ہے حالانکہ ہمارے پاس یہ

سامان ہیں۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر کے کل سامان کی قیمت سو درہم سے بھی کم تھی۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ) حضرت ابو ذرؓ کے گھر کا سامان دو درہم سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابو ذر غفاری) ایک روز کچھ لوگ حضرت ابولبابہؓ کے ساتھ ہو لئے اندر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ گھر نہایت بوسیدہ ہے اور خود ان کا اوڑھنا بچھونا پھٹا پڑا ہے۔

(ابو داؤد ابواب تفریع شہر رمضان باب استحباب الترتیل فی القراءۃ)

صحابۂ کرام باوجود استطاعت کے وضع ولباس نہایت زاہدانہ رکھتے تھے، ایک بار ایک شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، بولیں "ذرا ٹھہر جاؤ میں اپنا کپڑا سی لوں" اس نے کہا "اگر میں لوگوں کو اس کی خبر کردوں تو لوگ آپ کو بخیل سمجھیں گے" بولیں "جو لوگ پرانا دھرانا نہیں پہنتے ان کو نیا کپڑا نصیب نہ ہوگا" (الادب المفرد باب الرفق فی المعیشہ) ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ام الدرداءؓ کی ملاقات کو آئے بدن پر صرف ایک کمبل اور اونچا پاجامہ تھا، لوگوں نے کہا "آپ نے صورت کیوں بگاڑ رکھی ہے" بولے "نیکی صرف آخرت کی نیکی ہے" (الادب المفرد باب الزیارۃ) ان کے پاس صرف ایک عبا تھی جس کا ایک حصہ بچھاتے تھے اور ایک حصہ پہنتے تھے۔ (استیعاب تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ) ایک بار کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک چادر اڑھا دی، سو کر اٹھے اور اس کے ریشمی بیل بوٹے دیکھے تو کہا کہ "اگر یہ نہ ہوتے تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ) حضرت فضالہ بن عبیدؓ اگرچہ مصر کے گورنر تھے لیکن پریشان مو اور برہنہ پا رہتے تھے، ایک دن کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ پریشان کیوں ہیں؟ بولے "ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ ناز و نعم کی زندگی بسر کرنے سے منع فرمایا ہے" پاؤں پر نگاہ پڑی تو بولا "آپ برہنہ پا کیوں ہیں"؟ بولے "آپؐ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ کبھی کبھی برہنہ پا رہیں"۔ (ابو داؤد

کتاب الرجل)

مال و دولت دنیا کی سب سے زیادہ دلفریب چیز ہے، اخیر میں صحابۂ کرام کے آگے اگر چہ دنیا نے اپنا خزانہ اگل دیا، لیکن انہوں نے اس آبِ رواں سے اپنا دامن تر نہیں کیا، حضرت سعید بن عامرؓ حمص کے گورنر تھے، لیکن جو کچھ وظیفہ ملتا تھا سب صرف کر دیتے تھے اور خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ حمص میں آئے اور حکم دیا کہ یہاں کے محتاجوں کا نام لکھا جائے، فہرست پیش ہوئی تو اس میں حضرت سعید بن عامرؓ کا نام بھی شامل تھا نام دیکھ کر تعجب سے پوچھا "کون سعید بن عامر"؟ لوگوں نے کہا کہ "ہمارے گورنر" بولے "تمھارا گورنر کیونکہ محتاج ہو سکتا ہے، ان کا وظیفہ کیا ہوتا ہے"؟ لوگوں نے کہا "سب صرف کر دیتے ہیں" حضرت عمرؓ نے ان کی یہ حالت سنی تو رو پڑے اور ان کے پاس ہزار اشرفیوں کا توڑا بھجوا دیا، انہوں نے اشرفیاں دیکھیں تو انا اللہ پڑھنے لگے، بی بی نے سنا تو کہا "کیا امیر المومنین کی شہادت ہوئی؟ کیا قیامت کی کوئی نشانی ظاہر ہوئی"؟ بولے "اس سے بھی بڑھ کر واقعہ پیش آیا، میرے پاس دنیا آئی، میرے پاس فتنہ آیا، بی بی نے کہا "تو اس کو صرف میں لایئے" انہوں نے اشرفیوں کو اٹھا کر ایک توبڑے میں رکھ دیا، اور ایک فوج کو دے ڈالا، بی بی نے کہا "کچھ تو اپنی ضروریات کے لئے رکھ لیتے" بولے "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اگر جنت کی ایک حور بھی دنیا میں آجائے تو زمین مشک کی خوشبو سے معطر ہو جائے اور میں اس پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا"۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعیدؓ بن عامر اسد الغابہ میں ان کے زہد کے اور بھی بعض واقعات لکھ کر لکھا ہے کہ: اخبار عجیبة فی زهده لا نطول بذكرها)

جو صحابہ مال و دولت جمع کر لیتے تھے انکو بھی اس پر افسوس ہوتا تھا، حضرت ابو ہاشم بنؓ عتبہ مبتلائے طاعون ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ عیادت کو آئے، وہ انکو دیکھ کر رونے لگے بولے "کیا مرض کی تکلیف ہے یا دنیا کی چھوڑنے کا قلق ہے"؟ فرمایا "کچھ نہیں مجھے رسو

ل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک وصیت فرمائی تھی، کاش میں اس پر عمل کرتا آپ نے فرمایا تھا کہ شاید تم کو اس قدر مال ہاتھ آئے جو ایک قوم پر تقسیم کیا جائے، لیکن تم اس میں سے صرف ایک خادم اور ایک سواری پر قناعت کرنا، مجھے وہ مال ملا اور میں نے اس کو جمع کیا" (نسائی کتاب الزینۃ باب اتخاذ الخاتم والمرکب)

بعض صحابہ امراء وعمال کے تعلقات کو زہد وتقشف کے خلاف سمجھتے تھے اور ان سے نہایت بے نیازی کے ساتھ ملتے تھے، ایک بار حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آئے اور حضرت ابوذر غفاریؓ سے بھائی بھائی کہہ کر لپٹ گئے وہ جس قدر لپٹتے تھے حضرت ابوذرؓ ان کو اپنے پاس سے ہٹاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں تمھارا بھائی نہیں ہوں، بھائی اس وقت تھا جب تم حاکم نہیں ہوئے تھے"

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوذرؓ)

حضرت نبیط بن شریطؓ ایک صحابی تھے، ایک بار ان سے انکے بیٹے نے کہا اگر آپ بادشاہ وقت کے پاس جاتے تو آپ کو بھی فائدہ پہنچتا اور آپ کی بدولت آپ کی قوم بھی فائدہ اٹھاتی"، لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں انکی صحبت مجھے دوزخ میں نہ دھکیل دے"

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت نبیط بن شریطؓ)

اپنا کام خود کرنا:

صحابۂ کرام اپنا کام کاج خود کرتے تھے اور اس کو کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے، حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں۔

کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدام انفسنا نتناوب والرعایۃ رعایۃ ابلنا۔ (ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب مایقول الرجل اذا توضا)

ہم سب رسول اللہ کے ساتھ خود اپنے خادم تھے اور باری باری اپنے اونٹ چراتے تھے۔

حضرت عمرؓ خود اپنے اونٹوں کو جوئیں نکالتے تھے۔

(موطائے امام مالک کتاب الحج باب مایجوز للمحرم ان یفعلہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی اونٹنیوں کو چارہ کھلاتے تھے اور آٹا گھول کر پلاتے تھے۔

(ایضاً کتاب الحج باب القرن فی الحج)

ایک بار حضرت عثمانؓ کے لئے کھانا تیار کیا گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مدعو کئے گئے انکے پاس آدمی آیا تو دیکھا کہ خود اپنے ہاتھ سے اونٹوں کیلئے پیتاں جھاڑ رہے ہیں''

(ابوداوٗد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم)

ایک بار ایک شخص حضرت ابو ذر غفاریؓ کے مکان پر آئے اور ان کی بی بی سے پوچھا'' وہ کہاں ہیں''بولیں'' کام دھندے پر گئے ہیں''تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ اونٹ پر مشک لادے ہوئے آرہے ہیں۔(الادب المفرد باب من قدم الی ضیفہ طعاما فقام یصلی) ایک بار مشک لئے آرہے تھے، ایک شخص نے پوچھا آپ کے کوئی اولاد نہیں ہے؟ بولے''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کے تین لڑکے مرجاتے ہیں خدا اس کو جنت دیتا ہے''۔

(الادب باب فضل من مات لہ الولا)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقر وفاقہ میں مبتلا ہو گئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو ایک یہودی کے باغ میں آئے اور سترہ ڈول پانی کے کھینچے اور ہر ڈول کا معاوضہ ایک کھجور قرار پایا تھا۔ یہودی نے سترہ کھجوریں دیں ان کو لیکر خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور ایک صحابی اسی طرح تقریباً دو صاع کھجور کما کر لائے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الرہون باب الرجل یستقی کل دلو بتمر ۃ یشتر ط جلدۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر میں ہوتے تو جو کام خود کر سکتے تھے اسکو کسی دوسرے سے متعلق نہیں کرتے تھے۔(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابن عمرؓ)

حرمت خمر کے بعد بعض صحابہ نے جو سرد ملک کے رہنے والے تھے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ''یا رسول اللہ ہم سرد ملک کے رہنے والے ہیں اور سخت مشقت طلب کام کرتے ہیں اس لئے گیہوں کی شراب استعمال کرتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''کیا وہ نشہ آور بھی ہے۔؟'' بولے ''ہاں'' فرمایا ''اسکو چھوڑ دو'' (ابو داؤد کتاب الاشربہ باب النہی عن المسکر)

غسل جمعہ کے وجوب کا سبب صرف یہ ہے

کان الناس مجهودین یلبسون الصوف ویعملون علی ظهورهم وکان مسجدهم ضیقا مقارب السقف انما هو عریش فخرج رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فی یوم حار وعرق الناس فی ذلک الصوف حتی ثارت منهم ریاح اذیٰ ذلک بعضهم بعضا فلما وجد رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم تلک الریح قال ایها الناس اذا کان هذا الیوم فاغتسلو او لیمسن احدکم افضل ما یجدمن دهنه وطیبه۔

(ابو داود کتاب الطهارة باب الرخصة فی ترک الغسل یوم الجمعه)

صحابۂ کرام سخت تنگدست تھے، کمبل کے کپڑے پہنتے تھے اپنی پیٹھ پر بوجھ لادتے تھے انکی مسجد نہایت تنگ تھی چھت پست تھی یعنی اوپر صرف چھپر تھی، ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ کیلئے برآمد ہوئے دن نہایت گرم تھا لوگوں کو کمبل کے کپڑوں میں پسینہ آیا اور اس قدر بو پھیلی کہ سب کو تکلیف ہوئی آپ کو بدبو کا احساس ہوا تو فرمایا کہ جب یہ دن آئے تو غسل کرلیا کرو اور جہاں تک ممکن ہو عمدہ تیل اور عمدہ خوشبو لگاؤ۔

صحابیات خانہ داری کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں، حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے مشکیزوں میں پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہو گیا تھا، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چکٹ ہو جاتے تھے

۔

(ایضاً کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربیٰ)

حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں اور انکی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا، حضرت اسماءؓ، خود اس گھوڑے کو گھاس لاتی تھیں، حضرت ابوبکرؓ نے گھوڑے کی سائیسی کیلئے ایک غلام بھیجا تو انہوں نے اس خدمت سے نجات پائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر کے دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا، حضرت اسماءؓ وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتیں اور انکو کوٹ کر انکی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتیں۔ گھر کے معمولی کاروبار کے علاوہ تھے خود پانی لاتیں مشک پھٹ جاتی تو اس کو کوستیں، آٹا گوندھتیں۔

(مسلم کتاب السلام باب جواز رواف المراۃ الاجنبیۃ اذا عیت فی الطریق)

ازواج مطہرات گھر کا کام دھندا خود کرتی تھیں ایک دن حضرت عائشہؓ کی باری تھی، جو پیسے اسکی روٹی پکائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار شروع کیا، آپ کے آنے میں دیر ہوگئی تو سو گئیں آپ آئے تو جگایا۔ (الادب المفرد باب لا یوذی جارہ)

ذرائع معاش:

مورخین یورپ کا خیال ہے کہ اسلام کے بعد صحابہٴ کرام کی معاش کا تمام تر دارومدار صرف مال غنیمت پر رہ گیا تھا، لیکن درحقیقت یہ ایک عظیم الشان تاریخی غلطی ہے۔

مہاجرین وانصار اسلام کے نظام ترکیبی کے اصلی عنصر تھے اور ان دونوں نے ابتداہی

سے الگ الگ ذریعہ معاش اختیار کرلیا تھا۔ مہاجرین تجارت اور انصار کھیتی باڑی کرتے تھے چنانچہ جب حضرت ابو ہریرہؓ پر کثرت روایت کا الزام لگایا تو انہوں نے اس کی یہی وجہ بتائی۔

ان اخوتی من المهاجرین کان یشغلهم الصفق با لا سواق و کنت الزم رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم علی ملاء بطنی فاشهد اذا غابوا واحفظ اذا نسوا کان یشغل اخوتی من الا نصار عمل اموالهم و کنت امرء مسکینا من مساکین الصفة اعی حین ینسون

(بخاری کتاب البیوع)

میرے بھائی مہاجرین تجارتی کاروبار میں مصروف رہتے تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہمہ وقت موجود رہتا تھا اس لئے جب وہ غائب ہوتے تھے تو میں حاضر ہوتا تھا جب وہ بھول جاتے تھے تو میں یاد کرتا تھا اور میرے بھائی انصار کھیتی باڑی کے کام میں مشغول رہتے تھے اور میں مسکین تھا اس لئے جب وہ لوگ بھول جاتے تھے تو میں آپ کے اقوال کو یاد کرلیتا تھا۔

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا حوالہ دیا اور حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق کرنا چاہی اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے اسکی تصدیق کی تو حضرت عمرؓ نے خود معذرت کی۔

اخفی علی هذا من امر رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم الهانی الصفق بالا سواق (بخاری کتاب البیوع باب الخروج فی التجارة)

مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس لئے مخفی رہا کہ تجارتی کارو

بار نے مجھ کو مشغول کر لیا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ نے جب بیت المال سے وظیفہ لینا چاہا تو اس کی وجہ یہ بیان کی۔

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مو ئنۃ اهلی واشتغلت بامر المسلمین فسیا کل اٰل ابی بکر من هذا المال۔

(بخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعمله بیده)

میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل وعیال کی معاش کیلئے کافی تھا لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا اس لئے میرے اہل وعیال بیت المال سے وجہ معاش لیں گے۔

حضرت عثمانؓ حضرت ربیعہ بن حارثؓ کی شرکت میں تجارت کرتے تھے۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت ربیعہ بن حارث)

حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف ہجرت کر کے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن الربیع کے ساتھ ان کی مواخات کر دی، اس بنا پر حضرت سعدؓ نے اپنے مال میں سے ان کو نصف دینا چاہا لیکن انہوں نے کہا "یہ مال تم کو مبارک مجھے کوئی تجارتی بازار بتاؤ"۔ انہوں نے سوق قینقاع کا راستہ بتا دیا وہاں جا کر انہوں نے پنیر اور گھی کی تجارت شروع کر دی اور چند ہی دنوں میں اس قدر فائدہ ہوا کہ شادی کرنے کے قابل ہو گئے۔

(بخاری کتاب البیوع باب قول اللہ تبارک وتعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ الخ)

اسلام سے پہلے عرب میں جو بازار قائم تھے، مثلاً عکاظ، ذوالمجنہ، ذوالمجاز، حباشہ، اسلام کے بعد بھی ان کی رونق تقریباً ایک صدی تک قائم رہی، لیکن یہ بازار چونکہ عموماً زمانہ حج میں لگتے تھے اسلئے اوّل اوّل صحابۂ کرام نے ان میں تجارت کرنا حرمت حج کے خلاف سمجھا، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اپنے فضل وبرکت سے کیونکر محروم کرتا،

چنانچہ وحی آسمانی نے صحابہ کرام کو ان بازاروں میں تجارت کی عام اجازت عطا فرمائی۔

(فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۴۷۳، ۴۷۴ میں ان بازاروں کے تاریخی حالات بہ تفصیل مذکور ہیں)

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم۔

(بخاری کتاب البیوع باب ماجاء فی قول اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشر وافی الارض الخ)

زمانہ حج میں تجارت کرنا تمھارے لئے کوئی گناہ کا کام نہیں۔

ان بازاروں کے علاوہ خود عہد اسلام میں بعض نئے بازار قائم ہوئے چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک جدید بازار قائم کیا جس میں کوئی تجارتی محصول نہیں لیا جاتا تھا۔

(فتوح البلدان صفحہ ۲۱)

حضرت صخرؓ بہت بڑے تاجر تھے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔

الھم بارک لا متی فی بکورھا

خداوندا میری امت کو صبح کے تڑکے میں برکت دے

اس لئے وہ ہمیشہ اپنے سامان تجارت کو صبح کے سویرے روانہ فرماتے تھے اور معقول نفع اٹھاتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الابکار فی السفر)

حضرت ابوبکرؓ اکثر اپنا مال تجارت لے کر بصرہ جایا کرتے تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے ایک سال پیشتر مال تجارت لے کر بصرے کو گئے تھے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المزاح)

حضرت عمرؓ نے ایران سے تجارتی تعلقات قائم کئے تھے چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو ایک ریشمی جبہ عنایت کیا اور انہوں نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا

کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اسکو پہنو اس کو ارض فارس میں بھیج دو تمھیں مالی فائدہ حاصل ہوگا۔

حضرت عطارد تیمیؓ ایک صحابی تھے جو عموماً سلاطین کے دربار میں (غالباً تجارتی تعلقات سے) حاضر ہوتے تھے اور فائدہ اٹھاتے تھے ایک بار وہ ایک ریشمی جوڑا لائے اور حضرت عمرؓ نے اسکو بازار میں دیکھا تو فرمایا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس کو خرید لیجئے اور جب وفود عرب آئیں تو اسی کو پہن کر ان کے سامنے بیٹھئے"۔ (مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضہ)

غرض صحابہ کرام کا تجارتی ذوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ وہ اسکے سوا کوئی دوسرا ذریعہ معاش پسند ہی نہیں کرسکتے تھے حکومت کی وظیفہ خواری ایک ایسا لقمہ تر ہے جسکے تصور سے بھی ایشیائی مذاق کے منہ میں پانی بھر آتا ہے لیکن صحابہ کرام میں جو لوگ تجارت کی برکات سے واقف تھے وہ عرب کو اسکا خوگر بنانا پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے بیت المال سے تمام مسلمانوں کا وظیفہ مقرر کرنا چاہا تو حضرت ابوسفیان بن حربؓ نے فرمایا۔

ادیوان مثل دیوان بنی الا صفر انک فرضت للناس اتکلوا علی الدیوان وترکو التجارۃ۔ (فتوح البلدان ص ۴۶۳)

کیا رومیوں کی طرح انکے نام بھی درج رجسٹر ہوں گے، اگر آپ نے لوگوں کے وظائف مقرر کیئے تو وہ اس پر اعتماد کرلیں گے اور تجارت کو چھوڑ دیں گے۔

مہاجرین کا مخصوص پیشہ اگرچہ تجارت تھا تاہم مدینہ میں آکر وہ بھی رفتہ رفتہ کھیتی باڑی میں مصروف ہوگئے، چنانچہ جب اوّل اوّل مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ ہمارے نخلستان ہمارے بھائی مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیجئے لیکن آپؐ نے انکار فرمایا پھر انہوں نے کہا کہ وہ محنت مزدوری میں حصہ لیں، ہم انکو پیداوار میں شریک کرلیں گے تمام مہاجرین نے اسکو

بخوشی منظور کرلیا۔ (بخاری ابواب الحرث والمزارعۃ باب اذا قال اکفنی مؤنۃ النخل) بعد میں انصار نے اپنے کھیت بٹائی پر دینا شروع کر دیئے تو عموماً مہاجرین نے زراعت کو اپنا پیشہ بنالیا۔ صحیح بخاری میں ہے۔

ما بالمدینۃ اھل بیت ھجرۃ الا یزرعون علی الثلث والربع

مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی پیداوار پر کھیتی نہ کرتا ہو۔

حضرت علیؓ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اسی طرح کھیتی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ابواب الحرث والمزارعۃ بالشطر ونحوہ) لیکن صحابہؓ کرام کی معاش صرف زراعت وتجارت ہی پر موقوف نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے انکو کسب حلال کی توفیق عطا فرمائی تھی، اسلیۓ جس پیشے سے رزقِ طیب حاصل ہوسکتا تھا، اسکے اختیار کر لینے میں انکو کسی قسم کا ننگ وعار نہ تھا، خود حضرت سودہؓ طائف کا ادیم بناتی تھیں اور اسکی وجہ سے انکی مالی حالت تمام ازواجِ مطہرات سے بہتر تھی۔

(اسد الغابہ تذکرہ خلیسہ)

حضرت سلمان فارسیؓ اگرچہ مدائن کے گورنر تھے۔ تاہم چٹائی بُن کر وجہ معاش پیدا کرتے تھے (استیعاب تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ) بعض صحابہ محنت مزدوری پر اپنی اوقات بسر کرتے تھے، ایک صحابی نے آپ سے مصافحہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھارے ہاتھ میں نشانات کیسے ہیں" بولے پتھر پر پھاوڑا چلاتا ہوں اور اس سے اپنے اہل وعیال کیلئے روزی پیدا کرتا ہوں" آپ نے انکے ہاتھ چوم لئے۔ (اسد الغابہ تذکرہ سعد الانصاریؓ)

بعض صحابہ شہد کی مکھیوں کی نگہداشت کرتے تھے اور ان سے شہد پیدا کرتے تھے چنانچہ ایک صحابی نے ایک جنگل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لئے مخصوص کرالیا تھا اس سے شہد پیدا کرتے تھے اور اس کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے، یہ جنگل حضرت عمرؓ کے عہد

خلافت تک انکے قبضے میں رہا۔ ایک قبیلے کیلئے آپ نے اسی قسم کے دو جنگل مخصوص کر دیئے تھے اور وہ اس کی زکوۃ دیتے تھے۔

(ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب زکوۃ العسل)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

دارالمصنفین نے اسیر الصحابہ کا جو سلسلہ لکھا ہے شائع کیا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں میں اس کو مقبولیت بخشی اور بہت سے سعادت مندوں کو اس سے علمی و عملی فائدے پہنچائے اس سے امید ہے کہ اس سلسلہ میں لکھنے والوں کو انشاء اللہ تعالیٰ اجر آخرت بھی ملے گا۔

اس سلسلہ کو دارالمصنفین کے حسب ذیل رفقاء نے لکھ کر پورا کیا ہے۔

۱۔ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی

۲۔ مولانا حاجی معین الدین صاحب ندوی مرحوم سابق صدر مدرس شمس الہدیٰ پٹنہ

۳۔ مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی

۴۔ مولانا سعید انصاری صاحب

یہ سیر صحابیاتؓ آخر الذکر رفیق کے قلم سے نکلی ہے۔ اور یہ پہلی دفعہ آج سے ۲۳ برس پہلے ۱۳۴۱ھ میں چھپی تھی اور اب وہ دوبارہ شائع کی جارہی ہے اس دوسرے ایڈیشن پر ہمارے ایک اور رفیق مولانا محمد اویس صاحب نگرامی ندوی نے نظر ثانی کی ہے حوالوں کی تصحیح بعض غلطیوں کی اصلاح اور بعض مطالب میں مناسب ترمیم بھی انہوں نے کی ہے جس کیلئے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب اس کے بعد اپنی افادیت میں

پہلے سے بہتر اور انشاء اللہ مولف اور مصحح دونوں کیلئے خیر جاری ثابت ہو گی۔

مسلمان عورتیں زمانہ کے نئے حالات سے بدل رہی ہیں انکے سامنے سعادت مند خواتین کا کوئی اسوہ موجود نہیں اس لیئے انکا راہ سے ہٹنا دور از عقل نہیں لیکن اگر ہماری بہنیں اور بیٹیاں اس کتاب کو اپنی زندگی کا نمونہ بنائیں تو انھیں معلوم ہو گا کہ دینداری اور خدا ترسی، پاکیزگی عفت اور صلاح وتقوی کے ساتھ وہ دنیا کو کیونکر نباہ سکتی ہیں اور دنیا اور آخرت دونوں کی نیکیوں کو اپنے آنچل میں کیسے سمیٹ سکتی ہیں۔

والسلام

سید سلیمان ندوی

ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ ۴ شعبان ۱۳۶۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسو له محمد و اله و اصحابه اجمعین

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک، مذہب، اخلاق، سیاست اور علم معرفت کا ایک مکمل مجموعہ تھی جن کے اصول وقواعد قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں بہ تفصیل مذکور ہیں اس لیے آپ کے وصال کے بعد ان عناصر اربعہ کا تحفظ و بقاء صحابہ کرام کا سب سے اہم فرض تھا اور انہوں نے اس فرض کو جس دیانت اور سرگرمی کے ساتھ ادا کیا کتاب کے اس حصہ میں اسی کی تفصیل ہے اگرچہ بحیثیت جانشین رسولؐ کے خلفاء راشدین کو اس فرض کے ادا کرنے کا موقعہ اور تمام صحابہ سے زیادہ ملا اور اس لئے کتاب کا یہ حصہ زیادہ تر خلفاء راشدین ہی کے مذہبی اخلاقی سیاسی اور علمی کارناموں پر مشتمل ہے،

لیکن ان تمام کارناموں کے انجام دینے میں دیگر صحابہ بھی انکے شریک تھے مثلاً وہی مسجدوں کے امام، درسگاہوں کے معلم، صوبوں کے حاکم، عدالتوں کے قاضی، فوجوں کے افسر اور مسلمانوں کے مفتی تھے اور اس حیثیت سے انکے عملی مظاہر مساجد سے لے کر ایوان حکومت اور میدان جنگ تک میں یکساں نظر آتے تھے اس بناء پر خلفائے راشدین کے کارناموں کے ساتھ اور صحابہ کے کارنامے بھی اس حصے میں آ گئے ہیں اور اس طرح یہ حصہ صحابہؓ کے کارناموں کا ایک مکمل مجموعہ بن گیا ہے۔

جو لوگ اس کتاب کے پہلے حصے میں خود صحابہ کرام کے مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی فضائل و مناقب پڑھ چکے ہیں۔ ان کو اس حصے میں نظر آئے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی تربیت سے کیوں کر صحابہ کو تدبیر و سیاست اور علم و معرفت میں بھی دنیا کے لیے ایک مکمل نمونہ بنا کر چھوڑ گئے اور ان تمام نے اپنے زمانے میں کیونکر تمام دنیا کو آپ کی تمام تعلیمات و تلقینات کے مطابق مذہب، اخلاق اور سیاست کی صراط المستقیم پر قائم رکھا،

خدا کے پیغمبروں نے بھی اپنے اصحاب کو ان تمام چیزوں کی تعلیم و تلقین کی ہے لیکن اصحابِ رسول اللہ نے جس طرح انکی حفاظت کی اور جس طرح انکو قائم و برقرار رکھا اسکی نظیر سے تمام دنیا کی مذہبی تاریخ خالی ہے اور درحقیقت ایک ابدی مذہب کے قیام و بقا کے لیے اسی قسم کے برگزیدہ متدین محافظ درکار تھے۔

عبدالسلام ندوی

شبلی منزل اعظم گڑھ

۱۱ جولائی ۱۹۲۲ء

☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیاسی خدمات

خلافت الٰہی

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا (نور)

خلافت الٰہی ایک مقدس مذہبی امانت ہے اس لیے اس کا استحقاق صرف ایمان وعمل ہی کی بنا پر پیدا ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اول اول جب آسمان پر اس کا اعلان ہوا تو مقربان بارگاہ الٰہی نے اپنے استحقاق کا اظہار ان الفاظ میں کیا،

وانقال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک (بقرہ)

''جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں تو ان سب نے کہا کیا تو زمین میں اپنا خلیفہ اس شخص کو مقرر کرتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزی کرے گا حالانکہ ہم تیری تسبیح وتقدیس کرتے ہیں''

صحابہ کرام کے عقائد واعمال کی جو تفصیل پہلے حصے میں گزر چکی ہے انکو پڑھ کر اگر چہ ہر شخص تسلیم کرے گا کہ انہوں نے مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے اپنے آپ کو خلافت الٰہی کا حقیقی مستحق بنالیا تھا لیکن اس حصے میں ہم ان اخلاقی خصوصیات کو دکھانا چاہتے ہیں جس سے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگا کہ صحابہ کرام میں حاکم ومحکوم اور راعی ومرعی دونوں کے مشترکہ اخلاقی اوصاف نے خلافت کو کس صحیح اصول پر قائم کیا اور کس صحیح طریقے پر اسکو قائم رکھا۔

صحابہ کو خلافت کی خواہش نہ تھی:

امارت وحکومت اگر امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا ذریعہ ہے تو وہ ایک مقدس فریضہ دینی ہے لیکن اگر اسکو ذاتی اغراض کا شکار گاہ بنالیا جائے تو اس سے بدتر کوئی چیز نہیں اس بنا پر ہر نظام حکومت کے متعلق سب سے پہلے یہ پتہ لگانا چاہیے کہ اسکی بنیاد کس سطح پر رکھی گئی ہے؟ صحابہ کرام کے دور کی اصلی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ لوگ ذاتی حیثیت سے

امارت وحکومت کی خواہش نہیں رکھتے تھے البتہ جن مواقع پر وہ دینی خدمات اور دینی اعزاز کا ذریعہ ہوسکتی تھی وہاں تمام صحابہ اسکو محبوب سمجھنے لگتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں اعلان فرمایا کہ میں آج یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اسی کے ہاتھ پر فتح نصیب کرے گا، تو اس مذہبی شرف کے شوق سے تمام صحابہ کے دل لبریز ہو گئے، لیکن ان مواقع کے علاوہ انکے پاک دل کو کبھی اس ہوس نے آلودہ نہیں کیا، خود حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔

ما احببت الا مارة الا یومئذ۔

(مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل علیؓ بن ابی طالب)

''غزوہ خیبر کے سوا میں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی۔''

سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کا مسئلہ پیش ہوا تو مہاجرین وانصار میں اگرچہ ایک طرح کی کشمکش پیدا ہوگئی تاہم اس وقت بھی دورِ صحابہ کی یہ خصوصیات نمایاں رہیں اس وقت انصار مہاجرین کے حریف ومقابل تھے لیکن ان ہی انصار میں حضرت زید بن ثابت بھی تھے جنہوں نے نہایت ایثار کے ساتھ کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجر تھے اس لئے خلیفہ بھی مہاجر ہی ہوگا ہم جس طرح آپ کے انصار تھے آپ کے خلیفہ کے بھی انصار رہیں گے۔ (مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۸۲)

یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ کے زمانہ تک ذاتی تفوق وامتیاز کی بنا پر صحابہ کرام میں باہم کوئی نزاع نہیں قائم ہوئی۔

خلافت کی ذمہ داریوں کا احساس:

حکومت یا امارت اگر ذاتی اغراض کا ذریعہ ہیں تو ان کی ذمہ داری اس سے زیادہ نہیں جتنا ایک جانور اپنی بھوک پیاس کا ذمہ دار ہے، لیکن اگر ان کے ذریعہ سے دنیا میں نیکیوں کا پھیلانا اور برائیوں استیصال کرنا مقصود ہے تو وہ ایک ایسا بارِ امانت ہے جس کے بوجھ سے آسمان وزمین تک کانپ اٹھتے ہیں۔ صحابہ کرام کے سر پر یہی بارِ امانت ڈالا گیا تھا،

اس لیے اس بوجھ سے انکے اعصاب ہمیشہ متزلزل رہتے تھے، حضرت ابوبکر خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے پہلا خطبہ جو دیا وہ صرف خلافت کی ذمہ داریوں پر مشتمل تھا، چنانچہ اسکے الفاظ یہ ہیں۔

یا ایہا الناس لو ددت ان ھذا کفانیہ غیری ولئن اخذ تمونی سنتہ نبیکم ما اطیقھا ان کان لمعصو مامن الشیطان وان کان لینزل علیہ الوحی من السماء۔

(مسند حنبل جلد اص ۲۰)

''لوگو میری خواہش یہ تھی کہ اس بوجھ کو کوئی دوسرا شخص اٹھاتا اور اگر تم مجھ سے اپنے پیغمبر کا اتباع چاہو گے تو میں اسکا متحمل نہ ہوسکوں گا کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ و مامون تھے اور ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی۔''

حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی دوسرا شخص اس بار کو اٹھانے کی قوت رکھتا تو مجھ پر یہ بہت زیادہ آسان تھا کہ میں آگے بڑھ جاؤں اور میری گردن اڑادی جائے۔

(موطائے امام محمدؒ باب النوادر)

ایک بار حج سے واپس آرہے تھے راہ میں ایک مقام پر ٹھہر گئے اور بہت سی کنکریاں جمع کر کے چادر بچھائی اور اس پر چت لیٹ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔

الھم کبرت سنّی وضعفت قوتی وانتشرت رعیتی فاقضنی الیک غیر مضیع ولا مفرط۔ (موطائے امام محمد باب الرحیم)

''خداوندا اب میرا سن زیادہ ہوا میرے قویٰ ضعیف ہو گئے میری رعایا ہر جگہ پھیل گئی پس مجھکو اس حالت میں اٹھا لے کہ میرے اعمال برباد نہ ہوں اور میں حد اعتدال سے آگے نہ بڑھوں۔''

انکے مرض الموت میں جب لوگوں نے درخواست کی کہ اپنا جانشین مقرر کرتے جایئے

تو بولے کیا میں یہ بوجھ موت اور زندگی دونوں حالتوں میں اٹھاؤں میری صرف یہ آرزو ہے کہ میں اس سے اس طرح الگ ہو جاؤں کہ عذاب وثواب برابر سرابر ہو جائیں۔

خلافت کی ذمہ داریوں کا یہی احساس تھا جس کی بنا پر انہوں نے حالت نزع میں ہر گروہ کی حفاظت حقوق کے لیے وصیت کی۔ مہاجرین وانصار سے لے کر بدو اور ذمی تک کے حقوق کی طرف اپنے جانشین کو توجہ دلائی چنانچہ بخاری باب قصتہ البیعتہ والاتفاق علی عثمان میں یہ وصیت بہ تفصیل مذکور ہے۔

فرائض خلافت:

اللہ تعالی نے صحابہ کرام کو اپنے فضل واحسان سے اپنا سب سے بڑا عطیہ عطا فرمایا تو ساتھ ساتھ اسکے فرائض بھی بتادیئے۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقامو الصلوۃ واتو االزکوۃ و امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الا مور (حج)

''وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین میں متمکن کر دینگے تو وہ نماز کو قائم کریں گے زکوۃ دینگے نیکی کا حکم کریں گے اور بدی سے روکیں گے اور ہر کام کا انجام صرف خدا کے لئے ہے''

یہ فرائض جلیلہ اصولاً تین قسموں میں منقسم کئے جاسکتے ہیں، مذہب، اخلاق اور سیاست، صحابہ کرامؓ نے اپنے عہد میں جس طرح یہ فرائض انجام دیئے ان کی تفصیل اس حصہ کے مختلف ابواب وفصول میں آئے گی اس موقع پر صرف ان موثر مثالوں کا جمع کرنا مقصود ہے جن سے اس جوش، اس خلوص، اس مستعدی اور اس سرگرمی کا اظہار ہوگا جو ان فرائض کے انجام دینے میں صحابہ کرام نے ظاہر فرمائی۔

ہمارے زمانہ میں بادشاہ کا رات کو تنہا نکلنا ایک غیر معمولی واقعہ سمجھا جاتا ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیق جب خلیفہ ہوئے تو سات مہینے تک مقام سخ میں قیام فرمایا جو مدینہ

کی اصل آبادی سے دور تھا لیکن روزانہ وہاں سے کبھی پا پیادہ اور کبھی سواری پر مسجد نبوی میں آتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھا کر واپس جاتے تھے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو بکر صدیقؓ)

حضرت عمرؓ صبح تڑکے اٹھتے تو پہلا کام یہ انجام دیتے کہ جو لوگ تہجد پڑھ کر سو جاتے تھے ان کو نماز کیلئے جگاتے۔ (فتوح البلدان صفحہ ۴۲۸) عشاء کے بعد انکا سب سے آخری فرض یہ تھا کہ مسجد کی دیکھ بھال فرماتے جو لوگ عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے انکے سوا دوسرے بے کار آدمیوں کو نہ رہنے دیتے۔ (خلاصۃ الوفاء باخبار المصطفیٰ صفحہ ۱۷۵)

لیکن ابھی انکے فرائض خلافت ختم نہ ہوتے بلکہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر مدینہ کا پہرا دیتے ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ رات کو نکلے دفعتاً ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی قریب آئے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کچھ لوگ شور و شغب کر رہے ہیں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ گھر کس کا ہے یہ ربیعہ بن امیہ کا گھر ہے اور وہ لوگ اس وقت شراب پی رہے ہیں تمہاری کیا رائے ہے؟ بولے کہ خدا نے ہم کو تجسس کی ممانعت فرمائی ہے اس لئے واپس آئے۔ (اصابہ تذکرہ ربیعہ بن امیہ اس قسم کی متعدد مثالیں تاریخوں میں مذکورہ ہیں)

مدینہ میں ایک عام لنگر خانہ قائم کیا تھا، وہاں جاتے تھے اور مسلمانوں کو خود اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے ایک قاصد دربار خلافت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ امیر المومنین، ہاتھ میں عصا لے کر مسلمانوں کو خود کھانا کھلا رہے ہیں۔ (طبری صفحہ ۲۷۰۲) عشاء کے بعد پھر پھر کے مسجد میں ہر شخص کا چہرہ دیکھتے اور اس سے پوچھتے کہ کھانا کھایا ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص بھوکا ہوتا تو اس کو لیجا کر کھانا کھلاتے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ ام حبیبہ خولہ)

فوجوں کو روانہ فرماتے تو ہر وقت اس کے خیال میں مصروف رہتے فرمایا کرتے تھے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور فوج کے بھیجنے کا سامان کرتا ہوں۔ نہاوند کے معرکہ کا دن آیا تو رات کروٹیں بدل بدل کر کاٹی (طبری صفحہ ۲۶۲۸) قادسیہ میں ایرانیوں سے جنگ ہوئی تو

صبح سے لے کر دوپہر تک کا صرف یہ مشغلہ تھا کہ جو شتر سوار ادھر سے آتے ہیں، حالات دریافت فرماتے۔

(طبری صفحہ ۲۳۶۷)

رعایا کی خبر گیری کا نہایت خیال رکھتے تھے عمال کے یہاں سے جو قاصد آتے ان سے رعایا کا حال پوچھتے ایک دن حضرت ابو موسی اشعری کے یہاں سے ایک آدمی آیا تو اس سے رعایا کے حالات پوچھے (موطائے امام مالک کتاب الاقضیۃ القضاء فیمن ارتد) اخیر میں تمام ملک کے دورے کا بھی ارادہ کیا تھا اور فرماتے تھے کہ ایک سال متصل دورہ کروں گا رعایا خود مجھ تک پہنچ نہیں سکتی اور عمال انکی ضروریات کو مجھ تک نہیں پہونچاتے، دو مہینہ شام میں، دو مہینہ مصر میں، دو مہینہ بحرین میں، دو مہینہ کوفہ میں اور دو مہینہ بصرہ میں قیام کروں گا لیکن ان میں صرف شام کے دورہ کی نوبت آئی۔ (طبری صفحہ ۲۷۳۸)

صدقہ میں جو جانور آتے تھے انکی نگرانی اور حفاظت خود فرماتے تھے ایک دن سخت لو چل رہی تھی اور زمین پر انگارے بچھے ہوئے تھے اسی حال میں حضرت عثمان نے دیکھا کہ وہ دو اونٹوں کو ہانکے ہوئے لے جا رہے تھے پوچھا کہ آپ اس وقت گھر سے کیوں نکلے بولے صدقہ کے دو اُونٹ چھوٹ گئے تھے میں نے خیال کیا کہ انکو چراگاہ میں پہنچا آؤں ایک روز صدقے کے اونٹ آئے تو سر پر چادر ڈال لی اور تپتی ہوئی زمین پر کھڑے ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کا حلیہ قلم بند کروایا، حضرت عثمان بھی موجود تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ''حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی نے حضرت موسی علیہ السلام کی نسبت کہا تھا۔

ان خیر من استا جرت القوی الا مین

''جس کو تم نے ملازم رکھا ہے وہ قومی اور امین ہے۔''

لیکن وہ قوی امین یہ ہیں۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ)

ایک دن صدقہ کے انٹوں کے بدن پر تیل لگا رہے تھے ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین کسی غلام کے متعلق یہ کام کر دیا ہوتا ''بولے مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہے۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۶۴)

بازار کی نگرانی کا خاص اہتمام رکھتے تھے اگر چہ اس کام کیلئے حضرت عبداللہ اور حضرت سائب ابن یزید کو خاص طور پر مقرر کر دیا تھا۔ (موطائے امام مالک کتاب البیوع) لیکن خود بھی بازار کا گشت لگایا کرتے تھے ایک دن بازار سے گزرے تو دیکھا کہ ایک نئی دکان کھلی ہے اس کو توڑ ڈالا اگر تاجر ایک جگہ جمع ہو جاتے تو انکو کوڑا مارتے اور کہتے کہ راستہ نہ بند کرو۔ (کنز العمال صفحہ ۱۷۶)

ایک دن بازار سے گزرے حضرت حاطب بن بلتعہ کو دیکھا کہ منقّی بیچ رہے ہیں بولے یا بھاؤ بڑھاؤ یا اس کو اُٹھا کر بازار سے لے جاؤ۔ (مسند جلد نمبر ا صفحہ ۱۲۱)

بیت المال سے مسلمانوں کے جو وظائف مقرر تھے انکے گھروں پر جا جا کر تقسیم کرتے تھے ہشام کعبی کا بیان ہے کہ وہ ہاتھ میں قبیلہ خزاعہ کا رجسٹر لے لیتے تھے پھر وہاں سے مقام عسفان میں آ کر وظائف تقسیم فرماتے تھے۔ (فتوح البلدان صفحہ ۴۵۷)

حضرت عثمان نے بھی اس سنت کو قائم رکھا تھا مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ وہ منبر پر تھے اور موذن اقامت کہہ رہا تھا لیکن وہ اس حالت میں بھی لوگوں کے حالات اور بازار کا نرخ پوچھ رہے تھے۔ (مسند جلد ا صفحہ ۷۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی جوش و خلوص کے ساتھ فرائض خلافت ادا فرماتے تھے استیعاب میں ہے کہ وہ ہاتھ میں درہ لئے ہوئے بازاروں میں گھومتے رہتے تھے اور لوگوں کو پرہیز گاری، سچائی، حسن معاملت اور پورے پورے ناپ جوکھ کی ترغیب دیتے تھے۔ (استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ) ایک دن بازار میں گئے دیکھا کہ ایک لونڈی ایک خرمہ فروش کی دوکان پر رو رہی ہے بولے کیا حال ہے بولی اس نے ایک درہم پر میرے ہاتھ کھجور فروخت کی لیکن میرے آقا نے اس کو واپس کر دیا، اب وہ پھیر

نے پر راضی نہیں ہوتا انہوں نے سفارش کی کہ کھجور لے لو اور اسکو دام واپس دیدو۔ اس نے اسکو دھکیل دیا۔ لوگوں نے کہا کچھ خبر ہے؟ یہ امیر المومنین ہیں اب اس نے کھجور واپس کر دی اور کہا کہ مجھ سے راضی ہو جائیے بولے اگر لوگوں کا حق پورا پورا کر دو گے تو مجھ سے زیادہ تم سے کون راضی ہوگا۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ صفحہ ۲۳۱)

ایک دن بازار سے گزرے دیکھا کہ لوگ اپنی اپنی جگہ چھوڑ کے آگے بڑھ گئے ہیں بولے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے مسلمانوں کے بازار نمازیوں کے مصلے کی طرح ہیں جو لوگ آج آگے بڑھ گئے ہیں وہ کل اسکو چھوڑ دیں۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۶) خلفاء کی حفاظت میں سب سے زیادہ گراں قیمت چیز بیت المال تھا دنیوی بادشاہ سلطنت کا مال اپنے اوپر بے دریغ صرف کرتے ہیں لیکن صحابہ کرام نے اس خزانہ الٰہی کی اس دیانت کے ساتھ حفاظت کی کہ اپنے مصارف سے زیادہ اس میں سے کبھی ایک حبہ نہیں لیا۔

حضرت ابو بکر نے فرائض خلافت کی مصروفیت کی بنا پر بیت المال سے وظیفہ لیا تو اس کے ساتھ یہ تصریح کر دی کہ اسکے بعد انکی تجارت کی آمدنی بیت المال میں منتقل ہو جائیگی۔

فسیاکل ال ابی بکر من ھذا لمال ویحترف للمسلمین

(بخاری کتاب البیوع)

اب آل ابو بکر اس مال سے وجہ معاش لے گی اور مسلمانوں کے لئے کام کرے گی،
لیکن انتقال کے وقت وظیفہ کی رقم بھی واپس کر دی۔ (طبری صفحہ ۲۱۴۳)

حضرت عمر کی حیثیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے ایک مزدور تھے اس لیے بیت المال سے صرف اسی قدر لیتے تھے جتنا ایک مزدور کو لینا چاہیے۔ اسد الغابہ میں ہے،

ونزل نفسہ بمنزلۃ الا جیرو کا حادالمسلمین فی بیت المال

(اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۶۱)

''انہوں نے اپنا حق بیت المال سے صرف اسی قدر لیا جس قدر ایک مزدور اور مسلمانوں کے عام افراد کا حق تھا''۔

انہوں نے اپنے طرز عمل سے ہر موقع پر ثابت کیا کہ بیت المال مسلمانوں کا مشترکہ خزانہ ہے خود ان کا اس میں کچھ حق نہیں ہے چنانچہ انہوں نے ایک بار حضرت حذیفہ کو لکھا کہ مسلمانوں کے وظیفے تقسیم کر دو انہوں نے جواب دیا کہ وظیفے تقسیم ہو چکے، لیکن بہت سامان بچ گیا ہے حضرت عمر نے ان کو دوبارہ لکھا کہ یہ بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دو عمر اور آل عمر کا مال نہیں ہے۔

(فتوح البلدان صفحہ ۴۵۸)

ایک بار حج کو گئے تو آمد و رفت میں ۸۰ درہم صرف ہو گئے ان کو اس پر اس قدر افسوس ہوا کہ ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے۔

ما اخلقنا ان تکون قد اسرفنا فی مال اللہ تعالی

(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۷۲)

یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ ہم نے اللہ تعالی کے مال میں فضول خرچی کی

ایک بیمار ہوئے اور دوا کیلئے شہد کی ضرورت پیش آئی بیت المال میں شہد کا پیپا موجود تھا مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر تمام مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کے کہا'' اگر آپ لوگ اجازت دیں تو یہ شہد لے لوں ورنہ وہ مجھ پر حرام ہے۔

(نزہت الابرار فی الاسامی و مناقب الاخیار تذکرہ حضرت عمرؓ)

ایک بار تمام مصارف کے بعد کچھ مال بچ گیا تو لوگوں سے مشورہ کیا کہ اب یہ کہاں خرچ کیا جائے لوگوں نے کہا امیر المومنین ہم نے آپ کو زراعت و تجارت کے کاروبار سے روک دیا ہے، اب وہ آپ کا مال ہے'' انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا ''لوگوں نے آپ کا نام لیا ہے'' بولے تمہیں کہو'' انہوں نے کہا'' ایک دن آپ میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں گئے تو ہم نے آپ کو افسردہ پایا دوسرے روز گئے تو آپ خوش تھے ہم نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ پہلے دن میرے پاس صدقے کے دو دینار رہ گئے تھے اس لیے میں رنجیدہ تھا اور آج میں نے انکو تقسیم کردیا، اس لئے خوش ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا تم نے سچ کہا میں دنیا و آخرت دونوں میں تمہارا شکرگزار رہوں۔

(مسند جلد ۱ صفحہ ۱۹۴)

خلافت کے بعد وہ خود مسلمانوں کے ہو گئے تھے اور اپنی ذاتی حیثیت فنا کردی تھی اس لئے انکو جو کچھ ملتا تھا اسکو بیت المال میں داخل کردیتے تھے یا اسکو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔

ایک بار شاہ روم کا قاصد آیا تو ان کی بی بی نے ایک اشرفی کا عطر خریدا اور اس کو شیشی میں بھر کر شاہ روم کی بی بی کے پاس ہدیۃً بھیجا اس نے ان شیشیوں کو جواہرت سے بھر کر واپس کردیا۔ حضرت عمر نے جب یہ جواہرت دیکھے تو ان کو فروخت کرکے ایک دینار اپنی بی بی کو واپس کردیا بقیہ رقم بیت المال میں داخل کردی۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر نے چراہ گاہ میں اونٹوں کو چرا کر خوب فربہ کیا اور بازار میں بیچنے کیلئے لائے حضرت عمرؓ نے دیکھا تو کہا "اے امیر المومنین کے بیٹے یہاں آو وہ آئے تو کہا کہ امیر المومنین کا بیٹا سمجھ کر لوگوں نے تمہارے اونٹوں کو خوب کھلایا پلایا ہے راس المال لے لو بقیہ اونٹوں کو بیت المال میں داخل کردو"

ایک بار حضرت ابو موسی اشعریؓ نے انکی بی بی عاتکہ کے پاس ہدیۃً ایک چادر بھیجی، انہوں نے ان کو بلا کر سخت تہدید کیا اور چادر کو ان کے اوپر پھینک دیا کہ ہم کو اس کی ضرورت نہیں۔

(نزہتہ الابرار تذکرہ حضرت عمرؓ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دیانت کا یہ حال تھا کہ ایک بار انکے پاس اصبہان سے کچھ مال آیا جس میں ایک روٹی بھی تھی انہوں نے مال کے ساتھ روٹی کے بھی سات ٹکڑے

کئے اور ہر حصہ پر ایک روٹی کا ٹکڑا رکھا پھر قرعہ ڈالا کہ پہلے کس کو دیا جائے۔

ایک دن بیت المال کا کل مال تقسیم کر کے اس میں جھاڑو دلوائی پھر اس میں نماز پڑھی تا کہ قیامت کے دن لوگ انکی دیانت کی شہادت دیں۔

انکو جو چیزیں ہدیۃً ملتی تھیں وہ ان کو بھی بیت المال میں داخل کر دیتے تھے ایک دن انہوں نے ایک عطر کی شیشی دکھا کر کہا کہ یہ مجھے ایک دہقان نے ہدیۃً دی ہے'' پھر بیت المال میں آئے اور اس میں جو کچھ عطر تھا اونڈیل دیا اور فرمایا کامیاب ہے وہ شخص جس کے پاس قوصرہ ہو اور وہ روز اس کو کھائے'' (استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

ایک بار کسی رئیس نے حضرت حسن وحضرت حسین علیہما السلام کو دو چادریں ہدیۃً دیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے چادروں پر نظر پڑ گئی تو پوچھا کہ یہ کہاں سے ملیں؟ انہوں نے واقعہ بتایا تو انکو بیت المال میں داخل کر دیا، ایک بار اصبہان سے انکے پاس بہت سا مال اور سامان آیا انہوں نے اس کو چند دیانت دار لوگوں کی حفاظت میں رکھوا دیا اس میں سے حضرت ام کلثوم نے مشکیزہ شہد اور ایک مشکیزہ گھی کا منگوالیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آکر گنا تو دو مشکیزوں کی کمی معلوم ہوئی انہوں نے پوچھا تو حفاظت کرنیوالوں نے کہا انکا حال نہ پوچھیے ہم انکولا دیتے ہیں'' بولے تم کو اصل واقعہ بیان کرنا پڑے گا انہوں نے کہا ہم نے حضرت اُم کلثوم کے پاس بھیج دیا'' فرمایا میں نے یہ حکم دیا تھا کہ مسلمانوں میں تقسیم کر دو اور تم نے ام کلثوم کو دیدیا'' چنانچہ اسی وقت وہ مشکیزے اٹھوا منگوائے اور ان میں سے جو کچھ صرف ہو چکا تھا اسکی قیمت لگوائی تو معلوم ہوا کہ ۳ درہم کی کمی آئی ہے حضرت ام کلثوم کے یہاں سے ۳ درہم منگوائے اور مشکیزوں کو تمام مسلمانوں پر تقسیم کرا دیا۔ (نزہتہ الابرار تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

یہی دیانت تھی جس نے صحابہ کے دور خلافت میں جمہوری روح پھونک دی تھی شخصیت پرستی درحقیقت بددیانتی، خودغرضی اور عیش پرستی کا نتیجہ ہے خودغرض لوگ صرف اس بناء پر شخصیت کی حمایت کرتے ہیں کہ سلطنت کے تمام اختیارات، سلطنت کی تمام دولت اور

سلطنت کے تمام مداخل ومخارج انکے ہاتھ میں آجائیں اور وہ مطلق العنانی کے ساتھ مزے اڑائیں ۔لیکن جولوگ دیانت کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے ہیں وہ تمام دنیا کوخود امور سلطنت میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں تا کہ ان کے سر کا بوجھ ہلکا ہوجائے اور ان کی ذمہ داریاں بہت سے لوگوں پر تقسیم ہوجائیں ،صحابہ کرامؓ اسی اصول پر حکومت کرنا چاہتے تھے ۔اسلئے وہ خود تمام مسلمانوں کوامور خلافت میں شرکت کی دعوت دیتے تھے ۔حضرت عمر نے خراج کے تعین کے متعلق تمام صحابہ کومشورہ کے لیے بلایا تو یہ الفاظ فرمائے ۔

انی لم از عجکم الا ان تشتر کوافی امانتی (کتاب الخراج صفحہ ۱۴)

''میں نے آپ لوگوں کوصرف اسلئے تکلیف دی ہے کہ آپ میری امانت میں شریک ہوں''۔

<u>مساوات:</u>

جب کہ تمام عرب وعجم نے سیادت وحکومت کے ذریعہ سے دنیا کواپنا غلام بنالیا تھا۔ اسلام نے صرف تقوی وطہارت کوانسان کا اصلی شرف قرار دیا اور قرآن مجید نے تمام دنیا کے خلاف یہ صدا بلند کی۔

ان اکر مکم عند اللہ اتقکم

''تم میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جوسب سے زیادہ پرہیز گار ہے''

صحابہ کرام کواگر چہ خلافت الٰہی نے اس شرف سے بھی ممتاز کیا جوروم وایران کا سب سے بڑا ذریعہ تفوق وامتیاز تھا تاہم انہوں نے صرف مذہب واخلاق ہی کواپنا اصلی شرف خیال کیا،حضرت عمر بن الخطابؓ کا قول ہے،

کرم المومن تقواہ و دینہ وحسبہ ومروتہ وخلقہ۔

(مو طائے امام مالک کتاب الجھاد باب الشھداء فی سبیل اللہ)

''مسلمانوں کا اصل مایہ شرف اسکا تقویٰ ہے اس کا دین ہے اس کا حسب ہے اس کی

مروت ہے اوراس کا خلق ہے"

اس خیال کا یہ نتیجہ تھا کہ سیاسی حیثیت سے خلیفہ وقت خود اپنے آپ کو تمام لوگوں کے برابر سمجھتا اور ہر شخص کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرتا تھا۔

ایک دن حضرت عمرؓ امورِ خلافت میں مشغول تھے کہ اسی حالت میں ایک آدمی آیا اور کہا کہ "اے امیر المومنین مجھ پر فلاں شخص نے ظلم کیا ہے انہوں نے اس پر کوڑا اٹھایا اور کہا کہ جب میں فصل مقدمات کیلئے بیٹھتا ہوں تو تم لوگ نہیں آتے اور جب خلافت کے دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہوں تو دادرسی کیلئے آتے ہو" وہ ناراض ہو کر چلا تو خود اسے بلایا اور اس کے سامنے اپنا کوڑا ڈال دیا اور کہا کہ مجھ سے قصاص لو' اس نے کہا نہیں میں خدا کیلئے معاف کرتا ہوں بولے اگر خدا کیلئے معاف کرتے ہو تو خیر ورنہ اگر میرے لئے درگزر کرتے ہو تو مجھے بتاؤ "اس نے کہا نہیں خدا کیلئے" (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمر)

اگر کبھی امراء عمال انکے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرتے جو ان میں اور عام مسلمانوں میں تفریق اور امتیاز پیدا کرتا تو سخت برہم ہوتے اور ان کو تہدید فرماتے ایک بار حضرت عتبہ بن فرقدؓ نے ان کی خدمت میں نہایت تکلف کے ساتھ ایک لذیذ غذا بھیجی فرمایا کل مسلمان یہی کھاتے ہیں؟ جواب ملا نہیں بولے تو پھر مجھے بھی نہیں چاہیے اس کے بعد ان کو لکھا کہ یہ تمہاری اور تمہارے باپ کی کمائی نہیں ہے تمام مسلمانوں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور عیش پرستی سے بچو۔

(مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم استعمال اناءالذہب والفضۃ)

ایک بار حضرت عبداللہ اور حضرت عبید اللہ بن عمرؓ عراق کی کسی مہم میں شریک ہوئے پلٹ کر بصرہ آئے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جو وہاں کے گورنر تھے نہایت جوش کے ساتھ انکا خیر مقدم کیا اور کہا کہ "اگر میں آپ دونوں صاحبان کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا تو ضرور پہنچاتا، یہاں میرے پاس تھوڑا سا صدقہ کا مال ہے جس کو امیر المومنین کی خدمت میں

بھیجنا چاہتا ہوں آپ لوگ یہاں اس روپیہ سے اسباب تجارت خرید لیں اور مدینہ جا کر اسکو فروخت کریں جو نفع حاصل ہو اس کو خود لیں اور اصل مال المومنین کے حوالے کر دیں ''یہ کہہ کر روپیہ انکے حوالے کر دیا اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دیدی، ان دونوں صاحبوں نے اس پر عمل کیا لیکن جب روپیہ لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا کیا ابوموسیٰ نے کل فوج کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے؟ بولے نہیں میرے لڑکے سمجھ کر تمہارے ساتھ یہ رعایت کی ہے اصل اور نفع دونوں دو''

ایک بار انہوں نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا اس نے کہا کہ ''اگر اجازت ہو تو میں عراق کو جاؤں بولے'' مکاتب ہونے کے بعد جہاں چاہو جا سکتے ہو وہ روانہ ہوا تو اور چند غلاموں نے اسکی رفاقت کرنا چاہی اور کہا کہ امیر المومنین سے ایک خط لے لو کہ تمام مسلمان ہمارے ساتھ عزت سے پیش آئیں اسکو اگرچہ معلوم تھا کہ یہ درخواست انکو ناگوار ہوگی تاہم اس نے یہ گزارش کی، ڈانٹ کر فرمایا تم لوگوں پر ظلم کرنا چاہتے ہو تم تمام مسلمانوں کے برابر ہو۔

(طحاوی کتاب المکاتب فی الوضع عن المکاتب و بیعہ)

اس طرز عمل نے تمام قوم میں مساوات کی روح پھونک دی تھی اس لئے اگر کوئی شخص خلفاء کے ساتھ کسی قسم کا غیر مساویانہ برتاؤ کرتا تھا تو تمام لوگ برہم ہو جاتے تھے، حضرت امیر معاویہؓ پہلی بار شام سے حج کو آئے تو ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک ایھا الامیر ورحمتہ اللہ تمام اہل شام بگڑ گئے اور کہا کہ یہ منافق کون ہے جو صرف امیر المومنین کو سلام کرتا ہے۔

(الادب المفرد باب التسلیم علی الامیر)

<u>زہد و تواضع:</u>

سلاطین و امراء کے جاہ جلال سے اگرچہ انسان دفعتاً مرعوب ہو جاتا ہے لیکن حقیقی اطاعت اور اصلی محبت صرف زہد تواضع سے پیدا ہو سکتی ہے صحابہ کرام کے دور خلافت میں

اگر چہ دنیا نے ان کے سامنے خزانے اگل دیئے تاہم انہوں نے اپنی قدیم سادگی اور خاکساری کو ہمیشہ قائم رکھا اسلئے عرب کی غیور طبیعتوں کو انکی اطاعت اور فرمانبرداری سے کبھی عار و استنکاف نہیں ہوا۔

حضرت ابو بکرؓ خلافت سے پہلے بکریاں دوہا کرتے تھے منصب خلافت سے ممتاز ہوئے تو ایک چھوکری نے کہا ''اب وہ ہماری بکریاں نہ دوہیں گے'' انہوں نے سنا تو بولے'' خدا کی قسم ضرور دوہوں گا، خدا نے چاہا تو میری خلافت میری قدیم حالت میں تغیر نہ پیدا کرے گی چنانچہ امور خلافت کو بھی انجام دیتے تھے اور ان بکریاں بھی دوہتے تھے، بلکہ ضرورت ہوتی تو ان کو چرا بھی لاتے تھے۔

ایک دن انہوں نے پینے کا پانی مانگا تو لوگ شہد کا شربت لائے پیالے کو منہ سے لگا کر ہٹا دیا اور رونے لگے جو لوگ پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی رو پڑے تھوڑے دیر کیلئے چپ ہو گئے پھر دوبارہ رونا شروع کیا، لوگوں نے پوچھا آخر آپ کیوں روئے فرمایا میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا میں نے دیکھا کہ آپ کسی آدمی کو دھکیل رہے ہیں حالانکہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ تھا میں نے پوچھا یہ آپ کس کو دھکیل رہے ہیں؟ فرمایا دنیا میرے سامنے مجسم ہو کر آئی ہے میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جا وہ ہٹ گئی پھر دوبارہ آئی اور کہا کہ آپ مجھ سے بچ کر نکل جائیں تو نکل جائیں لیکن آپ کے بعد کے لوگ مجھ سے نہیں بچ سکتے، مجھے یہی واقعہ یاد آ گیا اور مجھے خوف پیدا ہوا کہ وہ کہیں مجھ سے چمٹ نہ جائے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو بکرؓ صدیق)

حضرت عمر کسریٰ و قیصر کے خزانے کے کلید بردار تھے لیکن زہد و تواضع کا یہ حال تھا کہ ایک دن انہوں نے پینے کا پانی مانگا لوگ شہد کا شربت لائے پیالے کو ہاتھ پر رکھ کر تین بار فرمایا کہ اگر پی لوں تو اس کی مٹھاس چلی جائے گی اور تلخی (عذاب) باقی رہ جائے گی'' یہ کہہ کر ایک آدمی کو دیدیا اور وہ اس کو پی گیا۔

ایک بار انکے پاس حضرت عتبہ بن فرقدؓ آئے دیکھا کہ زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی

کھا رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے انکو بھی شریک طعام کر لیا لیکن یہ لقمہ ہائے خشک ان کے گلے سے نہ اترے وہ عیش وطرب کے ساز و برگ دیکھ چکے تھے بولے "یا امیر المومنین آپکو میرے سے رغبت ہے؟" فرمایا "کل مسلمانوں کو مل سکتا ہے" انھوں نے کہا نہیں بولے کیا تم چاہتے ہو کہ میں دنیا ہی میں کھانے پینے کا مزہ اڑا لوں؟

ایک دن حضرت حفصہؓ کے یہاں آئے انہوں نے سالن میں زیتون کا تیل ڈال کر سامنے رکھ دیا، بولے ایک برتن میں دو سالن تا دم مرگ نہ کھاؤں گا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ)

عین زمانہ خلافت میں انکے سامنے کھجوریں رکھ دی جاتی ہیں اور وہ سڑی گلی کھجوریں تک اٹھا کر کھا جاتے تھے۔ (موطائے امام مالک کتاب الجامع باب جامع ما جاء فی الطعام والشرب)

لباس اس سے بھی زیادہ سادہ تھا حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ میں نے زمانہ خلافت میں دیکھا کہ ان کے کرتے کے مونڈھے پر تہ بہ تہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔

(موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ما جاء فی لبس الثیاب)

جاہ جلال کے موقعوں پر بھی یہی سادگی قائم رہتی تھی، شام کے دورے کو گئے تو شہر کے قریب پہنچ کر اپنے اونٹ پر غلام کو سوار کر دیا اور خود غلام کے اونٹ پر سوار ہو لئے۔ لوگ استقبال کیلئے چشم براہ تھے قریب پہنچے تو حضرت سالمؓ نے لوگوں کو اشارے سے بتایا کہ امیر المومنین یہ ہیں۔ لوگ تعجب سے باہم کانا پھوسی کرنے لگے فرمایا انکی نگاہیں اہل عجم کے جاہ وحشم کو ڈھونڈ رہی ہیں۔

(موطائے امام محمد باب الزہد والتواضع)

ایلہ کو گئے تو اونٹ پر بیٹھے بیٹھے گاڑھے کی قمیض پھٹ گئی اس لئے وہاں کے پادری کو دیدیا کہ اس کو دھو کر پیوند لگا دے وہ قمیص میں پیوند لگا کر لایا تو اس کے ساتھ خود اپنی طرف سے ایک نئی قمیص بھی دی، لیکن انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ "میری قمیض پسینہ خوب

جذب کرتی ہے۔

(نزہتہ الابرار تذکرہ حضرت عمرؓ)

ایک دن منبر پر چڑھ کے فرمایا کہ ایک دن وہ تھا کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ اسکے عوض میں مٹھی بھر کھجور دیدیا کرتی تھیں آج میرا زمانہ ہے یہ کہہ کر منبر سے اترے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا یہ تو آپ نے اپنی تنقیص کی' بولے تنہائی میں میرے دل نے کہا تم امیر المومنین ہو تم سے افضل کون ہوسکتا ہے؟ اسلئے میں نے چاہا کہ اس کو اپنی حقیقت بتادوں۔

(طبری صفحہ ۲۵۵۸)

انکے دروازے پر دربان اور پہرے دار نہ تھے وہ خود چپراسی تھے جہاں ضرورت ہوتی تھی خود چلے جاتے تھے اور کام انجام دے کر چلے آتے تھے ایک دن حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس آئے لونڈی انکے بالوں سے جوئیں نکال رہی تھی انہوں نے اسکو ہٹانا چاہا بولے ''رہنے دو ابھی'' انہوں نے کہا ''یا امیر المومنین اگر آپ بلوا بھیجتے تو میں خود حاضر ہوتا'' بولے ضرورت تو مجھ کو تھی۔

(الادب المفرد باب من کانت لہ حاجۃ فھو احق ان یذہب الیہ)

حضرت عثمانؓ اگرچہ بذات خود دولت مند تھے لیکن زمانہ خلافت میں نہایت سادہ زندگی بسر فرماتے تھے مسجد میں سرہانے چادر رکھ کر لیٹ جاتے تھے اٹھتے تو بدن میں کنکریوں کے چبھنے کے نشان نظر آتے تھے لوگ دیکھتے تھے تو کہتے تھے امیر المومنین ہیں ۔(الریاض النضرۃ صفحہ ۱۱۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوتراب کا خطاب عطا فرمایا تھا اور خاکساری نے ان کو اس لقب کا صحیح مصداق بنادیا تھا۔ تمام لوگ انکی خدمت واطاعت کو اپنا فخر سمجھتے تھے لیکن وہ خود بازار سے اپنا سودا سلف خرید کر لاتے تھے ایک دن بازار میں کھجوریں خریدیں اور خود اٹھا کر لے چلے ایک آدمی نے کہا امیر المومنین میں پہنچا

دوں بولے بچوں کا باپ ہی اسکا زیادہ مستحق ہے۔(الادب المفرد باب الکبر)

زہد وتورع کا یہ حال تھا کہ اپنے لئے کبھی اینٹ پر اینٹ اور شہتیر پر شہتیر نہیں رکھی یعنی گھر نہیں بنایا۔(اسد الغابہ تذکرہ حضرت علیؓ) بیت المال میں جو کچھ آتا اسی وقت تقسیم کردیتے اور کہتے کہ اے دنیا مجھے فریفتہ نہ کر۔(استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

لباس نہایت سادہ پہنتے تھے ایک شخص نے دیکھا تو انکے بدن پر ایک پھٹی پرانی قمیض ہے جب آستین کھینچی جاتی ہے تو ناخن تک پہنچ جاتی ہے اور چھوڑ دی جاتی ہے تو سکڑ کر نصف کلائی تک جاتی ہے اسی سادہ لباس میں فرائض خلافت ادا کرنے کیلئے بازاروں میں پھرا کرتے تھے۔

(استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

ایک شخص کا بیان ہے کہ "میں نے دیکھا کہ گاڑھے کا تہ بند باندھے ہوئے اور گاڑھے کا چادر اوڑھے ہوئے بازار میں پھر رہے ہیں ہاتھ میں درہ ہے اور لوگوں کو سچائی اور حسن معاملہ کا حکم دے رہے ہیں۔لیکن بعض اوقات یہ سادہ لباس بھی بہ مشکل میسر ہوتا تھا ایک دن منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ میری تلوار کون خریدتا ہے؟ اگر میرے پاس تہ بند کے دام ہوتے تو میں اس کو فروخت نہ کرتا" ایک شخص نے اٹھ کر کہا "ہم آپ کو تہ بند کی قیمت قرض دیتے ہیں،

دربان اور پہریدار کا جھگڑا نہیں رکھا تھا تنہا اٹھتے اور مسجد کو چلے جاتے۔(ایضاً)

ایثار:

خلافت الٰہی ایک خوان نعمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ خود اپنے ہاتھ سے دنیا کے سامنے چن دیتا ہے لیکن بد بخت لوگ تمام کو دنیا کو بھوکا رکھتے ہیں اور خود اپنا پیٹ بھرتے ہیں مگر خدا کے برگزیدہ بندے پہلے تمام دنیا کو کھلاتے ہیں، پھر جو کچھ بچ رہتا ہے خود کھاتے ہیں صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے اسلئے انہوں نے اس خوان نعمت کو تمام دنیا کیلئے وسیع اور

اپنے لئے تنگ کردیا تھا۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم فرمائیں ایک عمدہ چادر رہ گئی تو کسی نے کہا کہ "اپنی بی بی اُم کلثوم کو دید یجئے" بولے ام سلیط اسکی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ غزوہ احد میں مشک بھر بھر کر پانی لاتی تھیں اور ہم کو پلاتی تھیں۔

(بخاری کتاب الجہاد باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو)

ایک دن مسلمانوں کو حلے تقسیم فرمارہے تھے ایک نہایت عمدہ حلہ نکلا تو لوگوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دید یجئے بولے نہیں مہاجر بن سعید ابن عتاب یا سلیط بن سلیط کو دوں گا۔

(اصابہ تذکرہ عتاب)

انہوں نے اپنے اپنے عہد خلافت میں ازواج مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے اور جب میوہ یا کھانے کی کوئی عمدہ چیز آتی تو ان میں بھر کے ازواج مطہرات کی خدمت میں بھیجتے لیکن سب سے آخری پیالہ حضرت حفصہؓ کے پاس بھجواتے تھے تاکہ جو کمی ہو وہ ان کے حصہ میں آئے۔ (موطائے امام مالک کتاب الزکوۃ باب جزیۃ اہل الکتاب والمجوس)

لوگوں کے وظیفے مقرر فرمائے تو لوگوں نے کہا کہ رجسٹر میں پہلے اپنا نام درج فرمایئے بولے نہیں اپنے آپ کو میں وہاں ہی رکھوں گا جہاں مجھ کو خدا نے رکھا ہے" چنانچہ رسولؐ کے قرابت داروں کے نام پہلے لکھوائے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا وظیفہ اسامہ بن زیدؓ سے کم مقرر فرمایا تو انہوں نے کہا کہ وہ مجھ سے کسی چیز میں آگے نہیں رہے بولے "انکے باپ تمہارے باپ سے اور وہ تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے۔ (فتوح البلدان ص ۴۶۲)

امراء وعمال مقرر فرمائے تو اپنے خاندان کے کسی شخص کو کوئی عہدہ نہیں دیا انکے خاندان میں صرف نعمان بن عدی ایک ایسے بزرگ ہیں جن کو میسان کا عامل مقرر فرمایا تھا لیکن

تھوڑے ہی دنوں کے بعد انکو ایک جرم پر موقوف کر دیا۔ (اسد الغابہ جلد ۵ ص ۲۷ تذکرہ نعمان بن عدی)

اس سے بڑھ کر کیا ایثارِ نفسی ہو سکتی ہے کہ اپنے لوگوں کو خلافت کیلئے منتخب نہ فرمایا ان میں اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی نسبت صاف تصریح کر دی کہ خلافت میں انکا کوئی حصہ نہیں چنانچہ بخاری میں یہ واقعہ بہ تصریح مذکور ہے۔

حق پسندی:

اگر خود امراء و سلاطین میں حق پسندی کا مادہ موجود نہ ہو تو رعایا کی آزادی، نکتہ چینی اور حقوق طلبی بالکل بیکار ہے لیکن صحابہ کرام کے دور میں خود خلفاء میں حق پسندی کا اس قدر مادہ موجود تھا کہ ہر جائز نکتہ چینی کے سامنے سرتسلیم خم کر دیتے تھے اس لیے ایک طرف تو ان نکتہ چینیوں کے عملی نتائج نکلتے تھے دوسری طرف قوم میں جائز آزادی کا مادہ پیدا ہوتا تھا جو خلافت کے استحکام کا سب سے زیادہ قوی سبب تھا۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے خزائن کعبہ کو تقسیم کرنا چاہا، لیکن حضرت شیبہؓ نے اسکی مخالفت کی اور کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ آپ سے زیادہ محتاج تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے تقسیم سے فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔

(ابو داؤد کتاب المناسک باب فی مال الکعبۃ)

ایک بار حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بی بی کو شوہر کی دیت میں وراثت نہیں ملتی حضرت ضحاکؓ ابن سفیان نے کہا نہیں اشیم انصابی کی بی بی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحریری فرمان کے ذریعہ سے اس کے شوہر کی دیت دلوائی تھی حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی رائے بدل دی۔

(ابو داؤد فی المراۃ ترث من دیۃ زوجہا)

ایک پاگل عورت مرتکب زنا ہوئی، لوگوں نے اس کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے رجم کا حکم دیا لوگ اس کو سنگسار کرنے کیلئے لے

جارہے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آ گئے اور واقعہ معلوم ہونے پر کہا کہ اسکو واپس لے چلو حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے تو کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ پاگل مرفوع القلم ہے پھر اسکو کیوں سنگسار کرتے ہیں؟ انہوں نے اسکو رہا کر دیا اور غلغلہ تکبیر بلند کیا۔

(ابوداؤد کتاب الحدود باب فی المجنون یسرق اویصیب)

ایک بار حضرت ابو مریمؓ ازدی حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں آئے انکو انکا آنا ناگوار ہوا اور بولے کہ ہم تمہارے آنے سے خوش نہیں ہوئے'' انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا جس کو مسلمانوں کا والی بنائے اگر وہ انکی حاجتوں سے آنکھ بند کر کے پردہ میں بیٹھ جائے تو خدا بھی قیامت کے دن اسکی حاجتوں کے سامنے پردہ ڈال دے گا حضرت امیر معاویہؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں کی حاجت براری کیلئے ایک مستقل شخص مقرر کر دیا۔ (ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ)

رحم وشفقت:

اخلاقی کتابوں میں بادشاہ کو رعایا کا باپ کہا گیا ہے لیکن دنیائے قدیم میں کتنے مسند آرائے سریر سلطنت گزرے ہیں اور دنیائے جدید میں کتنے مدعیان تخت وتاج ہیں جنہوں نے اپنے بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا ہے۔ لیکن صحابہ کرام نہ صرف مجازاً بلکہ حقیقتاً ان بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتے تھے (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ جلد۲ صفحہ۲) اور ان سے دائمی اطاعت کا خاموش معاہدہ لیتے تھے حضرت ابوبکرؓ کو بچے دیکھتے تو دوڑ کر کہتے اے باپ وہ محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے چھوکریاں کہتیں کہ آپ ہماری بکریوں کا دودھ کیوں نہیں دوہتے؟ وہ دودھ دوہ دیتے اور کہتے کہ اگر ضرورت ہو تو چرا بھی لاؤں مدینہ کے کسی گوشہ میں ایک بڑھیا رہتی تھی وہ رات کو جاتے اس کی ضروریات انجام دے آتے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابوبکرؓ) جاڑوں کے دن میں چادریں خرید کر مدینہ کی بیواؤں میں تقسیم فرماتے۔ (کنز العمال جلد۳ ص ۱۳۱)

حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو ان کی قدیم شدت وجلالت کے تصور سے تمام صحابہ

کانپ اٹھے اور کہنے لگے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے؟ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو ایک عام مجمع کیا اور منبر پر چڑھ کر فرمایا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ میری سختیوں سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں عمر ہم پر سختی کرتے تھے پھر حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو اس وقت بھی عمر ہمارے ساتھ سختی سے پیش آئے اب جب کہ وہ خود خلیفہ ہوئے ہیں تو خدا جانے کیا غضب ہوگا؟ لوگوں نے بالکل سچ کہا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک خادم تھا اور آپ کی رحمت و شفقت کا درجہ کون حاصل کرسکتا ہے؟ خدا نے خود آپ کو رؤف الرحیم کہا ہے جو خود خدا کا نام ہے، پھر ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے اور ان کے رفق وملاطفت کا بھی آپ لوگوں کو انکار نہیں ہے انکا بھی ایک خادم اور مددگار تھا اس لئے انکی نرمی کے ساتھ اپنی سختی کو ملا دیتا تھا، اور تیغ بے نیام ہو جاتا تھا وہ چاہتے تھے تو اس سے وار کرتے تھے ورنہ میان میں ڈال دیتے تھے لیکن اب جب کہ خود خلیفہ ہو گیا ہوں تو یقین کرو کہ وہ سختی دوگنا ہو گئی ہے لیکن صرف ان لوگوں کے لیے جو مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں رہے نیک اور دیندار لوگ تو میں ان کیلئے اس سے زیادہ نرم ہوں جس قدر وہ باہم نرم خوء ہیں۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد ۲ ص ۴)

حدیث رجال اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت عمرؓ کی زندگی کا ایک ایک پہلو محفوظ ہے اس سب پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس خطبہ کا ایک ایک لفظ کس قدر سچائی کس قدر صداقت اور کس قدر راستبازی سے لبریز تھا انہوں نے کہا تھا کہ وہ دین دار لوگوں کیلئے سب سے زیادہ نرم ہوں گے، واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت ایسے ہی تھے حضرت سعید بن یربوعؓ ایک صحابی تھے جو ان کے عہد خلافت میں اندھے ہو گئے تھے حضرت عمرؓ انکے پاس تعزیت کو آئے اور کہا کہ کوئی جمعہ ناغہ نہ کرنا اور مسجد نبوی میں برابر شریک جماعت ہونا بولے "مجھے کون لے جائے گا" پلٹے تو اس کام کیلئے انکے پاس ایک

غلام بھیج دیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعید بن یربوعؓ)

ایک بار حضرت احنف بن قیسؓ بصرہ کے وفد کے ساتھ آئے اور کہا کہ "ہم ایک بنجر زمین میں آباد ہیں" اسکے مشرقی جانب کھاری سمندر ہے اور مغربی جانب چٹیل میدان، نہ ہمارے پاس کھیت ہیں نہ مویشی دو کوس سے ضعیف لوگ پانی لاتے ہیں، عورتیں پانی بھرنے جاتی ہیں تو بچوں کو بکری کی طرح باندھ دیتی ہیں کہ کہیں درندے نہ اٹھا لے جائیں تو کیا ہماری ضرورت پوری نہ کریں گے؟ حضرت عمرؓ نے فوراً بصرہ کے بچوں کے وظیفے مقرر کر دیئے اور حضرت ابو موسی اشعریؓ کو لکھ بھیجا کہ ان کیلئے ایک نہر کھدوا دیں۔ (فتوح البلدان ص ۳۶۴)

جن عورتوں کے شوہر سفر میں ہوتے انکے گھر خود تشریف لے جاتے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرتے اور کہتے تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ تمہیں کسی نے ستایا تو نہیں؟ اگر تمہیں سودے سلف کی ضرورت ہو تو میں خرید دوں، مجھے خوف ہے کہ بیع وشراء میں تم لوگ دھوکا نہ کھا جاؤ۔ وہ اپنی لونڈیاں ساتھ کر دیتیں بازار میں جاتے تو ان لونڈیوں اور غلاموں کا جھرمٹ ساتھ ہوتا ان کا سودا سلف خرید دیتے جن کے پاس دام نہ ہوتے خود اپنی گرہ سے دیتے مجاہدین کے خطوط آتے تو خود انکی بیبیوں کے پاس لیکر جاتے اور کہتے کہ اگر کوئی پڑھنے والا نہ ہو تو دروازہ کے قریب آ جاؤ میں پڑھ دوں قاصد فلاں دن جائے گا جواب لکھوا رکھو کہ بھیجوں پھر خود ہی کاغذ دوات لے کر جاتے جن عورتوں کے خطوط تیار ہوتے انکو لے لیتے ورنہ کہتے کہ دروازے کے پاس آ جاؤ میں خود لکھ دوں سفر میں ہوتے تو اپنے اونٹ پر ستو کھجور مشک اور پیالے ساتھ رکھتے جو لوگ کسی ضروت سے پاس آتے ان سے کہتے کہ لو کھاؤ جب کوچ کر چکتے تو منزل کی دیکھ بھال فرماتے اگر کوئی چیز گری ہوتی تو اٹھا لیتے اگر کوئی شخص لنگڑا لولا ہوتا یا اسکا اونٹ بیمار ہوتا تو اس کیلئے کرایہ کا اونٹ کر دیتے قافلہ روانہ ہوتا تو پیچھے پیچھے چلتے کوئی چیز گر پڑتی تو اٹھا لیتے لوگ منزل پر اترتے تو گم شدہ چیزوں کی تلاش میں خود امیر المومنین کے پاس آتے۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد۲ص ۴۵بروایت ابوحنیفہ)

ایک بار بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت آئی اور کہا کہ "یا امیر المومنین میرا شوہر مر گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں نہ وہ کوئی کام کر سکتے ہیں نہ انکے پاس کھیتی ہے نہ مویشی مجھے خوف ہے کہ ان کو درندے نہ کھا جائیں میں خفاف بن ایما الغفاری کی لڑکی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے" حضرت عمرؓ فوراً ٹھہر گئے وہاں سے پلٹے تو ایک اونٹ پر غلہ اور کپڑا لاکر اسکے پاس لائے اور ہاتھ میں اونٹ کی مہار دے کر کہا کہ "اسکو ہانک لے جاؤ" جب یہ ختم ہو جائے گا تو پھر خدا دے گا ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آپ نے اسے بہت دیا بولے ارے کم بخت اسکے باپ اور بھائی دونوں نے میرے سامنے ایک قلعہ کا مدتوں محاصرہ کیا اور اس کو فتح کیا۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ)

ایک بار سفر حج کو جا رہے تھے، راہ میں ایک بڈھا ملا اور اس نے قافلہ کو روک کر پوچھا کہ تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ جب معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو چکا تو اس نے شدت سے گریہ و بکا کیا پھر پوچھا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا نام بتایا بولا وہ تم میں ہیں؟ جب اسکو انکی وفات کی خبر ہوئی پھر اسی طرح گریہ و بکا کی۔ پھر پوچھا کہ ان کے بعد کس نے زمام خلافت ہاتھ میں لی؟ بولے عمر بن الخطاب اس نے پوچھا وہ تم میں ہے؟ جواب دیا کہ تم سے وہی گفتگو کر رہے ہیں اس نے کہا تو میری فریاد رسی کیجئے مجھے کوئی فریاد رس نہیں ملتا حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم کون ہو؟ تمہاری فریاد سن لی گئی" بولا میرا نام ابو عقیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دعوت اسلام دی، میں آپ پر ایمان لایا آپ نے مجھے ستو پلایا اور میں اب تک اسکی سیری و سیرابی کو محسوس کرتا ہوں، میں نے بکری کا ایک گلہ خریدا اور اب تک انکو چراتا ہوں نماز پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں لیکن اس سال بدبختی نے ایک بکری کے سوا کچھ نہ چھوڑا تھا اسکو بھی بھیڑیا اٹھالے گیا اب آپ میری دستگیری فرمایئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم سے

چشمہ پر ملو منزل پر پہنچے تو اونٹنی کی لگام پکڑے بھوکے پیاسے بڈھے کا انتظار کرتے کرتے تنگ آ چکے تو صاحب حوض کو بلا کر کہا کہ فلاں بڈھا آئے گا تو اس کے اہل وعیال کو کھلاتے پلاتے رہو یہاں تک کہ میں حج سے واپس آ جاؤں حج سے پلٹے تو صاحب حوض سے اس کے متعلق دریافت فرمایا اس نے کہا کہ وہ مبتلائے بخار آیا تھا اور تین دن کے بعد مر گیا میں نے اس کو دفن کر دیا اور یہ اسکی قبر ہے حضرت عمرؓ نے فوراً اس کی قبر پر نماز پڑھی اور اس سے لپٹ کر رو دیئے اسکے اہل وعیال کو ساتھ لے گئے اور تا دم مرگ ان کی وجہ معاش کے متکفل رہے۔(اسد الغابہ تذکرہ ابو عقیل)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بازاروں میں جاتے تو بھولے بھٹکے لوگوں کو راستہ دکھاتے حمالوں کے سر پر سے بوجھ اٹھا لیتے اگر کسی کے جوتے کا تسمہ گر جاتا تو اسے اٹھا کر دے دیتے اور یہ آیت پڑھتے:

تلک الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين۔ (الریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ۲۳۴)

''ہم نے دار آخرت کو ان لوگوں کیلئے بنایا ہے جو زمین میں فساد اور غلبہ حاصل کرنا نہیں چاہتے اور عاقبت صرف پرہیزگاروں کیلئے ہے''۔

حلم وعفو:

حلم وعفو سیادت کا ایک ضروری عنصر ہے کہ عرب کے ان پڑھ بدو بھی اس سے واقف تھے چنانچہ ایک جاہلی شاعر کہتا ہے۔

اذا شئت يوما ان تسود عشيرة فبالحلم سد لا بالتزع والشتم

اگر تم کسی قبیلے کے سردار بننا چاہتے ہو، تو حلم و بردباری کے ساتھ سرداری کرو نہ کہ اشتعال وشتم کیساتھ

بالخصوص عرب کی مشتعل طبیعتوں پر تو صرف یہی ایک ایسی چیز تھی جو چھینٹا ڈال سکتی تھی اگر ان کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جاتا تو روز روز بغاوت کے شعلے بلند ہوتے۔ اس لئے صحابہ کرام نے نہایت معتدل اصول سیاست اختیار فرمایا تھا۔

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول لا یصلح ھذا الا مر الا بشدۃ فی غیر تجبر ولین فی غیر وھن۔

(کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف)

''حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ خلافت اس وقت تک صحیح اصول پر قائم نہیں رہ سکتی جب تک ایسی سختی نہ کی جائے جو ظلم کی حد تک نہ پہنچے اور ایسی نرمی نہ اختیار کی جائے جو کمزوری پر مبنی ہو''

لیکن یہ سختی بھی حقوق العباد اور حقوق اللہ تک محدود تھی ورنہ ذاتی معاملات میں وہ روئی کے گالے کی طرح نرم ہو جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کا اعلان کیا تو ایک شخص نے کہا۔

ما عدلت یا عمر لقد نزعت عاملا استعملہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وغمدت سیفاسلہ رسو ل صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ووضعت لواء نصبہ رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولقد قطعت الر حم وحسدت ابن العم۔

''عمر تو نے انصاف نہیں کیا اور ایسے عامل کو معزول کیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا اور اس تلوار کو میان میں کر دیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھینچا تھا ایک ایسے جھنڈے کو پست کر دیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم کیا تھا تم نے قطع رحم کیا اور اپنے چچا جان بھائی پر حسد کیا۔
''

یہ الفاظ مجمع عام میں کہے گئے تاہم حضرت عمرؓ نے ان کو سن کر صرف اس قدر کہا کہ تم کو کم سنی اور قرابت مندی کی بنا پر اپنے چچا زاد بھائی کی حمایت میں غصہ آ گیا۔

(اسد الغابہ تذکرہ احمد بن حفص مخزومی)

ایک دفعہ وہ مسجد سے آرہے تھے راہ میں ایک صحابیہ سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے انکو سلام کیا بولیں اے عمر میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تم کو لوگ عکاظ میں عمرؓ کہتے تھے اور اب تو تمہارا لقب امیر المومنین ہے پس رعیت کے معاملہ میں خدا سے ڈرو اور یقین کرو کہ جو شخص عذاب خداوندی سے ڈرے گا اس پر بعید قریب ہو جائے گا۔ اور جو موت سے ڈرے گا اسکو فوت ہو جانے کا خوف لگا رہے گا، ایک شخص جو ساتھ میں تھے بولے بی بی تم نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا لیکن حضرت عمرؓ نے کہا جانے دو یہ خولہ بنت حکیم ہیں اور عبادہ بنت صامت کی بی بی ہیں اللہ تعالی نے ساتھ آسمان کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی پھر عمرؓ کو تو اور سننا چاہیے لے

<u>مساوات فی الحقوق:</u>

رعایا اگرچہ بادشاہ کے تفوق وامتیاز کو گوارا کر لیتی ہے لیکن وہ باہمی تفریق وامتیاز کو کبھی گوارا نہیں کرتی، اسلئے اگر کوئی بادشاہ تمام رعایا کو اپنا گرویدہ بنانا چاہتا ہے تو اس کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ان کے حقوق میں ہمواری اور مساوات پیدا کرے، صحابہ کرام کے دور خلافت کے ابتدائی زمانہ میں جو اتفاق واتحاد قائم رہا اس کا سنگ بنیاد خلیفہ کا یہی مساویانہ طرز عمل تھا اول اول حضرت ابوبکرؓ کے سامنے جب خراج وزکوۃ کا مال آیا تو انہوں نے سب پر برابر تقسیم کر دیا اور چھوٹے بڑے آزاد غلام، مرد اور عورت سب نے سات سات درہم سے کچھ زیادہ پایا دوسرے سال اس سے زیادہ مال آیا اور ہر شخص کو بیس بیس درہم ملے اللہ تعالی کے اس فضل وبرکت کو دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے تمام لوگوں کو برابر کر دیا حالانکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے مسائل انکی ترجیح کی سفارش کرتے ہیں لیکن انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ فضائل کا ثواب خدا دیگا یہ معاش کا

معاملہ ہے اس میں مساوات ہی بہتر ہے۔ (کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف ص ۲۴)

حضرت عمرؓ نے اگر چہ فضائل کے لحاظ سے وظائف کے مختلف مدارج قائم کیے تھے تاہم ان کے دل میں بھی یہ ناہمواری ہمیشہ کھٹکتی رہتی تھی چنانچہ اپنی خلافت کے اخیر زمانے میں خود یہ الفاظ فرمائے۔

انی کنت تالفت الناس بما صنعت فی تفضیل بعض علے بعض وان عشت هذه السنة ساویت بین الناس فلم افضل احمر علی اسود ولا عربیا علی عجمی و صنعت کما صنع رسول الله وابوبکر۔

میں نے بعض لوگوں کو بعض لوگوں پر جو ترجیح دی تھی اسکا مقصد صرف تالیف قلوب تھا لیکن اس سال زندہ رہا تو سب کے حقوق برابر کر دوں گا اور سرخ کو سیاہ پر عرب کو عجمی پر کوئی ترجیح نہ دوں گا اور وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر نے کیا تھا۔'' (یعقوبی مطبوعہ یورپ ج ۲ ص ۱۷۶)

<u>رعایا کے حقوق کا اعلان:</u>

رعایا اور بادشاہ کے تعلقات اس قدر نازک مشتبہ اور پیچیدہ ہوتے ہیں کہ اگر وضاحت کے ساتھ انکا اعلان نہ کر دیا جائے تو رعایا کے تمام حقوق و مطالبات پامال ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ ظالم سلطنتیں ان حقوق سے رعایا کو عموماً ناواقف رکھنا چاہتی ہیں اور ان کا تفصیلی اعلان تو عادل سے عادل سلطنت بھی نہیں کرتی لیکن صحابہ کرام دنیا میں معیار عدل کے قائم کرنے کیلئے آئے تھے اسلئے انہوں نے اپنے دور خلافت میں نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ان حقوق کا اعلان کیا چنانچہ حضرت عمرؓ نے خاص اس موضوع پر ایک خطبہ دیا جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ خلیفہ رعایا کے حقوق و اختیارات بتائے انہوں نے فرمایا۔

''صاحبو کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ معصیت الہی میں اس کی اطاعت کی جائے صرف تین طریقے ہیں جن کے اختیار کرنے سے یہ مال مال صالح ہوسکتا

ہے یہ کہ حق کے ساتھ وصول کیا جائے حق میں صرف کیا جائے اور نا جائز طریقے سے اس کو نہ خرچ کیا جائے میری اور تمہارے مال کی مثال یتیم کے ولی کی مثال ہے اگر میں متمول ہوں گا تو اس کے لینے سے احتراز کروں گا میں کسی کو یہ موقع نہ دوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے اگر کسی نے ایسا کیا تو میں اسکے چہرے کو اپنے پاؤں سے مسل دوں گا کہ راہ حق پر آ جائے''

مجھ پر تمہارے چند حقوق ہیں جن کو میں اسلئے بیان کرتا ہوں کہ تم مجھ سے انکا مطالبہ کرسکو میرا فرض ہے کہ میں خراج اور خمس کا مال جائز طریقے سے وصول کروں میرا فرض ہے کہ تمہارے وظائف کو بڑھاؤں اور سرحد کی حفاظت کروں اور میرا فرض ہے کہ تم کو خطرے میں نہ ڈالوں۔''

لیکن ان حقوق کی عملی تشکیل زیادہ تر امراء و عمال کے ہاتھ میں تھی اسلئے انکو مخاطب کر کے فرمایا:

''اچھی طرح سن لو میں نے تم کو ظالم و جبار بنا کر نہیں بھیجا ہے میں نے تم کو ائمہ ہدی بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تمہارے ذریعہ سے سیدھی راہ پائیں پس فیاضی کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق دو نہ انکو مارو کہ وہ ذلیل ہو جائیں نہ ان کی مدح و ستائش کرو کہ انکو تمہارے ساتھ گرویدگی پیدا ہو نہ انکے سامنے اپنے دروازے بند رکھو کہ قوی ضعیف کو نگل جائے اپنے آپ کو ان پر ترجیح دے کر ان پر ظلم نہ کرو انکے ساتھ جہالت سے نہ پیش آؤ ان کے ذریعہ سے کفار کے ساتھ جہاد کرو لیکن اس معاملہ میں ان پر انکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو اگر وہ تھک جائیں تو رک جاؤ لوگو تم گواہ رہنا کہ میں نے ان امراء کو صرف اسلئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں ان میں مال غنیمت تقسیم کریں انکے مقدمات کے فیصلے کریں اور اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آ جائے تو اس کو میرے سامنے پیش کریں۔'' (کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف ص ۳۲۔۳۳)

مشورہ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت بتائی ہے،

امر ھم شوریٰ بینھم

ان کے کام مشورے سے چلتے ہیں

اور صحابہ کرام کا دور خلافت اس آیت کی عملی تفسیر تھا حضرت ابو بکرؓ سیاست کے مہمات مسائل کے علاوہ مقدمات کا فیصلہ بھی مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے مسند دارمی میں ہے۔

کان ابوبکر اذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ ثم فی السنۃ ثم استشار المؤمنین

(کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۴ بحوالہ طبقات ابن سعد)

حضرت ابو بکرؓ کے پاس جب کوئی فریق مقدمہ لے کر آتا تو پہلے کتاب وسنت پر نظر ڈالتے پھر تمام مسلمانوں سے مشورہ لیتے۔

انہوں نے مہاجرین وانصار کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی تھی جس میں حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت زید بن ثابتؓ لازمی طور پر شریک کیے جاتے تھے۔(فتوح البلدان صفحہ ۲۷۶) یہی مجلس شوریٰ تھی جس کو حضرت عمرؓ نے دور خلافت میں نہایت وسیع نہایت باضابطہ اور نہایت مکمل کر دیا لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتوحات کی کثرت اور ملک کی وسعت کی بناء پر اس قدر کثرت سے بحث طلب مسائل پیدا ہوئے کہ ان کیلئے ایک دوسری مجلس کی ضرورت پیش آئی اس لیے انہوں نے مسجد نبوی میں ایک دوسری مجلس شوریٰ قائم کی جس میں صرف مہاجرین شریک ہوتے تھے۔

چنانچہ علامہ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں:

کان للمھاجرین مجلس فی المسجد فکان عمر یجلس معھم فیہ ویحدثھم عما ینتھی الیہ من امر الآ

فاق

مسجد نبوی میں مہاجرین کی ایک مجلس قائم تھی جس میں حضرت عمر ان معاملات کے متعلق گفتگو کرتے تھے جو ان کی خدمت میں اطراف ملک سے پیش ہوتے تھے ۔

ان مجالس کے ذریعہ سے جو امور طے ہوئے وہ بہ تفصیل حدیث وتاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں ۔

نبوت وخلافت میں تفریق وامتیاز:

جس طرح عدم تفریق وامتیاز نے نبوت والوہیت کے ڈانڈے ملا دیئے تھے، اور دنیا نے انبیا کو صفات الٰہی کا مظہر قرار دے لیا تھا اسطرح اگر نبوت وخلافت میں تفریق وامتیاز قائم نہ کی جائے تو دونوں کے حدود باہم مل جائیں خلیفہ پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے پیغمبر ہی کی طرح اسکی اطاعت فرض ہوتی ہے خدا خود فرماتا ہے:

اطیعو االلہ واطیعو االرسول واولی الا مر منکم

خدا کی خدا کے رسول اور امراء کی اطاعت کرو۔

اس بناء پر اگر خلیفہ کی حیثیتیں الگ الگ نہ قائم کی جائیں تو کچھ دنوں میں دونوں ایک ہو جائیں اور شرک فی النبوۃ کی ایک جدید قسم پیدا ہو جائے صحابہ کرام نے خلافت الٰہی کو قائم کیا تو سب سے پہلے نبوت وخلافت میں تفریق وامتیاز قائم کرکے دنیا کو ایک عام غلط فہمی سے محفوظ رکھا اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مورد الزام وشتم بنائے تو اسکی سزا موت ہے اور خود آپ کے عہد مبارک میں اسکی نظیر قائم ہو چکی ہے خلیفہ کے ادب واحترام کا قائم رکھنا بھی اگر چہ امت کا فرض ہے تاہم اسکو اس معاملہ میں وہ درجہ نہیں حاصل ہو سکتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا حضرت ابو بکرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس نکتہ کو سمجھا اور نبوت وخلافت میں فرق وامتیاز قائم کیا۔ ایک بار وہ کسی شخص پر سخت برہم ہوئے سامنے ایک دوسرے صحابہ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے تیور دیکھ کر کہا

ارشاد ہوتو اسکی گردن اڑا دوں غصہ فرو ہوا تو انکو بلا کر پوچھا اگر میں حکم دیتا تو تم واقعی اسکو قتل کر ڈالتے؟ بولے ہاں فرمایا خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

(ابو داؤد کتاب الحدود باب الحکم فی من سب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ایک بار کسی نے انکو **خلیفة** اللہ کہا بولے میں **خلیفة** اللہ نہیں ہوں **خلیفة الرسول** ہوں۔ (استیعاب تذکرہ حضرت ابو بکرؓ)

خانہ جنگی سے اجتناب:

اخیر زمانے میں اگرچہ مسلمانوں کی تلواریں خود مسلمانوں کے خون سے سیراب ہونے لگیں لیکن متعدد تربیت یافتگان عہد نبوت نے اپنے دامن کو اسکی چھینٹوں سے محفوظ رکھا، سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں خانہ جنگی کی آگ بھڑکی لیکن جب لوگوں نے ان کو معرکہ آرا ہونے کا مشورہ دیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بنوں اور خود آپؐ ہی کی امت کا خون بہاؤں۔

(مسند ابن حنبل جلد ا ص ۶۷ مسند عثمان)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں یہ شعلے بلند ہوئے تو حضرت احنف بن قیسؓ انکی حمایت کیلئے اٹھے اتفاق سے حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ہوگی انہوں نے انکو روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اگر دو مسلمان باہم جنگ کریں تو دونوں جہنمی ہیں۔

(بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاہلیۃ)

جنگ صفین میں حامیان علیؓ نے جب حضرت سہل بن حنیفؓ پر الزام لگایا کہ وہ جنگ کرنے میں لیت ولعل کرتے ہیں تو بولے ”ہم نے جب کسی مہم کیلئے کندھے پر تلوار رکھی تو خدا نے اس مشکل کو آسان کر دیا البتہ یہ جنگ ایسی ہے کہ ہم مشک کا ایک منہ بند کرتے ہیں تو دوسرا کھل جاتا ہے (یعنی ایک کے طرفدار ہو کر لڑتے ہیں تو فریق مخالف بھی مسلمان ہی

ہوتا ہے جس سے جنگ کرنا جائز ہے) کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کیوں کر شریک ہوں۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ)

حجاج و حضرت زبیرؓ کے زمانے میں خانہ جنگی ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس دو شخص آئے اور کہا کہ لوگ تباہ ہو گئے آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کیوں نہیں اٹھتے ؟ بولے ''اس لیئے کہ خدا نے میرے بھائی کا خون حرام کر دیا ہے''

دونوں نے کہا خدا تو خود کہتا ہے۔

فقاتلو هم حتى لا تكون فتنة ''جہاد کرو تا کہ فتنہ وفساد نہ ہونے پائے۔''

بولے اتنا تو ہم لڑ چکے کہ فتنہ دب گیا اور دین خدا کا ہو گیا اور اب تم لوگ اس سے لڑنا چاہتے ہو کہ اور بھی فتنہ و فساد ہو اور دین خدا کے سوا دوسرے کا ہو جائے۔

(بخاری کتاب التفسیر باب قولہ قاتلوہم حتی لا تکون فتنہ)

متعدد صحابہ ایسے تھے جو نہ صرف خود الگ رہتے تھے بلکہ دوسرں کو بھی اس خانہ جنگی سے الگ رکھنا چاہتے تھے، چنانچہ حجاج اور حضرت ابن زبیرؓ میں جنگ ہوئی تو حضرت جندب بن عبداللہ بجلیؓ نے عسعس بن سلامہ کے پاس قاصد بھیجا کہ تم لوگوں کو جمع کرو میں انکے سامنے ایک حدیث بیان کروں گا لوگ جمع ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا مقابلہ ہوا تو حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک کافر پر تلوار ماری اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا لیکن انہوں نے اسکا کام تمام کر دیا آپ کو معلوم ہوا تو وہ ہزار عذر کرتے رہے لیکن آپ یہی کہتے رہے کہ قیامت کے دن تم اسکے لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے۔ (مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات الایشرک باللہ شیا دخل الجنتہ وان من مات مشر کا دخل النار)

عمرو بن سعید یزید کی جانب سے مدینہ کا گورنر تھا حجاج اور عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان

جنگ ہوئی تو اس نے مکہ کو فوج بھیجنا چاہی لیکن حضرت ابو شریح انصاریؓ نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو وہ حدیث بیان کروں جس کا آپ نے فتح مکہ کے دن اعلان کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ مکہ کو خدا نے حرم بنایا ہے۔ نہ کہ آدمیوں نے، اس لیے کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ اس میں خون بہائے اگر عمرو بن سعید نے اس حدیث پر عمل کیا ہوتا تو اس آگ کے ایندھن میں کم از کم بہت کچھ کمی آجاتی لیکن اس نے کہا مجھے تم سے زیادہ اسکا علم ہے مکہ کے نافرمانوں اور خونیوں کو اپنے دامن میں پناہ نہیں دے سکتا۔ (بخاری کتاب العلم لیبلغ العلم الشاہد الغائب)

جب ابن زیادہ اور مروان نے شام میں اور حضرت ابن زبیرؓ نے مکہ میں اور قراء نے بصرہ میں یہ طوفان اٹھایا تو بعض لوگ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کے پاس آئے اور اس پر افسوس ظاہر کیا بولے مجھے قریش پر سخت غصہ آتا ہے اے گروہ عرب تم جس ذلت جس گمراہی اور جس افلاس میں مبتلا تھے وہ تم کو معلوم ہے پھر خدا نے تم کو اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے نجات دلائی یہاں تک کہ اس درجہ کو پہنچے اب دنیا نے پھر تم کو برباد کر دیا یہ جو کچھ شام میں ہو رہا ہے خدا کی قسم وہ صرف دنیا کیلئے ہے۔ (کتاب بخاری الفتن)

اگر رعایا میں کسی کی بے چینی اور اضطراب کے آثار نمایاں ہوتے تو قبل اس کے کہ یہ چنگاریاں بھڑکیں صحابہ کرام پند و نصیحت کے چھینٹوں سے انکو بجھانے کی کوشش کرتے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے کوفہ کے گورنر تھے انکا انتقال ہوا تو رعایا میں بے چینی کے آثار نمودار ہوئے حضرت جریر بن عبد اللہؓ نے اسی وقت ایک خطبہ دیا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

علیکم باتقاء اللہ وحدہ لا شریک لہ والو قارو السکینۃ حتی یاتیکم امیر فانما یاتیکم الآ نم قال استعفوا الا میر کم فانہ کان یحب العفو۔

(بخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الدین النصحیۃ)

تمہارے لئے اس حالت میں تقویٰ وقار اور سکون لازم ہے یہاں تک کہ دوسرا امیر آئے اور وہ آنے والا ہے اپنے امیر کو معاف کرو کیونکہ وہ معافی کو دوست رکھتا تھا۔

متعدد صحابہؓ نے اس کشمکش سے الگ ہو کر عزلت گزینی اختیار کر لی تھی، حضرت ابن الحظلیہ دنیا سے قطع تعلق کر کے دمشق میں گوشہ نشین ہو گئے تھے اور شب و روز نماز اور تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت سلمہ بن اکوعؓ ربذہ میں چلے گئے اور عمر بھر وہیں مقیم رہے صرف وفات سے دو چار روز پیشتر مدینہ میں آگئے تھے وہاں انہوں نے شادی بھی کر لی تھی اور اولاد بھی ہوئی تھی ایک بار حجاج نے ان سے کہا کہ گوشہ گیری نے تم کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ بولے نہیں مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی اجازت دی تھی۔

(بخاری کتاب الفتن باب التعرب فی الفتنہ)

حضرت سعید بن وقاصؓ نے اگرچہ عمر بھر فوجی زندگی بسر کی تھی تاہم حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب خانہ جنگی ہوئی تو اس میں بالکل حصہ نہیں لیا اور خانہ نشین ہو گئے، ان کے لڑکے اور بھائی نے ترغیب دی کہ خود دعویٰ خلافت کریں حضرت امیر معاویہؓ نے اعانت کی خواہش کی لیکن وہ اپنے گوشہ عزلت سے نہیں نکلے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن وقاصؓ)

حضرت سعید بن عاصؓ نے بھی فتنہ کے خوف سے بالکل عزلت گزینی اختیار کر لی اور جنگ صفین وجمل کسی میں شریک نہیں ہوئے۔ (اسد الغابہ تذکرہ سعید بن عاصؓ)

حضرت وہبؓ اس زمانہ میں مصر کی ایک وادی میں گوشہ نشین ہو گئے اور وہیں وفات

پائی چنانچہ انکے انتساب سے اس کا نام وادی ہیب پڑ گیا۔ (حسن المحاضرہ جلد ا ص ۱۰۰)

یزید بن معاویہؓ نے حضرت ابو اشعث صنعانیؒ کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ کے لئے بھیجا تو وہ مدینہ میں ایک صحابی کے یہاں اترے اور ان سے کہا کہ اس فتنہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ بولے میرے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اگر اس قسم کے واقعات پیش آئیں تو احد پر جا کر اپنی تلوار توڑ ڈالو اور خانہ نشین ہو جاؤ اگر کوئی جنگ جو تمہارے گھر میں گھس آئے تو بستر پر چلے جاؤ اگر بستر کی طرف بھی بڑھے تو گھٹنوں بل بیٹھ جاؤ اور کہو کہ اپنے اور میرے دونوں کے گناہوں کا بار اپنے سر پر لو اور دوزخ میں چلے جاؤ اس لئے میں نے تلوار توڑ ڈالی ہے اور خانہ نشین ہو گیا ہوں۔ (مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۲۲۶)

اطاعت خلفاء:

معصیت الٰہی کے سوا ہر موقع پر صحابہ کرامؓ کی گردنیں خلفاء کے سامنے جھک جاتی ہیں صحابہ کرام کیلئے روایت حدیث سے زیادہ محبوب اور واجب العمل کوئی کام نہ تھا تاہم جب حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی اور انہوں نے اس پر ٹوک دیا تو کمال اطاعت گزاری کے لہجے میں بولے کہ " اے امیر المومنین اگر آپ فرمائیں تو میں کبھی اس حدیث کو روایت نہ کروں۔ " (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب التیمم)

ایک بار حضرت ابو بکرؓ ایک شخص پر سخت برہم ہوئے سامنے ایک صحابی بیٹھے تھے بولے ارشاد ہو تو اسکی گردن اڑا دوں غصہ فرو ہوا تو پوچھا کہ اگر میں حکم دیتا تو تم واقعی اسکو قتل کر ڈالتے بولے ہاں۔ (ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فی من سب النبیؐ)

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حج کے متعلق لوگوں کو فتویٰ دیا کہ، لیکن ایک آدمی نے کہا ابھی آپ ٹھہر جائیے کیونکہ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) نے دوسرا تغیر کیا ہے انہوں نے فوراً لوگوں سے کہا کہ میں نے فتویٰ دیا ہے جس پر عمل نہ کرو امیر المومنین آرہے ہیں انکی اقتدا کرو۔

(نسائی کتاب الحج باب ترک التسمیہ عندالاہلال)

حضرت ابوذرؓ اور امیر معاویہؓ میں ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا اور یہ اختلاف اس قدر بڑھا کہ امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں انکی شکایت کی انہوں نے انکو بلوا بھیجا اور کہا کہ اگر آپ دمشق سے منتقل ہوکر ربذہ میں آجاتے تو ہم سب قریب ہو جاتے انہوں نے بخوشی انکی اطاعت کی اور ربذہ میں آکر مقیم ہوگئے وہ خود فرماتے ہیں۔

ولو امرواعلی حَبْشِیًا سمعت واطعت۔ (بخاری کتاب الزکوۃ باب ما ادی زکوۃ)

''اگر لوگ مجھ پر حبشی کو بھی امیر بناتے تو میں اسکی اطاعت کرتا''

حضرت عمرؓ نے ایک انصاریہ سے نکاح کیا اس سے بچہ پیدا ہوا اس کے بعد طلاق دیدی ایک دن قبا میں آئے تو دیکھا کہ بچہ کھیل رہا ہے اٹھا کر اپنے سامنے اونٹ پر بٹھا لیا لڑکے کی نانی آئی اور بچے کو چھیننا چاہا، معاملہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بچے کو عورت کے حوالے کردو، حضرت عمرؓ چپ چاپ چلے گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔

(موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب ماجاء فی المونث من الرجال ومن احق بالولد)

بنوامیہ نے اسلام کے نظام سلطنت کو بہت کچھ بدل دیا تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عبدالملک بن مروانؒ کو ایک خط میں لکھا کہ جہاں تک ممکن ہوگا میں تمہاری اطاعت سے دریغ نہ کروں گا۔ (موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی البیعۃ)

یہ اطاعت صرف خلفاء کی زندگی ہی تک محدود نہ تھی بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔

ایک جذامی عورت (غالبًا صحابیہ ہوگی) خانہ کعبہ کا طواف کررہی تھی حضرت عمرؓ بن الخطاب کا گزر ہوا تو فرمایا لوگوں کو اذیت نہ دو گھر میں جا کے بیٹھو وہ جا کر خانہ نشین ہوگئی

حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے جا کر کہا تمہارا روکنے والا تو مر گیا اب گھر سے باہر نکلو، بولی میں ایسی نہیں ہوں کہ زندگی میں انکی اطاعت اور مرنے کے بعد انکی نافرنی کروں۔

(موطائے امام مالک کتاب الحج باب جامع الحج)

جب تمام اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو فسخ کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے اہل وعیال اور نوکر چاکر سب کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ عذر کرنے والوں کیلئے قیامت کے دن جھنڈا قائم کیا جائے گا ہم نے اس شخص کے ہاتھ پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بیعت کی ہے اور میرے خیال میں اس سے بڑھ کر غدر نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص کے ہاتھ پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بیعت کی جائے اور پھر اس سے جنگ کی جائے جس شخص نے اسکی بیعت کی فسخ کیا ہے میرے اور اسکے درمیان کوئی تعلق نہیں۔

(بخاری کتاب الفتن باب اذا قال عند قوم شیا خرج فقال بخلافہ)

لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا مقصد چونکہ خلافت الٰہی کو دنیا کیلئے منبع خیر وبرکات بنانا تھا اسلئے آپ نے اطاعت امراء کی ایک خاص حد مقرر فرمائی تھی اور معاصی ومنکرات کو اطاعت کے دائرہ سے الگ رکھا تھا اور ایک موقع پر صاف صاف فرمادیا تھا کہ اطاعت کا تعلق صرف نیک کاموں سے ہے۔ (بخاری کتاب المغازی)

صحابہ کرامؓ نے اطاعت خلفاء کے متعلق ہمیشہ اسی اصول پر عمل کیا یہی وجہ ہے کہ ان کے عہد میں خلفاء جادہ اعتدال سے سر مو تجاوز نہ کر سکے ایک بار حضرت عمرؓ نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ صاحبو۔ اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ ایک شخص وہیں کھڑا ہو گیا اور تلوار میان سے کھینچ کر بولا تمہارا سر اڑا دیں گے، حضرت عمرؓ نے اس کے آزمانے کو ڈانٹ کر کہا تو میری شان میں یہ لفظ کہتا ہے اس نے کہا ہاں تمہاری شان

میں بولے الحمدللہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں کج ہونگا تو مجھے سیدھا کردیں گے‘‘

خلفائے راشدین کے بعد جب خلافت نے سلطنت کا قالب اختیار کرلیا تو اسوقت بھی صحابہ کرام نے اس اصول کو محفوظ رکھا اور امراء کے ناجائز احکام کے سامنے اپنی گردن خم نہ کی؛

ایک بار مدینہ کے ایک مروانی گورنر نے حضرت سہل بن سعدؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہلوانا چاہا لیکن انہوں نے صاف انکار کردیا۔(مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل علی ابن ابی طالبؓ)

ایک بار حضرت عبادہ بن الصامتؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی علانیہ مخالفت شروع کی انہوں نے حضرت عثمان کو لکھ کر بھیجا کہ عبادہ نے شام میں سخت فتنہ وفساد پھیلا رکھا ہے آپ انکو بلا لیجئے ورنہ میں انکو جلاوطن کردوں گا۔انہوں نے انکو مدینہ میں بلالیا اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کچھ امراء ہوں گے جو بدی کو نیکی اور نیکی کو بدی بنائیں گے اسلئے جو لوگ خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں انکی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۲۵)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ مسجد میں حدیث بیان کررہے تھے حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عبد الرب الکعبہ آئے اور حلقہ میں شامل ہو گئے جب وہ روایت کر چکے تو بولے کہ آپ کا بھتیجا معاویہ ہم کو حکم دیتا ہے کہ باہم ناجائز طور پر اپنا مال کھائیں اور اپنے بھائیوں کو قتل کریں حالانکہ خداوند تعالی فرماتا ہے۔

یـا ایها الذین امنو الا تا کلو اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما

‘‘مسلمانو! اپنے مال باہم ناجائز طور پر نہ کھاؤ بجز اس صورت کے جب تم میں

باہم رضامندی کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم ہوں اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو خدا تم پر مہربان ہے۔"

بولے خدا کی اطاعت میں انکی اطاعت اور خدا کی نافرمانی میں ان کی نافرمانی کرو۔

(مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بالوفاء بیع الخلفا الاول فالاول)

حضرت معاویہؓ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت لینا چاہی تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے سخت مخالفت کی اور کہا کیا ہرقل کی سنت جاری کی جائے گی، کہ جب ایک قیصر مرے گا تو دوسرا قیصر اسکا جانشین ہوگا خدا کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے امیر معاویہؓ نے انکو دولت و مال دے کر ہموار کرنا چاہا اور اس غرض سے انکی خدمت میں لاکھ روپے بھیجے لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں دین کو دنیا کے بدلے میں نہیں بیچ سکتا۔ (اصابہ تذکرہ عبد الرحمٰن بن عبداللہ)

All rights reserved ©2002-2006

<u>سلاطین و امرا کی عملی مخالفت:</u>

صحابہ کرام کے دل میں خدا اور رسول کے سوا کسی کا خوف نہ تھا اسلئے وہ امراء و سلاطین کی دلیرانہ مخالفت کرتے تھے اور جو چیز اصول اسلام اور سنت نبوی کیخلاف ہوتی تھی اس سے انکو روکتے رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کا قدیم نقشہ بدلنا چاہا تو تمام صحابہ نے عام مخالفت کی یہاں تک کہ انکو ایک عام مجمع میں تمام صحابہ کو ہموار کرنا پڑا۔

(مسلم کتاب الصلوۃ باب فضل بناء المسجد)

اخیر زمانہ میں جب خلافت نے حکومت کی شکل اختیار کر لی اس وقت بھی صحابہ کرام نے اس جوہر کو محفوظ رکھا۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عرفات میں کہا کہ لوگ تلبیہ کیوں نہیں کہتے؟ حضرت سعید بن جبیرؓ ساتھ تھے بولے کہ معاویہ کا خوف مانع ہے یہ سننے کے ساتھ ہی خیمے سے نکلے اور تین بار لبیک کہا اور فرمایا کہ علی کے بغض سے انہوں نے سنت کو چھوڑ دیا ہے۔

(نسائی کتاب الحج باب التلبیہ بعرفتہ)

مروان مدینہ کا گورنر تھا، ایک بار حضرت ابو سعید خدریؓ نماز پڑھ رہے تھے مروان کا لڑکا سامنے سے گزرا اور انہوں نے پہلے اسکو ہٹایا تو وہ نہ ہٹا مارا وہ روتا ہوا مروان کے پاس گیا مروان نے کہا اپنے بھتیجے کو کیوں مارا بولے میں نے اسکو نہیں شیطان کو مارا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اگر کوئی شخص حالت نماز میں کسی کے سامنے سے گزرے تو پہلے اسکو ہٹائے اگر نہ ہٹے تو اس سے مقابلہ کرے کیونکہ وہ شیطان ہے۔[1]

ایک دن جمعہ کے روز مروان خطبہ دے رہا تھا، حضرت ابو سعید خدریؓ آئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پولیس نے بٹھانا چاہا لیکن وہ نہ بیٹھے لوگوں نے کہا خدا نے رحم کیا ورنہ وہ آپ کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے تھے، انہوں نے کہا جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسا کرتے ہوئے دیکھ چکا ہوں تو ان دو رکعتوں کو چھوڑ نہیں سکتا آپ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا آپ نے اسی حالت میں دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔

(ترمذی ابواب الجمعہ باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام خطیب)

تشتت واختلاف سے اجتناب:

صحابہ کرام اگرچہ آزادی کی بناء پر خلفاء سے مناظرہ کرتے تھے، مباحثہ کرتے تھے، ردوقدح کرتے تھے، اختلاف کرتے تھے، لیکن اختلاف کو قائم نہیں رکھتے تھے ایک بار حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اختلاف کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہاں دو رکعت نماز پڑھی ۔حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی حضرت عمرؓ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد تم نے اور راستے اختیار کر لئے ہیں میں تو چار رکعت پر دو ہی رکعت کو ترجیح دیتا ہوں لیکن اس کے بعد خود چار رکعت ادا کی، لوگوں نے کہا یہ کیا؟ ابھی تو آپ نے حضرت عثمانؓ پر ردوقدح کی اور پھر چار رکعت نماز پڑھتے ہیں بولے اختلاف بری چیز ہے۔(ابو

داؤد کتاب المناسک باب الصلوٰۃ بالمنیٰ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اگرچہ بے حد متبع سنت تھے اور اس وجہ سے جب منیٰ میں تنہا نماز پڑھتے تھے تو قصر کرتے تھے لیکن جب امام کے ساتھ نماز کا اتفاق ہوتا تو اختلاف کے خوف سے چار ہی رکعت ادا فرماتے تھے۔ (مسلم کتاب الصلاۃ باب قصر الصلاۃ بمنیٰ)

صحابہ کرامؓ اختلاف وتشتت سے اس قدر ڈرتے تھے کہ جن احادیث سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوسکتا تھا اس کی روایت سے بھی احتراز فرماتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن صحابہ کی نسبت ناراضی کے کلمات فرمائے تھے انکو حضرت حذیفہ مدائن میں بعض لوگوں سے بیان کرتے تھے تو وہ لوگ حضرت سلمانؓ کے پاس آکر انکی تصدیق کرنا چاہتے تھے لیکن وہ یہ کہہ کر ٹال دیتے تھے کہ حذیفہؓ ہی کو انکا علم ہے حضرت حذیفہ کو معلوم ہوا تو وہ ان کے پاس آئے اور کہا آپ میری روایتوں کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی خفا ہوجاتے تھے اور ناراضی کی حالت میں اپنے اصحاب کو کچھ کہہ دیا کرتے تھے تو آپ انکے ذریعے سے دلوں میں بعض اصحاب کا بغض اور بعض اصحاب کی محبت پیدا کرتے ہیں اور اختلاف وتفریق کا سبب بنتے ہیں اگر آپ انکی روایت سے باز نہ آئیں گے تو میں حضرت عمرؓ کو لکھوں گا۔

(ابوداؤد کتاب السنتہ باب فی النہی عن سب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حقوق طلبی:

جس طرح سلطنت کا فرض حقوق کا دینا ہے اسطرح رعایا کا فرض حقوق کا لینا ہے جس کسی نظام حکومت میں یہ دونوں عنصر شامل ہوجاتے ہیں تو میزان عدل کے پلے برابر ہوجاتے ہیں صحابہ کرام کے عہد میں خلافت جن عادلانہ اصول پر قائم رہی اسکا سبب انہی دونوں عناصر کا اجتماع تھا صحابہ کرام اگرچہ نہایت بے نیاز تھے تاہم سلطنت سے اپنے پورے حقوق کے لینے میں دریغ نہیں کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مال خمس میں سے اہل بیت کا حق دیا لیکن انکو کمی معلوم ہوئی تو سب نے لینے سے انکار کردیا۔

(ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربی)

صحابہ کرامؓ نہ صرف اپنے حقوق لیتے تھے بلکہ جو گروہ ضعیف ہوتا تھا اسکے حقوق بھی طلب کرتے تھے، عہد نبوت میں آزاد شدہ غلاموں کا ایک لاوارث اور بے کس گروہ تھا اسلئے جب کہیں سے مال آتا تو آپ سب سے پہلے اسی کسمپرس گروہ کو حصہ دیتے تھے، آپ کے بعد جب دفتر قائم ہوا اور تمام وظیفہ خواروں کے نام لکھے گئے تو یہ گروہ بالکل نظر انداز کردیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انکے حقوق کا مطالبہ کیا اور خود حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں جاکر انکے وظیفے طلب کئے۔

(ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی قسم الفی)

☆☆☆

امراءعمال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں صرف دو قسم کے عمال کا تقرر ہوا

حکام وولاۃ اور محصلین زکوۃ جو صحابہ محصل زکوۃ بنا کر روانہ کئے جاتے تھے انکو

۱۔ ایک فرمان عطا ہوتا تھا جس میں بہ تصریح بتایا جاتا تھا کہ کس قسم کے مال کی کتنی تعداد میں کتنی زکوۃ لینی چاہیے، انتخاب کر کے یا حق سے زیادہ مال لینے کی اجازت نہ تھی؛

۲۔ یہ لوگ زکوۃ وصول کر کے لاتے تھے تو آپ ان کا محاسبہ فرماتے تھے کہیں کوئی ناجائز رقم تو نہیں وصول کی ہے۔

۳۔ تمام عمال کو بقدر ضرورت معاوضہ ملتا تھا اور مقدارِ ضرورت کی تصریح آپ نے خود فرمائی تھی

من کان لنا عاملا فلیکتسب زوجة فان لم یکن له خادم فلیکتسب خادما وان لم یکن له مسکن فلیکتسب مسکنا ومن اتخذ غیر ذالک فهو غال۔

(ابو دائود کتاب الخراج باب فی ارزاق العمال)

''جو شخص ہمارا عامل ہو اسکو ایک بی بی کر لینا چاہیے اگر اس کے پاس ملازم نہ ہو تو ایک ملازم رکھ لینا چاہیے اگر گھر نہ ہو تو ایک گھر بنا لینا چاہیے لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو خائن ہوگا۔''

صحابہ کرام نے جس صداقت، راستبازی، دیانت، اور ایثار نفسی کے ساتھ ان احکام کی پابندی کی وہ انکے محاسن اخلاق کا طرہ امتیاز ہے محصلین زکوۃ کو لوگ بہترین منتخب بلکہ بعض حالتوں میں اپنا کل مال دیدیتے تھے لیکن وہ لوگ صرف وہی مال لیتے تھے اور اسی قدر لیتے تھے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی تھی، چنانچہ زکوۃ کے عنوان میں اسکی متعدد مثالیں پہلے حصے میں گزر چکی ہیں۔

خیانت کا ارتکاب تو ایک طرف بعض صحابہ خیانت کے خوف سے اس خدمت ہی کو قبول کرنا پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

ابو مسعود انصاریؓ کو مصدق بنا کر بھیجنا چاہا تو فرمایا کہ ایسا نہ کرنا قیامت میں تمہاری پشت پر کوئی صدقہ کا اونٹ بلبلاتا ہو نظر آئے (یعنی خیانت نہ کرنا) بولے کہ میں اب نہیں جاتا ،ارشاد ہوا میں تمہیں مجبور بھی نہیں کرتا۔

(ابو داؤد کتاب الخراج باب فی غلول الصدقہ)

ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا۔

یاایھا الناس من عمل منکم لنا علی عمل فکتمنا منہ مخیطا فما فوقہ فھو غل یاتی بہ یوم القیامۃ

''لوگو جو شخص ہمارا عامل ہو وہ اگر ایک دھاگا یا اس سے بھی کم ہم سے چھپالے تو یہ خیانت کا مال ہے اس کو قیامت میں حاضر کرنا پڑے گا۔''

ایک صحابی جو عامل تھے یہ سن کر بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو اس خدمت سے سبکدوش فرمائیے ۔(ابو داؤد کتاب الاقضیۃ باب فی ہدایا العمال)

صحابہ کرامؓ کو رشوت خوری سے اس قدر اجتناب تھا کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حسب معاہدہ یہود خیبر کے یہاں نصف پیداوار تقسیم کرنے کے لئے گئے اور یہودیوں نے رعایت کی غرض سے عورتوں کے زیور جمع کر کے ان کو رشوت میں دینا چاہا تو بولے یہ حرام ہے اور ہم حرام مال نہیں کھا سکتے ۔(موطائے امام مالک کتاب المساقات باب ماجاء فی المساقاۃ)

معاوضہ خدمت اگر چہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرما دیا تھا اور بہت سے صحابہ اس کو لیتے تھے تاہم بعض اکابر صحابہ اپنی خدمت کا صلہ صرف خدا سے چاہتے تھے چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ نے یہ خدمت انجام دی اور معاوضہ لینے سے انکار کر دیا لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بغیر سوال کے کچھ مل جائے تو اس کو لے لو، کھاؤ پیو،صدقہ کر دو۔

(ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب فی الاستعفاف)

حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں فتوحات کو وسعت ہوئی اور سلطنت کے کاروبار پھیلے تو انہوں نے صیغہ مال کو صیغہ فوج سے علیحدہ کرلیا اور ہر ایک کیلئے الگ الگ عمال مقرر فرمائے جو امیر الخراج اور امیر الثغور کے لقب سے ممتاز تھے۔ (طبری ص ۲۰۵۲)

ان میں سے ہر ایک کیلئے ایک ایک ضلع مخصوص کردیا، چنانچہ ابو عبیدہ بن عبداللہ بن جراحؓ کو حمص میں یزید بن ابی سفیان کو دمشق میں شرحبیل بن حسنہ کو اردن مین عمرو بن عاصؓ اور علقمہ بن حجرز کو فلسطین میں متعین کیا۔ (طبری ص ۲۹۰)

حضرت ابو بکرؓ نے عمال کے تقرر میں حسب ذیل اصول ملحوظ رکھے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ عامل مقرر ہوئے تھے انکو اپنے عہدہ پر قائم رکھا چنانچہ آپ کی وفات کے بعد جب متعدد صحابہ اپنے اپنے عہدے چھوڑ کر چلے آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم لوگ کیوں چلے آئے عمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ ملکی خدمت کا کون مستحق ہوسکتا ہے۔ (مسند جلد اص ۶)

۲۔ وہ عمال کے تقرر میں کسی قسم کی رورعایت پسند نہیں کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ اس معاملہ میں رشتہ داری کا لحاظ و مروت نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت یزید بن ابو سفیانؓ کو شام کا عامل مقرر کرکے بھیجا تو فرمایا کہ وہاں تمہاری قرابتیں ہیں شائد امارت کیلئے تم انکو ترجیح دو، تمہاری نسبت مجھے یہی خوف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا والی ہو اور وہ رعایت سے ان پر امراء مقرر کرلے تو اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ (طبری ص ۱۹۳۱)

۳۔ اہل بدر کے متعلق حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل بالکل متضاد تھا۔ حضرت عمرؓ ان سے ملکی اور مذہبی خدمت لیتے تھے، لیکن حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ میں کسی بدری صحابی کو عامل نہ بناؤں گا اور انکو موقع دوں گا کہ اپنے بہترین اعمال کے ساتھ خدا سے ملاقی ہوں، کیونکہ اللہ تعالٰی انکے اور صلحا کے ذریعے سے امتوں کی مصیبت اور عذاب کو اس سے زیادہ دفع

کرتا ہے جتنی ان سے مدد حاصل ہو سکتی ہے۔ (طبری صفحہ ۱۹۴۳)

۴۔ عمال کی تمام تر کامیابی کا دارمدار اس پر ہے کہ ان کے رعب و داب اور اثر و اقتدار کو ہر ممکن طریقے سے قائم رکھا جائے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امراء عمال سے قصاص نہیں لیتے تھے، بلکہ دیت دلواتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کا بھی یہی دستور تھا ،ایک بار حضرت خالدؓ نے غلطی سے بہت سے لوگوں کو قتل کروادیا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو قصاص لینے پر آمادہ کیا، لیکن انہوں نے کہا جانے دو اور خاموش رہو۔ (طبری ص ۱۵۲۶)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں عہدوں کی ترتیب و تقسیم میں اور بھی وسعت پیدا ہوئی، صوبوں کی تقسیم جو پہلے ہو چکی تھی اسکے علاوہ انہوں نے ملک کی جدید تقسیم کی اور اس تقسیم کی رو سے مکہ، مدینہ، شام، جزیزہ، بصرہ، کوفہ، فلسطین کو الگ الگ صوبہ قرار دیا اور ان میں حسب ذیل عمال مقرر فرمائے۔

والی	یعنی حاکم صوبہ
کاتب	یعنی میر منشی
کاتب دیوان	یعنی دفتر فوج کا میر منشی
صاحب الخراج	یعنی کلکٹر
صاحب احداث	یعنی افسر پولیس
صاحب بیت المال	یعنی افسر خزانہ
قاضی	یعنی صدرالصدور اور منصف

والی کا اسٹاف نہایت وسیع ہوتا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو کوفہ کا والی بنا کر روانہ فرمایا تو دس آدمی انکے اسٹاف میں دیئے۔ (اسد الغابہ تذکرہ قرظہ)

(۱) ان عمال کے تقرر میں حضرت عمرؓ اکثر موقعوں پر اپنی فطری جوہر شناسی سے کام لیتے تھے عرب میں جو لوگ کسی خاص وصف میں عام طور پر مشہور تھے، مثلاً حضرت امیر

معاویہ،حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہ اپنی سیاست دانی کی وجہ سے دہاۃ العرب کہے جاتے تھے، یا حضرت عمرو معدی کربؓ اور حضرت طلحہؓ بن خالد کہ فن حرب میں بے نظیر خیال کئے جاتے تھے ان لوگوں کو ملکی یا فوجی عہدوں کے دینے میں بہت زیادہ نکتہ شناسی کی ضرورت نہ تھی انکی شہرت نے خود انکو ان عہدوں کا مستحق بنا دیا تھا، لیکن انکے علاوہ جن لوگوں میں انکو کوئی خاص قابلیت نظر آئی انکو اس قابلیت کے لحاظ سے مناسب عہدے عطا فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن ارقم ایک صحابی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب تھے اور آپ کو انکی دیانت پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب وہ خط لکھ کر لاتے تھے تو آپ اس کو پڑھوا کے سنتے بھی نہیں تھے، ایک بار آپ کی خدمت میں کہیں سے خط آیا آپ نے فرمایا اسکا جواب کون لکھے گا، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ نے فرمایا کہ میں۔ چنانچہ خود اپنی طبیعت سے جواب لکھ کر لائے اور وہ آپ کو نہایت پسند آیا، حضرت عمرؓ بھی موجود تھے انکو اس پر حیرت ہوئی اور جب خلیفہ ہوئے تو ان سے میر منشی کا کام لیا اور تدین کے لحاظ سے بیت المال کا افسر بھی مقرر فرمایا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن ارقم)

ایک بار حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے ایک عورت آئی اور کہا کہ میرے شوہر سے زیادہ افضل کون ہیں؟ رات بھر شب بیداری کرتا ہے، گرمیوں کے دن میں برابر روزے رکھتا ہے، حضرت عمرؓ نے بھی اسکی تعریف کی اور وہ شرما کر چلی گئی حسن اتفاق سے حضرت کعبؓ ابن سور بھی موجود تھے بولے امیر المومنین آپ نے عورت کا انصاف شوہر سے نہیں دلوایا، وہ شکایت کرتی ہے کہ میرا شوہر مجھ سے راہ و رسم نہیں رکھتا، حضرت عمرؓ نے عورت کو واپس بلایا اور اس نے اب صاف صاف اسکا اقرار کیا، حضرت عمرؓ نے کعب ہی سے اس کا فیصلہ کرا دیا اور انکو اسی وقت بصرہ کا قاضی مقرر کر کے بھیج دیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ کعب بن سور)

تمام عمال فاروقی میں صرف حضرت عمار بن یاسرؓ ایک ایسے بزرگ تھے جو فن سیاست

سے بالکل نا آشنا تھے اور بایں ہمہ نہایت معزز ملکی عہدے پر ممتاز تھے لیکن خود حضرت عمرؓ نے جب انکو معزول کیا تو صاف صاف فرمادیا۔

لقد علمت ما انت بصاحب عمل ولکنی تاولت و نریدان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین۔ (طبری ص ۲۶۷۸)

''میں خود جانتا ہوں کہ تم ملکی خدمات کے اہل نہیں ہو لیکن میں نے اس آیت کے معنی کی عملی تشریح کی ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور تھے اور ان لوگوں کو امام اور وارث بنائیں۔''

ذاتی قابلیت کے علاوہ خارجی اوصاف کے لحاظ سے بدوں پر ہمیشہ شہریوں کو ترجیح دیتے تھے۔ (فتوح البلدان ص ۳۵۱)

اور اپنے قبیلے کے کسی شخص کو کوئی ملکی عہدہ نہیں دیتے تھے، اپنے خاندان میں صرف نعمان بن عدی کو میسان کا عامل مقرر فرمایا لیکن ان کو بھی چند دنوں کے بعد ایک حیلہ سے معزول کر دیا۔

(اسد الغابہ تذکرہ نعمان بن عدیؓ)

ملکی عہدوں پر ہمیشہ صحیح اور تندرست لوگوں کو مامور فرماتے تھے، حضرت سعید بن عامرؓ کی نسبت معلوم ہوا کہ ان پر کبھی کبھی غشی طاری ہو جایا کرتی ہے تو انکو طلب فرمایا اور جب انہوں نے اسکی معقول وجہ بیان کی تو پھر انکو خدمت مفوضہ پر واپس کر دیا۔

(استیعاب تذکرہ حضرت سعد بن عامرؓ)

غیر مذاہب کے لوگوں میں صرف ابو زید کی نسبت اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے انکو عامل مقرر کیا اور اس کے سوا کسی عیسائی کو عامل نہیں بنایا۔

عمال کے انتخاب کی مختلف صورتیں تھیں۔

(۱)۔ کبھی حضرت عمرؓ خود صحابہ کرام کو جمع فرماتے اور ان سے طالب اعانت ہوتے

چنانچہ ایک بار تمام صحابہ کو جمع کر کے کہا کہ ''اگر آپ لوگ میری مدد نہ کریں گے تو دوسرا کون کرے گا؟ تمام صحابہ نے بخوشی آمادگی ظاہر فرمائی اور حضرت عمرؓ نے اسی وقت حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین اور ہجر کا کلکٹر مقرر کر کے روانہ فرمایا با ایں ہمہ اس وقت ملکی خدمت زہد و تقدس کے خلاف سمجھی جاتی تھی اسلئے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے کہا کہ عمر تم نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آلودہ دنیا کر دیا ،حضرت عمرؓ نے فرمایا آخر میں انکے سوا کس سے مدد لوں؟ بولے اگر ایسا ہی ہے تو تنخواہ اس قدر مقرر کرو کہ خیانت کی طرف مائل نہ ہونے پائیں''

(۲) بعض اوقات صوبوں یا ضلعوں کیطرف سے منتخب اشخاص کو طلب کرتے تھے اور انکو وہاں کا عامل مقرر فرماتے تھے چنانچہ اسی طریقے کے مطابق حضرت عثمان بن فرقدؓ کوفہ کے اور حضرت معین الدین بن یزید شام کے اور حجاج بن علاط بصرہ کے کلکٹر مقرر ہوئے۔

(کتاب الخراج ص ۶۴، ۶۵)

۳۔حضرت عمرؓ کو عمال کے انتخاب میں ایک بڑی دشواری یہ پیش آئی کہ لوگ حق الخدمت لینا زہد و تقدس کے خلاف سمجھتے تھے لیکن اگر اس ایثار پر سلطنت کے کاروبار کی بنیاد رکھی جاتی تو آئندہ چل کر مختلف دشواریاں پیش آتیں ،اسلئے حضرت عمرؓ نے اس غلطی کو ہر ممکن طریقے سے مٹانا چاہا ،ایک بار حضرت عبداللہ بن سعدی انکی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں کہ تم بعض ملکی خدمتیں انجام دیتے ہو اور جب تم کو معاوضہ دیا جاتا ہے تو ناپسند کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ''ہاں'' میرے پاس گھوڑے ہیں اور میری حالت اچھی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی خدمت حسبتہ للہ انجام دوں بولے ایسا ہرگز نہ کرو میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کیا تھا لیکن آپ نے فرمایا کہ اس مال کو لے کر دولتمند بنو اور صدقہ کرو، جو مال بغیر حرص وسوال کے مل جائے اور اسکو لے لو اور جو نہ ملے اس کے پیچھے نہ پڑو۔

(مسند ابن حنبل جلد ا ص ۱۷ ابو داؤد کتاب الخراج باب ارزاق العمال)

۴۔ ان کے زمانہ میں جب عمال کا تقرر ہوتا تھا تو ان کو متعدد صحابہ کے سامنے ایک فرمان عطا ہوتا تھا، جس میں ان کی تقرری اور فرائض کی تصریح ہوتی تھی، یہ عامل جس مقام پر پہنچتا تھا تمام رعایا کے سامنے اس فرمان کو پڑھ کر سناتا تھا، چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو جب مدائن کا عامل مقرر کر کے بھیجا تو فرمان میں یہ الفاظ تھے۔

اسمعو الہ واطیعوہ واعطو ما سئالکم

''انکی سنو ان کی اطاعت کرو اور جو کچھ وہ مانگیں ان کو دو''

انہوں نے یہاں آ کر یہ فرمان پڑھا تو لوگوں نے کہا آپ جو چاہیں مانگیں، بولے جب تک تمہارے یہاں رہوں اپنا کھانا اور اپنے گدھے کا چارہ چاہتا ہوں۔

(اسد الغابہ تذکرہ حذیفہ بن الیمانؓ و کتاب الخراج ص ۶۰)

۵۔ حضرت عمرؓ کو اس پر سخت اصرار تھا کہ امراء و عمال عیش و تنعم میں مبتلا نہ ہونے پائیں حاکم و محکوم میں مساوات قائم رہے غیر قوموں کی عادتیں ان میں سرایت نہ کرنے پائیں، حاکم تک ہر شخص بلا روک و ٹوک پہونچ سکے چنانچہ حضرت عتبہ بن فرقدؓ کو بہ تصریح لکھا۔

وایا کم والتنعم وزی اھل الشرک ولبوس الحریر

''عیش و تنعم اہل شرک کی وضع اور حریر سے اجتناب کرو۔''

اس بناء جب کسی شخص کو عامل مقرر فرماتے تھے تو اس سے یہ معاہدہ لے لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔ باریک کپڑے نہ پہنے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا، اہل حاجت کیلئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ (مسند جلد ا صفحہ ۱۶ مسلم کتاب اللباس والزینۃ) اور جو عمال شرائط کی خلاف ورزی کرتے تھے انکو فوراً معزول کر دیتے تھے، ایک دفعہ راستے میں جا رہے تھے دفعتہً آواز آئی اے عمرؓ کیا یہ معاہدے تمہیں نجات دلا سکتے ہیں حالانکہ تمہارا عامل عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتا ہے اور دربان رکھتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا کہ جس حال میں پاؤ ان کو پکڑ لاؤ وہ

آئے تو دیکھا کہ دروازے پر واقعی دربان ہے اندر گھس گئے تو دیکھا جسم پر باریک قمیض ہے انہوں نے کہا امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو، بولے بدن پر قبا ڈال لوں بولے نہیں وہ اسی حال میں حضرت عمرؓ کے سامنے آئے تو انہوں نے قمیض اتروالی، اس کے بعد ان کا ایک کرتہ اور ایک عصا اور بکریوں کا ایک ریوڑ منگایا اور کہا کہ کرتا پہنو یہ عصا لو اور یہ بکریاں چراؤ انہوں نے کہا اس سے تو موت بہتر ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۸ بروایت بیہقی) بولے گھبرانے کی بات نہیں تمہارے باپ کا نام غنم اسی لئے رکھا گیا تھا کہ وہ بکریاں چراتا تھا۔ (کتاب الخراج ص ۶۶) عربی میں غنم بکری کو کہتے ہیں۔

حضرت سعدؓ نے جب کوفہ میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ اس کی وجہ سے ان تک فریادیوں کو آواز نہیں پہنچ سکتی تو محمد بن مسلمہؓ کو بھیج کر اس میں آگ لگوادی۔

(مسند ابن حنبل جلد ص ۵۴)

مصر میں حضرت خارجہ بن حذافہ نے ایک بالا خانہ تیار کروایا اور حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو حضرت عمرو بن العاصؓ کو لکھ بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا کہ خارجہ نے ایک بالا خانہ تیار کروایا ہے اور اس کے ذریعہ سے اپنے ہمسایوں کی پردہ دری کرنا چاہتا ہے، میرا خط جس وقت پہنچے اس کو فوراً منہدم کردو۔ (حسن المحاضرۃ جلد ا ص ۵۹)

ایک بار حضرت بلالؓ نے شکایت کی کہ امرائے شام پرند کے گوشت اور میدے کی روٹی کے سوا اور کچھ کھاتا ہی نہیں جانتے حالانکہ عام لوگوں کو یہ کھانا میسر نہیں ہوتا، اس پر حضرت عمرؓ نے سخت گرفت کی اور تمام عمال سے اقرار لیا کہ روزانہ فی کس دو روٹی اور زیتون کا تیل تقسیم کرنا ہوگی، اور مال غنیمت کی تقسیم بھی مساویانہ طور پر ہوگی۔ (یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۸)

انکو اس پر اس قدر اصرار تھا کہ حضرت عتبہ بن فرقدؓ نے انکے پاس کھانے کی کوئی عمدہ چیز ہدیۃً بھیجی تو انہوں نے پوچھا کیا کل مسلمان یہی کھاتے ہیں بولے نہیں اسی وقت انکو

لکھا کہ یہ تمہاری یا تمہارے باپ کی کمائی نہیں جو خود کھاؤ وہی تمام مسلمانوں کو کھلاؤ۔

(فتح الباری جلد ۱ ص ۲۴۴ و مسلم کتاب اللباس والزینۃ)

اس داروگیر کا یہ نتیجہ تھا کہ عمال نہایت سادہ اور متقشفانہ زندگی بسر کرتے تھے چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک عامل کو طلب فرمایا وہ آئے تو ساتھ میں صرف ایک توشہ دان ایک عصا اور ایک پیالہ تھا، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو بولے کہ تمہارے پاس بس اسی قدر اثاثہ ہے بولے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا؟ عصا پر توشہ دان ٹانگ لیتا ہوں اور پیالے میں کھالیتا ہوں۔

(استیعاب تذکرہ حضرت سعید ابن عامرؓ)

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ مدائن کے عامل مقرر ہو کر آئے تو لوگوں نے کہا جو جی چاہے طلب فرمائیے۔ بولے صرف اپنا کھانا اور اپنے گدھے کا چارہ چاہتا ہوں وہاں سے پلٹے تو جس حالت میں گئے تھے اس میں سر موفرق نہ آیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو لپٹ گئے کہ تم میرے بھائی اور میں تمہارا بھائی ہوں۔ (اسد الغابہ تذکرہ حذیفہ بن الیمانؓ)

حضرت عمرؓ شام میں آئے اور حضرت ابو عبیدہؓ کا زہد و تقشّف دیکھا تو فرمایا ابو عبیدہؓ تمہارے سوا ہم میں سے ہر ایک کو دنیا نے بدل دیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ ابو عبیدہ بن جراح)

۶۔ جب کوئی عامل مقرر ہوتا اسکے تمام مال و اسباب کی فہرست تیار کرالی جاتی اور اسکی مالی حالت میں اس سے زیادہ جس قدر اضافہ ہوتا تھا وہ تقسیم کر دیا جاتا تھا، چنانچہ اس قاعدے کی رو سے بہ کثرت عمال کے مال کی تقسیم کی گئی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ گورنر مصر کو لکھا کہ اب تمہارے پاس بکثرت اسباب، غلام، برتن اور مویشی ہو گئے ہیں حالانکہ میں نے جس وقت تمہیں مصر کا گورنر مقرر کیا تھا، تمہارے پاس یہ سامان موجود نہ تھا۔ انہوں نے عذر کیا کہ مصر میں زراعت اور تجارت دونوں سے پیداوار ہوتی ہے اس لئے ہمارے پاس بہت سی رقم پس انداز ہو جاتی ہے لیکن حضرت عمرؓ نے انکی دولت تقسیم کرادی۔ (فتوح

البلدان ص ۳۲۶)

حضرت ابو ہریرہ بحرین سے واپس آئے تو اپنے ساتھ بارہ ہزار روپیہ لائے اور حضرت عمرؓ نے یہ کل رقم لے لی اور کہا کہ تم نے خدا کا مال چرایا ہے۔ (فتوح البلدان ص ۹۰)

ایک بار ایک شخص نے ایک قصیدے میں بہت سے عمال کے نام گنائے اور لکھا کہ ان لوگوں کے مال و دولت کا حساب ہونا چاہیے، حضرت عمرؓ نے سب کی دولت تقسیم کروائی یہاں تک کہ انکے پاس صرف ایک جوتا رہنے دیا اور ایک خود لے لیا۔ (فتوح البلدان ص ۳۹۲)

طبری اور یعقوبی نے اس قسم کے متعدد واقعات نقل کیے ہیں اور یعقوبی نے ان عمال کے نام بھی ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں جن کے مال تقسیم کر لیئے گئے، اسد الغابہ تذکرہ محمد بن مسلمہ میں بھی اجمالاً اس قدر لکھا ہے۔

وهو الذى ارسله عمر الى عماله ليا خنشطر اموالهم لثقته به

''حضرت عمرؓ نے انہی کو اسلیئے بھیجا تھا کہ عمال کا آدھا مال تقسیم کرائیں کیونکہ ان کے نزدیک وہ بہت زیادہ قابل اعتماد تھے۔''

۷۔ عمال کی شکایتوں کی تحقیقات کیلئے حضرت محمد بن مسلمہ کو مامور فرمایا جب کسی عامل کی شکایت پیش ہوتی تھی تو وہی تحقیقات کیلئے مامور کیے جاتے تھے، ایک بار کوفہ والوں نے حضرت سعدؓ کی شکایت کی کہ وہ ٹھیک طور پر نماز نہیں پڑھتے تو حضرت عمرؓ نے پہلے خود طلب فرما کر انکا اظہار لیا، اسکے بعد انکے ساتھ حضرت محمد بن مسلمہ کو بھیجا اور انہوں نے جا کر ایک ایک مسجد میں اس کی تحقیقات کی۔

۸۔ اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی تو عمال کو حکم دیا کہ حج کے زمانے میں حاضر ہوں تا کہ مجمع عام میں ان کی شکایتیں پیش ہو سکیں، چنانچہ معمولی سے معمولی شکایتیں پیش ہوتی تھیں

اور ان پر گرفت کی جاتی تھی ایک بار حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں خطبہ دیا جس میں فرمایا،

انی لم ابعث عمالی لیضربو اابشارکم ولا لیا خذوا اموالکم فمن فعل بہ ذالک فلیرفعہ الی اقصہ منہ

''میں نے عمال کو اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ تمہارے منہ پر طمانچے ماریں نہ اس لیے کہ تمہارا مال چھین لیں جس شخص کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے اسکو اپنا معاملہ میرے سامنے پیش کرنا چاہیے تا کہ میں اس سے قصاص لوں۔''

اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی عامل رعایا کو تادیباً سزا دے تب بھی آپ اس سے قصاص لیں گے بولے ''ہاں'' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کیوں نہ قصاص لوں گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ سے خود قصاص لیا گیا ہے۔

(ابو داؤد کتاب الحدود باب القود بغیر حد)

یہ محض الفاظ ہی الفاظ نہ تھے بلکہ عین حج کے مجمع میں اس پر عمل بھی ہوا ایک بار انہوں نے حسب معمول تمام عمال کو طلب کیا اور ایک خطبہ میں کہا کہ جس شخص کو عمال سے کوئی شکایت ہو وہ کھڑا ہو کر پیش کرے، ایک شخص اٹھا اور کہا کہ آپ کے عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم بھی سو کوڑے مارنا چاہتے ہو، اٹھو حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ امر عمال پر گراں ہوگا، آئندہ کیلئے ایک نظیر قائم ہو جائے گی، لیکن حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا بالآخر حضرت عمرو بن العاصؓ نے مستغیث کو اس شرط پر راضی کیا کہ فی تازیانہ دو اشرفیاں لیکر اپنے حق سے باز آئے۔ (کتاب الخراج ص ٦٦)

٩۔ اسکے علاوہ عمال کے حالات دریافت کرنے کے مختلف طریقے اختیار کئے جب عمال کے پاس سے کوئی شخص آتا تو اس سے اس کا حال دریافت کرتے، ایک بار حضرت جریرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے یہاں سے آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کا حال پوچھا

انہوں نے نہایت انشاء پردازانہ الفاظ میں ان کی تعریف کی۔ (استیعاب تذکرہ جریر بن عبداللہؓ)

عمال جب واپس آتے تو حضرت عمرؓ آگے بڑھ کر چھپ جاتے اور خفیہ طور پر انکا معائنہ کرتے، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ مدائن سے واپس آئے تو حضرت عمرؓ آگے بڑھ کر راہ میں چھپ گئے اور جب انکی قدیم حالت میں تغیر نہیں پایا تو ان سے بے اختیار لپٹ گئے، حضرت حذیفہ اعلم بالمنافقین تھے یعنی انکو تمام منافقین کے نام معلوم تھے، اسی لیے حضرت عمرؓ ان سے اپنے عمال کی نسبت بعض باتیں دریافت فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار انہوں نے فرمایا کہ میرے عمال میں کوئی منافق بھی ہے؟ بولے ہاں ایک ہے مگر نام نہ بتاؤں گا بالآخر حضرت عمرؓ نے اس کا خود پتہ لگالیا اور اس کو معزول کر دیا۔

(اسد الغابہ تذکرہ حذیفہ بن الیمانؓ)

عمال کی معزولی:

حضرت عمرؓ ہمیشہ ملکی عہدے ان لوگوں کو دیتے تھے جو ایک طرف تو اس خدمت کے انجام دینے کی قابلیت رکھتے تھے دوسری طرف ان کا دامن اخلاق بالکل بے داغ ہوتا تھا اسلئے انکو جس عامل میں ان اوصاف کی کچھ بھی کمی نظر آتی تھی اس کو فوراً معزول کر دیتے تھے۔

ایک بار حضرت ابوموسی اشعریؓ کے میر منشی نے حضرت عمرؓ کے نام ایک خط لکھا جس کی ابتداء عربی طریقے کے موافق ان الفاظ میں کی، من ابوموسیٰ چونکہ عربی قاعدے کی رو سے من ابی موسی لکھنا چاہیے تھا اس لیے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ جس وقت میرا خط پہنچے اپنے میر منشی کو ایک کوڑا مارو اور علیحدہ کردو۔ (فتوح البلدان ص ۳۵۴)

حضرت عمارؓ کو والی مقرر کیا تو ایک شخص نے کہا کہ انکو یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ نے ان کو کہاں کا عامل مقرر فرمایا ہے حضرت عمرؓ نے ان سے اس قسم کے چند سوالات کیے تو معلوم ہوا کہ واقعی یہ خیال صحیح تھا، اس لئے ان کو معزول کر دیا۔ (طبری ص ۲۶۷۷)

اس کے بعد حضرت ابو موسی اشعریؓ کا تقرر فرمایا لیکن کوفہ والوں نے ان کی شکایت کی کہ انکا غلام تجارت کرتا ہے تو ان کو بھی وہاں سے ہٹا لیا۔ (طبری ص ۲۶۷۸)

حضرت نعمان بن عدیؓ کو میسان کا عامل بنا کر بھیجا تو انہوں نے بی بی کو بھی ساتھ لے جانا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا، وہاں پہنچے تو بی بی کے نام ایک خط میں حسب ذیل اشعار لکھ بھیجے۔

فمن یبلغ حسناء ان حلیلها بعیسان یعقی فی زجاج وحنتم

میری طرف اس پیکر حسن کو کون پیغام پہونچائیگا کہ اسکا شوہر میسان میں شیشے اور خم کے خم انڈھا رہا ہے

اذا شئت غنتنی دها قین قریة وصناجة تحدو علی کل میهم

جب میں چاہتا ہوں تو دیہاتی لوگ میرے لیے گیت گاتے ہیں۔ اور ستار ہر قسم کا سر بجاتا ہے۔

اذا کنت ندمانی فبالا کبرا سقنی ولا یسقنی بالا صغر المتثلم

اور تو میری ہم نشین ہو تو بڑے پیالے سے پلا نہ کہ چھوٹے اور ٹوٹے پیالے سے

لعل امیر المومنین یسئوه تنادمنا فی الجوسق المتهدم

شائد امیر المومنین کو ہماری مصاحبت ناگوار ہو۔

حضرت عمرؓ کو اس خط و کتابت کا حال معلوم ہوا تو ان کو لکھا کہ میں نے تمہارا آخری شعر سنا درحقیقت مجھے اس قسم کی صحبت ناگوار ہے، اس کے بعد اس کو معزول کر دیا، وہ آئے تو کہا کہ خدا کی قسم یہ کچھ نہ تھا صرف چند اشعار میری زبان پر جاری ہو گئے تھے،

ورنہ میں نے کبھی شراب نہیں پی۔حضرت عمرؓ نے کہامیرا بھی یہی خیال ہے لیکن با ایں ہمہ اب تم کبھی میرے عامل نہیں ہوسکتے۔

(اسدالغابہ تذکرہ نعمان بن عدیؓ)

جوعمال غلاموں کی عیادت نہیں کرتے تھے یاان تک کمزورلوگوں کا گزرنہیں ہوسکتا تھا وہ معزول کردیئے جاتے تھے۔(کتاب الخراج ص ۶۶)

تنخواہ:

تنخواہ کا کوئی خاص معیار نہ تھا بلکہ حالات کے لحاظ سے تنخواہیں مختلف ہوتی تھیں مثلاً حضرت عیاض بن غنم حمص کے والی تھے اوران کو روزانہ ایک اشرفی اورایک بکری ملتی تھی۔(اسدالغابہ تذکرہ حضرت عیاض بن غنم) لیکن حضرت امیر معاویہؓ اسی عہدے پر مامور تھے اورانکو اسکے صلہ میں ہزار دینار ماہوار ملتے تھے۔(استیعاب تذکرہ حضرت امیر معاویہؓ) تاہم جوتنخواہ تھی وہ ہر شخص کیلئے کافی ہوتی تھی۔

حضرت عثمانؓ نے اگرچہ اس نظام میں اس قدر تغیر کیا کہ تمام بڑے بڑے عہدے بنو امیہ کو دیدیئے تاہم انہوں نے بلاوجہ کسی قدیم عامل کو معزول نہیں کیا،طبری میں ہے کہ وہ بلاشکایت یابغیر استعفاء کے کسی عامل کومعزول نہیں کرتے تھے۔(طبری صفحہ ۲۸۱۴)

شام میں حضرت عمرؓ کے معزول کردہ جو عامل پہلے سے موجود تھے انکو اپنے اپنے عہدوں پر قائم رہنے دیا۔(طبری ص ۲۸۶۷) باقی اس نظام میں اورکسی قسم کا ردوبدل نہیں ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں اس معاملہ میں دو عظیم الشان انقلاب پیدا ہوئے ایک تو یہ کہ انہوں نے حضرت ابوموسی اشعری کے سوا تمام عمال عثمانی کو یک قلم موقوف کردیا۔(یعقوبی صفحہ ۲۰۸) دوسرے یہ کہ انہوں نے تمام عمال کے طرز عمل کی عام تحقیقات کرائی۔(کتاب الخراج اص ۶۷) ورغالباً یہ ایسی ترقی تھی جو خود حضرت عمر کے دورخلافت میں بھی نہیں ہوئی تھی۔☆☆☆

صیغۂ عدالت

اسلام میں صیغۂ قضا اگر چہ عہد نبوت ہی میں قائم ہو گیا تھا لیکن ابتداء میں یہ صیغۂ اور صیغوں کے ساتھ مخلوط تھا چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا عامل مقرر فرما کر بھیجا تو یہ خدمت بھی ان کے متعلق کی۔ (ابوداؤد کتاب القضاء) اور اسکے آئین واصول بتائے، حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی مدتوں یہ خلط مبحث رہا لیکن انہوں نے اپنے وسط خلافت میں اس صیغہ کو اور صیغوں سے الگ کر دیا اور مستقل طور قضاۃ مقرر کر کے انکی تنخواہیں مقرر کیں۔

(کنز العمال جلد ۳ ص ۱۷۵، ۱۷۶)

اصول وآئین عدالت:

اس باب میں سب سے مقدم چیز اصول وآئین عدالت کا منضبط کرنا تھا حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو پہلے قرآن مجید کی طرف پھر حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے اور سب سے آخر میں مسلمانوں سے مشورہ لیتے تھے، اجتہاد اور قیاس کو بالکل دخل نہیں دیتے تھے۔ (مسند دارمی ص ۳۲، ۳۳)

لیکن حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب تمدن کو زیادہ وسعت ہوئی تو انہوں نے قضاۃ کو اجماع اور قیاس سے بھی مدد لینے کی ہدایت کی لیکن قیاس کو سب سے موخر رکھا۔ (مسند دارمی ص ۳۴) اسکے ساتھ حضرت ابوموسی اشعریؓ کے نام آداب قضاۃ کے متعلق ایک مفصل فرمان لکھا، جو کنز العمال اور دارقطنی میں بلفظہ منقول ہے۔ اس فرمان میں قضاۃ کے متعلق جو احکام مذکور ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۷۴)

"۱۔ قاضی کو تمام لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیے

۲۔ بارثبوت صرف مدعی پر ہے،

۳۔ مدعا علیہ کے پاس اگر ثبوت یا شہادت نہیں ہے تو اس سے قسم لی جائیگی

۴۔ فریقین ہر حالت میں صلح کر سکتے ہیں لیکن جو امر خلاف قانون ہے اس میں

صلح نہیں ہوسکتی

۵۔ قاضی خود اپنی مرضی سے مقدمہ کے فیصلہ کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی کر سکتا ہے۔

۶۔ مقدمہ کی پیشی کی ایک تاریخ مقرر رہونی چاہیے۔

۷۔ اگر مدعاعلیہ تاریخ معینہ پر حاضر نہ ہوتو مقدمہ کا اسکے خلاف فیصلہ کیا جائے گا

۔

۸۔ ہر مسلمان قابل ادائے شہادت ہے، لیکن جو سزا یافتہ ہو یا جسکی جھوٹی گواہی دینا ثابت ہووہ قابل شہادت نہیں۔

۹۔ اخلاقی حیثیت سے قاضی کوغصہ کرنا اور گھبرانا نہیں چاہیے۔

قضاۃ کا انتخاب:

قضاۃ کے متعلق سب سے اہم کام قابل اور متدین حکام کا انتخاب تھا، صحابہ میں جو لوگ علم وفضل میں مسلم تھے، مثلاً حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبادہ بن الصامتؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ انکے انتخاب کیلئے صرف یہی کافی تھا کہ وہ خود منتخب روزگار تھے، لیکن حضرت عمرؓ اور لوگوں کو عملی تجربہ اور ذاتی امتحان کے بعد منتخب کرتے تھے، چنانچہ حضرت کعب بن سورازدیؓ جو بصرہ کے قاضی تھے ان کی تقرری کا شان نزول یہ ہے کہ وہ ایک بار حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میں نے اپنے شوہر سے بہتر آدمی نہیں دیکھا وہ رات بھر نماز پڑھتا ہے اور دن بھر روزے رکھتا ہے حضرت عمرؓ نے عورت کی تعریف کی اور اس کیلئے استغفار کیا، وہ شرمندہ ہوکر چلی گئی تو حضرت کعبؓ نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ نے عورت کا انصاف اسکے شوہر سے نہیں دلوادیا، وہ مستغیث ہوکر آئی تھی اب حضرت عمرؓ نے اس کو بلوا بھیجا اور کہا کہ یہ کہتے ہیں کہ تم کو یہ شکایت ہے کہ تمہارا شوہر تم سے تعلق نہیں رکھتا اس نے کہا سچ ہے، حضرت عمرؓ نے اس کے شوہر کو بلوا بھیجا اور حضرت کعبؓ سے اصرار کیا کہ تمہیں نے اس مقدمہ کو سمجھا ہے اور تمہیں اس کا فیصلہ کرو انہوں نے فیصلہ کیا تو اس قدر خوش ہوئے کہ بصرہ کا قاضی مقرر کردیا۔

(اسدالغابہ بن سورؓ)

قضاۃ کی ذمہ داریوں کا احساس:

حدیث شریف میں آیا ہے۔ **من ولی القضاء فقد ذبح بغیر سکین**

جو شخص قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا، ابو داؤد کتاب القضاء

اس حدیث کی بناء پر بعض صحابہ جو بہت زیادہ محتاط تھے، وہ سرے سے عہدہ قضا ہی کو قبول نہیں کرتے تھے چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو قاضی مقرر کرنا چاہا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ (مسند ابن حنبل جلد ا ص ۶۶ ۷) لیکن جن صحابہ کو اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار نہ تھا وہ بھی شدت کے ساتھ اسکی ذمہ داریوں محسوس کرتے تھے حضرت ابو الدردا بیت المقدس کے قاضی تھے ایک بار انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو لکھا کہ بیت المقدس میں تشریف لائیے لیکن انہوں نے لکھا کہ زمین کسی کو مقدس نہیں بنا سکتی، انسان کو صرف اس کا عمل مقدس بناتا ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم طبیب (قاضی) مقرر کئے گئے ہو اگر تم سے لوگ شفایاب ہوں تو کیا کہنا ورنہ اگر جعلی طبیب ہو تو کسی انسان کو مار کر دوزخ میں نہ داخل ہو، حضرت ابو الدرداؓ پر اس خط کا یہ اثر پڑا کہ مقدمہ فیصل ہونے کے بعد فریقین جب واپس جاتے تھے تو احتیاطاً بلا کر دوبارہ اظہار لیتے تھے۔ (موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب جامع القضاء)

عدل و انصاف:

خلفاء مقدمات کے فیصل کرنے میں کسی قسم کی رعایت کو جائز نہیں رکھتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ حضرت زید بن ثابتؓ کے یہاں خود فریق مقدمہ بن کر آئے تو انہوں نے انکو اپنے پاس بٹھانا چاہا لیکن انہوں نے کہا کہ یہ پہلا ظلم ہے جو تم نے کیا ہے میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھوں گا۔

(کنز العمال جلد ۳ ص ۱۷۴)

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں ایک مہمان آیا انہوں نے اسکو کئی دن تک

مہمان رکھا لیکن ایک دن جب وہ فریق مقدمہ ہوکر انکے سامنے حاضر ہوا تو بولے اب آپ تشریف لیجائیے ہم فریق کو صرف فریق کے سامنے ٹھہرا سکتے ہیں۔(کنز العمال جلد ۳ ص ۱۷۲)

ایک بار ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا، حضرت عمرؓ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کیا وہ بے ساختہ بول اٹھا، آپ نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا۔

(موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب الترغیب فی القضاء بالحق)

رشوت ستانی کی روک ٹوک:

حضرت عمرؓ نے صیغۂ عدالت قائم کیا تو رشوت ستانی کے انسداد کیلئے سخت بندشیں قائم کیں اور عام طور پر تمام حکام کو لکھ بھیجا۔

اجعلو الناس عندکم فی الحق سواء قریبھم کبعیدھم وبعیدھم کقریبھم وایاکم والرشی ۔(کنز العمال جلد ۳ ص ۱۷۴)

انصاف میں تمام لوگوں کو برابر سمجھو، قریب و بعید میں فرق و امتیاز نہ کرو اور رشوت سے بچو

اس کے ساتھ قضاۃ کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیں اور قاعدہ مقرر کیا کہ جو شخص مغز زاور دولت مند نہ ہو قاضی نہ مقرر کیا جائے اسکی وجہ یہ لکھی کہ دولت مند رشوت کی طرف راغب نہ ہوگا اور معزز آدمی پر فیصلہ کرنے میں کسی کے رعب وداب کا اثر نہ پڑیگا۔

علانیہ رشوت خوری کے علاوہ بہت سے مخفی طریقے ہیں جن کے ذریعہ سے رشوت دی جا سکتی ہے مثلاً حکام کو اگر تجارت کی اجازت دی جائے تو وہ اس کے ذریعے سے بہت کچھ ذاتی فوائد حاصل کرسکتے ہیں ہدیہ بھی رشوت خوری کا ایک مہذب ذریعہ بن سکتا ہے اور بنتا ہے حضرت عمر نے ان تمام طریقوں کا سدباب کیا چنانچہ قاضی شریح کو جب قضاۃ کے عہدے پر مامور کیا تو فرمایا۔

لا تشترو لا تبع و لا ترتش۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۵)

''نہ کچھ خریدو نہ کچھ بیچو اور نہ رشوت لو۔''

ہدیہ کی طرف ایک واقعہ کے اثر سے ان کی توجہ مبذول ہوئی ایک شخص معمولاً ہر سال انکی خدمت میں اونٹ کی ایک ران ہدیۃً بھیجا کرتا تھا ایک بار وہ فریق مقدمہ ہو کر دربار خلافت میں حاضر ہوا تو کہا کہ امیر المومنین ہمارے مقدمہ کا ایسا دوٹوک فیصلہ کیجئے جس طرح اونٹ کی ران کی بوٹیاں ایک دوسرے سے جدا کر دی جاتی ہیں۔حضرت عمرؓ اس ناجائز اشارے کو سمجھ گئے اور اسی وقت تمام عمال کو لکھ بھیجا کہ ہدیۃً قبول نہ کرو کیونکہ وہ رشوت ہے۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۷)

<u>ماہرین فن کی شہادت:</u>

مقدمات میں شہادت کی توثیق واعتبار کا ایک بڑا ذریعہ یہ ہے کہ ماہرین فن کی شہادت لی جائے یعنی جو امر کسی خاص فن سے تعلق رکھتا ہے اسکے متعلق اس فن کے ماہرین کا اظہار لے کر فیصلہ کیا جائے ،حضرت عمرؓ نے اس اصول پر نہایت کثرت سے عمل کیا، ایک بار حطیہ نے زبرقان بن بدر کی ہجو کی اور اس نے دربار خلافت میں مقدمہ دائر کیا تو حضرت عمرؓ نے پہلے حسان بن ثابت سے مشورہ لیا ،اس کے بعد حطیہ کو سزا دی۔ (اسد الغابہ تذکرہ برقان بن زیدؓ)

ایک بار ایک بیوہ عورت نے عدت کے دن گزار کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا لیکن وہ پہلے سے حاملہ تھی، اس لیے دوسرے شوہر کے پاس ساڑھے چار مہینے کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا،حضرت عمرؓ کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تو انہوں نے زمانہ جاہلیت کی تمام عورتوں کا اظہار لیا۔

(موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب الشہادات)

<u>تحریری فیصلے:</u>

اس زمانے کے تمدن کے لحاظ سے اگر چہ مقدمات کا فیصلہ نہایت سادہ طور پر کیا جاتا تھا

،اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام مقدمات کے فیصلے لکھے جاتے تھے جو آئندہ چل کر فریق مقدمہ کے کام آتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت رباب بن حذیفہؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے بطن سے تین اولاد پیدا ہوئی، ان کے مرنے کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے جوان کے عصبہ تھے ان تمام بچوں کو شام بھیج دیا اور وہ وہاں جا کر مر گئے انکے بعد وراثت کے متعلق نزاع ہوئی تو حضرت عمرؓ نے عصبہ کو وراثت دلوائی اور ایک تحریر لکھوا دی جس میں تین شخص یعنی حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور ایک اور شخص کے دستخط بطور شاہد کے ثبت تھے، چنانچہ ایک موقع پر جب ان لوگوں میں نزاع ہوئی تو عبد الملک نے اسی تحریر کے مطابق فیصلہ کیا۔

(ابوداؤد کتاب الفرائض باب فی الولاء)

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے مقابلہ میں صفایائے نبوی کی نسبت جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی ایک شخص کے پاس لکھا ہوا تھا۔

(ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اخلاق کا اثر مقدمات پر:

مقدمات کی کثرت وقلت کو ایک بہت بڑا اخلاقی معیار قرار دیا سکتا ہے۔ جس **ملک**، جس قوم، اور خاندان کی اخلاقی حالت نہایت پست ہو جاتی ہے اس میں ذرا ذرا سی بات پر نزاع ہوتی ہے، مقدمات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ہر معاملہ کی نسبت لوگ جھوٹی جھوٹی شہادت دینے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں، چنانچہ ایک بار جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون لوگ بہتر ہیں تو آپ نے فرمایا۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یجی قوم تبتدر شهادة احدهم یمینه ویبتدر یمینه شهادته (مسلم کتاب المناقب)

''سب سے بہتر زمانہ میرا، پھر صحابہ کا پھر تابعین کا اس کے بعد ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو شہادت سے پہلے قسم کھائیگی اور قسم سے پہلے شہادت''

لیکن صحابہ کرام کے زمانہ تک جھوٹی شہادت ایک ایسا جرم خیال کی جاتی تھی کہ لوگ بچوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کرتے تھے اسی حدیث میں ہے۔

قال ابراهیم کانو اینهو ننا ونحن غلمان عن العهدو الشهادات

''ابراہیم کہتے ہیں کہ بچپن میں لوگ ہم کو شہادت اور عہد سے منع کرتے تھے۔''

ایک بار عراق کا ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں ایک ایسے معاملے کیلئے آیا ہوں جس کا نہ تو سر ہے، نہ دم، ہمارے ملک میں جھوٹی شہادتوں کا رواج ہو چلا ہے، حضرت عمرؓ نے نہایت تعجب سے کہا کہ ہاں ایسا ہے۔

(موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب الشہادت)

مقدمات کی قلت کا یہ حال تھا کہ حضرت سلمان بن ربیعہ باہلیؒ جو کوفہ کے قاضی تھے ان کی نسبت ابووائل کا بیان ہے کہ میں مستقل چالیس دن تک انکے پاس آتا جاتا رہا لیکن انکے یہاں کسی فریق مقدمہ کو نہیں دیکھا۔ (اسد الغابہ تذکرہ سلمان بن ربیعہ باہلی)

☆☆☆

صیغۂ محاصل وخراج

فتوحات کا سلسلہ اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں شروع ہوگیا تھا، لیکن خراج کا باقاعدہ نظام حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں قائم ہوا۔ چنانچہ سب سے پہلے عراق کی فتح کے بعد یہ بحث پیدا ہوئی تو بہت سے صحابہ نے کہا کہ مال غنیمت کی طرح زمین اور جائیدادیں بھی مجاہدین پر تقسیم کردی جائیں، لیکن حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ اگر زمین بھی تقسیم کردی گئی تو آئندہ نسل کے لئے کیارہ جائے گا، سرحد کی حفاظت کیوں کر ہوسکے گی؟ یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کا کیا انتظام ہوگا؟ اس غرض سے انہوں نے تمام قدماء مہاجرین کو مشورہ کیلئے جمع کیا اور ان لوگوں میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مخالف گروہ کی تائید کی، بالآخر حضرت عمرؓ نے ایک عام اجلاس کیا جس میں شرفائے انصار سے دس (اوس سے پانچ اور خزرج سے پانچ) بزرگ شریک ہوئے حضرت عمرؓ نے کھڑے ہوکر ایک نہایت پرزور تقریر کی اور سب نے انکی رائے سے اتفاق کرلیا۔

(کتاب الخراج ص ۱۴)

اس مرحلے کے طے ہوجانے کے بعد حضرت عمرؓ نے بندوبست کی طرف توجہ کی اور صحابہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اس خدمت کیلئے کون موزوں ہے؟ تمام صحابہ نے حضرت عثمان بن حنیفؓ کا نام لیا اور کہا کہ وہ اس سے بھی اہم خدمت کے انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

(استیعاب تذکرہ حضرت عثمان بن حنیفؓ)

حضرت عمرؓ نے پانچ درہم اور ایک جراب آٹا روزانہ کے حساب سے تنخواہ مقرر کی، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو ان کا شریک کار مقرر کیا۔ (یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۵۲) اور حکم دیا

کہ ٹیلوں، جنگلوں، گڑھوں اور ان زمینوں کی جن کی آب پاشی ناممکن ہے، پیمائش نہ کی جائے اور ناقابل برداشت جمع نہ تشخیص کی جائے اور اس اصول کے مطابق ان بزرگوں نے پیمائش کا کام ختم کیا تو کل رقبہ طول میں تین سو پچھتر اور عرض میں ۲۴۰ میل یعنی کل تیئیتس ہزار میل کسر ٹھہرا، اس میں پہاڑ، صحرا اور نہروں کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین تین کروڑ ساٹھ جریب نکلی، خاندان شاہی کی جاگیر، آتش کدوں کے اوقاف لاوارثوں، مفروروں اور باغیوں کی جائیداد، دریا بر آورد جنگل اور ان زمینوں کو جو سڑکوں کی تیاری اور ڈاک کے مصارف کیلئے مخصوص تھیں، حضرت عمرؓ نے خالصہ قرار دیا۔ (فتوح البلدان ص ۳۸۱) باقی تمام زمینیں مالکان قدیم کے قبضے میں دیدی گئیں اور ان پر حسب ذیل مالگذاری مقرر کی گئی۔

گیہوں	فی جریب یعنی پون بیگھہ پختہ	دو درہم سالانہ
جو	ایضاً	ایک درہم سالانہ
نیشکر	ایضاً	چھ درہم سالانہ
روئی	ایضاً	پانچ درہم سالانہ
انگور	فی جریب یعنی پون بیگھہ پختہ	دس درہم سالانہ
نخلستان	ایضاً	ایضاً
تل	ایضاً	آٹھ درہم سالانہ
ترکاری	ایضاً	تین درہم سالانہ

جمع تشخیص ہوگئی دونوں بزرگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے جمع سخت تو تشخیص نہیں کی؟ انہوں نے کہا ''ابھی تو اس میں اضافہ کی اور بھی گنجائش ہے'' بولے پھر غور کرلو جمع ناقابل برداشت تو تشخیص نہیں کی گئی، انہوں نے کہا نہیں، اب فرمایا کہ زندہ رہا تو اپنے بعد عراق کی بیواؤں کو کسی دوسرے کا محتاج نہ ہونے دوں گا۔ (بخاری کتاب المناقب باب قصہ البیعۃ وما لاتفاق علی عثمان)

خراج کی تشخیص میں سب سے زیادہ عادلانہ طریقہ یہ اختیار کیا کہ ذمی رعایا سے اس میں مشورہ لیا۔ چنانچہ انہوں نے عراق کا بندوبست کرنا چاہا تو مشورہ کے لیےوہاں سے دو چودھری طلب کیے جن کے ساتھ ایک ترجمان بھی تھا۔ اسی مصر کے عامل کو لکھا کہ خراج کے معاملے میں مقوقس سے رائے لو۔ زیادہ واقفیت کیلئے ایک واقف کار قبطی کو مدینہ میں طلب فرمایا اور اس سے اظہار لیا۔ (

مقریزی ج اص ۷۴، ۷۵)

عراق کے سوا حضرت عمرؓ نے اور کسی صوبے کی پیائش نہیں کرائی البتہ قدیم طریقہ بندوبست میں جہاں جہاں غلطی دیکھی اسکی اصلاح کر دی، مثلاً مصر سے رومی خراج کے علاوہ غلے کی ایک مقدار کثیر وصول کرتے تھے جو سلطنت کے ہر صوبے میں فوج کی رسد کیلئے روانہ کی جاتی تھی اور خراج میں محسوب نہیں ہوتی تھی، حضرت عمرؓ نے یہ دونوں جابرانہ طریقے موقوف کر دیے۔

زمین داری اور ملکیت کے متعلق انہوں نے سب سے بڑی اصلاح یہ کی کہ زمینداری کے متعلق جابرانہ قانون کو بالکل مٹا دیا مثلاً جب رومیوں نے شام اور مصر پر قبضہ کیا تو تمام اراضیات اصلی باشندوں کے قبضے سے نکال کر اراکین دربار کو دیدیں کچھ خالصہ قرار دیا اور کچھ گرجوں پر وقف کر دیں، لیکن حضرت عمرؓ نے اس قاعدہ کو مٹا کر یہ قاعدہ بنا دیا کہ مسلمان کسی حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہو سکتے، یعنی اگر قیمت دے کر بھی خریدنا چاہیں تو نہیں خرید سکتے، یہ قاعدہ ایک مدت تک جاری رہا چنانچہ لیث بن سعد نے مصر میں کچھ زمین خریدی تو بڑے بڑے پیشوان مذہبی مثلاً امام مالکؒ، نافع یزید وغیرہ نے ان پر سخت اعتراض کیا۔ (مقریزی ۲۹۵)

حضرت عمرؓ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تمام فوجی افسروں کے نام حکم بھیج دیا کہ لوگوں کے روزینے مقرر کر دیئے گئے ہیں اس لئے کوئی شخص زراعت نہ کرنے پائے، چنانچہ شریک غطفی نامی ایک شخص نے مصر میں کچھ زراعت کر لی تو حضرت عمرؓ نے بلا

کر سخت مواخذہ کیا اور فرمایا کہ تجھ کو ایسی سزا دوں گا جو دوسروں کیلئے عبرت انگیز ہو گی۔ (حسن المحاضرہ جلد ا ص ۱۶۸)

ایک دفعہ عبداللہ بن الحر العنسی نے شام میں کھیتی کی اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اسکی کل جائیداد برباد کروا دی۔ (اصابہ تذکرہ عبداللہ بن الحر العنسی)

بندوست کے ساتھ حضرت عمرؓ نے ترقی زراعت کی طرف خود توجہ کی اور لوگوں کو توجہ دلائی ایک مرتبہ ایک شخص سے پوچھا تمہارا وظیفہ کیا ہے؟ اس نے کہا ڈھائی ہزار فرمایا قبل اس کے کہ قریش کے لونڈے سریر آرائے حکومت ہوں کھیتی کر لو ورنہ انکے بعد وظیفہ کوئی چیز نہ رہ جائے گا۔ عام حکم دیدیا کہ جو افتادہ زمینین ہیں انکو جو شخص آباد کرلے گا اسکی ملک ہو جائیگی لیکن اگر کوئی شخص تین برس کے اندر آباد نہ کرے تو اس کے قبضہ سے نکل جائیگی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو ایک قطعہ بطور جاگیر کے دیا تھا لیکن انہوں نے اسکو آباد نہیں کیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو انکے قبضے سے نکال دیا۔ (وفا الوفاص ۱۹۰) اس طرح ان کے زمانے میں زرعی پیداوار میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے تک صدقۂ فطر میں صرف جو کھجور اور منقی وغیرہ دیا جاتا تھا لیکن جب انکے عہد خلافت میں گیہوں کی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہوا تو انہوں نے ان چیزوں کے عوض نصف صاع گیہوں مقرر کر دیا۔

(ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب کم یوذی فی صدقۃ الفطر)

<u>وصولی خراج کا طریقہ:</u>

وصولی خراج میں حضرت عمرؓ نے سب سے زیادہ آسانی یہ پیدا کی کہ خود رعایا کو اختیار دیا کہ وہ وصولی خراج کیلئے بہترین اشخاص منتخب کر کے دربار خلافت میں روانہ کرے، چنانچہ کوفہ والوں نے عثمان بن فرقد کو شام والوں نے معن بن یزید کو بصرہ والوں نے حجاج بن علاط کو منتخب کر کے بھیجا اور حضرت عمرؓ نے انکو عامل خراج مقرر کر دیا۔ (کتاب الخراج

ص ۶۴) خراج وصول ہو کر آتا تھا تو دس ثقہ آدمی کوفہ سے اور اسی قدر بصرہ سے طلب کرتے تھے اور ان کا حلفیہ اظہار لیتے تھے کہ مال گزاری کسی ذمی یا مسلمان پر ظلم کرکے تو نہیں لی گئی ہے۔ (کتاب الخراج ص ۶۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی وصولی خراج میں نہایت نرمی اختیار کی چنانچہ ایک بار کسی عامل کو وصولی خراج کیلئے مقرر فرمایا تو یہ وصیتیں کیں۔

لا تضربن رجلاً سو طافی جبایة درهم ولا تتبعن لهم رزقا ولا كسو شتاء ولا صيف ولا دابة تعملون عليها ولا تقيمن رجلا قائما في طلب درهم

"کسی شخص کو مال گزاری کے وصول کرنے میں کوڑا نہ مارو انکی روزی، ان کے گرمی اور

جاڑے کے کپڑے اور بار برداری کے جانور نہ لو اور کسی کو کھڑا نہ کرو"

اس نے کہا اے امیر المومنین یہ کہیے کہ میں یونہی خالی ہاتھ واپس آؤں فرمایا یہ بھی سہی ہم کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ فاضل مال سے مال گزاری وصول کریں۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت علیؓ)

جزیہ:

جزیہ بھی خراج کی طرح نہایت نرمی کے ساتھ وصول کیا جاتا تھا جو لوگ اپاہج اور بے کار ہو جاتے تھے انکا جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا اور انکو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا چنانچہ یہ قاعدہ حضرت ابو بکرؓ ہی کے زمانے میں مقرر ہو گیا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی اس کو قائم رکھا ذمیوں کو کسی قسم کی اذیت دے کر جزیہ وصول کرنیکی اجازت نہ تھی ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ دھوپ میں کھڑا کر کے کچھ لوگوں کے سر پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا تھا، وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ جزیہ ادا نہ کرنے کے جرم میں یہ سزا دی جا رہی ہے فرمایا انکو چھوڑ دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیا میں بندوں کو تکلیف دیتے ہیں خدا

قیامت میں انکو عذاب دیتا ہے۔

عشر:

غیر قوموں سے ایک تجارتی ٹیکس لیا جاتا تھا جس کا نام عشر تھا یہ اسلام کی کوئی جدید ایجاد نہ تھی بلکہ جاہلیت ہی کے زمانے میں اس کا رواج تھا اور حضرت عمرؓ نے اسی کو قائم رکھا۔

(موطائے امام مالک کتاب الزکوۃ باب عشور اہل الذمہ)

اس کے وصول کرنیکا طریقہ نہایت آسان تھا کسی کے اسباب کی تلاشی نہیں لی جاسکتی تھی، دوسو درہم سے کم قیمت مال پر کچھ نہیں لیا جاتا تھا، شام کے قبطی چونکہ گیہوں کی تجارت کرتے تھے اسلئے حضرت عمرؓ ان سے نصف عشر لیتے تھے کہ مدینہ میں اسکی درآمد زیادہ ہو۔

(موطائے امام مالک کتاب الزکوۃ باب عشور اہل الذمہ)

زکوۃ وعشور:

زکوۃ کے وصول کرنے میں بھی ہر قسم کی آسانیاں ملحوظ رکھی جاتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمال کو حکم دیا تھا کہ زکوۃ میں بہترین مال نہ لیا جائے خلفائے راشدین بھی نہایت شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے اموال صدقہ میں ایک بڑے تھن والی بکری دیکھی تو فرمایا کہ اس کے مالک نے اس کو بخوشی نہ دیا ہوگا اسطرح مسلمانوں کو نہ بدکاؤ۔

(موطائے امام مالک کتاب الزکوۃ باب النہی عن التضییق علی الناس فی الصدقہ)

دیوان دفتر بیت المال:

جزیہ، خراج، عشور اور زکوۃ سے جو رقم وصول ہوتی تھی حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک علی السویہ تمام مسلمانوں پر تقسیم ہوجاتی تھی لیکن عمرؓ کے زمانے میں جب باقاعدہ نظام سلطنت قائم ہوا تو اس کیلئے دیوان، دفتر، اور بیت المال قائم کیا گیا خراج کا دفتر جیسا کہ قدیم

زمانہ میں فارسی، شامی اور قبطی زبان میں تھا، حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی قائم رہا، کیونکہ ابھی تک اہل عرب نے اس فن میں اس قدر ترقی نہیں کی تھی کہ یہ دفتر عربی زبان میں منتقل ہو سکتا۔

بیت المال کے رجسٹر نہایت صحت اور تفصیل کے ساتھ مرتب کئے جاتے تھے، چنانچہ صدقہ وزکوٰۃ کے مویشی آتے تھے تو انکے رنگ، حلیہ، اور سن تک لکھے جاتے تھے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت فاروقؓ) بیت المال میں جو رقم جمع ہوتی تھی اسکا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے وظیفے میں صرف ہو جاتا تھا جن کے سالانہ وظائف علی قدر مراتب حسب ذیل تھے۔

شرکائے غزوہ بدر	پانچ ہزار درہم سالانہ
مہاجرین حبش اور شرکائے غزوہ احد	چار ہزار درہم سالانہ
مہاجرین قبل از فتح مکہ	تین ہزار درہم سالانہ
جو لوگ فتح مکہ میں اسلام لائے	دو ہزار درہم
جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے	دو ہزار درہم سالانہ
اہل یمن	چار ہزار درہم سالانہ
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین	تین سو درہم سالانہ
بلا امتیاز مراتب	دو سو درہم سالانہ

ان لوگوں کے اہل وعیال بلکہ غلاموں کے وظائف بھی مقرر تھے، چنانچہ مہاجرین اور انصار کی بیویوں کا وظیفہ دو سو درہم سے چار سو درہم تک اور اہل بدر کے اولاد ذکور کا وظیفہ دو دو ہزار درہم مقرر تھا، ان مصارف کے بعد صوبجات اور اضلاع کے بیت المال میں جو رقم بچ جاتی تھی وہ مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دی جاتی تھی۔ (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۶۳ بحوالہ ابن سعد) جن لوگوں کو وظیفے ملتے تھے ان کے نام مع ولدیت درج رجسٹر ہوتے تھے۔ (مسند ابن حنبل جلد ۱ ص ۳۱)

ان کی ترتیب کیلئے بڑے بڑے قابل لوگ مثلاً حضرت عقیل بن ابی طالبؓ مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن معطمؓ وغیرہ مامور تھے۔

☆☆☆

پبلک ورک یا نظارتِ نافعہ للہ

اصطلاحی حیثیت سے اگرچہ اس صیغہ میں صرف نہریں، سرکاری عمارتیں پل، بند شفاخانے اور کنویں وغیرہ داخل ہیں، لیکن ہم نے اسمیں صحابہ کرامؓ کے اوقاف وصدقات جاریہ کو بھی شامل کرلیا ہے، کیونکہ اوقاف وصدقات کا مقصد بھی رفاہ عام کے سوا کچھ نہیں ہوتا

کنوئیں:

رفاہ عام کی چیزوں میں اگرچہ کنوئیں اب نہایت معمولی درجہ کی چیز خیال کئے جاتے ہیں لیکن عرب میں وہ نہایت گراں قیمت چیز سمجھے جاتے تھے، اسی بنا پر حدیث میں آیا ہے کہ سب سے اچھا صدقہ پانی ہے، اسلام میں رفاہ عام کے کاموں کی ابتداء سب سے پہلے اسی صدقہ جاریہ سے ہوئی چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی

تو مدینہ میں آب شیریں کی نہایت قلت محسوس ہوئی آب شیریں کا صرف ایک کنواں تھا جس کا نام بیر رومہ تھا اسلئے آپ نے تمام مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے کہا کہ اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کیلئے اسکو کون خریدتا ہے؟ حضرت عثمان کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے اسکو اپنے ذاتی مال سے خرید کر تمام مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

(نسائی کتاب الاحباس)

حضرت عثمانؓ نے اور بھی متعدد کنویں، مثلاً بیر سائب، بیر عامر، بیر اریس، کھدوائے اور مسلمانوں پر وقف کیے۔ (وفاء الوفاص ۲۵۴)

اسکے بعد اور صحابہ نے بھی متعدد کنویں کھدوائے، حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ ان کیلئے کون سا صدقہ بہتر ہوگا؟ ارشاد ہوا ''پانی'' چنانچہ انہوں نے ماں کی یادگار میں ایک کنواں کھدوا دیا۔

مدینہ میں ایک اور کنواں جس کا نام بیر ملک تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے وقف تھا۔ (وفاء الوفاص ۲۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب صحابہ کرامؓ کے سر پر خلافت الٰہی کا تاج رکھا گیا تو اس صدقہ جاریہ کی طرف اور بھی توجہ ہوئی اگرچہ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اس زمانے میں کتنے کنوئیں کھودے گئے تاہم بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء نے اسکا نہایت اہتمام کیا تھا معجم البلدان ذکر تبوک میں ہے کہ وہاں ایک کچا کنواں تھا جو ہمیشہ گر گر پڑتا تھا حضرت عمرؓ کے حکم سے ابن عریض نامی ایک یہودی نے اس کو پختہ کرا دیا۔

<u>چوکیاں اور سرائیں:</u>

عرب کے لوگ اکثر سفر کیا کرتے تھے، بالخصوص سال میں ایک بار تمام عرب کو حج کا احرام باندھنا پڑتا تھا، بایں ہمہ راستہ میں مسافروں کے آرام و آسائش کا بہت کم سامان تھا لیکن خلفاء کے عہد میں مسافروں کے آرام و آسائش کے تمام سامان مہیا ہو گئے،

چنانچہ جو لوگ راستے میں مسافروں کو پانی پلایا کرتے تھے، انہوں نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی اور مکہ اور مدینہ کے درمیان سرائیں بنوانا چاہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس شرط پر اجازت دی کہ مسافر پانی اور سایہ کے سب سے زیادہ مستحق ہوں گے۔ (فتوح البلدان ص ۶۰)

شاہ ولی اللہ صاحب کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسی سلسلہ میں متعدد کنوئیں بھی کھدوائے اور جو کنوئیں پٹ گئے تھے ان کو صاف کروایا۔ (ازالتہ الخفاء)

انہوں نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایسے اشخاص بھی مقرر کیے جو گم گشتگان قافلہ کو سیراب راستوں سے لے جا کر منزل مقصود تک پہنچا آتے تھے۔ (مقریزی جلد اول ص ۴۶۱)

<u>مہمان خانے</u>

اول اول حضرت عمرؓ نے مسافروں کیلئے کوفہ میں ایک مہمان خانہ قائم کیا فتوح البلدان میں ہے۔

امر عمران يتخذ لمن يرد من الآفاق دار افكانو ينز لو نها۔

(فتوح البلدان ص ۲۸۶)

''حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ جو لوگ اطراف ملک سے مسافرانہ وارد ہوتے ہیں ان کے لیے ایک مہمان خانہ قائم کیا جائے، چنانچہ جو مسافر آتے تھے اسی مہمان خانے میں اترتے تھے۔''

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے کوفہ میں ایک اور مہمان خانہ قائم کیا جس کی وجہ یہ بتائی کہ باہر سے جو لوگ تجارت کا غلہ لے کر آتے تھے وہ عموماً پرائیوٹ مکانوں میں قیام کرتے تھے اس غرض سے بعض فیاض طبع لوگوں نے یہ انتظام کیا تھا کہ بازار میں منادی کروا دیتے تھے، کہ جس کے قیام کا بندوبست نہ ہو وہ ہمارے مکان میں قیام کر سکتا ہے،

حضرت عثمانؓ کوخبر ہوئی تو انہوں نے ان لوگوں کے لیے ایک مہمان خانہ قائم کردیا۔(طبری ص ۲۸۴۳) اسی طرح مصر میں بھی حضرت عثمانؓ بن قیس نے ایک مہمان خانہ قائم کیا۔(حسن المحاضرہ جلد ۱ ص ۵۲)

<u>حوض اور نہریں:</u>

صحابہ کرامؓ نے رفاہ عام کی غرض سے جابجا اور مدینہ میں بکثرت حوض اور چشمے تیار کرائے ،حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عامرؓ کوبصرہ کا عامل مقرر فرمایا تو انہوں نے عرفات میں بہت سے حوض بنوائے اور متعدد نہریں جاری کیں ۔(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ) حمی قید کے پاس حضرت عثمانؓ نے ایک نہر کھدوائی جس کا نام عین الحل تھا۔(خلاصتہ الوفاص ۲۵۷) حضرت علیؓ نے بھی متعدد نہریں وقف عام کی تھیں چنانچہ مقام منبع میں انکے ذاتی ملک میں بہت سی چھوٹی چھوٹی نہریں تھیں، انہوں نے سب کو وقف عام کردیا۔(وفا الوفاص ۳۹۳) اور دونہروں کوانہوں نے فقرائے مدینہ پر وقف کردیا تھا چنانچہ ایک بار حضرت امام حسینؓ پر قرض ہوگیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک نہر کے بدلے دولاکھ دینار دینا چاہے مگر انہوں نے کہا کہ میں اپنے باپ کا وقف فروخت کرنا نہیں چاہتا۔(معجم ذکر عین ابی نیزر)

حضرت امیر معاویہ کونہروں کے جاری کرنے کا خاص اہتمام تھا خلاصتہ الوفا میں ہے۔

کان بالمدینة الشریفة وما حولها عیون کثیرة وکان لمعاویة اهتمام بهذا لباب (خلاصتہ الوفاص ۲۳۷)

''مدینہ شریف اور اسکے متصل بکثرت نہریں تھیں اور حضرت امیر معاویہ کواس باب میں خاص اہتمام تھا۔''

حضرت امیر معاویہ نے جونہریں جاری کرائیں ان میں نہر کظامہ ،نہر ازرق۔نہر شہدا وغیرہ۔ کا نام وفا الوفا اور خلاصتہ الوفا میں مذکور ہے۔(خلاصتہ الوفاء

ص ۱۷۱۔ص ۳۶۶۔ص ۱۳۷)

حضرت امیر معاویہؓ نے پہاڑوں کی بعض گھاٹیوں کے گرد بند ھوا کر انکو تالاب کی صورت میں بدل دیا تھا، جس میں پانی جمع ہوتا تھا' (وفاء الوفاء ۳۲۱)

خلفاء کے علاوہ اور صحابہؓ نے بھی پانی کے چشمے وقف عام کیے تھے مثلاً حضرت طلحہؓ نے ایک چشمہ خرید کر راہیوں پر وقف کر دیا تھا۔ (وفا الوفاض ۳۶۰)

نہر سعد:

مکہ اور مدینہ کے علاوہ صحابہ کرامؓ نے مختلف شہروں میں نہریں جاری کیں انبار والوں کو مدت سے ایک نہر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، چنانچہ اس کے لئے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ان لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے درخواست کی تو انہوں نے حضرت سعد بن عمرو بن حرامؓ کو اس کام پر مامور کیا، انہوں نے بڑے اہتمام سے کام جاری کیا لیکن کچھ دور پہنچ کر بیچ میں ایک پہاڑ آ گیا، اس لیے کام وہیں تک پہنچ کر رک گیا، بعد کو حجاج نے اس کی تکمیل کی لیکن الفضل للمتقدم کی بنا پر یہ نہر حضرت سعد بن عمروؓ ہی کے نام سے مشہور رہوئی۔

(فتوح البلدان ص ۲۸۳)

نہر ابی موسی:

بصرہ والوں کو آب شیریں کی سخت تکلیف تھی ایک بار انکا ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وفد کے ایک ممبر یعنی حنیف بن قیس نے نہایت پر اثر تقریر میں حضرت عمرؓ کو اس طرف توجہ دلائی حضرت عمرؓ نے اسی وقت حضرت ابو موسی اشعریؓ کے نام ایک تحریری حکم بھیجا کہ بصرہ والوں کیلئے ایک نہر کھدوادی جائے چنانچہ حضرت ابو موسی اشعریؓ نے اس نہر کو دجلہ سے نکال کر نہر ابلہ سے ملادیا، اخیر میں اسکا کچھ حصہ پٹ گیا لیکن حضرت عبداللہ بن عامرؓ بن کریز نے جو حضرت عثمانؓ کی جانب سے بصرہ کے گورنر تھے اسکی مرمت واصلاح کروادی۔ (فتوح البلدان ص ۲۶۵)

نہر معقل:

یہ نہر بھی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کے حکم سے بصرہ میں کھدوائی چونکہ ان کی تیاری کا کام حضرت معقلؓ کے سپرد کیا گیا تھا، اسلئے انہی کے نام سے مشہور ہو گئی حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں زیاد نے دوبارہ اس نہر کو کھدوایا اور تبرکاً حضرت معقل سے ہی اسکا افتتاح کروایا افتتاح کرنے کے بعد ایک آدمی کو ہزار درہم دیئے اور کہا "کہ دجلہ کے کنارے گھوم آؤ اگر ایک شخص بھی اس نہر کو زیاد کی نہر کہتا ہوا ملے تو اس کو یہ رقم دیدو" لیکن بچے بچے کی زبان سے معقل کا نام سن کر اس نے کہا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

(فتوح البلدان صفحہ ۳۶۶)

نہر امیر المومنین:

۱۸ھ میں جب عرب میں قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے تمام صوبوں سے غلہ منگوایا لیکن شام و مصر سے چونکہ خشکی کا راستہ بہت دور تھا اس لئے غلہ کی روانگی میں کسی قدر دیر ہوئی ان وقتوں کی بناء پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو طلب کیا اور کہا "کہ اگر دریائے نیل سمندر سے ملا دیا جائے تو عرب میں قحط و گرانی کا کبھی اندیشہ نہ ہو ورنہ خشکی کی راہ سے غلہ کا آنا دقت سے خالی نہیں" حضرت عمرو بن العاصؓ نے پلٹ کر فوراً کام شروع کرا دیا اور ایک سال میں یہ نہر بن کر تیار ہو گئی یہ تفصیل حسن المحاضرہ میں ہے۔ (حسن المحاضرہ للسیوطی جلد اص ۶۸)

لیکن طبری میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے تمام امراء عمال کے نام سے غلہ کیلئے تحریری حکم بھیجا تو خود حضرت عمرو بن العاصؓ نے جواب میں لکھا کہ پہلے بحر شام بحر عرب میں گرتا تھا لیکن رومیوں اور قبطیوں نے اس کو بند کر دیا تھا، اگر آپ چاہتے ہیں کہ مصر کی طرح مدینہ میں بھی غلہ کا نرخ ارزاں ہو تو میں اس غرض سے نہر تیار کرا کے اس پر پل بنا دوں، مصر والوں نے اگرچہ اپنے ذاتی مصالح کی بناء پر بہت کچھ واویلا کیا لیکن حضرت عمرؓ نے

اس معاملے میں کسی کی نہ سنی چنانچہ جب یہ نہر بن کر تیار ہوئی تو عرب ہمیشہ کیلئے قحط کی مصیبت سے نجات پا گیا۔ (طبری ص ۲۵۴)

حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں بھی بعض نہریں تیار ہوئیں مثلاً انہوں نے عبید اللہ بن زیاد کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو اس نے جبال بخاری کو کاٹ کر ایک نہر نکالی۔ (طبری ص ۱۶۹) ان ہی کے زمانے میں حکم بن عمرو نے ایک نہر جاری کی جس کا افتتاح نہ ہو سکا۔ (طبری واقعات ۵۱ھ)

زرعی نہریں:

حضرت عمرؓ کے زمانے میں زرعی ترقی کا جو مستقل انتظام ہوا اس کے سلسلہ میں انہوں نے نہایت اہتمام کے ساتھ آب پاشی کیلئے نہریں کھدوائیں، چنانچہ خاص مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ سال بھر اس کام میں لگے رہتے تھے اور ان کے تمام مصارف بیت المال سے ادا کیے جاتے تھے۔ (حسن المحاضر جلد ا ص ۶۳)

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں اس صیغے کو اور بھی زیادہ ترقی ہوئی، انکے زمانے میں صرف مدینہ اور اسکے آس پاس جو زرعی نہریں تھیں انکے ذریعہ سے ڈیرھ لاکھ وسق خرما اور ایک لاکھ وسق گیہوں پیدا ہوتا تھا۔ (خلاصۃ الوفا ۲۴۷)

بند:

مکہ میں چار مشہور سیلاب مختلف زمانوں میں آئے اور ان میں ایک سیلاب جو ام نہشل کے نام سے مشہور ہے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں آیا اور مسجد حرام تک پہنچ گیا حضرت عمرؓ نے نیچے اوپر دو بند بندھوائے جس نے مسجد حرام کو سیلاب کی زد سے محفوظ رکھا۔ (فتوح البلدان ص ۱۶)

مدینہ میں ایک چشمہ تھا جس کا نام فہرور تھا حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس سے طغیانی آئی اور تمام مدینہ ڈوب گیا اس لئے انہوں نے اس سے بچنے کیلئے ایک بند بندھوا دیا۔

(فتوح البلدان ص ۱۷)

پل اور سڑک:

خلفاء کے زمانے میں مفتوحہ قوموں سے جو معاہدہ صلح ہوتا تھا اس میں تمام شرائط کے ساتھ یہ شرط بھی کرلی جاتی تھی کہ سڑکوں اور پلوں کا بنانا ان کے متعلق ہوگا، چنانچہ کتاب الخراج میں ایک معاہدہ کا یہ فقرہ نقل کیا ہے۔

وبناء القناطر علی الانهار من اموالهم۔ (کتاب الخراج ص ۸)

''نہروں پر انکو اپنے صرف سے پل باندھنا ہوگا۔''

طبری واقعات ۱۶ھ میں ایک معاہدہ کے حسب ذیل فقرے نقل کیے ہیں۔

فکان الفلاحون للطرق والجسور والاسواق والحرث والدلالة۔

''کاشتکاروں کا یہ فرض قرار دیا گیا کہ سڑک بنائیں پل باندھیں بازار لگائیں کھیتی لگائیں اور مسلمانوں کو راستہ بتائیں۔''[1]

سرکاری عمارتیں:

سرکاری عمارتوں کی ابتداء حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی اور سرکاری کاموں کے لیے جس قدر عمارت کی ضرورت ہوتی ہے غالباً کل وجود میں آگئیں۔

دارالامارۃ:

صوبجات اور اضلاع کے حکام کے لیے دارالامارۃ تعمیر کیے گئے جو گویا اس زمانے کے گورنمنٹ ہاوس تھے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں غالباً سب سے پہلے بصرہ کا دارالامارۃ تیار ہوا چنانچہ جب عتبہ بن غزوان نے فوجی ضرورت سے بصرہ کو آباد کیا تو اس کے ساتھ مقام دہنا میں جس کو اب رحبہ بن ہاشم کہتے ہیں' سادہ طور پر ایک مسجد' ایک جیل خانہ اور ایک دارالامارۃ بھی تعمیر کروایا بصرہ اول اول گویا چھپروں کا مجموعہ تھا، لیکن بعد کو

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کچے مکانات بنوائے تو دار الامارۃ کو بھی کچی اینٹ سے تعمیر کروایا اور چھت گھاس سے پٹوائی حضرت امیر معاویہ نے زیاد کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا تو اس نے مسجد میں بہت کچھ اضافہ کیا دار الامارۃ کو مٹا کر مسجد کے سامنے قبلہ رخ کر دیا اور اس کی عمارت پہلے سے زیادہ مستحکم بنوائی۔

(فتوح البلدان ص ۳۵۵)

اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ کو آباد کیا تو اس کے ساتھ دار الامارۃ بھی تعمیر کرایا زیاد نے اس کی عمارت بھی دوبارہ مستحکم بنوائی۔ (فتوح البلدان ص ۲۸۵)

مکہ میں ایک نہایت قدیم یادگار تھی جس کو دار الندوہ کہتے تھے یہ عمارت قریش کا گویا دار الامارۃ تھی جس میں وہ تمام اہم قومی معاملات کا فیصلہ کرتے تھے اخیر میں حضرت امیر معاویہ نے اس کو خرید کر دار الامارۃ بنا دیا۔ (فتوح البلدان ص ۵۹)

جیل خانے:

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں متعدد جیل خانہ بنوائے اول اول مکہ معظمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خرید کر کے جیل خانہ بنوایا۔ (مقریزی جلد دوم ص ۱۸۷)

پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے بصرہ کا جیل خانہ عتبہ بن غزوان نے تعمیر کروایا تھا جو بالکل دار الامارۃ کے متصل تھا۔ کوفہ کا جیل خانہ بانس یا نرسل سے بنا تھا۔ (فتوح البلدان ص ۴۶۸)

غلہ گودام:

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تمام سرکاری ضروریات کے لیے الگ الگ مکانات تعمیر کروائے تھے ہم کو تاریخوں میں دار الدقیق اور دار الرقیق کا اکثر نام ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدیان جنگ کے رہنے کے لیے کوئی مستقل مکان تعمیر کیا گیا تھا اس طرح سرکاری آٹا کسی مستقل عمارت میں رکھا جاتا تھا عام الرمادۃ میں مدینہ کی بندرگاہ جار

پر جو غلہ آتا تھا اس کو رکھنے کے لیے حضرت عمرؓ نے دو بڑے بڑے محل بنوائے تھے۔ (یعقوبی ص ۱۷۷)

بیت المال:

اگر چہ ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں بیت المال قائم ہو چکا تھا، لیکن درحقیقت حضرت عمرؓ نے اس کے لیے مستقل اور شاندار عمارتیں تعمیر کروائیں، چنانچہ کوفہ کا بیت المال ایک عظیم الشان محل کی صورت میں تعمیر ہوا تھا جس کے لیے شاہان فارس کی عمارت سے اینٹیں منگائی گئیں تھیں اور جس کو روزبہ ایک مشہور مجوسی معمار نے تیار کیا تھا۔ (طبری ص ۲۴۸۹)

بازار:

صحابہ کرامؓ کے عہد خلافت میں اگرچہ عرب کے تمام قدیم بازار مثلاً عکاظ، ذوالمجنہ وغیرہ قائم تھے، تاہم خود صحابہ کرامؓ نے بھی متعدد بازار قائم کیے چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں کوفہ آباد ہوا تو ایک کھلی ہوئی جگہ بازار کے لیے مخصوص کر لی گئی۔ (طبری ص ۲۴۹۱)

مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہم مسجد جامع کے متصل آپ کے لیے ایک مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ میں تو حجاز میں ہوں اور میرے لیے مصر میں مکان تعمیر ہوگا؟ اس جگہ ایک بازار قائم کردو۔ چنانچہ وہ بازار قائم کیا گیا اور اس میں غلام فروخت کیے جاتے تھے۔ (حسن المحاضرہ جلد اول ص ۵۹)

حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عامرؓ کو بصرہ کا عامل مقرر فرمایا تو انہوں نے بہت سے مکانات خرید کر منہدم کروا دیئے اور اس جگہ ایک بازار قائم کیا۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ)

شفا خانے:

اگرچہ ہم کو اس قدر معلوم ہے حضرت عمرؓ حفظان صحت کا نہایت خیال رکھتے تھے،

چنانچہ ایک بار حضرو کے باشندوں نے شکایت کی کہ ہمارا گاؤں وبائی امراض میں مبتلا رہتا ہے، تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو ان لوگوں نے کہا کہ وہ ہمارا وطن ہے' حضرت عمرؓ نے عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ سے کہا کہ اب کیا تدبیر ہے؟ اس نے کہا کہ زمین مرطوب ہے اور وہاں پسو اور مچھر بہت لگتے ہیں جو وباء کا سبب ہیں اس کے لیے ان لوگوں کو قرب وجوار میں نکل جانا چاہیے، گھی اور کراث کھانا چاہیے، خوشبو لگانا چاہیے، ننگے پاؤں نہ چلنا چاہیے اور دن کو سونا نہ چاہیے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو ان تدبیروں پر عمل کرنیکا حکم دیا۔ (خلاصۃ الوفاص ۲۷۰)

اور اگر چہ ہم کو اس قدر معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں بکثرت اطباء موجود تھے اور ان سے وہ کام لیتے تھے چنانچہ حضرت معیقب دوسیؓ کو جذام ہوا تو ان کے علاج کے لیے انہوں نے مختلف اطبا بلوائے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت معیقب دوسیؓ)

لیکن با ایں ہمہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے حضرت عمرؓ اور دوسرے خلفاء نے شفا خانے کے لیے کوئی عمارت تعمیر نہیں کروائی۔

<u>چھاؤنیاں اور قلعے:</u>

صحابہ کرامؓ کے عہد میں چونکہ فتوحات کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا اس لیے بکثرت فوجی چھاؤنیاں اور بکثرت قلعے تعمیر ہوئے عام دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر محفوظ یا ساحلی مقام فتح ہوتا تھا تو وہاں بقدر ضرورت فوج متعین کردی جاتی تھی جس سے ہر قسم کی شورش وبغاوت کا سد باب ہو جاتا تھا۔

(فتوح البلدان ص ۱۳۴)

لیکن عارضی انتظامات کے علاوہ مستقل فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں اور تمام ساحلی مقامات قلعوں سے مستحکم کیے گئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ میں شام کا سفر کیا تو تمام سرحدی مقامات کا دورہ کر کے فوجی چھاؤنیاں قائم کروائیں۔ ساحلی مقامات کا مستقل انتظام کیا اور حضرت عبداللہ بن قیسؓ کو اس کا افسر کل مقرر فرمایا۔ (طبری ص ۲۵۲۳)

۱۹ھ میں جب یزید بن سفیان کا انتقال ہوا تو اس کے بھائی معاویہ نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی کہ سواحل شام کے استحکام کی زیادہ ضرورت ہے۔ حضرت عمرؓ نے فوراً حکم بھیجا کہ تمام قلعوں کی مرمت کی جائے اور ان میں فوجیں رکھی جائیں، جتنے دریائی مناظر ہیں ان میں پہرہ دینے والے متعین کیے جائیں اور ہمیشہ آگ روشن رکھنے کا سامان کیا جائے، حضرت عمرؓ نے مصر وغیرہ میں بھی اس قسم کی بہ کثرت چھاؤنیاں قائم کیں حضرت عثمانؓ نے اس کو اور ترقی دی اور متعدد قلعے اور چھاؤنیاں بنوائیں، ایک گاؤں جس کا نام حسر منج تھا موسم گرما میں فوج کے قیام کے لیے آباد کرایا۔ (فتوح البلدان ص ۱۵۷) اور جو لوگ ساحلی قلعوں میں اقامت گزین ہونا پسند کرتے تھے ان کو جاگیریں عطا کیں۔ (فتوح البلدان ص ۱۳۴) حضرت امیر معاویہؓ کو بحریات کا بہت زیادہ خیال تھا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں طرابلس فتح ہوا تو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک بڑا قلعہ بنوایا جس کا نام حصن سفیان رکھا، اس قلعہ کے تعمیر ہونے سے ہر قسم کے بحری حملہ کا اندیشہ جاتا رہا۔ (فتوح البلدان ص ۱۳۳)

لاذقیہ، جبلہ، اور انطر طوس کو حضرت ابو عبیدہؓ نے فتح کیا تو قدیم دستور کے موافق حفاظت کے لیے کچھ فوجیں متعین کر دیں۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے تمام ساحلی استحکامات کے ساتھ یہاں بھی قلعے بنوائے۔ (فتوح البلدان ص ۱۴۰۰)

جزیرہ ڈش فتح ہوا تو حضرت امیر معاویہؓ نے یہاں بھی ایک قلعہ تعمیر کروایا۔

(فتوح البلدان ص ۲۴۴)

حضرت امیر معاویہؓ نے بحری استحکامات کے علاوہ خاص اہل مدینہ کے لیے بھی ایک قلعہ بنوایا جس کا نام قصر خل تھا۔ (وفا الوفا ص ۶۱ ۳)

مقبرہ:

حضرت عمرؓ نے جبل مقطم پر جو مصر میں واقع ہے مسلمانوں اور عیسائیوں کا الگ الگ مقبرہ تعمیر کروایا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبد اللہ بن حارث زبیدیؓ،

حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمیؓ حضرت عقبہ بن عامرؓ اسی مقبرے میں مدفون ہوئے۔ (معجم البلدان ذکر مقطم)

حمام:

مصر میں اگرچہ بہ کثرت حمام تھے لیکن وہ نہایت گندے و نجس رہتے تھے، اس لیے حضرت عمرو بن العاصؓ نے ایک چھوٹا سا حمام تعمیر کرایا جس کو رومی حمام الفار یعنی چوہوں کا حمام کہتے تھے۔

(حسن المحاضرہ جلد اول ص ۵۹)

وصیت:

نزع کا عالم بھی عجیب کشمکش کا عالم ہوتا ہے ایک طرف تو آل و اولاد، ماں باپ کی، بھائی بند کی محبت دامن پکڑتی ہے، دوسری طرف عالم قدس کی کشش گریباں گیر ہوتی ہے، اس لیے دین و دنیا کی محبت کے موازنہ کے لیے اس سے بہتر زمانہ نہیں مل سکتا، اگر انسان دنیا کا شیدائی ہے تو وہ اپنا تمام مال و دولت صرف عزیز و اقارب کو تفویض کر دیتا ہے، اگر وہ اپنا رشتہ خدا کے ساتھ جوڑنا چاہتے ہیں تو اپنی جائیداد کا معظم ترین حصہ خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے اور آل و اولاد کو صرف اس قدر دیتا ہے جس قدر ان کا حصہ اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے، صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے صالح بندے تھے اس لیے وہ اس عالم میں جو کچھ دیتے تھے خدا ہی کو دیتے تھے، مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے تو عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس دولت بہت ہے اور ورثاء میں صرف ایک لڑکی ہے چاہتا ہوں کہ دو ثلث مال صدقہ کر دوں، آپؐ نے اجازت نہیں دی، بولے تو نصف، آپؐ نے فرمایا ”نہیں ثلث (تہائی) بہت ہے“۔ (ابوداؤد کتاب الوصایا باب ماجاء فیما یجوز للموصی فی مالہ)

حضرت سعد بن مالکؓ بیمار ہوئے اور آپؐ عیادت کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے کہا ”میں خدا کی راہ میں اپنا کل مال دیتا ہوں“ فرمایا بچوں کے لیے چھوڑتے ہو؟

بولے خدا کے فضل سے وہ آسودہ حال ہیں، آپؐ نے فرمایا نہیں صرف دسویں حصہ کی وصیت کرو، انہوں نے بہت اصرار کیا تو آپؐ نے ثلث کی اجازت دی۔

(ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی الوصیۃ بالثلث والربع)

اوقاف:

غربت و افلاس، تنگدستی اور فاقہ مستی سب کچھ تھی، لیکن ان میں کوئی چیز صحابہ گو انفاق فی سبیل اللہ سے باز نہیں رکھ سکتی تھی، صدقہ و خیرات تو تمام صحابہؓ کے اعمال صالح کا نمایاں جزو تھا، اسی بناء پر قرآن مجید نے ان کی یہ مشترکہ خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔

وممارزقناھم ینفقون.

''اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ صرف کرتے ہیں۔''

لیکن ان میں متعدد بزرگ ایسے تھے جو خدا کی راہ میں کچھ دینا نہیں چاہتے تھے، بلکہ سب کچھ دینا چاہتے تھے، مثلاً حضرت عمرؓ نے ایک بار خیبر میں ایک نہایت عمدہ قطعہ زمین پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں نے ایک نہایت عمدہ جائیداد پائی ہے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ ارشاد ہوا کہ اس کو خدا کی راہ میں وقف کردو چنانچہ انہوں نے اس کو وقف کردیا۔ (بخاری کتاب الوصایا باب الوقف)

لیکن اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی متعدد جائیدادیں وقف کیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ثمغ ایک نخلستان تھا جو اسلام کی تاریخ میں پہلا وقف تھا۔

صرمہ ابن اکوع باغ کے ساتھ باغبان بھی وقف تھا۔

سو درخت نسائی میں ہے کہ انہوں نے ان کو سو غلاموں کے بدلے خریدا تھا۔

سو درخت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائے تھے۔

حضرت عمرؓ نے اس وقف کے متعلق ایک وقف نامہ بھی لکھا تھا جس میں حضرت حفصہؓ کو متولی قرار دیا تھا۔ (ابو داؤد کتاب الوصایا باب فی الرجل یوقف الوقف)

حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ نے انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری والدہ نے انتقال کیا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ثواب حاصل ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، بولے تو ایک باغ ان کے نام پر وقف کرتا ہوں اور آپ کو گواہ بناتا ہوں۔ (ابو داؤد کتاب الوصایا باب فیمن مات من غیر وصیۃ یتصدق عنہ و بخاری کتاب الوصایا)

حضرت کعب بن مالکؓ کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے اس مسرت میں اپنی تمام جائیداد وقف کرنا چاہی لیکن آپؐ کے اصرار سے خیبر کا حصہ اپنے لیے محفوظ رکھا۔
(ابو داؤد کتاب الایمان والنذور و باب فیمن نذر ان یتصدق بمالہ)

جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا

''وہ کون ہے جو خدا کو قرض حسنہ دیتا ہے۔''

تو حضرت ابو الدحداحؓ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے باغ میں مقیم تھے فوراً بی بی کے پاس آئے اور کہا کہ ام دحداح باغ سے نکلو میں نے باغ خدا کو قرض دے دیا، یہ کہہ کر اس کو مساکین و فقراء پر وقف کر دیا۔ (استیعاب تذکرہ حضرت ابو الدحداحؓ)

<u>شہروں کی آبادی:</u>

صحابہ کرامؓ نے جو جدید شہر آباد کرائے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

<u>بصرہ:</u>

خریبہ ایک غیر آباد مقام تھا جہاں اکل و شرب کا کافی سامان تھا وہاں حضرت عتبہ بن غزوانؓ آئے تو اس کو فوجی ضروریات کے لیے موزوں خیال کیا اور حضرت عمرؓ سے اس کو آباد کرنے کی اجازت طلب کی، انہوں نے زمین کے نقشہ اور موقع و محل کی اطلاع دی تو

حضرت عمرؓ نے بھی اس کو پسند فرمایا اور ان کو اس کے آباد کرنے کی اجازت دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عتبہ کو خود آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا، بہر حال عتبہ نے نرسل کے مکانات بنوائے اور ایک مسجد تعمیر کروائی، سرکاری کاموں کے لیے قید خانہ، دارالامارۃ اور دفتر بھی نرسل ہی کے تعمیر کروائے، ایک مدت تک یہ حال رہا کہ جب لوگ جہاد کے لیے روانہ ہوتے تھے تو نرسل کو گرا کر ڈھیر لگا دیتے تھے، پھر جب لوٹتے تھے تو اس کو مکان کی صورت میں ترتیب دے لیتے تھے، اس کے بعد لوگوں نے الگ الگ مکانات بنوائے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے مسجد اور دارالامارۃ کو کچی اینٹ سے تعمیر کروایا، امیر معاویہ کے زمانے میں زیاد نے مسجد میں بہت کچھ اصلاح اور اضافہ کیا۔ (فتوح البلدان از ص ۳۵۴ تا ۳۵۸)

کوفہ:

مدائن فتح ہوا تو وہاں مسلمان آباد ہو گئے اور مسجدیں تعمیر کر لیں لیکن آب و ہوا ناموافق آئی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی، انہوں نے لکھا کہ لوگ، دوسری جگہ آباد کرائے جائیں، کوفہ کی زمین جس کو اہل عرب خد العذرا یعنی عارض محبوب کہتے تھے اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی اور چالیس ہزار آدمیوں کے رہنے کے لیے مکانات بنوائے گئے جن میں یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمی تھے، عمارتیں اول اول نرسل کی بنی تھیں لیکن بار بار آتش زنی ہوئی تو حضرت عمرؓ کی اجازت سے اینٹ اور گارے کی عمارتیں تیار ہوئیں۔

مسجد جامع کے علاوہ ہر قبیلے کے لیے الگ الگ مسجد تعمیر ہوئیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ اور زیاد کے زمانے میں بھی کوفہ کی آبادی میں بعض تغیرات کیے گئے۔

(کوفہ کی آبادی کا حال معجم البلدان فتوح البلدان اور طبری میں بہ تفصیل مذکور ہے)

فسطاط:

اسکندریہ فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے وہاں مسلمانوں کو آباد کرنا چاہا، لیکن چو

نکہ اسکندریہ کے بیچ میں دریائے نیل حائل تھا جس کو حضرت عمرؓ ناپسند فرماتے تھے، اس لیے انہوں نے اجازت نہیں دی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ اسکندریہ کی فتح کے لیے روانہ ہوئے تھے تو خیمہ کو خالی چھوڑ گئے تھے جو اسی طرح کھڑا رہا، وہ پلٹ کر اسی خیمہ میں اترے اور وہیں شہر کی بنیاد ڈالی اسی مناسبت کے لحاظ سے اس کا نام فسطاط پڑ گیا جس کے معنی خیمے کے ہیں۔

قبائل میں باہم جگہ کے انتخاب میں نزاع واقع ہوئی تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے معاویہ بن خدیج، شریک بن سمی، عمرو بن مخرم اور جبرئیل بن ناشرہ مغافری کو متعین کیا کہ ہر قبیلے کو مناسب مقامات پر آباد کریں۔ (معجم ذکر فسطاط)

تمام قبائل نے دریا اور قلعے کے سامنے مویشیوں کے لیے کچھ خالی زمینیں چھوڑ دی تھیں، لیکن امیر معاویہؓ کے عہد میں وہاں بھی مکانات تعمیر ہو گئے۔ (حسن المحاضرہ جلد اص ۵۸)

موصل:

یہ شہر اگرچہ پہلے سے آباد تھا، لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں حضرت ہرثمہ بن عرفجہؓ نے ایک قلعہ، عیسائیوں کے چند گرجے اور ان گرجوں کے متصل کے چند مکان اور یہودیوں کے ایک محلے کو ملا کر ایک مستقل شہر آباد کیا اور وہاں ایک مسجد جامع بھی تعمیر کروائی۔

(فتوح البلدان ص ۳۴۰)

جیزہ:

حضرت عمرو بن العاصؓ اسکندریہ سے واپس آئے تو اس خیال سے کہ دشمن کہیں دریا کی راہ سے چڑھ نہ آئے اس مقام پر تھوڑی سی فوج متعین کر دی۔ جس میں قبائل حمیر، ہمدان، آل رعین، ازد بن حجرؓ اور حبشہ کے لوگ شامل تھے لیکن جب امن وامان قائم ہو گیا تو انہوں نے ان قبائل کو بلا کر فسطاط میں آباد کرانا چاہا مگر لوگوں نے انکار کر دیا، حضرت

عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے کہا کہ اچھا ان کے لیے قلعہ بنا دیا جائے ان لوگوں نے اسکو بھی ناپسند کیا، اور کہا کہ، ہمارا قلعہ خود ہماری تلوار ہے، انہی لوگوں کی مجموعی آبادی سے جیزہ نے ایک مختصر شہر کی صورت اختیار کر لی، پہلے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ آباد ہوا تھا، اسی لیے بیچ بیچ میں زمین خالی تھی، لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب کثرت سے اہل عرب یہاں آئے تو ہر قبیلہ نے اپنے قبیلے کے آدمیوں کو اپنی طرف کھینچا، اس وجہ سے یہ خالی مقامات بھی آباد ہو گئے۔

(معجم ذکر جیزہ حسن المحاضرہ جلد ا ص ۵۹)

اردبیل:

حضرت علیؓ کے زمانے میں حضرت اشعث بن قیسؓ والی آذربائیجان نے اس شہر کو آباد کیا اور بہت سے عرب لا کر یہاں بسائے اور ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ (فتوح البلدان ص ۳۳۷)

مرعش:

حضرت امیر معاویہؓ نے فوج کے لیے اس شہر کو آباد کیا اور یزید کے زمانے تک آباد رہا، یزید کی موت کے بعد رومیوں نے پیہم غارت گری شروع کی تو یہاں کے باشندے اجڑ کر دوسرے مقامات پر آباد ہو گئے۔ (فتوح البلدان ص ۱۹۶)

قیروان:

حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں سب سے بڑا شہر جو آباد ہوا وہ یہی تھا، اس کی آبادی کی تاریخ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے معاویہ بن خدیج کندیؓ کو معزول کر کے عقبہ بن نافع فہریؓ کو افریقہ کا گورنر مقرر فرمایا تو انہوں نے ایک فوج گراں کے ساتھ حملہ کر کے افریقہ کے تمام بڑے بڑے شہر فتح کر لیے اور یہاں سے لے کر افریقہ تک اسلام پھیل گیا۔ اس موقع پر حضرت عقبہ نے اپنے تمام رفقاء کو جمع کر کے کہا یہ لوگ مسلمان تو ہو جاتے ہیں لیکن جب مسلمان یہاں سے واپس جاتے ہیں تو پھر مرتد ہو جاتے ہیں، اس

لیے میری رائے یہ ہے کہ میں یہاں مسلمانوں کا ایک شہر آباد کر دوں، لوگوں نے ان کی رائے کو پسند کیا تو انہوں نے سب سے پہلے دارالامارۃ کی بنیاد ڈالی اور لوگوں نے اس کے گرد مکانات بنوائے، انہوں نے ایک جامع مسجد بھی تعمیر کروائی اور اس کے علاوہ اور مسجدیں بھی تعمیر ہوئیں۔ (معجم البلدان ذکر قیروان)

حضرت امیر معاویہؓ نے بھی بعض شہر آباد کرائے مثلاً جزیرہ قبرص فتح ہوا تو وہاں مسجدیں تعمیر کرائیں، عرب کو لا کر بسایا اور شہر آباد کیا جس کو یزید نے ویران کر دیا۔ (فتوح البلدان ص ۱۶۰)

☆☆☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں اگرچہ بعض صحابہ پولیس کی خدمت پر مامور تھے تاہم اس وقت تک پولیس کا کوئی محکمہ قائم نہیں ہوا تھا، حضرت ابو بکرؓ نے اس پر صرف اس قدر اضافہ کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پہرہ داری کی خدمت پر مامور فرما دیا تھا اور بعض جرائم کی سزائیں متعین کر دیں۔ مثلاً حد خمر کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل نہایت مختلف تھا، ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی خدمت میں ایک شرابی کو پکڑ کر لائے تو آپ نے تمام صحابہ کو حکم دیا کہ مارتے جاؤ سب نے جوتے ڈنڈے اور کھجور کی شاخوں سے مارنا شروع کیا اخیر میں اسکے منہ میں خاک جھونک دی۔ (ابو داؤد کتاب الحدود باب اذا اتتابع فی شرب الخمر)

لیکن ابو داؤد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شرابی جھومتا ہوا جا رہا تھا۔ صحابہ کرام نے اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کرنا چاہا، وہ حضرت عباس کے دروازے کے سامنے آیا تو ان سے لپٹ گیا۔ اور بھاگ نکلا آپ کو خبر ہوئی تو ہنس پڑے اور کوئی سزا نہیں دی۔

(ابو داؤد کتاب الحدود باب الحد فی الخمر)

صحیح مسلم کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ایک شرابی کو انجیر کی چھڑی سے ۴۰ ضرب۔ (مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر) کی سزا دی اور حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دور خلافت میں اسی کو لازمی کر دیا۔ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ابتدائی زمانے تک اسی پر عمل درآمد ہوتا رہا۔

حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں بعض جدید جرائم بھی پیدا ہوئے، مثلاً خالد بن ولیدؓ نے ان کو لکھا کہ عوالی مدینہ میں ایک شخص لواطت میں مبتلا ہے، چونکہ اہل عرب کے لیے یہ ایک جدید جرم تھا، اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے تمام صحابہؓ سے مشورہ کیا، حضرت علیؓ نے

جلانے کی رائے دی اور تمام صحابہؓ نے اس پر اتفاق کیا۔ (الترغیب والترہیب جلد ۲صفحہ ۱۱۶، الترہیب من اللواط سند جید،)

تعزیر وحدود کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا لیکن حضرت عمرؓ نے پولیس کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا اور اس صیغہ میں متعدد چیزیں ایجاد فرمائیں، مثلاً

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک جیل خانہ کی کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے جیل خانے بنوائے اول اول مکہ معظمہ میں حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خریدا اور اس کو جیل خانہ بنوایا۔ (مقریزی جلد ۲ص ۱۷۸) پھر اور اضلاع میں جیل خانے بنوائے چنانچہ کوفہ کا جیل خانہ نرسل سے بنا تھا معن بن زائدہ نے بیت المال سے کچھ روپیہ کا غبن کیا تو ان کو اسی جیل خانے میں قید کیا گیا۔ (فتوح البلدان ص ۴۶۸)

2۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک کسی کو سولی کی سزا نہیں دی گئی تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے بعض اشخاص کو سولی کی سزا دی چنانچہ حضرت ام ورقہ بنت نوفل کو ان کے غلاموں نے قتل کر ڈالا، تو حضرت عمرؓ نے ان کو سولی کا حکم دیا، اور یہ پہلی سولی تھی جو مدینہ میں دی گئی۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ النسا) ایک ذمی نے بالجبر ایک مسلمان عورت کی آبروریزی کی تو اس کو بھی سولی کی سزا دی اور فرمایا کہ ہم نے اس پر کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے۔

(کتاب الخراج ص ۱۰۹)

3۔ مجرمین کی گرفتاری کے لیے اعلان واشتہار دیا، چنانچہ جن غلاموں نے حضرت ام ورقہ کو شہید کیا تھا، وہ اعلان واشتہار ہی کے ذریعہ سے گرفتار ہو کر آئے تھے۔

4۔ تعزیر وحدود کے لیے اشخاص متعین کیے جو مجرمین کو سزا دیتے تھے، اصابہ میں ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ کو اقامت حدود کی خدمت پر مامور کیا تھا

(اصابہ تذکرہ عبید اللہ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ)

5۔ جلاوطنی کی سزا اگرچہ اسلام میں کوئی جدید سزا نہ تھی ، تاہم حضرت عمرؓ کے عہد میں اس پر اس کثرت سے عمل ہوا کہ گویا وہ ان کی اولیات میں قرار پائی۔

(بخاری کتاب المحاربین میں ہے کہ ان عمر بن الخطاب غرب ثم لم تزل تلک السنۃ)

لیکن ایک بار جب انہوں نے ایک شخص کو جلاوطن کیا اور وہ شام میں جا کر عیسائی ہو گیا ہتو اس وقت سے جلاوطنی کی سزا موقوف کر دی۔

6۔ بعض سزائیں سخت کر دیں ، مثلاً حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں شراب پینے کی سزا ۴۰ درے تھی ، ان کے زمانے میں شراب نوشی کی کثرت ہوئی تو انہوں نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے اسی (۸۰) درے کر دیئے۔ (مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر)

7۔ احتساب کے متعلق جو کام ہیں مثلاً کوئی شخص بیع وشرا میں خدع وفریب نہ کرے شراب علانیہ بکنے نہ پائے ،کوئی شخص سڑک پر مکان وغیرہ نہ بنوائے پائے ان کی طرف خاص طور پر توجہ کی اگرچہ پتہ نہیں چلتا کہ انہوں نے احتساب کا کوئی مستقل صیغہ قائم کیا تھا ، تاہم یہ صحیح طور پر معلوم ہے انہوں نے اس کام کے لیے افسر متعین کیے تھے ،موطائے امام مالک میں ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عتبہ کو بازار کی نگرانی کے لیے مقرر کیا تھا ، اور حضرت سائب بن یزید کو ان کا مددگار بنایا تھا۔ (مو طائے امام مالک کتاب البیوع) ان کے علاوہ اور بھی متعدد اہلکار تھے جو ناجائز تجارت کی روک ٹوک کرتے تھے۔

(موطائے امام محمد باب الشرکۃ فی البیوع)

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے دور خلافت میں یہ محکمہ اسی حالت میں قائم رہا ، لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں زیاد نے اس صیغہ کو نہایت ترقی دی

اس نے چار ہزار آدمی پولیس میں بھرتی کیے جن کے افسر عبداللہ بن حصن تھے، پانچ سو آدمی خاص طور پر مسجد کا پہرہ دیتے تھے۔ اور وہاں سے کبھی نہیں ٹلتے تھے، اس انتظام کا مقصد کچھ ہی کیوں نہ ہوتا ہم اس کی وجہ سے ملک کے امن وامان کو اس قدر ترقی ہوئی کہ کوئی شخص اگر راستہ میں کوئی گری پڑی چیز پاتا تھا تو لا کر براہ راست اس کے مالک کے حوالے کرتا تھا، زیاد خود کہتا تھا، کہ اگر کوفہ اور خراسان کے درمیان ایک رسی بھی گم ہو جائے تو مجھ کو اس کے لینے والے کے نام کی خبر ہو جائے گی۔ ایک دن اس نے ایک گھر میں گھنٹے کی آواز سنی، پوچھا تو معلوم ہوا کہ لوگ پہرہ دے رہے ہیں بولا اس کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی مال چوری ہو جائے گا تو میں اس کا ضامن ہوں۔

اس کے زمانے میں عشاء کی نماز کے بعد اگر کوئی شخص گھر سے نکلتا تھا تو قتل کر دیا جاتا تھا۔

(طبری صفحہ ۷۷ واقعات ۴۵ھ)

حضرت امیر معاویہ نے اس محکمہ میں ایک جدید ایجاد یہ کی مشتبہ چال چلن کے لوگوں کی جانچ پڑتال کروائی اور ان کے نام لکھوائے چنانچہ انہوں نے دمشق میں حضرت ابوالدرداء کے نام حکم بھیجا تھا کہ وہاں کے بدمعاشوں کے نام لکھ بھیجو۔ (الادب المفرد باب الظن)

صحابہ کرامؓ کے زمانے خلافت میں پولیس کے محکمہ میں عہد بہ عہد جو ترقیاں ہوئیں یہ اس کی سادہ تاریخ ہے اب ہم کو اس پر اخلاقی اور مذہبی حیثیت کی نگاہ ڈالنی چاہیے کیونکہ صحابہ کرامؓ کے دور خلافت کا طرہ امتیاز صرف سیاست نہیں، بلکہ اخلاق و مذہب ہے۔

پولیس کا محکمہ اخلاقی اور مذہبی روح کی سب سے بڑی قربان گاہ ہے، لیکن صحابہ کرامؓ نے اپنے دور خلافت میں اس کو اخلاقی اور مذہبی روح کی سب سے بڑی نمائش گاہ بنا دیا تھا، اور جہاں کہیں سیاست اور اخلاق میں باہم تصادم ہوتا تھا، وہاں اخلاق کو سیاست پر مقدم رکھتے تھے، ایک بار ایک مجرم نے حضرت عمرؓ کے سامنے اقرار کیا کہ اس نے اپنی بی بی کے ساتھ ایک شخص کو ملوث پایا، اس لیے دونوں کو قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عامل کو

لکھا کہ قصاص لیا جائے لیکن مخفی طور پر ہدایت کی کہ دیت لے کر مجرم کو چھوڑ دیا جائے ۔(طبقات ابن سعد تذکرہ ہانی بن حرام)

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں خاص طور پر تجسس کی ممانعت فرمائی:

لا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا

''عیوب کی جستجو میں نہ رہو اور تم میں کوئی ایک دوسرے کی غیب نہ کرے۔''

بالخصوص امراو عمال کے لیے تو حدیث شریف میں خاص طور پر تجسس کی ممانعت آئی ہے:

قال ان الا میر اذا تبغی الریبة فی الناس افسدھم

''امیر اگر لوگوں کی برائیاں ڈھونڈھے گا تو ان کو خراب کردے گا۔''

(ابوداود کتاب الادب باب فی النہی عن التجسس)

ہمارے زمانے میں اگر اس پر عمل کیا جائے تو دفعتہً پولیس کا نظام درہم برہم ہو جائے لیکن صحابہ کرامؓ کے عہد میں حدود اللہ سے آگے کیونکر قدم بڑھایا جاسکتا ہے اس لیے انہوں نے پولیس فرائض بھی انجام دیئے اور اس آیت پر عمل کیا۔

ایک بار لوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں ایک شرابی کو پکڑ لائے اور کہا کہ اس کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے بولے ہم کو تجسس کی ممانعت کی گئی ہے ہم صرف ظاہری باتوں پر داروگیر کرتے ہیں۔ (ابو داود کتاب الادب باب فی النہی عن التجسس)

حضرت ابو محجن ثقفیؓ شراب کے سخت عادی تھے، ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور ان کو محسوس ہوا کہ انہوں نے شراب پی ہے، لوگوں سے کہا ان کا منہ تو سونگھو، لیکن سب نے کہا یہ تجسس ہے، آپ کو اس کی ممانعت کی گئی ہے حضرت عمر فوراً رک گئے۔

(اصابہ تذکرہ ابو محجن ثقفی)

ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ساتھ رات کو پہرہ دینے نکلے، ایک جگہ چراغ

کی روشنی نظر آئی، پاس جا کر دیکھا کہ ایک گھر کا دروازہ بند ہے، اور اندر لوگ شور وشغب کر رہے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ شراب پی رہے ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے بولے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تجسس کی ممانعت فرمائی ہے اس لیے وہاں سے فوراً واپس آئے۔

(اصابہ تذکرہ ربیعہ بن امیہ)

ایک بار حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری نے ان سے کہا کہ میرے پڑوسی شراب پیتے ہیں میں نے ان کو منع کیا، لیکن نہیں مانتے، اب پولیس کو بلاتا ہوں بولے جانے بھی دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، جو لوگ عیوب پر پردہ ڈالتے ہیں وہ گویا زندہ درگور لڑکی کو جلا لیتے ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الستر علی المسلم)

پولیس بجبر جرائم کا اقرار کرواتی ہے، لیکن صحابہ کرامؓ کے سامنے لوگ خود جرائم کا اقرار کرتے تے، اور وہ ان سے انکار کرواتے تھے، ایک بار ایک شخص نے حضرت علیؓ کی خدمت میں آکر کہا کہ میں نے چوری کی ہے، انہوں نے پہلی بار ڈانٹا دوسری بار اس نے پھر اقرار کیا تو بولے تم نے خود اپنے اوپر کامل شہادت دے دی، ایک بار ایک عورت نے حضرت عمرؓ کے سامنے چار بار زنا کا اقرار کیا تو بولے اگر وہ انکار کردیتی تو ہم اس پر حد نہ جاری کرتے۔

(کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف ص ۱۰۳)

پولیس کا محکمہ عفوودرگزر کا مذبح ہے، لیکن صحابہ کرامؓ اکثر مجرمین سے عفوودرگزر فرماتے تھے، حضرت عمرؓ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ نہایت سخت تھے، لیکن ایک بار حضرت حاطبؓ کے غلاموں نے کسی کی اونٹنی چرائی اور ذبح کردی، حضرت عمرؓ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا تو انہوں ے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا یہ بھوکوں مر جائیں گے، اس لیے ان کا تاوان دلوادیتا ہوں، اونٹنی کے مالک سے پوچھا کہ اس کی قیمت کیا تھی، اس نے کہا چار

سو درہم ملتے تھے، مگر میں نہیں فروخت کرتا تھا، حضرت عمرؓ نے آٹھ سو درہم دلوا کر غلاموں کو رہا کر دیا۔

(موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب القضاء فی الضواری والحریسۃ)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اگر ذرا سا بھی حیلہ پاتے تھے تو سزا نہیں دیتے تھے، بیت المال اگرچہ خلیفہ وقت کی ذمہ داری اور حفاظت میں رہتا ہے، تاہم چونکہ وہ مسلمان کا مشترکہ خزانہ ہے اس لیے اس میں بہر حال یہ احتمال قائم رہتا ہے کہ اگر اس میں کسی نے تصرف کیا ہوگا تو اپنا حق سمجھ کر کیا ہوگا، اس بنا پر جب کوفہ کے بیت المال میں چوری ہوئی تو حضرت عمرؓ نے مجرم کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ (کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف ص ۱۰۴) غلام اور آقا کے مال میں بھی یہی اشتباہ قائم رہتا ہے، اس لیے جب ان کے سامنے ایک شخص نے اپنے غلام کو پیش کیا کہ اس نے میری بی بی کا آئینہ چرایا ہے جس کی قیمت ۶۰ درہم تھی تو حضرت عمرؓ نے اس کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ تمہارا غلام تھا اور تمہارا ہی مال چرایا۔ (موطائے امام مالک کتاب الحدود باب مالا قطع فیہ)

عام الرمادہ میں جب تمام عرب سخت قحط میں مبتلا تھا تو عام حکم دیا تھا کہ کسی چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں، لیکن باوجود اس عفو درگزر کے جب جرم ثابت ہو جاتا تھا اور تمام حیلوں کے رگ کٹ جاتی تھی تو کوئی چیز صحابہ کرام کو اقامت حدود سے باز نہیں رکھ سکتی تھی، ان معاملات میں انسان فطرتاً ذاتی تعلقات سے متاثر ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرامؓ کی اخلاقی طاقت نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے اس سنگ گراں کو بالکل ہٹا دیا تھا۔

ولید حضرت عثمانؓ کے بھائی اور کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے ایک بار شراب پی اور تحقیقات کرنے پر جرم ثابت ہوا تو حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ ان کو ۸۰ کوڑے لگائیں۔

حضرت قدامہؓ بن مظعون بڑے رتبے کے صحابی اور حضرت عمرؓ کے سالے تھے انہوں نے شراب پی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کرنی چاہی، تمام صحابہ نے اس کی مخالفت کی انہوں نے فرمایا:

لان یلقی اللہ تحت السیاط احب الی ان القاہ وھو فی عنقی ائتونی بسوط تام. (اسد الغابہ تذکرہ حضرت قد امہ بن مظعون)

''اگر وہ کوڑوں کے نیچے مر جائیں تو یہ مجھے گوارا ہے لیکن یہ گوارا نہیں کہ میں خدا سے ملوں اور اس کی ذمہ داری میری گردن پر ہو، لاؤ مضبوط کوڑا۔''

یہود نے اقامت حدود میں رذیل وشریف کے درمیان سخت ناگوار تفریق قائم کر رکھی تھی، لیکن صحابہ کرام نے اس میں ہمیشہ عزیز و ذلیل کو برابر سمجھا، صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ معزز خود خلیفہ وقت تھا، لیکن اگر اس سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا تھا، تو رعایا کا ہر فرد اس کی پیٹھ پر کوڑا مار سکتا تھا، ایک بار حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ میں صدقے کے اونٹ تقسیم کروں گا، سب لوگ آئیں مگر ہمارے پاس کوئی بلا اجازت نہ آئے لیکن ایک بدو ہاتھ میں مہار لیے ہوئے آیا اور بلا اجازت ان کے پاس چلا آیا انہوں نے اسی مہار سے اسے مارا، جب اونٹ کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس کو بلایا اور کہا کہ اسی مہار سے اپنا قصاص لو حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ سنت نہ قائم کیجئے بولے قیامت میں خدا کو کیا جواب دوں گا۔ (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۲۷)

ایک بار حضرت عمرؓ امور خلافت میں مشغول تھے۔ ایک شخص فریاد لے کر آیا، انہوں نے غصے میں اس پر کوڑا اٹھایا، وہ ناراض ہو کر چلا تو خود بلا کر اس کے سامنے اپنا کوڑا ڈال دیا اور کہا کہ مجھ سے قصاص لے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ)

خلیفہ کے بعد امرا و عمال کا درجہ تھا ان کی نسبت حضرت عمرؓ نے عام اعلان فرما دیا تھا۔

انی لم ابعث عمالی لیضربوا بشارکم ولا لیا خذوا اموالکم فمن فعل بہ ذالک فلیر فعہ الی اقصہ منہ.

(ابو دائود کتاب الحدود باب القود بغیر جد)

''میں نے اپنے عمال کو اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو ماریں پیٹیں یا بہ جبر ان کا مال لیں، اگر کسی کے ساتھ ایسا کیا جائے تو وہ مجھے استغاثہ کرے کہ میں

اسکا قصاص لوں گا۔"

یہ صرف اعلان نہ تھا بلکہ اس پر عمل بھی ہوتا تھا، چنانچہ جب یہ اعلان ہوا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کے حامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں، فرمایا تم بھی سو کوڑے مارنا چاہتے ہو، اٹھو اور مارو، حضرت عمرو بن العاصؓ پر یہ واقعہ نہایت گراں گزرا اور بولے کہ اگر یہ طریقہ جاری ہوا تو عمال کو سخت ناگوار ہوگا اور آئندہ کے لیے عام شاہراہ ہو جائے گی لیکن انہوں نے کہا کہ اس سے کیوں کر اغماض کیا جا سکتا ہے جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے قصاص کے لیے پیش کرتے تھے، بالآخر حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کو دو سو دینار دے کر راضی کیا۔ (کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف ص ۱۶۶)

غیر قومیں جب حلقۂ اسلام میں داخل ہوتی تھیں تو عدم تعود کی بنا پر ان کو اس مساوات پر سخت تعجب اور تعجب کے ساتھ ناگواری ہوتی تھی، جبلہ بن ایہم غسانی شام کا ایک رئیس تھا جو مسلمان ہو گیا تھا، اس نے ایک بار کسی شخص کی آنکھ پر تھپڑ مارا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے قصاص لینا چاہا تو اس نے کہا کہ اس کی آنکھ اور میری آنکھ برابر ہے؟ میں اس ملک میں رہنا پسند نہ کروں گا جہاں مجھ کو بھی کوئی دبا سکتا ہے۔ چنانچہ مرتد ہو کر روم کی طرف بھاگ نکلا۔ (فتوح البلدان ص ۱۴۲)

☆☆☆

ذمی رعایا کے حقوق

تعصب کی انتہا تو یہ ہے کہ غیر قوموں کے ساتھ سرے سے تعلقات ہی نہ رکھے جائیں لیکن تعصب کی اس سے بھی زیادہ بدنما اور تکلیف دہ شکل یہ ہے کے غیر قوموں کے

ساتھ تعلقات تو قائم کیے جائیں لیکن تعلقات کو نہایت ذلیل اور بیہودہ طریقے پر قائم رکھا جائے۔

صحابہ کرامؓ کے عہد میں تاریخ نے صرف یہی دو قسم کی مثال قائم کی تھی، لیکن صحابہ کرام نے غیر قوموں کے ساتھ ہر قسم کے مذہبی، تمدنی اور سیاسی تعلقات قائم کیے اور ان کو اس بے تعصبی کے ساتھ نباہا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

مذہبی تعلقات:

مذہبی حیثیت سے قرآن مجید نے اگرچہ صحابہ کرامؓ کو اور مذاہب کی کتابوں سے بے نیاز کر دیا تھا، تاہم متعدد صحابہؓ تھے جنہوں نے قرآن مجید کی طرح توراۃ اور انجیل کو پڑھا تھا چنانچہ علامہ ذہبی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے حال میں لکھتے ہیں:

وكان اصاب جملة من كتب اهل الكتاب وادمن النظر فيها ورای فيها عجائب وكان فاضلًا عالما قرء القرآن والكتب المتقدمة.

(اسد الغابه تذكره حضرت عبد الله بن عمرو بن العاصؓ)

''انہوں نے اہل کتاب کی تمام کتابیں حاصل کی تھیں اور بالاتصال ان کا مطالعہ کرتے تھے اور ان میں ان کو عجائبات نظر آئے تھے وہ عالم فاضل تھے اور قرآن کو اور اگلی کتابوں کو پڑھا تھا۔''

مسند دارمی میں ہے کہ حضرت عمرؓ توراۃ کا ایک نسخہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور کھول کر پڑھنے لگے۔ (مسند دارمی ۶۲)

اسد الغابہ میں ہے کہ توراۃ کا یہ نسخہ ان کے ایک یہودی دوست نے جو بنو قریظہ کا تھا اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا تھا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن ثابت انصاریؓ)

صحیح بخاری میں ہے کہ اہل کتاب عبرانی میں توراۃ کو پڑھتے تھے اور صحابہ کرامؓ کے سامنے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا

کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہو کہ ہم خدا پر اور اس کی کتاب پر جو ہم پر نازل ہوئی ایمان لائے۔

(بخاری باب مایجوز من تفسیر التوراۃ وکتب اللہ العربیہ کتاب الرد علی الجہمیہ)

حضرت زید بن ثابتؓ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے عبرانی زبان سیکھی تھی اور اس میں خط وکتابت کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الاحکام باب ترجمہ الحکام)

اسلام میں مذہبی حیثیت سے یہ حکم ہے کہ اگر جنازہ سامنے سے گزرے تو کھڑا ہو جانا چاہیے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حکم صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے لیکن ایک بار قادسیہ میں ایک ذمی کا جنازہ گزرا تو حضرت سہل بن حنیف اور قیس بن سعد فوراً کھڑے ہو گئے ایک شخص نے ٹوکا کہ یہ تو ذمی کا جنازہ ہے بولے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بھی یہی واقعہ پیش آیا تو آپؐ نے فرمایا آخر وہ بھی تو ایک جان ہے۔ (بخاری کتاب الجنائز باب القیام لجنازۃ اہل الشرک)

ان تمام مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے مذہبی حیثیت سے غیر قوموں کے ساتھ کسی قسم کا تعصب جائز نہیں رکھا۔

تمدنی تعلقات:

تمدنی حیثیت سے صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اگرچہ مسلمانوں اور دوسری قوموں میں کوئی فرق وامتیاز موجود نہ تھا، صحابہ کرامؓ یہودیوں سے قرض لیتے تھے، ان سے بیع وشرا کرتے تھے۔ اور ان سے ہر قسم کے معاملات رکھتے تھے لیکن ان تعلقات سے بالاتر ایک چیز حسن معاشرت ہے، جو تمدن کی روح ہے اور صرف اسی سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ تعلقات خلوص پر مبنی تھے یا خود غرضانہ نفاق پر لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مذہبی عقائد واعمال کو الگ کر دیا جائے تو صحابہ کرامؓ کے غیر متعصبانہ طرزِ عمل نے مسلمانوں اور غیر قوموں کو ہر حیثیت سے ایک کر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، ایک بار انہوں نے ایک بکری

ذبح کی تو گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کے پاس گوشت ہدیۃً بھیجا۔ یا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو جبرئیلؑ نے ہمسایوں کے ساتھ سلوک کرنیکی اس شدت سے وصیت کی کہ میں نے سمجھا کہ اس کو شریک وراثت بنا دیں گے ۔(ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق الجوار)

ایک بار ایک یہودیہ عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور کوئی چیز مانگی ۔انہوں نے بخوشی دی اور اس نے ان کے بدلے انہیں دعا دی ۔(نسائی کتاب الجنائز باب التعوذ من عذاب القبر)

سیاسی تعلقات:

غیر قوموں کے ساتھ سیاسی تعلقات کی ابتداء خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوئی چنانچہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے ایک معاہدہ صلح کیا جس کے ذریعہ سے زراعت کا معاملہ بٹائی پر طے ہوگیا۔اس معاہدہ کی رو سے جب فصل تیار ہوئی تو آپؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا کہ پیداوار تقسیم کرائیں ، انہوں نے پیداوار کے دو حصے لگائے اور کہا کہ اگر تم چاہو تو تمہارا ہے ورنہ میرا ہے،لیکن یہود اس سے زیادہ کے طالب رعایت تھے،اس لیے انہوں نے عورتوں کے زیور جمع کیے اور ان کو بطور رشوت دینا چاہا ایک متدین مذہبی شخص کی یہ سب سے بڑی توہین تھی،لیکن با ایں ہمہ انہوں نے کہا کہ اے گروہ یہود،تم میرے نزدیک مبغوض ترین مخلوق ہو لیکن یہ بغض مجھ کو ظلم اور ناانصافی پر آمادہ نہیں کرسکتا،باقی یہ رشوت وہ تو حرام ہے اور ہم حرام مال نہیں کھا سکتے ، یہودیوں پر اس کا یہ اثر پڑا بے ساختہ چیخ اٹھے کہ آسمان وزمین اسی انصاف کے بل پر قائم ہیں۔(موطائے امام مالک کتاب المساقات وابوداؤد کتاب البیوع باب ماجاء فی المساقات) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے ایک معاہدہ صلح کیا جس کے آخری الفاظ یہ تھے:

علی ان لا یھدم لھم بیعۃ ولا یخرج لھم قس ولا یفتنوا عن

دينهم مالم يحدثوا حدثا او ياكلوا الربا (ابوداؤد كتاب الخراج باب الجزيه)

''اس شرط پر کہ ان کا کوئی گرجا نہ گرایا جائے گا ان کے پادری کو جلاوطن نہ کیا جائے گا ان کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ کوئی فتنہ انگیزی نہ کریں یا سود نہ کھائیں۔''

کتاب الخراج میں اس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

علی اموالهم وانفسهم وارضهم وملتهم وغائبهم وشاهدهم وعشيرتهم وكل ما تحت ايديهم من قليل او كثير لا يغير اسقف من اسقفته ولا راهب من رهبانية ولا كاهن من كهانته. (كتاب الخراج صفحه ۱۴)

''یہ معاہدہ ان کے مال، جان، زمین، مذہب حاضر، غائب قبیلہ گرجا غرض ہر تھوڑی بہت چیز کی حفاظت پر جو ان کے قبضے میں ہے شامل ہے کسی پادری کو کسی راہب کو کسی کاہن کو اس کے عہدے سے الگ نہ کیا جائے گا۔''

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس معاہدہ کی تجدید کی اور اس کے ایک ایک حرف کو قائم رکھا۔

ان کے زمانے میں حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ حضرت خالدؓ نے ایک معاہدہ کیا جس میں سب سے زیادہ قابل لحاظ شرط یہ تھی:

ايما شيخ ضعيف عن العمل او اصابه آفة من الآفات او كان غنيا فافتقر و صار اهل دينه يتصدقون عليه طرحت جزيته وعيل من بيت مال المسلمين و عياله. (كتاب الخراج صفحه ۸۵)

''جو بوڑھا شخص بے کار ہو جائے گا یا اس کا جسم ماؤف ہو جائے گا یا کوئی متمول شخص اس قدر محتاج ہو جائے گا کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس پر صدقہ کرنے لگیں

گے تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا اور اس کی اور اس کے اہل وعیال کی کفالت بیت المال سے کی جائے گی"

حضرت خالدؓ نے اسی سلسلہ میں اور بھی متعدد معاہدے کیے اور ان معاہدوں کو حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے قائم رکھا ان معاہدوں میں اگرچہ باہم اختلاف ہے لیکن سب میں قدر مشترک یہ ہے:

لایھدم لھم بیعة ولا کنیسة وعلی ان یضربوا نو اقیسھم فی ای سأعة شاء وا من لیل اونھا را لا فی اوقات الصلوة وعلی ان یخرجوا الصلبان فی ایام عیدھم.

(کتاب الخراج صفحہ۸٦)

"ان لوگوں کے گرجے نہ گرائے جائیں گے اور وہ رات دن میں بجز اوقات نماز کے ہر وقت ناقوس بجا سکیں گے اور اپنے تہوار کے دن صلیب نکالیں گے۔"

حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں بکثرت معاہدے ہوئے ان میں سب سے زیادہ مفصل، سب سے زیادہ جامع، اور سب سے زیادہ فیاضانہ وہ معاہدہ ہے جو حضرت ابو عبیدہؓ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ کیا اس معاہدہ کے الفاظ یہ ہیں:

واشترط علیھم حین دخلھا علی ان تترک کنا یسھم وبیعھم علی ان لا یحدثو ابنا ء بیعة ولا کنیسة وعلی ان علیھم ارشاد الضال وبنا ء القناطر علی الا نھار من اموالھم وان یضیفوا من مر بھم من المسلمین ثلاثة ایام و علی ان لا یشتموا مسلما ولا یضربوه ولا یرفعوا فی نادی اھل الا سلام صلیبا ولا یخرجوا خنزیرا من منازلھم الی أفنیة المسلمین وان لا یو قدوا النیران للغزاة فی سبیل الله ولا یدلوا للمسلمین علی عورة ولا یضربوا نو اقیسھم قبل اذان المسلمین ولا فی اوقات اذا نھم

ولایخرجو الرایات فی ایام عیدھم ولا یلبسوا السلاح یوم عیدھم ولا یتخذوہ فی بیو تھم۔

''جب وہ شام میں داخل ہوئے تو یہ شرط کرلی کہ ان کے گرجوں سے کچھ تعرض نہ کریں گے''۔ بشرطیکہ نئے گرجے نہ تعمیر کریں، بھولے بھٹکے مسلمانوں کو راستہ دکھائیں اپنے مال سے نہروں پر پل باندھیں، جو مسلمان ان کے پاس سے ہو کر گزریں تین دن تک ان کی مہمانی کریں کسی مسلمان کو گالی نہ دیں نہ ماریں، نہ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب اور نہ مسلمان کے احاطے میں سور نکالیں اور نہ مجاہدین کے لیے راستوں میں آگ جلائیں، مسلمانوں کی جاسوسی نہ کریں۔ اذان سے پہلے اور اذان کے اوقات میں ناقوس نہ بجائیں، اپنے تہواروں کے دن جھنڈے نہ نکالیں ہتھیار نہ لگائیں اور اس کو اپنے گھروں میں بھی نہ رکھیں۔''

ان لوگوں نے تمام شرطیں منظور کرلیں، صرف یہ درخواست کی کہ سال میں ایک بار بغیر جھنڈیوں کے صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کی یہ درخواست منظور کی قاضی ابو یوسف نے لکھا ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ نرمی اور یہ فیاضی اس لیے اختیار کی تھی کہ اور لوگوں کو صلح کی ترغیب ہو، چنانچہ اس معاہدے کے بعد جب رومیوں سے جنگ ہوئی اور فتح کے بعد اطراف وحوالی کے تمام عیسائیوں نے صلح کرلی تو ان لوگوں نے ایک شرط پیش کی کہ جو رومی مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے آئے تھے اور اب وہ عیسائیوں کے پناہ گزین ہیں، ان کو امن دیا جائے کہ اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کے ساتھ واپس چلے جائیں اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ شرط بھی منظور کرلی۔

(یہ معاہدہ اور یہ پوری تفصیل کتاب الخراج ص ۸۰، ۸۱ میں ہے)

اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ ان معاہدوں کی پابندی کی گئی یا نہیں؟ اور کی گئی تو کیوں کر؟ اسلام میں معاہدے کی پابندی ضروری ہے اور اس میں کسی مذہب کی تخصیص نہیں

بلکہ خود معاہدہ کی اخلاقی عظمت کا یہی اقتضا ہے اس بناء پر صحابہ کرامؓ نے ذمیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا، اس کا پورا کرنا ان کا مذہبی فرض تھا چنانچہ شام کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو جو فرمان لکھا اس میں یہ الفاظ تھے:

وامنع المسلمین من ظلمھم والا ضرار بھم واکل اموالھم ووف لھم بشرطھم الذی شرطت لھم فی جمیع ما اعطیتھم

(کتاب الخراج صفحہ ۸۲)

''مسلمانوں کو ان کے ظلم ونقصان سے روکو، ان کے مال کھانے سے منع کرو اور ان کو جو

حقوق تم نے جن شرائط پر دیئے ہیں ان کو پورا کرو۔''

وفات کے وقت جو وصیت کی اس میں یہ الفاظ فرمائے:''

واوصیہ بذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم وان لا یکلفوا فوق طاقتھم.

(بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والا نفاق علی عثمان)

''اور میں اپنے جانشین کو خدا اور خدا کے رسول کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے معاہدے کو پورا کرے اور ان کی حمایت میں لڑو اور ان کو تکلیف مالا یطاق نہ دے۔''

ذمیوں کے معاہدے کی پابندی کا جس قدر خیال رکھا جاتا تھا، اس کا اندازہ صرف اس واقعہ ہوسکتا ہے کہ ایک بار ایک عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دے رہا تھا ،حضرت عرفہؓ نے سنا تو اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ اس نے حضرت عمرو بن العاصؓ کی خدمت میں استغاثہ کیا تو انہوں نے عرفہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہے۔ حضرت عرفہؓ نے کہا (نعوذ باللہ) کیا ہم نے ان سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیں؟ ہم نے صرف یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اپنے گرجوں میں جو چاہیں کہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا یہ سچ ہے۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عرفہ بن حارث الکندیؓ)

خود ذمیوں کو اس پابندی معاہدہ کا اعتراف تھا۔ ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں ذمیوں کا ایک وفد آیا تو انہوں نے پوچھا کہ غالباً مسلمان تم لوگوں کو ستاتے ہوں گے؟ سب نے ہم زبان ہو کر کہا۔

مانعلم الا وفاء و حسن ملکة. (طبری ص ۲۵۶)

''ہم پابندی عہد اور شریفانہ اخلاق کے سوا کچھ نہیں جانتے''۔

لیکن صرف اسی قدر کافی نہیں یہ جو کچھ ہے، قول ہے ہم عملاً دکھانا چاہتے ہیں کہ ذمیوں کو جو حقوق دیئے گئے ان کو عملاً پورا کیا گیا۔

جان کی حفاظت:

رعایا کے تمام حقوق میں سب سے مقدم چیز جان ہے اور صحابہ کرامؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں اور ذمیوں کی جانیں یکساں عزیز تھیں، ایک بار حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک یہودی قتل کر دیا گیا۔ تو انہوں نے اس کو نہایت اہم واقعہ خیال کیا اور کہا کہ میرے دور خلافت میں انسانوں کا خون ہوگا، میں خدا کی قسم! دلاتا ہوں کہ جس کو اس کا حال معلوم ہو مجھ کو بتائے۔ حضرت بکر بن شداخؓ نے کہا کہ، اس کا قاتل میں ہوں (اللہ اکبر) تم سے اس کا قصاص لیا جائے گا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت بکر بن شداخ) اپنی برأت ثابت کر سکتے ہو تو کرو، انہوں نے کہا کہ فلاں شخص شریک جہاد ہوا اور مجھ کو اپنے گھر کا محافظ بنا گیا میں اس غرض سے اس دروازے پر ایک روز گیا تو اس یہودی کو اس کے گھر میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

واشعث غرہ الا سلام منی   خلوت بعر سہ لیل التمام

ایک پراگندہ شخص جس کو اسلام نے مجھ سے غافل کر رکھا ہے۔ اس کی بی بی کے ساتھ

میں نے شب بھر خلوت میں بسر کی۔

ابیت علی ترائبھا ویمشی علی قود الا عنۃ والحزام

میں اس کی بی بی کے سینے پر شب بسر کرتا ہوں۔ اور وہ گھوڑے کی باگ کھینچے کھینچے پھر رہا ہے۔

اب حضرت عمرؓ نے ان کو رہا کر دیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت بکر بن شداخ)

ایک بار قبیلہ بکر میں سے وایل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا تو حضرت عمرؓ نے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا اور انھوں نے اس کو قتل کر دیا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کی نسبت شبہ تھا کہ یہ ایرانیوں کی سازش کا نتیجہ ہے، اس خیال سے حضرت عبید اللہ بن عمرؓ نے ہرمزان کو قتل کر دیا، حضرت عثمان خلیفہؓ ہوئے تو انھوں نے اس کے قصاص میں ان کو قتل کرنا چاہا لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ قتل اس وقت ہوا جب کوئی خلیفہ نہیں مقرر ہوا تھا، اس لیے وہ بچ گئے حضرت علیؓ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے بھی ان سے قصاص لینا چاہا لیکن وہ بھاگ گئے۔

ایک بار ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت علیؓ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو انہوں نے اس کے قتل کا حکم دیا، لیکن مقتول کے بھائی آئے اور کہا کہ ہم نے معاف کر دیا، اس پر فرمایا کہ تمہیں کسی نے دھمکی دے کر تو معاف کرنے پر مجبور نہیں کیا۔

(نصب الرایہ مطبوعہ دہلی ص ۲۵۹، ۲۶۰)

ذمیوں کی دیت بھی بالکل مسلمانوں کے برابر مقرر کی گئی تھی، دارقطنی میں ہے:

ان ابا بکر وعمر کانا یجعلان دیۃ الیھودی والنصرانی اذا کانا معاھدین دیۃ الحر المسلم. (دارقطنی کتاب الحدود ص ۳۴۳)

''حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ذمی یہودی اور عیسائی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے تھے۔''

اب اس سے زیادہ ذمیوں کی جان کا کیا احترام ہو سکتا ہے؟

مال و جائیداد کی حفاظت:

مال و جائیداد کی حفاظت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ ممالک مفتوحہ کی زمینیں غیر قوموں کے ہاتھ میں رہنے دی گئیں، اور ان کا خریدنا بھی مسلمانوں کیلئے ناجائز قرار دیا گیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس میں اس قدر مبالغہ کیا کہ اہل عرب کو زراعت سے بالکل روک دیا اور تمام فوجی افسروں کے نام احکام بھیج دیئے کہ لوگوں کے روزینے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اس لیے کوئی زراعت نہ کرنے پائے، مصر میں شریک غطفی نامی ایک شخص نے اس حکم کی خلاف ورزی کی جو حضرت عمرؓ نے اس سے سخت مواخذہ کیا اور کہا کہ میں تجھ کو ایسی سزا دوں گا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔

(حسن المحاضرہ ص ۹۳)

عدالت میں جائیداد وغیرہ کے متعلق جو مقدمات دائر ہوتے تھے ان میں مسلمانوں کے مقابل بے تکلف غیر قوموں کو ڈگری دی جاتی تھی، ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک یہودی اور مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے یہودی ہی کے حق میں فیصلہ کیا ۔

(موطائے کتاب الاقضیہ الترغیب فی القضا بالحق)

مذہبی آزادی:

غیر قوموں کو جو مذہبی آزادی حاصل تھی اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنے عیسائی غلام استق کو دعوت اسلام دی اور اس نے انکار کیا تو فرمایا **لا اکراہ فی الدین** ، یعنی مذہب میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ (کنز العمال جلد ۵ ص ۴۹)

حضرت امیر معاویہؓ کے نام سے تمام شام لرزتا تھا لیکن جب انہوں نے دمشق کی مسجد میں کینسہ یوحنا کو شامل کرنا چاہا اور عیسائیوں نے اس پر ناراضامندی ظاہر کی تو ان کو مجبوراً

اس کو چھوڑ دینا پڑا۔ (کنز العمال جلد ۵ ص ۴۹)

حضرت عمرؓ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ جو یہ شرط کی تھی کہ **ان لا یحدثوا بناء بیعة ولا کنیسة** اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کی آبادی میں نئے گرجے نہ بنائے جائیں۔

خود عیسائیوں کو اپنی آبادی میں گرجا بنانے کی ممانعت نہ تھی، چنانچہ فسطاط مصر میں عیسائیوں نے ایک نیا گرجا بنایا اور فوج نے اس کی مخالفت کی تو حضرت سلمہ بن مخلدؓ نے یہ استدلال کیا کہ یہ تمہاری آبادی سے باہر ہے اور اس پر تمام فوج نے سکوت اختیار کیا۔ (حسن المحاضرہ جلد ۲ ص ۷۵)

ہارون رشید کے زمانہ خلافت میں مصر کے گورنر عامر بن عمر نے جب عیسائیوں کو گرجوں کے بنانے کے عام اجازت دینا چاہی تو لیث بن سعد اور عبید اللہ بن لہیعہ سے مشورہ لیا۔ ان بزرگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ استدلال پیش کیا کہ مصر کے تمام گرجے صحابہ اور تابعین ہی کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ (ولاۃ مصر ص ۱۳۲)

جزیہ کی وصولی میں رعایت ونرمی:

ان تمام حقوق کے مقابل میں مسلمانوں کو جزیہ کی ایک خفیف سی رقم ملتی تھی جو فوجی حفاظت کا معاوضہ تھی لیکن صحابہ کرام اس معاوضہ کو بھی نہایت لطف ومراعات کے ساتھ وصول کرتے تھے، چنانچہ جو لوگ نادار اور اپاہج ہو جاتے تھے ان کا جزیہ سرے سے معاف ہو جاتا تھا، اور ان کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا، حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں حضروت خالدؓ نے حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ شرط داخل تھی اور حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے زمانے میں عملاً قائم رکھا، چنانچہ ایک بار ان کو چند جذامی عیسائی نظر آئے تو بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

(فتوح البلدان ص ۱۳۴)

ایک روز کسی بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر

کر دیا، اس کے جزیہ کی رقم معاف کر دی اور عام حکم دے دیا کہ اس قسم کے تمام لوگوں کا جزیہ معاف کر دیا جائے۔ (کتاب الخراج ص ۷۲)

جن لوگوں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا ان پر بھی کسی قسم کی سختی روا نہیں رکھی جاتی تھی، ایک بار حضرت ہشام بن حکیمؓ نے حمص میں دیکھا کہ کچھ قیدی دھوپ میں کھڑے کیے گئے ہیں، بولے یہ کیا ظلم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے:

ان اللہ یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا۔

''خدا ان لوگوں کو عذاب دیتا ہے جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔''

حضرت عمرؓ شام کے سفر سے واپس آ رہے تھے راستے میں دیکھا کہ کچھ لوگ دھوپ میں کھڑے کیے گئے ہیں اور ان کے سر پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا ہے، وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ ناداری کی وجہ سے جزیہ نہیں دیتے فرمایا چھوڑ دو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے:

لا تعذبوا الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبھم اللہ یوم القیامۃ۔ (ابوداؤد کتاب الخراج ۱۷۱ باب التشدید فی الجزیتہ)

''لوگوں کو تکلیف نہ دو کیونکہ جو لوگوں کو دنیا میں تکلیف دیتے ہیں خدا ان کو قیامت میں تکلیف دیتا ہے۔''

ملکی حقوق:

رعایا کو سب سے بڑا حق جو حاصل ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کو ملکی انتظامات میں شریک کیا جائے اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں غیر قوموں کو یہ حق حاصل تھا یعنی جن معاملات کا تعلق غیر قوموں کے ساتھ ہوتا تھا ان میں ان کی رائے مقدم خیال کی جاتی تھی۔ چنانچہ عراق کا بندوبست ہوا تو حضرت عمرؓ نے وہاں سے چودھری طلب کیے اور ان سے مال گزاری کے متعلق رائے لی۔

(کتاب الخراج صفحہ ۲۱)

غیر قوموں میں بہت سے لوگوں کو ملکی عہدے دیئے گئے اور ذمہ داری کی خدمتیں ان کے متعلق کی گئیں۔ ایک بار بہت سے عیسائی قیدی آئے تو حضرت عمرؓ نے بعض کو مکتب میں داخل کر دیا اور بعض کے متعلق ایک ملکی کام کیا۔ (فتوح البلدان ص ۱۴۹) اصابہ میں ہے کہ ابو زید نامی ایک عیسائی کو انہوں نے عامل بھی مقرر فرمایا تھا حضرت عثمانؓ نے بھی ایک عیسائی کو تعلیم دے کر اپنا میر منشی بنایا تھا۔

(فتوح البلدان ص ۳۶۰)

حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں سب سے زیادہ با اقتدار اور با اثر شخص ابن آثال نصرانی تھا جو ان کا طبیب بھی تھا مترجم بھی تھا، اور حمص کا کلکٹو بھی تھا۔ (یعقوبی جلد ۲ص ۲۶۵ و استیعاب)

آزادی تجارت:

صحابہ کرامؓ کے فیاضانہ طرز عمل نے کبھی غیر قوموں کی تجارتی آزادی میں خلل نہیں ڈالا بلکہ اس کو اور ترقی دی، چنانچہ شام کے قبطی جو روغن زیتون اور گیہوں کی تجارت کرتے تھے حضرت عمرؓ نے ان کے عشر کو نصف کر دیا تا کہ مدینہ میں کثرت سے غلہ آئے مصر کے قبطی بھی مال تجارت لے کر آتے تھے لیکن ان سے پورا عشر لیا جاتا تھا۔ (موطائے امام مالک کتاب الزکوۃ باب عشور اہل الذمہ)

سازش اور بغاوت کی حالت میں ذمیوں کے ساتھ سلوک:

غیر قومیں تو بالکل بیگانہ ہوتی ہیں۔ سازش اور بغاوت کی حالت میں مہذب سے مہذب سلطنت خود اپنی قوم سے کوئی مراعات نہیں کر سکتی، لیکن صحابہ کرامؓ نے اس حالت میں بھی ذمیوں کے ساتھ نہایت نرم برتاؤ کیا، شام کی انتہائی سرحد پر ایک شہر عربسوس تھا جہاں کے عیسائیوں سے معاہدہ صلح ہو گیا تھا، لیکن یہ لوگ در پردہ رومیوں سے سازش رکھتے تھے اور مسلمانوں کی خبریں ان تک پہنچایا کرتے تھے۔ حضرت عمیر بن سعدؓ نے جو وہاں کے والی

تھے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ان کے تمام مال متاع کا شمار کر کے ہر چیز کا دوگناہ معاوضہ دے دیا جائے اور اس کے بعد وہ جلاوطن کر دیئے جائیں۔ اگر وہ اس پر راضی نہ ہوں تو ایک سال مہلت کے بعد جلاوطن کیے جائیں چنانچہ ایک سال بعد وہ لوگ جلاوطن کر دیئے گے۔ (فتوح البلدان ص ۱۶۳)

ان مراعات کا ذمیوں پر اثر:

ذمیوں پر ان تمام لطف و مراعات کا یہ اثر ہوا کہ وہ خود مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے قاضی ابو یوسف صاحب کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

فلما رای اھل الذمة وفاء المسلمین لھم وحسن السیرة فیھم صاروا اشداء علی عدو المسلمین وعونا للسملین علی اعدائھم.

''جب ذمیوں نے مسلمانوں کی وفاداری اور ان کے نیک سلوک کو دیکھا تو مسلمانوں کے دشمنوں کے سب سے بڑے دشمن اور ان کے مقابل میں مسلمانوں کے حامی و مددگار بن گے،،

رومی اگر چہ خود عیسائیوں کے ہم مذہب تھے لیکن جب رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں ایک عظیم الشان فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کیں تو ان ہی ذمی عیسائیوں نے ہر جگہ سے جاسوس بھیجے کہ رومیوں کی خبر لائیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ہر شہر پر جو حکام مقرر کیے تھے ان کے پاس ہر شہر کے عیسائی رئیس آئے اور اس جنگی تیاری کی خبر دی۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو تمام حکام نے اس کی اطلاع دی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ذمیوں سے جس قدر جزیہ اور خراج وصول کیا گیا ہے سب واپس کر دیا جائے کیونکہ معاہدہ کی رو سے ہم پر ان کی حفاظت واجب ہوگی اور ہم اس وقت اس کی طاقت نہیں رکھتے ان حکام نے جب یہ رقمیں واپس دیں تو یہ لوگ سخت متاثر ہوئے اور بے اختیار بول اٹھے خدا تم کو واپس لائے اگر خود رومی ہوتے تو اس حالت میں ہم کو کچھ واپس نہ دیتے، بلکہ ہمارے پاس جو کچھ ہوتا لے لیتے، مسلمانوں کو فتح ہوئی تو عیسائیوں نے خود واپس شدہ رقم حضرت ابو عبیدہؓ کے

پاؤں پر ڈال دی (کتاب الخراج ص ۸۰) کہ دوبارہ اس ابر کرم کے سائے کے نیچے آجائیں۔

اس موقع کے علاوہ ہر موقع پر ذمیوں کا طرز عمل نہایت مخلصانہ اور وفادارانہ رہا حضرت عمرؓ شام میں آئے تو اذرعات کے عیسائی ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے پھول برساتے ہوئے اور باجا بجاتے ہوئے ان کے استقبال کے لیے نکلے، حضرت عمرؓ نے روکنا چاہا لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ یہ ان کا دستور ہے اگر روک ٹوک کی گئی تو سمجھیں گے کہ معاہدہ ٹوٹ گیا۔

(فتوح البلدان ص ۱۴۶)

شام کے ایک اور عیسائی نے ان کی دعوت کرنا چاہی اور کہا کہ اگر حضور چند اکابر صحابہ کے ساتھ غریب خانہ پر تشریف لائیں تو میری عزت افزائی ہوگی، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ، ان گرجوں میں جن میں یہ تصویریں ہیں ہم قدم نہیں رکھ سکتے۔ (الادب المفرد باب دعوۃ الذمی)

<u>عیسائیوں اور یہودیوں کی جلاوطنیاں:</u>

مخالفین نے ذمیوں کے متعلق صحابہ کرام پر جو اعتراضات کیے ہیں ان میں یہودیوں اور عیسائیوں کی جلاوطنی کا مسئلہ خاص طور پر قابل بحث ہے۔

<u>یہود خیبر:</u>

سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں یہود خیبر کی جلاوطنی عمل میں آئی لیکن ا س کی کیفیت یہ ہے کہ خیبر جب فتح ہوا تو اسی وقت وہاں کے یہودیوں سے کہا گیا تھا کہ جب مناسب ہوگا تم کو جلاوطن کر دیا جائے گا۔ ایک حدیث بھی پہلے سے موجود تھی۔

لا یجتمع دینا ن فی جزیرۃ العرب.

"جزیرہ عرب میں ایک ساتھ دو مذہب نہیں رہ سکتے۔"

بایں ہمہ حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہیں کیا، لیکن یہ لوگ ابتداء ہی

سے مسلمانوں پر مخفی حملہ کرنے کے عادی تھے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جب انصار کی ایک جماعت وہاں گئی تو یہود نے موقع پا کر ایک انصاری کو مخفی طور پر قتل کر دیا، تاہم چونکہ ان لوگوں کے پاس کوئی شہادت نہ تھی اور ان کو یہود کے حلف پر بھی اطمینان نہ تھا اس لیے یہود بالکل بری ہو گئے اور خود آپؐ نے صدقے کے اونٹوں سے ان کی دیت دلوائی۔

(بخاری کتاب الدیات باب القسامہ)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں انہوں نے اور بھی شرارتیں شروع کیں، ایک انصاری شام سے چند غلاموں کو لا رہے تھے، راہ میں خیبر میں قیام کیا تو یہودیوں نے شہ دے کر ان غلاموں سے ان کو قتل کروا ڈالا اور ان کو زادِ راہ دے کر شام کی طرف واپس کر دیا، چنانچہ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو ان کو جلاوطن کر دیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ مظہر بن رافع)

یہ روایت اسد الغابہ میں ہے لیکن مسند ابن حنبل میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ کی جائیدادیں خیبر میں تھیں اس غرض سے یہ لوگ آئے اور اپنی اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے منتشر ہو گئے، رات کے وقت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ پر حالت خواب میں حملہ ہوا اور ان کا ہاتھ توڑ دیا گیا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ، یہ یہود کا کام ہے، اس کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہود کے ساتھ مصالحت کی تھی تو کہہ دیا تھا کہ ہم جب چاہیں گے تم کو نکال دیں گے، اب انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ پر حملہ کیا اور ان کا ہاتھ توڑ ڈالا ہے اس سے پہلے بھی انہوں نے انصار پر حملہ کیا تھا تم میں سے خیبر میں جس جس کا مال ہو لے لے میں یہود خیبر کو جلاوطن کروں گا۔ (مسند جلد ۱ ص ۱۵)

فتوح البلدان میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب ان کو جلاوطن کرنا چاہا تو لا تجتمع دینان والی حدیث کی کافی تحقیقات کر لی، اور ان کو اس کی صحت کا کامل یقین ہو گیا۔ تب ان کو جلاوطن کیا۔

(فتوح البلدان ص ۳۴)

نصارائے نجران:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں ایک شرط یہ تھی کہ سود نہ کھائیں گے لیکن حضرت عمرؓ کے عہد میں اس شرط کی خلاف ورزف کی گئی۔

(ابو داؤد کتاب الخراج باب فی الجزیہ وفتوح البلدان ص ۱۶۲)

اس کے بعد انہوں نے درپردہ جنگ کی تیاریاں شروع کی تھیں اور بہت سے گھوڑے اور ہتھیار بھی جمع کیے اس لیے حضرت عمرؓ نے ان کو جلا وطن کر دیا۔ (کتاب الخراج ص ۴۲)

طبری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ دونوں نے ان کو جلا وطنی کی وصیت کی تھی۔ (
طبری ص ۲۱۶۲)

نصارائے عربسوس:

ان لوگوں نے رومیوں سے درپردہ سازش کی حضرت عمیر بن سعدؓ نے جو وہاں کے حاکم تھے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی تو انہوں نے ان کو جلاوطن کر دیا۔ (فتوح البلدان ص ۱۶۳۱)

ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو جلاوطنیاں عمل میں آئیں ان کا سبب مذہبی تعصب نہ تھا بلکہ اس قسم کے پولیٹیکل اسباب جمع ہو گئے تھے کہ کوئی سلطنت اس کے سوا دوسرا طرز عمل اختیار ہی نہیں کر سکتی تھی البتہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس قسم کے موقعوں پر دوسری سلطنتیں کیا کرتیں اور صحابہ کرامؓ نے کیا کیا؟

حضرت عمرؓ نے نجران کے عیسائیوں کو جلاوطن کیا تو یہ حکم دیا کہ جو لوگ جلاوطن کیے جائیں ان کی زمین کی پیائش کر لی جائے تا کہ اسی کے مثل ان کو معاوضہ دیا جائے اور ان

کو اختیار دیا جائے کہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ (طبری صفحہ ۲۱۵۲)

وہ لوگ جلاوطن ہو کر عراق عرب کو چلے تو ان کو جو پروانہ لکھا اس میں یہ فیاضانہ الفاظ تھے:

1۔ یہ لوگ شام یا عراق کے جس رئیس کے پاس جائیں گے اس کا فرض ہو گا کہ وہ زراعت کے لیے ان کو زمین دے۔

2۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اگر کوئی ان پر ظلم کرے تو وہ ان کی مدد کرے۔

3۔ چوبیس مہینے تک ان کا جزیہ معاف کر دیا جائے۔ (کتاب الخراج ص ۴۱)

فدک کے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو ان کی زمین و جائیداد کی قیمت کا تخمینہ کروایا اور جب قیمت متعین ہو گئی تو بیت المال سے دلوا دی۔ (فتوح البلدان ص ۳۶) کیا کوئی دوسری قوم ان پولیٹیکل جرائم کے باوجود غیر قوموں کے ساتھ اس قسم کا فیاضانہ برتاؤ کر سکتی ہے؟

☆☆☆

غلاموں کے حقوق

غلامی کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ ایک بدقسمت شخص میدان جنگ میں گرفتار ہو جاتا ہے، گرفتاری کے بعد مال غنیمت کے ساتھ اس کی تقسیم ہوتی ہے اور وہ ایک خاص شخص کی ملک بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اپنے آقا کی شخصی حکومت کے ساتھ اس کو سلطنت کے عام قوانین کے ماتحت زندگی بسر کرنا ہوتی ہے، اس لیے اگر کسی قوم کی نسبت یہ سوال ہو کہ غلاموں کے متعلق اس کا کیا طرز عمل تھا تو بہ ترتیب حسب ذیل عنوانات میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے:

1۔ حالت قید میں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا۔

2۔ آقا نے غلام کو غلام بنا کر رکھا یا آزاد کر دیا۔

3۔ غلاموں کو کیا کیا ملکی حقوق دیئے اور بادشاہ کا غلاموں کے ساتھ کیا طرز عمل رہا؟

صحابہ کرامؓ کے زمانے میں جو لوگ غلام بنائے گئے ہم ان کے متعلق اسی ترتیب سے بحث کرتے ہیں۔

اسیران جنگ کا قتل نہ کرنا:

اسلام سے پہلے مہذب ملکوں میں غلاموں کو قید کر کے بے دریغ قتل کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخ قدیم میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں لیکن قرآن مجید میں اسیران جنگ کے متعلق بتصریح یہ حکم ہے:

حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الو ثاق فاما منا بعد و اما فدآء

’’جب تم لوگ خوب خون ریزی کر چکو تو قیدی بناؤ ان کے بعد صرف دو صورتیں ہیں یا احساناً ان کو آزاد کر دو یا فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو۔‘‘

اور صحابہ کرامؓ نے شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی چنانچہ ایک بار حجاج کے پاس

ایک اسیر جنگ آیا اور اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس کے قتل کرنیکا حکم دیا، لیکن انہوں کہا، ''ہم اس پر مامور نہیں ہیں'' اس کے بعد قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت پڑھی۔

(کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف)

اسیران جنگ کو کھانا کھلانا اوران کے آرام و آسائش کا سامان بہم پہنچانا:

صحابہ کرامؓ اسیران جنگ کو اپنے آپ سے بہتر کھانا کھلاتے تھے اوران کے آرام و آسائش کے ضروری سامان بہم پہنچاتے تھے خود قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کی اس فضیلت کو نمایاں کیا ہے۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما واسیرا

''باوجودیکہ ان لوگوں کو خود کھانے کی خواہش ہو پھر بھی وہ مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔''

معجم طبرانی میں ہے کہ صحابہ کرامؓ اسیران جنگ کے ساتھ اس قدر لطف ومراعات کرتے تھے کہ خود کھجور کھا لیتے تھے، مگر ان کو جو کی روٹی کھلاتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جب مالک بن نویرہ اپنے رفقا کے ساتھ گرفتار ہوا تو رات کو ان کو سخت سردی محسوس ہوئی، حضرت خالد بن ولیدؓ کو خبر ہوئی تو عام منادی کرادی:

ادفئو اسراکم. (طبری ص ۱۹۲۵)

''اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے اوڑھاؤ۔''

شاہی خاندان کے اسیران جنگ کے ساتھ برتاؤ:

اگرچہ صحابہ کرامؓ تمام قیدیوں کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ کرتے تھے لیکن شاہی خاندان کے قیدی اور بھی لطف ومراعات کے مستحق ہوتے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب جنگ مصر میں بلبیس پر حملہ کیا اور مقوقس شاہِ مصر کی بیٹی ارمانوسہ گرفتار ہو کر آئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ کے حکم سے نہایت عزت واحترام کے ساتھ اس کو مقوقس کے پاس

بھیج دیا اور مزید احتیاط کے لیے اس کے ساتھ ایک سردار کو کر دیا کہ بحفاظت تمام اس کو پہنچا آئے۔ (مقریزی جلد اص ۱۸۴)

اسیران جنگ کو اعزہ و اقارب سے جدا نہ کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام حکم یہ تھا کہ قیدی اپنے اعزہ و اقارب سے جدا نہ کیے جائیں۔ صحابہ کرامؓ نے اس حکم پر نہایت شدت کے ساتھ عمل کیا تھا۔ ایک بار حضرت ابوایوب انصاریؓ کسی فوج میں تھے۔ اسیران جنگ کی تقسیم ہوئی تو بچوں کو ماں سے علیحدہ کر دیا گیا، بچے رونے لگے تو انہوں نے ان کو ماں کی آغوش میں ڈال دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ماں سے بچے کو جدا کرے گا خدا قیامت کے دن اس کو اس کے اعزہ اقارب سے جدا کر دے گا۔

(مسند دارمی کتاب الجہاد باب النہی عن التفریق میں الوالدۃ وود لدہا)

لونڈیوں کے ساتھ استبراء کے بغیر جماع کرنا:

عرب کے ہاں یہ وحشیانہ طریقہ جاری تھا کہ جو لونڈیاں گرفتار ہو کر آتی تھی ان سے استبرائے رحم کے بغیر مباشرت کرنا جائز سمجھتے تھے، اور اس میں حاملہ وغیر حاملہ کی کوئی تفریق نہیں کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طریقہ کو بالکل ناجائز قرار دیا اور ان لونڈیوں کو مطلقہ عورتوں کے حکم میں شامل کر لیا۔ یعنی جب تک غیر حاملہ لونڈیوں پر عدت حیض نہ گزر جائے اور حاملہ لونڈیوں کا وضع حمل نہ ہو جائے ان سے اس قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرامؓ غزوات میں اس حکم کی شدت کے ساتھ پابندی کرتے تھے، ایک بار حضرت رویفع بن ثابت انصاریؓ نے مغرب کے ایک گاؤں پر حملہ کیا، مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو فوج کو یہ ہدایت فرمائی:

من اصاب من ھذا السبی فلا یطوء ھا حتی تحیض.

''یہ لونڈیاں جس لوگوں کے حصے میں آئیں جب تک ان کو حیض نہ آجائے وہ

ان سے جماع نہ کرے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ایھاالناس انی لا اقول فیکم الا اما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قام فینا یوم حنین فقال لا یحل لا مرء یومن باللہ والیوم الا خران یسقی ماء زرع غیرہٖ یعنی اتیان الحبالی من السبایا وان یصیب امراۃ ثیبا من السبی حتی یستبرئھا. (مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۱۰۸، ۱۰۹)

"لوگو میں تم سے صرف وہی بات کہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی آپؐ نے حنین کے دن فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ دوسرے کی کھیتی میں آبپاشی کرے یعنی حاملہ اور ثیبہ لونڈیوں سے بغیر استبرائے رحم کے جماع کرے۔"

غلاموں کی آزادی:

یہ وہ احساسات تھے جو صحابہ کرامؓ حالت قید میں غلاموں کے ساتھ کرتے تھے، لیکن ان کا اصلی احسان یہ ہے کہ جو لوگ قید میں غلام بنا لیے جاتے تھے اکثر ان کو بھی مختلف طریقوں سے آزاد کر دیتے تھے۔

حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ ایک صحابیہ تھیں جنہوں نے دو غلام مدبر کیے تھے۔ جنہوں نے ان کو شہید کر دیا تھا کہ جلد آزاد ہو جائیں۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب امامتہ النسا)

حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو آزاد کرنا چاہا مگر چونکہ دونوں کا نکاح ہو گیا تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے شوہر کو آزاد کر دو تا کہ بی بی کو طلاق لینے کا اختیار باقی نہ رہے۔ (ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی المملوکین یعتقان معاا ہل تخیر امراتہ)

ایک بار حضرت عائشہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئیں اور ان سے بول

چال کی قسم کھالی عفو تقصیر کے بعد کفارہ یمین میں ۴۰ غلام آزاد کیے۔ (بخاری کتاب الادب الہجرۃ)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ دفعتہً حالت خواب میں مر گئے حضرت عائشہؓ نے ان کی جانب سے بکثرت غلام آزاد کیے۔ (موطائے امام مالک کتاب العتق والولاء باب عتق الحی عن المیت)

ان کے پاس اسیران قبیلہ بنو تمیم میں سے ایک لونڈی تھی، آپ ؐ نے فرمایا کہ خدا تم کو اس کا اجر دے گا، لیکن اگر اپنے ماموں کو دے دیتیں (مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل باب من فضائل عتقاء واسلم وغیرھم) تو اس سے زیادہ ثواب ملتا۔

حضرت میمونہؓ کی ایک لونڈی تھی جس کو انہوں نے آزاد کر دیا، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ خدا تم کو اس کا اجر دیگا لیکن اگر اپنے ماموں کو دے دیتیں تو اس سے زیادہ ثواب ملتا''۔

سفینہ حضرت ام سلمہؓ کی ایک لونڈی تھی انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کے لیے آزاد کر دیا۔ (ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب فی صلۃ الرحم وبخاری کتاب الہبۃ)

ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں بیان کیا کہ میری لونڈی دامن کوہ میں بکریاں چرا رہی تھی بھیڑیا آیا اور ایک بکری اٹھا کر لے گیا، اس پر میں نے اس کو طمانچے مارے یہ واقعہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوئی اور اس کو بلوا بھیجا وہ آئی تو آپ ؐ نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اس نے کہا ''آسمان پر'' پھر پوچھا ''میں کون ہوں؟'' بولی ''رسول اللہ'' ارشاد ہوا کہ اس کو آزاد کر دو یہ تو مسلمان ہے۔ (ابو داؤد کتاب العتق علی شرط)

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کو ایک رقم معین کے ادا کرنے کے بعد آزادی کا حق حاصل ہو، حضرت ام سلمہ اپنے غلاموں کو مکاتب بناتی تھیں، لیکن قبل اس کے کہ پورا معاوضہ یعنی بدل کتابت ادا کریں اس سے کسی قدر رقم لے کر جلد سے جلد آزاد کر دیتی

تھیں۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوۃ)

ایک صحابی نے انتقال کیا تو وارث کی جستجو ہوئی معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے ان کا صرف ایک آزاد کردہ غلام ہے آپ نے اس کو ان کی وراثت دلوادی۔

(ابو داؤد کتاب الفرائض باب فی میراث ذوی الارحام)

ایک غلام دو صحابیوں کے درمیان مشترک تھا، ایک صحابی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا، خدا کا کوئی شریک نہیں، اور اس غلام کو آزاد کر دیا۔ (ابو داؤد کتاب العتق باب فیمن اعتق نصیبالہ من مملوکہ)

حضرت حکیم بن حزامؓ نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کیے تھے اسلام لائے تو زمانہ اسلام میں بھی غلام آزاد کیے۔ (مسلم کتاب الایمان باب بیان حکم عمل الکافر اذا اسلم بعدہ)ان غلاموں کی آزادی نہایت شان وشوکت کے ساتھ عمل میں آئی چنانچہ وہ حج کو آئے تو عرفہ کے دن ان غلاموں کے گلے میں چاندی کے طوق ڈال کرلائے جن پر عتقاء اللہ عن حکیم بن حزام لکھا ہوا تھا، یعنی یہ حکیم بن حزام کی جانب سے خدا کی راہ میں آزاد ہیں۔ (نزہتہ الابرار تذکرہ حکیم ابن حزام)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا وقت آیا تو ۲۰ غلام آزاد کیے (مسند ابن حنبل جلد ۷۳ ومسند عثمان)

حضرت عمرؓ نے انتقال کے وقت جو وصیتیں کیں ان میں ایک یہ تھی من ادرک وفاتی من سبی العرب فھو حر من مال اللہ یعنی غلامانِ عرب میں سے جو لوگ میری وفات کا زمانہ پائیں وہ خدا کے مال سے آزاد ہیں۔ (مسند ابن حنبل جلد ۲۰)

حضرت عبد اللہ مسعودؓ نے ایک غلام کو آزاد کیا تو غلام کے پاس جو مال تھا اگرچہ وہ اس کے مالک ہو سکتے تھے، لیکن مال بھی اسی کو دے دیا۔ (سنن ابن ماجہ ابواب باب من

اعتق عبداولہ مال)

حضرت ابو مذکورؓ ایک انصاری صحابی تھے ان کی جائیداد کی کل کائنات ایک غلام سے زیادہ نہ تھی لیکن انہوں نے اس کو بھی مدبر کر دیا، لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور فروخت کر کے اس کی قیمت ان کو دلا دی۔ (ابو داؤد کتاب العتق باب بیع المدبر)

ایک اور صحابی کی ملک میں صرف ٦ غلام تھے جن کو انہوں نے مرتے وقت آزاد کر دیا لیکن وصیت کے قاعدے کے موافق آپؐ نے صرف دو غلاموں کی آزادی کو جائز رکھا۔
(ابو داؤد کتاب العتق باب فی من اعتق عبید الہ لم یبلغھم الثلث)
اسیران ہوازن میں سے حضرت عمرؓ کے پاس ایک لونڈی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کیا تو انہوں نے بھی حکم دیا کہ یہ لونڈی بھی انہی آزاد شدہ لوگوں کے ساتھ کر دی جائے۔
(ابو داؤد کتاب الصیام باب المعتکف یعو د المریض بخاری کتاب الجہاد میں ہے کہ دو لونڈیاں تھیں)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام اور آقا کو بھائی بھائی بنا دیا تھا، اس لیے اگر صحابہ غلاموں کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آتے تھے تو اس جرم کے کفارے میں ان کو آزاد کر دیتے تھے، حضرت ابو مسعود انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی طرح ایک ایک غلام آزاد کیے تھے۔

(ابو داؤد کتاب الادب فی حق المملوک)

ایک صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے دو غلام ہیں جو نہایت خائن، کذاب اور نافرمان ہیں میں جرائم پر ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور سزا دیتا ہوں اس معاملہ میں میرا کیا انجام ہوگا؟ ارشاد ہوا ان کی خیانت، کذب نافرمانی اور تمہاری سزا کا حساب ہوگا، اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو اس زیادتی کا تم سے بدلہ لیا

جائے گا۔ یہ سن کر وہ رونے پیٹنے لگے اور کہا کہ بہتر یہی ہے کہ میں ان کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دوں، آپ گواہ رہیے کہ وہ آزاد ہیں۔ (ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورۃ انبیاء)

ایک بار آپؐ نے حضرت ابوالہیثم بن التیہان انصاریؓ کو ایک غلام عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اس کے ساتھ سلوک کرنا ان کی بی بی نے کہا، تم سے یہ نہ ہو سکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دو انہوں نے اس کو آزاد کر دیا۔ (ترمذی ابواب الزہد)

ایک بار آپؐ نے حضرت ابوذرؓ کو ایک غلام دیا اور کہا کہ، اس کے ساتھ نیکی کرو۔ انہوں نے یہی نیکی کی کہ اس کو آزاد کو دیا۔ (الادب المفرد باب العفو عن الخادم)

حضرت ابوہریرہؓ اسلام لانے کے لیے چلے تو ساتھ میں غلام بھی تھا، وہ موقع پا کر راستے ہی میں بھاگا یا بھٹک گیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تو اسی حالت میں غلام بھی آیا، آپؐ نے فرمایا ''ابوہریرہؓ لینا تمہارا یہ غلام ہے'' بولے ''آپ گواہ رہیے یہ خدا کی راہ میں آزاد ہیں۔''

(بخاری ابواب الشرکۃ اذا قال نعبدہ ہوللہ ونوی العتق والاشہاد فی العتق)

ایک بار کسی شخص نے اپنے غلام سے کسی کام کو کہا وہ سو گیا، وہ آیا تو اس کے چہرے پر آگ ڈال دی غلام گھبرا کر اٹھا تو کنوئیں میں گر پڑا، حضرت عمرؓ نے اس کے چہرے کی حالت دیکھی تو آزاد کر دیا۔ (الادب المفرد باب حسن الملکۃ)

صرف یہی نہیں تھا کہ صحابہ کرامؓ اپنے مملوکہ لونڈی غلام کو آزاد کر دیتے تھے بلکہ یہ اس قدر افضل کام خیال کیا جاتا تھا کہ دوسروں کے غلاموں کو صرف آزاد کرنے کے لیے خریدتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی کو اس لیے خریدنا چاہا کہ اس کو آزاد کر دیں۔

(ابوداؤد کتاب الفرائض باب فی الولاء)

ابتدائے اسلام میں حضرت ابوبکرؓ نے بھی سات غلام خرید کر آزاد کیے تھے۔

حضرت زبیر بن عوامؓ نے ایک غلام خریدا اور اس کو آزاد کر دیا۔(موطائے امام مالک کتاب العتق والولا باب حر العبد الولا) ان کے علاوہ بکثرت غلاموں کو صحابہ کرامؓ نے آزاد کیا۔

میر اسمٰعیل نے بلوغ المرام کی شرح میں نجم الوہاج سے ایک فہرست نقل کی ہے جس کی رو سے صحابہ کرامؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد انتالیس ہزار دو سو سینتیس ۳۹۲۳۷ تک پہنچتی ہے۔

چنانچہ صحابہؓ کے نام اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد حسب ذیل ہے:

حضرت عائشہؓ	۶۷	غلام
حضرت حکیم بن حزامؓ	۱۰۰	غلام
ذوالکلاع حمیریؓ	۸۰۰۰	غلام
حضرت عباسؓ	۷۰	غلام
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۱۰۰۰	غلام
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	۳۰۰۰۰	غلام

اس کتاب میں حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد نہیں بتائی ہے لیکن لکھا ہے کہ انہوں نے بکثرت غلام آزاد کیے۔(سبل السلام ص ۳۳۵ کتاب العتق)

سیاسی حیثیت سے صحابہ کرامؓ نے غلاموں کو جو حقوق عطا کیے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

<u>عرب کا غلام نہ بنانا:</u>

اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس قبیلہ بنو تمیم کی ایک لونڈی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو، کیونکہ اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود آپ اہل عرب کا غلام بنانا پسند نہیں کرتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے عام قانون بنا دیا کہ عرب کا کوئی شخص غلام نہیں بنایا جا سکتا، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

کے عہد خلافت میں قبائل مرتدہ کے جو لوگ گرفتار ہوئے تھے، انہوں نے اسی بناء پر آزاد کرادیا۔ (یعقوبی جلد ۲ص ۱۵۸)

اسلام سے پہلے عرب کے جو لوگ لونڈی یا غلام بنالیے گئے تھے ان کی نسبت یہ حکم دیا کہ اگر کسی قبیلہ کا کوئی شخص کسی قبیلہ میں غلام بنالیا گیا ہو تو وہ اس کے بدلے میں دو غلام بطور فدیہ دے کر آزاد کرایا جاسکتا ہے، اسی طرح ایک لونڈی کے عوض میں دو لونڈی دیکر آزاد کرائی جاسکتی ہے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ رباح بن حارث)

غیر قومیں اگرچہ غلام بنائی جاسکتی تھیں تاہم حضرت عمرؓ نے ان کو بھی بہت کم غلام بنایا مصر فتح ہوا تو چھ لاکھ مرد اور عورت مسلمانوں کے قبضہ میں آئے، فوج کے اکثر حصہ کا اصرار تھا کہ ان کو لونڈی غلام بنا کر تمام فوج پر تقسیم کردیا جائے، لیکن حضرت عمرؓ نے جزیہ مقرر کر کے ان کو بالکل آزاد کردیا، چند گاؤں کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تھی، وہ گرفتار ہوئے تو لونڈی، غلام بنا کر مدینہ میں بھیج دیئے گئے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کو بھی واپس کردیا۔ (حسن المحاضرہ جلد ۱ص ۵۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام حکم بھیج دیا کہ کوئی کاشت کار یا پیشہ ور غلام نہ بنایا جائے

۔

(کنز العمال جلد ۲ص ۳۱۲)

حضرت عمرؓ کے عہد میں زراعت کی جو ترقی ہوئی اس کی وجہ سے محاصل وخراج میں جو اضافہ ہوا اس کی اصل وجہ یہی تھی۔ کہ انہوں نے اکثر مفتوح قوموں کو آزاد رکھا اور وہ آزادی کے ساتھ زراعت کے کاروبار میں مصروف رہیں۔

غلاموں کو مکاتب بنانا:

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کرلی جائی کہ اتنی مدت میں اس قدر رقم ادا کر کے آزاد ہوسکتے ہیں یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔

فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا

''اگرتم کوغلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتبت کرلو۔''

لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا، یعنی آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا۔لیکن حضرت عمرؓ نے عملاً اس کو حکم کو وجوبی قرار دیا، چنانچہ جب سیرین نے اپنے آقا حضرت انسؓ سے مکاتبت کی درخواست کی اورانہوں نے اس کو منظور کرنے سے انکار کردیا، تو حضرت عمرؓ نے ان کو بلوا کر کوڑے لگوائے، اور قرآن مجید کی اس آیت کی رو سے ان کو معاہدہ کتابت کرنے پر مجبور کردیا۔(صحیح بخاری، کتاب المکاتب)

حضرت عمرؓ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کرکے بدل کتابت ادا کرنا چاہا، لیکن آقا نے یک مشت اس رقم کے لینے سے انکار کردیا۔اور بااقساط لینا چاہا وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کل رقم لے کر بیت المال میں داخل کروادی اور کہا کہ تم شام کو آنا تمہیں آزادی کا فرمان لکھ دوں گا۔اس کے بعد لینے یا نہ لینے کا تمہارے آقا کو اختیار ہوگا ،آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آکر رقم وصول کرلی ۔(طبقات ابن سعد تذکرہ ابوسعید المقبری)

ام ولد کے بیع وشرا کی ممانعت:

آقا سے جس لونڈی کے اولاد پیدا ہوجاتی ہے اس کو ام ولد کہتے ہیں، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے پہلے اس قسم کی لونڈیاں عام لونڈیاں کے برابر سمجھی جاتی تھیں لیکن حضرت عمرؓ نے یہ عام قاعدہ مقرر فرمادیا کہ اس قسم کی لونڈیاں نہ فروخت کی جاسکتیں ہیں نہ ان میں وراثت جاری ہوسکتی ہے نہ ان کا ہبہ ہوسکتا ، بلکہ وہ آقا کی موت کے بعد آزاد ہوجائے گی ۔(موطائے امام محمد باب بیع امہات الاولاد) اس طرح لونڈیوں کی آزادی کا نیا راستہ نکل آیا۔

اسیران جنگ سے اعزہ واقارب کو جدا نہ کرنا:

اگرچہ صحابہ کرامؓ مذہباً اور اخلاقاً خود ہی قیدیوں کو ان کے اعزہ و اقارب سے جدا کرنا ناجائز سمجھتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے قانوناً و حکماً اس کی ممانعت فرما دی چنانچہ تمام امرائے فوج کے نام فرمان بھیجے کہ بھائی کو بھائی سے اور لڑکی کو ماں سے جدا نہ کیا جائے، ایک بار بازار میں شور سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے دربان یرقاء کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ ایک لونڈی کی ماں فروخت کی جا رہی ہے انہوں نے تمام مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور آیت ''وا تقطعوا ارحا کم'' پڑھ کر کہا کہ اس سے بڑھ کر کیا قطع رحم ہو سکتا ہے؟ کہ لڑکی کو ماں سے جدا کیا جائے؟ چنانچہ اسکے بعد تمام امراء کے نام فرمان بھیج دیا کہ اس قسم کا قطع رحم جائز نہیں۔ (کنز العمال جلد۲ ص ۲۲۶، ۲۲۷)

غلاموں کے وظیفے:

بیت المال سے مسلمانوں کو جو وظیفہ ملتا تھا اس میں غلام برابر کے شریک تھے اول اول حضرت ابوبکرؓ نے غلاموں کو بیت المال میں تمام مسلمانوں کا شریک بنایا، ابو داؤد کتاب الخراج میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

کان ابی یقسم للحر و العبد. ''میرے باپ غلام اور آزاد کو مال تقسیم فرما دیتے تھے۔''

حضرت عمرؓ نے جب باضابطہ طور پر تمام مسلمانوں کے وظائف مقرر فرمائے تو آقا کے برابر غلاموں کے وظائف بھی مقرر فرمائے۔ (فتوح البلدان ص ۴۵۵) ان کو اس بات میں اس قدر کد تھی کہ جب ایک عامل نے غلاموں کو وظیفہ نہیں دیا تو اس کو لکھ بھیجا کہ کسی مسلمان کا اپنے بھائی کو حقیر سمجھنا نہایت بری بات ہے۔ (فتوح البلدان ص ۴۶۲)

حضرت عمرؓ نے اور مختلف طریقوں سے غلاموں کو مالی اعانتیں دیں، اہل عوالی کے مزدوری پیشہ غلاموں کی مردم شماری کرائی اور ان کے روزینے جاری کیے، حضرت عثمانؓ نے اس کو ترقی دی اور خوراک کے ساتھ کپڑے مقرر فرمائے، حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ ہفتہ کے روز عوالی کو جاتے اور جو غلام از کار رفتہ نظر آتے ان کے ٹیکس معاف کر دیتے۔

حضرت عثمانؓ نے عام طور پر یہ ہدایت جاری کی کہ جو لونڈی کوئی پیشہ نہیں جانتی اور جو غلام صغیر السن ہیں۔ ان کو کسی پیشہ کی تکلیف نہ دی جائے ورنہ ناجائز طریقے سے وہ روز ینہ پیدا کریں گے، لیکن اس کے ساتھ انکو عمدہ کھانا دیا جائے۔

(موطائے امام مالک کتاب الجامع باب الامر بالرفق بالمملوک)

غلاموں کی تعلیم:

سب سے بڑھ کر یہ کہ صحابہ کرامؓ نے غلاموں کو تعلیم بھی دلائی ایک بار چند عیسائی غلام گرفتار ہو کر آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو مکتب میں داخل کر دیا۔ (فتوح البلدان ص ۱۴۹)

حضرت عثمانؓ نے حمران بن ابان کو خرید کر لکھنا سکھایا اور اپنا میر منشی بنایا۔

(فتوح البلدان ص ۳۶۰)

بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب میں آزاد بچوں کے ساتھ بہت سے غلاموں کے لڑکے بھی تعلیم پاتے تھے، چنانچہ ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے اون صاف کرنے کے لیے مکتب سے لڑکے طلب کیے تو کہلا بھیجا کہ آزاد بچے نہ بھیجے جائیں۔

(بخاری کتاب الدیات باب من استعار عبداً او صبیا)

غلاموں کو امان دینے کا حق دینا:

امان دینے کا حق صرف فاتح قوم کو حاصل ہوتا ہے لیکن خلفاء نے یہ حق خود غلاموں کو بھی دیا، چنانچہ ایک بار مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو ایک غلام نے محصور فوج کو امان دے دی تمام مسلمانوں نے کہا، ہم آزاد اور غلام کو نہیں جانتے، اب اس باب میں حضرت عمرؓ سے استصواب کیا گیا تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ مسلمانوں کے غلاموں کا معاہدہ خود مسلمانوں کا معاہدہ ہے۔

(فتوح البلدان ص ۳۹۸)

غلاموں کی عزت و آبرو کی حفاظت:

خلفائے راشدین لونڈیوں اور غلاموں کی عزت و آبرو کا اسی قدر پاس کرتے تھے جس

قدر ایک آزاد مرد یا آزاد عورت کا کیا جا سکتا ہے۔ ایک بار ایک غلام نے کسی لونڈی کی ناموس پر ناجائز حملہ کیا اور حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو غلام کو جلاوطن کر دیا۔ (موطائے امام محمد باب الاستکراہ فی الزناء)

مساوات ان حقوق کے علاوہ ذاتی طور پر خلفاء راشدینؓ غلاموں کو عام مسلمانوں کے برابر سمجھتے تھے چنانچہ اس کی بعض مثالیں حسن معاشرت کے عنوان میں گزر چکی ہیں۔

ان تمام مراتب کے پیش نظر ہو جانے کے بعد صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں شخصی اور ملکی دونوں حیثیتوں سے غلام غلام نہیں رہے تھے، بلکہ مسلمانوں کے ایک فرد بن گئے تھے۔

☆☆☆

رعایا کی آسائش کا انتظام

حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک یہ معمول تھا کہ خراج وغیرہ کی جو رقم وصول ہوتی تھی ہر شخص پر تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اور اس میں غلام و آزاد کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

کان ابی یقسم للحر والعبد. (ابو داءود کتاب الخراج الامارة باب فی قسم الفئی)

''میرے باپ غلام اور آزاد دونوں پر مال تقسیم کر دیتے تھے۔''

لیکن حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ لوگوں کی خوراک بھی مقرر فرمائی اول اول جب یہ انتظام قائم کرنا چاہا تو دونوں وقت ایک ایک جریب آٹا پکوایا اور ۳۰،۳۰ آدمیوں کو کھلایا

،سب کوکافی ہوا تو ماہوار مرد،عورت اور غلام سب کے لیے دو جریب آٹا مقرر کیا۔اعلان عام کے لیے پیانہ ہاتھ میں لے کر منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کے لیے اس قدر ماہوار خوراک مقرر کردی ہے، جو شخص اس کو گھٹائے گا اس کو خدا سمجھے گا، یہ طریقہ اس قدر مقبول عام ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کو بد دعا دیتا تھا تو کہتا تھا کہ خدا تمھاری جریب موقوف کردے یعنی تمہیں موت دے۔

(فتوح البلدان ص ۴۶۵،۴۶۶)

حضرت عمرؓ نے وظائف میں خاص موقعوں پر قومیت کی تفریق وامتیاز کو بھی بالکل مٹا دیا تھا چنانچہ ایک بار مقام جابیہ میں گئے وہاں چند عیسائی جذامیوں کو دیکھا تو حکم دیا بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کردیئے جائیں۔(فتوح البلدان ص ۱۳۶)

ایک بار ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کو خود اپنے گھر لائے اور جو کچھ ہوسکا دیا۔پھر بیت المال کے خزانچی کو لکھ بھیجا کہ اس قسم کے اشخاص کا لحاظ رکھا جائے۔ قرآن مجید میں صدقہ کے جو حصہ دار ہیں ان میں فقراء سے مسلمان اور مساکین سے اہل کتاب مراد ہیں۔

(کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف ص ۷۲)

ان کے علاوہ جو معزز لوگ کسی وجہ سے مفلوک الحال ہوجاتے تھے، ان کے لیے بھی وہ وظیفے مقرر فرمادیتے تھے، چنانچہ ایک موقعہ پر خود فرمایا:

انما فرصت لقوم احجفت بهم الفاقة وهم سادة عشائر هم لماينوبهم من الحقوق. (فتوح البلدان ص ۴۶۴)

''میں نے چند فاقہ زدہ لوگوں کے لیے وظیفہ مقرر کردیا ہے جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے لیکن قومی حقوق کی گرانباری نے ان کو مفلوک الحال بنادیا۔''

<u>شیر خوار بچوں کے وظیفے:</u>

حضرت عمرؓ نے تمام مجاہدین کے بچوں کے لیے بھی دس دس درہم وظیفے مقرر فرمائے

پہلے یہ معمول تھا، کہ بچے دودھ چھوڑتے تھے تو ان کے وظیفے جاری کیے جاتے تھے لیکن بعد میں جب معلوم ہوا کہ لوگ حصول وظیفہ کے لیے قبل از وقت بچوں کا دودھ چھڑا دیتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے عام اعلان کروا دیا کہ قبل از وقت بچوں کا دودھ نہ چھڑاؤ ہم یوم ولادت ہی سے بچوں کے وظیفے مقرر کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ کے بعد اور خلفاء نے اس کو اس قدر ترقی دی کہ اس میں وراثت جاری ہوتی تھی۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے وراثت کے طریقے کو موقوف کرنا چاہا، لیکن پھر رک گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے زمانے میں حضرت عمرؓ کا وہی قدیم نظام پھر قائم کر دیا یعنی بچے جب دودھ چھوڑ دیتے تھے اس وقت سے ان کے وظیفے جاری کرتے تے اخیر میں عبدالملک ابن مروان نے اس فیاضانہ طریقے کو کلیتہً موقوف کر دیا۔

(یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷ ارفتوح البلدان ص ۴۵۷)

لاوارث بچوں کے وظیفے:

حضرت عمرؓ نے ۱۸ھ میں یہ حکم دیا کہ جو لاوارث بچے شاہراہ وغیرہ پر پڑے ہوئے ملیں ان کے دودھ پلانے اور دیگر مصارف کا انتظام بیت المال سے کیا جائے چنانچہ یہ وظیفہ سو درہم سے شروع ہوتا تھا، پھر سال بسال اس میں ترقی ہوتی جاتی تھی۔

(موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب التصافی المنبوذ)

موطائے امام مالک میں ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک شخص اسی قسم کا بچہ اٹھا کر لایا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کو دودھ پلاؤ اور اس کے نفقہ کا بار ہم پر رہے گا۔ (طبری ص ۲۶۷۲)

قحط کا انتظام:

قحط رعایا کے لیے سب سے بڑی مصیبت ہے۔ ایک بار حضرت عمرؓ کے زمانے میں قحط پڑا تو انہوں نے اپنے اوپر گھی اور دودھ حرام کر لیا اور رعایا کے آرام و آسائش کے لیے ہر ممکن تدبیر کی۔ تمام امراء و عمال کو لکھ بھیجا کہ اہل مدینہ کی مدد کریں۔ چنانچہ حضرت ابو

عبیدہؓ نے چار ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے بھیجے۔(فتوح البلدان ص ۲۲۳ یعقوبی جلد نمبر ۲ ص ۱۷۷)

حضرت عمرو بن العاصؓ گورنر مصر کو لکھا کہ خراج میں جو غلہ وصول ہو وہ مدینہ کو روانہ کیا جائے، انہوں نے روغن زیتون اور ۲۰ جہاز غلہ روانہ کیا جن میں کم و بیش ہر جہاز میں ۳ ہزار ارب غلہ تھا حضرت عمرؓ متعدد اکابر صحابہ کے ساتھ بذات خود ملاحظہ کے لیے بندرگاہ پر گئے جس کا نام جار تھا، وہاں پہنچ کر ان غلوں کے رکھنے کے لیے دو مکان تعمیر کرائے اور حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ قحط زدگان کے نام لکھے جائیں چنانچہ جن لوگوں کے نام لکھے گئے ان کو ایک ایک چیک ملتی تھی جس پر حضرت عمرؓ کی مہر ہوتی تھی۔(فتوح البلدان ص ۲۲۳ و یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۷)

اس کے علاوہ ہر جگہ سے اونٹ، گیہوں اور روغن زیتون منگوا کر بدوؤں میں تقسیم کیا، جب یہ تمام سرمایہ ختم ہو چکا تو یہ انتظام کرنا چاہا کہ جو لوگ صاحب قدرت ہوں ان کے لیے گھروں میں جس قدر آدمیوں کی تعداد ہو اسی قدر تعداد میں محتاجوں کی کفالت ان کے متعلق کی جائے، کیونکہ ایک آدمی کا کھانا دو شخصوں کی سدرمق کے لیے کافی ہوتا ہے، لیکن اس کے پہلے باران رحمت کی دعا فرمائی اور اللہ تعالی نے اس کو قبول کرلیا، اس لیے اس انتظام کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

(الادب المفرد باب المواسات فی السنۃ والمجاعۃ)

<u>رعایا کی شکایتوں سے واقف ہونے کے وسائل:</u>

ہمارے سلاطین و امراء میں کتنے لوگ ہیں جن کے کان فریادیوں کی کرخت آواز کے متحمل ہوسکتے ہیں لیکن صحابہ کرامؓ ہمہ وقت رعایا کی آرام و آسائش کی فکر میں مصروف رہتے تھے۔اس لیے ان کے دکھ درد سے واقفیت حاصل کرنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مختصر عہد خلافت میں حج کے موقع پر تمام لوگوں سے عام طور پر پوچھ لیا تھا کہ کسی کو کوئی شکایت تو نہیں۔

(کنز العمال جلد۳ ص ۱۳۱)

حضرت عمرؓ نے اس کو اور بھی ترقی دی اور خفیہ طور پر متعدد لوگوں کو مقرر فرمایا جو ان تک تمام جزئیات کی خبریں پہنچاتے رہتے تھے۔ کنز العمال میں ہے:

كان لعمر عيون على الناس. (كنز العمال جلد٦ ص ٣١٤)

''حضرت عمرؓ نے لوگوں پر جاسوس مقرر فرمائے تھے۔''

تمام امراء وعمال کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کے سامنے دروازے بند نہ کریں تاکہ ہر شخص بلا روک ٹوک اپنی شکایتیں پیش کر سکے، اخیر میں تمام ملک میں دورہ کا بھی ارادہ کیا تھا، لیکن شام کے سوا موت نے دوسرے مقامات کے دورہ کا موقع نہیں دیا۔

حضرت عثمانؓ کو رعایا کی خبر گیری کا اس قدر خیال تھا کہ عین خطبہ کی حالت میں لوگوں سے ان کے حالات اور بازار کا نرخ دریافت فرماتے تھے۔

موذی جانوروں کا قتل:

مہذب سلطنتیں رعایا کے آرام وآسائش کا جو انتظام کرتی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ موذی جانوروں کو ملک سے فنا کرنے کی کوشش کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے جانوروں کے قتل پر انعام دیا جاتا ہے، صحابہ کرامؓ نے بھی اس قسم کا انتظام کیا تھا، نصیبین میں بچھو بکثرت تھے، جس سے وہاں کے مسلمان کو اذیت پہنچتی تھی وہاں کے عامل نے حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو انہوں نے لکھا کہ تمام شہر کے لوگوں کو بچھوؤں کی ایک تعداد مقرر کر دی جائے کہ ہر رات کو پکڑ لائیں چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس پکڑ کر لاتے تھے، اور مار ڈالے جاتے تھے اس طرح بچھوؤں کی تعداد میں بہت کچھ کمی ہوگئی۔ (معجم البلدان ذکر نصیبین)

سجستان میں بکثرت سانپ رہتے تھے جب حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں اس کو بصلح فتح کیا تو چونکہ نیولے اور خار پشت سانپ کو کھا جاتے ہیں اس لیے معاہدۂ صلح اس شرط پر کیا کہ کوئی شخص ان دونوں جانوروں کو نہ مار سکے

گا۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ)

☆☆☆

مذہبی خدمات

اشاعت اسلام

صحابہ کرامؓ نے آغاز اسلام ہی سے اس نیک کام کو شروع کیا اور اخیر تک اس کو قائم رکھا سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے تو ان کے اخلاقی اثر سے متعدد اکابر صحابہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جن میں پانچ بزرگ عشرہ مبشرہ میں سے تھے، اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابوبکرؓ میں ہے:

اسلم علی یدہ جماعة لمحبتهم و میلهم الیه حتی انه اسلم علی یدہ خمسة من العشرة.

''ان کے ہاتھ پر ایک جماعت جس کو ان کے ساتھ محبت تھی اسلام لائی یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ میں سے بھی پانچ بزرگ ان کے ہاتھ پر اسلام لائے۔''

حضرت عثمانؓ کے تذکرے میں صاحب اسد الغابہ نے بعض ناموں کی تفصیل بھی درج کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

کان رجال قریش یاتونه و یالفونه بغیر واحد من الا مر لعلمه وتجاربه و حسن مجالسته فجعل یدعو الی الا سلام من وثق به من قومه ممن یغشاہ و یجلس الیه فاسلم علی یدیه فیما بلغنی الز بیر بن العوام و عثمان بن عفان و طلحة بن عبید الله.

''قریش کے لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتے تھے اور متعدد وجوہ مثلاً علم، تجربہ اور حسن مجالست کی بناء پر ان سے محبت کرتے تھے، چنانچہ ان آنے والوں اور ساتھ بیٹھنے والوں میں جن لوگوں پر ان کو اعتماد تھا ان کو انہوں نے دعوت اسلام دی اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے ان کے ہاتھ پر حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اسلام لائے۔ تاریخ خمیس میں ان بزرگوں کے ساتھ حضر سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ اور ارقم بن ابی الارقمؓ کا نام بھی لیا ہے۔

(تاریخ خمیس ص ۲۸۷)

حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ کی کوششوں سے قریش میں اسلام پھیلا حضرت عمیرؓ ایک صحابی تھی جو ابتداء میں اسلام کے سخت دشمن تھے، غزوہ بدر میں ان کا ایک لڑکا گرفتار ہوا تو وہ اس کی رہائی کے بہانے سے مدینے میں آئے کہ چل کر (نعوذ باللہ) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتمہ کردیں، لیکن توفیق ایزدی نے یاوری کی اور یہاں آکر مسلمان ہو گئے پلٹے تو قریش کو دعوت اسلام دی اور ان کے اثر سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمیر بن وہب)

مردوں کے ساتھ عورتیں بھی اس شرف سے محروم نہ رہیں، چنانچہ حضرت ام شریکؓ ایک صحابیہ تھیں، جو مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو دعوت اسلام دیتی تھیں، قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ام شریکؓ)

ان لوگوں کے مساعی جمیلہ کا اگرچہ صرف مکہ بلکہ صرف قریش تک محدود رہا لیکن اور متعدد صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور وہ باہر سے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام لائے۔ اور آپ کی خدمت سے واپس جا کر اپنے اپنے حلقہ اثر میں اشاعت اسلام کی مقدس خدمت انجام دی۔ ان بزرگوں میں حضرت ابوذر

غفاریؓ، حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ، حضرت اکثمؓ، حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ اور انصار کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے حضرت ابو ذر غفاری فطرۃً نیکی کے قبول کرنے کا مادہ رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات سے پہلے پابند نماز ہو چکے تھے، ایک بار حسن اتفاق سے ان کے بھائی حضرت انیسؓ مکہ میں آئے اور پلٹ کر ان کو خبر دی کہ مکہ میں تمہارا ایک ہم مذہب پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو خدا کا رسول کہتا ہے، لوگ اگر چہ اس کو شاعر کاہن اور ساحر کہتے ہیں، لیکن مجھ کو ان کلام ان سب سے مختلف معلوم ہوتا ہے، یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری کے دل میں بھی شوق پیدا ہوا اور تحقیق کے لیے خود مکہ تشریف لائے اور ایک دن رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ نکلے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا، حضرت ابوذر غفاریؓ بھی وہیں موجود تھے، آپ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے آکر اسلامی طریقہ کے موافق سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مختلف حالات پوچھے اور حضرت ابوبکرؓ نے درخواست کی کہ آج کی رات مجھے ان کی دعوت کا شرف حاصل ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے گئے حضرت ابوبکرؓ نے گھر کا دروازہ کھولا، اور طائف کے منقے پیش کیے اس کے بعد وہ دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے فرمایا مجھے مدینہ کی ہجرت کا حکم ہوا ہے تم میری طرف سے اپنی قوم کو اسلام کا پیغام پہنچا سکتے ہو؟ شاید تمہاری وجہ سے خدا ان کو نفع پہنچائے اور تمہیں ثواب دے، وہ پلٹے تو اپنے بھائی انیس کو دعوت اسلام دی، اور انہوں نے بخوشی لبیک کہا، اس کے بعد ماں کو مائل بہ اسلام کیا وہ بھی بخوشی حلقہ اسلام میں داخل ہوئی پھر تمام قوم کو اسلام کی دعوت دی نصف لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے، اور نصف لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد ہم لوگ اسلام لائیں گے چنانچہ جب آپؐ مدینہ آئے تو وہ لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے قبیلہ غفار ہی کے متصل اسلم کا قبیلہ آباد تھا وہ لوگ بھی حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز پر ہمارے بھائی اسلام لائے ہیں اس پر ہم بھی اسلام لاتے ہیں۔

آپؐ نے یہ سن کر فرمایا:

غفار غفر الله لها واسلم سالمها الله .

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابی ذر)

''خدا غفار کی مغفرت کرے اور اسلم کو سلامت رکھے۔''

حضرت طفیل بن عمروؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پہلے ہی سے دل نور ایمان سے لبریز تھا، چاہا کہ خودان کے وطن کو دارالہجرت بننے کا شرف حاصل ہو، اس غرض سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ایک محفوظ قلعہ میں پناہ گزین ہونا پسند فرماتے ہیں؟ یہ قلعہ خودان کی قوم کا تھا، لیکن آپؐ نے انکار کیا، اس لیے وہ واپس آگئے، اور جب آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہ ایک مہاجر کو ساتھ لے کر مدینہ میں آئے، اور شرف ہجرت حاصل کیا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لا یکفر)

یہ صحیح مسلم کی روایت ہے جس سے فی الجملہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اثر سے بعض لوگوں نے اسلام قبول کیا، لیکن اسد الغابہ میں ہے کہ وہ آپ کی خدمت سے پلٹ کر متصل اشاعت اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے یہاں تک کہ جب آپؐ نے ہجرت فرمائی تو انہوں نے بھی قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کے ساتھ ہجرت کی جو سب کے سب ان ہی کے اثر سے مسلمان ہوئے تھے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ)

حضرت اکثمؓ کو ظہور اسلام کی خبر ہوئی تو دو شخصوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدت میں بھیجا کہ تحقیق حال کریں وہ دونوں خدمت مبارک میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کو یہ آیت سنائی۔

ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتآء ذی القربی وینهی عن الفحشآء و المنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون

''خدا، عدل، احسان اور قرابس داروں کے دینے کا حکم کرتا ہے اور فحاشی، برائی

اور ظلم سے منع فرماتا ہے خدا تم کو یہ نصیحت کرتا ہے شاید تم سمجھو اور سوچو۔"

ان لوگوں نے جا کر ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے تمام قوم کی طرف خطاب کر کے کہا کہ اے قوم! میری رائے میں یہ پیغمبر مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے اور ذمائم اخلاق سے روکتا ہے تم لوگ قبول اسلام میں دم نہ بنو، سر بنو، مقدم ہو، موخر نہ ہو" اس کے بعد تادم مرگ اس کوشش میں مصروف رہے انتقال ہوا تو اہل وعیال کو تقویٰ اور صلہ رحمی کی وصیت کی۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت اکثم بن صفیؓ)

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی قبیلہ ثقیف کے سردار اور ان میں نہایت ہردلعزیز تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ طائف سے فارغ ہو کر مدینہ کو پلٹے تو انہوں نے راستہ ہی میں جا کر اسلام قبول کیا، اور وہاں سے آ کر اپنے قبیلہ کو دعوت اسلام دی ان کو اگرچہ اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی بلکہ ان کو خود ان کی قوم نے اشاعت اسلام کے جرم میں قتل کر دیا، تاہم انہوں نے اپنا مذہبی فرض ادا کیا۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت عروہ بن مسعودؓ)

انصار میں اولاً چھ شخص مکہ میں آئے اور اسلام قبول کیا۔ مکہ سے پلٹ کر انہوں نے خود تبلیغ اسلام کا فرض ادا کرنا شروع کیا، ان کو اس قدر کامیابی ہوئی کہ انصار کا کوئی گھر کلمہ توحید کی آواز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر خیر سے ناآشنا نہ رہا۔ دوسرے سال (۱۲) بارہ آدمی آئے اور آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی جو بیعت عقبہ اولی کے نام سے مشہور ہے۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت رافع بن مالک ومسند امسند ابن حنبل ص ۳۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن کے لیے کر دیا اور انہوں نے اس خدمت کے ساتھ اشاعت اسلام کا مقدس فرض بھی ادا کیا چنانچہ ان کی کوششوں سے بکثرت لوگ مسلمان ہوئے جن میں انصار کے گل

سر سبد حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ بھی شامل تھے، مسلمانوں کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا تو انہوں نے ان کے ساتھ باجماعت جمعہ کی نماز ادا کی۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت مصعب بن عمیرؓ و تاریخ خمیس ص ۳۱۷)

حضرت سعد بن معاذ اسلام لائے تو اپنے قبیلہ سے کہا کہ ''اب مجھ پر تم سے بات چیت کرنا حرام ہے چنانچہ اسی روز ان کا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔''

ان بزرگوں کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ ہیں جنہوں نے اپنے اپنے قبائل میں اشاعت اسلام کی چنانچہ ان کے حالات میں ان کوششوں کا ذکر جا بجا آیا مثلاً صاحب اسد الغابہ حضرت قیس بن غزیہؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

دعا قومه الی الا سلام ''اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔''

حضرت قیس بن یزیدؓ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

فد عا قو مه الی الا سلام فاسلموا۔

''انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہوئے''

حضرت قیس بن نیشہؓ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

اسلم ور جع الی قومه فقال یا بنی سلیم سمعت تر جمة الر وم وفارس و اشعار العرب والکهان ومقاول حمیر وما کلام محمد یشبه من کلا مهم فاطیعو نی فی محمد فانکم اخو اله.

''وہ اسلام لا کر پلٹے تو کہا کہ اے بنو سلیم میں نے روم و فارس کے تراجم اور عرب کے کہان اور حمیر کے بہادروں کے اشعار سنے لیکن محمد کا کلام ان سب سے الگ ہے پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں میری اطاعت کرو کیونکہ تم ان کے ماموں ہو۔''

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن معاذ)

فتح مکہ کے بعد اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی تمام قبائل کے سرداروں نے اشاعت اسلام

میں حصہ لیا چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

ان مکۃ لما فتحت بادرت العرب باسلامھم فکان کل قبیلۃ ترسل کبراء ھا لیسلموا ویتعلموا ویرجعوا الی قومھم فیدعوھم الی الاسلام.

"فتح مکہ کے بعد تمام عرب نے اسلام کی طرف نہایت تیزی سے قدم بڑھایا ہر قبیلہ اپنے سرداروں کو بھیجتا تھا کہ جا کر اسلام لائیں اور تعلیم دین حاصل کر کے پلٹیں تو اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔" (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۲)

اس بناء پر تمام قبائل کا اسلام ان کے سرداروں کے اسلام اور تبلیغ و دعوت پر موقوف تھا ابو داؤد میں ہے کہ قبیلہ ہمدان نے حضرت عامر بن شہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ جو تمہاری رائے قرار پائے گی اس کو ہم سب منظور کر لیں گے، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور ان کے بعد ان کا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (ابو داؤد کتاب الخراج باب فی حکم ارض الیمن)

ایک صحابی کسی چشمے کے مالک تھے جب ان تک دعوت اسلام پہنچی تو انہوں نے اپنی قوم کو اسلام لانے کے لیے سو اونٹ دیئے لیکن یہ اسلام کا حقیقی معاوضہ نہ تھا چنانچہ جب وہ لوگ اسلام میں پختہ ہو گئے تو انہوں نے اونٹوں کو واپس لینا چاہا اور مشورہ کے لیے رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کو بھیجا، آپؐ نے فرمایا ان کو واپس لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے۔

(ابو داؤد کتاب الخراج باب فی العرافۃ)

جن لوگوں کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاعت اسلام کے لیے بھیجا ان کے نام رجال و سیر کی کتابوں میں بہ کثرت ملتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

حضرت مالک بن مرارہ الرہاویؓ انہوں نے عک اور ذی خیوان کو دعوت اسلام دی اور اس کے ساتھ ان کی قوم نے

بھی اسلام قبول کیا۔

حضرت احنف بن قیسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قبیلہ بنولیث کی تبلیغ وہدایت

کیلئے بھیجا۔

حضرت عبداللہ بن عویسجہؓ آپؐ نے ان کو قبیلہ بنی حاوثہ کے پاس بھیجا۔

حضرت محیصہ بن مسعودؓ آپؐ نے ان کو اہل فدک کی ارشاد وہدایت کے لیے بھیجا۔

حضرت مسعود بن وائلؓ آپ نے ان کے متعلق خود ان کی قوم کی تبلیغ وہدایت فرمائی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ ان کی ننھیال قبیلہ بلی میں تھی جو بدووں کا ایک قبیلہ ہے اور اس

کے تعلق سے بدواں سے مانوس تھے آپؐ نے ان کو بدووں کی

تبلیغ وہدایت کے لیے منتخب فرمایا۔

حضرت مالک بن احمرؓ یہ اسلام لائے اور خود درخواست کی کہ مجھے ایک فرمان لکھ دیا

جائے کہ اس کے ذریعے سے اپنی قوم کو دعوت اسلام دوں۔

حضرت ابو زید انصاریؓ آپؐ نے ان کے ذریعہ سے عبید وجعفر کو دعوت اسلام دی وہ

دونوں اسلام لائے اور وہاں کے تمام عرب کو دعوت اسلام دی

جس کو سب نے بخوشی قبول کیا۔

حضرت علاء بن عبید اللہ الحضرمیؓ آپ نے ان کو بحرین میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو دعوت

اسلام دیں اور منذر بن ساوی اور سیبخت کے نام خصوصیت

کے ساتھ خط دیا وہ دونوں مسلمان ہو گئے اور ان کے اثر سے

وہاں کے تمام عرب اور بعض عجم نے اسلام قبول کیا۔

حضرت وبر بن یحسیس کلبیؓ آپ نے ان کو یمن میں بھیجا وہ نعمان بن برزخ کی صاجزادیوں

کے یہاں اترے اور سب مسلمان ہو گئیں انہوں نے فیروز

دیلمی اور مرکنود کو پیغام اسلام دیا اور وہ بھی مسلمان ہو گئے ۱؎

وعظ و پند، ارشاد و ہدایت اور تبلیغ و دعوت کی طرف علاوہ صحابہ کرامؓ کے حسن اخلاق کی خاموش زبان نے بھی بعض قبائل کو اسلام کی طرف مائل کیا، اور وہ لوگ بطیب خاطر مسلما ہوئے ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ پیاس سے بیتاب ہو کر پانی کی تلاش میں نکلے تو حسن اتفاق سے ایک عورت مل گئی، جس کے ساتھ پانی کا مشکیزہ تھا۔ صحابہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور آپ کی اجازت سے پانی کو استعمال کیا، اگر چہ آپ نے اسی وقت اس کو پانی کا معاوضہ دلوا دیا، تاہم صحابہ کرامؓ پر اس کے احسان کا یہ اثر تھا کہ جب اس عورت کے گاؤں کے آس پاس حملہ کرتے تھے تو خاص کر اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے اس پر اس منت پذیری کا یہ اثر ہوا کہ اس نے اپنے تمام خاندان کو قبول اسلام پر آمادہ کیا اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

(بخاری کتاب الغسل باب الصعید الطیب وضوء المسلم)

صحابہ کرامؓ کے یہ وہ مساعی جمیلہ تھے جن کے اثر سے متعدد قبائل نے اسلام قبول کیا لیکن ان قبائل کے علاوہ اور بھی متفرق لوگ ہیں جو صحابہ کرام کے ذریعہ سے اسلام لائے ، حضرت ام حکیم بنت الحارثؓ کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی ، وہ خود فتح مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن اس کے شوہر بھاگ کر یمن میں چلے آئے حضرت ام حکیمؓ نے یمن کا سفر کیا اور ان کو دعوت اسلام دی وہ مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ان کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑے ۔ بدن پر چادر تک نہ تھی لیکن ان سے اسی حالت میں بیعت لی ۔

(موطائے امام مالک کتاب النکاح باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ)

حضرت ابو طلحہؓ نے حالت کفر میں حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کرنا چاہا ، لیکن انہوں نے کہا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں نکاح کیوں کر ہو سکتا ہے ، اگر اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہو گا ، اس کے سوا تم سے کچھ نہ مانگوں گی ۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا ۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت زید بن سہل بن اسودؓ)

حضرت جبار سلمی نے حالت کفر میں شہدائے بیر معونہ میں سے ایک قاری کو نیزہ مارا تو انہوں نے زخم کھانے کے ساتھ ہی نہایت ہی موثر لہجے میں کہا ۔

فزت و اللہ ”خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا ۔“

حضرت جبارؓ کو تعجب ہوا کہ میں نے تو انہیں قتل کر دیا اور آخر ان کو کامیابی کیونکر ہوئی ؟ بعد کو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام شہادت ہی کو اپنی کامیابی سمجھتے تھے چنانچہ اسی اثر سے انہوں نے اسلام قبول کر لیا ۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت جبار بن سلمیؓ)

حضرت ابو ہریرہؓ اگرچہ خود مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے لیکن ان کی ماں کافرہ تھیں اس لیے ان کو برابر دعوت اسلام دیتے رہتے تھے۔ ایک روز ان کو اسلام کی ترغیب دی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہا ان کو کیونکہ گوارا ہو سکتا تھا، روتے روتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپؐ میری ماں کے لیے دعائے ہدایت فرمایئے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے، پلٹے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور پانی گرتے کی آواز آرہی ہے۔ ان کی ماں نے پاؤں کی آہٹ پائی تو کہا ابو ہریرہ آگے نہ بڑھو، نہا دھو کر فوراً کپڑے پہن کر دروازہ کھولا اور کلمہ پڑھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ خوشی کے مارے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ خدا نے آپؐ کی دعا قبول کر لی۔

(مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابو ہریرہ الدوسی)

وفد بنو تمیم آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے آنے کا کیا مقصد ہے؟ سب نے جواب دیا کہ ہم اپنے شاعر اور اپنے خطیب کو لائے ہیں کہ آپ سے مفاخرت کریں، ارشاد ہوا کہ ہم نہ شاعری کے لیے مبعوث ہوئے نہ ہم کو خدا نے مفاخرت کا حکم دیا تاہم آؤ اور مفاخرت کرو، اقرع بن حابس ساتھ تھے انہوں نے ایک جوان کی طرف اشارہ کیا اس نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور اپنی قوم کے تمام مفاخر گنائے حضرت ثابت بن قیسؓ آپؐ کے خطیب تھے، آپؐ نے ان کو مقابلے کے لیے کھڑا کیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا اس کے بعد زبرخان بن بدر کے حکم سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی مدح میں چند اشعار سنائے آپؐ نے حسان بن ثابتؓ کو جواب دینے کا حکم دیا، اور انہوں نے ایک قصیدے میں انصار کے اسلامی کارنامے گنائے ابھی قصیدہ ختم نہیں ہوا تھا کہ اقرع نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا مقصد ان سب سے الگ ہے یہ دو شعر سن لیجئے، اس نے شعر پڑھے تو آپؐ کے حکم سے حضرت حسانؓ نے اس کی تردید کی یہ کل دو شعر تھے جس کا آخری مصرع یہ تھا:

لنا خول من بين ظير وخادم.

''تمہارا قبیلہ ہمارا نوکر تھا، عورتیں دایہ اور مرد خادم تھے۔''

آپؐ نے یہ سنا تو فرمایا کہ ایک بنو آدم کے بھائی (اقرع کا قبیلہ تھا) جب کہ تمام لوگ اس کو بھول گئے تھے، مجھ کو اس کی یاد تازہ کرانے کی ضرورت نہ تھی، ان لوگوں پر اس کا سخت اثر ہوا اس جملہ معترضہ کے بعد حضرت حسان بن ثابت نے پھر اپنا قیصدہ پڑھنا شروع کیا، آخر کار اقرع بول اٹھا کہ خدا جانے کیا بات ہے کہ انکا خطیب ہمارے خطیب سے اور انکا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ثابت ہوا، یہ کہہ کر آپؐ کے قریب آیا اور کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت اقرع بن حابس)

خلفائے راشدین کے زمانے میں اور بھی کثرت سے اسلام پھیلا۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ایک نہایت مشہور اور بہادر شخص تھا، جو خود بہ خود مسلمان ہو گیا، اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت سے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ وہ پہلے عراق میں غارت گری کیا کرتا تھا۔ اب وہ خود حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ میری قوم کے جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں مجھ کو ان کا امیر العسکر مقرر فرما دیجئے، ان کے ذریعے سے میں ایرانیوں پر حملہ کروں گا، حضرت ابو بکرؓ نے اس کو ایک اجازت نامہ لکھ کر دیا وہ وہاں سے چل کر مقام خفان میں آیا اور بقیہ قوم کو دعوت اسلام دی اور تمام لوگ بخوشی مسلمان ہو گئے۔ (فتوح البلدان ص ۲۵۰)

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں فتوحات کے ساتھ ساتھ اور بھی وسعت سے اسلام کی اشاعت ہوئی جب جنگ قادسیہ میں رستم مارا گیا تو اس کے ساتھ ویلم کی جو چار ہزار منتخب فوج تھی اور خسرو پرویز کی باڈی گارڈ ہونے کی وجہ سے چند شہنشاہ کے لقب سے ممتاز تھی کل مسلمان ہو گئی اور مسلمان ہونے کے بعد مدائن اور جلولاء کے معرکہ میں نمایاں حصہ لیا۔؎

قادسیہ کی جنگ میں ضخم، مسلم، رافع اور عشنق بھی اپنے تمام رفقاء کیساتھ مسلمان ہوئے اور انہی کے مشورے سے مسلمانوں نے جنگی ہاتھیوں پر قابو پایا۔ (طبری ص ۲۳۲)

اصفہان کے حملے کے بعد جب جے فتح ہوا تو آس پاس کے تمام روساء جو اپنے قلعوں میں پناہ گزین تھے مسلمان ہو گے۔ (فتوح البلدان ص ۳۲۱)

قروین پر حملہ ہوا تو ویلم کی جو قوم وہاں آباد تھی کل کی کل مسلمان ہوگئی۔

(فتوح البلدان ص ۳۸۲۹)

سیاہ سوار یزدگرد کے مقدمۃ الجیش کا ایک بڑا افسر تھا، یزدگرد جب اصفہان کو روانہ ہوا تو سیاہ کو تین سو سواروں کے ساتھ جن میں ستر سردار تھے، اصطخر کی طرف روانہ کیا، اور حکم دیا کہ ہر شہر سے اپنے ساتھ سپاہی انتخاب کر کے لیتا چلے، وہ اصطخر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے سوس کا محاصرہ کیا ہے۔ اس لیے یزدگرد نے سیاہ کو سوس بھیج دیا، وہ جب فتح ہو گیا تو سیاہ نے تمام سرداروں کو جمع کر کے کہا ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ یہ قوم اس سلطنت پر غالب ہو جائے گی، اور اصطخر کے محل ان کے گھوڑوں کے اصطبل بن جائیں گے، اب بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ ان کے مذہب میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ وہ سب کے سب چند شرائط پر مسلمان ہو گئے اور ان کے ساتھ سیاہ بچہ زط، اور راند غار نے بھی جو ہندوستانی قومیں تھیں اسلام قبول کر لیا۔

(فتوح البلدان ص ۳۸۲)

جلولا کی فتح کے بعد اس اطراف کے تمام بڑے بڑے روساء مثلاً جمیل ابن بصبھری بسطام بن ترسی، رفیل اور فیروز مسلمان ہو گے۔ (فتوح البلدان ص ۲۷۴)

تستر کا محاصرہ ہوا تو ہرمزان نے اطاعت قبول کر لی اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دیا اور وہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گیا، تستر سے فارغ ہو کر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جندیساپور کا رخ کیا تو وہاں سے کچھ لوگ کر

کلبانیہ چلے گئے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ربیع بن زیادہ کوان کے تعاقب میں روانہ کیا اورانہوں نے جاکر کلبانیہ کوفتح کرلیا وہاں کے اسادرہ نے امان طلب کی اورامان حاصل ہونے کے بعد سب کے سب مسلمان ہوگئے ۔(فتوح البلدان ص ۳۸۹)

یہ وہ لوگ ہیں جو جماعت کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے لیکن ان کے علاوہ تاریخوں میں اوربھی بہت سے نومسلموں کے نام ملتے ہیں جومتفرق طورپر اسلام لائے فتوح البلدان میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کہا کہ میں مسلمان ہوگیاہوں میرا خراج معاف کردیجئے ۔(فتوح البلدان ص ۲۷۷)

تستر کی جنگ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس ایک عجمی نے آکرامان طلب کی اورمسلمان ہوگیا ۔(فتوح البلدان صفحہ ۳۸۸)

روزبن برزجمہر بن ساسان ایرانی فوج کاایک افسرتھاجورومیوں سے مل گیاتھالیکن اس کورومیوں پراعتمادنہیں تھا،بالآخرحضرت سعدبن مالکؓ نے اس کوایک خط کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجا جس میں اس کے حالات سے اطلاع دی وہ دربار خلافت میں پہنچ کرمسلمان ہوگیا اورحضرت عمرؓ نے اس کاوظیفہ مقرر کردیا ۔(طبری ص ۴۴۵۴)

دمشق فتح ہواتووہاں کاپادری جس کانام اورکون تھا،حضرت خالدؓ کے ہاتھ پراسلام لایا ۔

(معجم البلدان ذکرقنطرۃ سنان)

حضرت کعب احبارؓ سفربیت المقدس میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے ۔(وفاءالوفاص ۴۰۹)

شریح بن ہانی شیبانی ایک شخص تھا،جس کی بی بی حضرت عمرؓ کے ہاتھ پراسلام لائی اور حضرت عمرؓ نے ان دونوں میں تفریق کرادی ۔(وفاءالوفاص ۲۱۴)

مصراورافریقہ میں بھی بکثرت اسلام پھیلاحضرت عمروبن العاصؓ نے جب مصر کے

بعض قصبات کے لوگوں کو لونڈی غلام بنا کر عرب میں بھیجا اور وہ فروخت ہو کر عرب میں پھیل گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو ہر جگہ سے بلا کر مصر بھیج دیا اور لکھا کہ ان کو اختیار ہے خواہ اسلام لائیں خواہ اپنے مذہب پر قائم رہیں۔

چنانچہ ان میں بلہب کے رہنے والے کل کے کل مسلمان ہو گئے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے قیدی اکٹھے کیے گئے تو عیسائیوں کے سامنے ایک قیدی کو لایا گیا اور اس کو عیسائیت پر قائم رہنے یا اسلام قبول کرنے کا اختیار دیا گیا جب کوئی قیدی اسلام قبول کرتا تھا تو مسلمان اس زور سے تکبیر کا نعرہ مارتے تھے کہ کسی شہر کے فتح پر بھی تکبیر کی صدا میں یہ غلغلہ انگیزی نہیں پائی جاتی تھی، لیکن اگر وہ عیسائیت پر قائم رہتا تھا تو مسلمانوں کو اس قدر صدمہ ہوتا تھا کہ گویا کوئی آدمی ان کی جماعت سے نکل گیا ہو۔ بعض واقعات نے اسلام اور عیسائیت کی اس کشمکش کو نہایت دلچسپ بنا دیا تھا، اور ابومریم ایک عیسائی تھا، جس کے سامنے یہ دونوں مذہب پیش کیے گئے تو فیق ایزدی نے اعانت کی اور اس نے اسلام قبول کرلیا اور مسلمانوں نے فوراً اس کو اپنی جماعت میں شامل کرلیا، لیکن ابومریم کے باپ ماں اور بھائی بھی موجود تھے انہوں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور باہم اس قدر کشمکش ہوئی کہ اس کے کپڑے پرزے پرزے ہو گئے۔ (طبری ص ۲۵۸۳)

دمیاط کی فتح کے بعد جب اسلامی فوجیں آگے بڑھیں تو بقارہ او درادہ سے لے کر عسقلان تک ہر جگہ اسلام پھیل گیا۔ (مقریزی ص ۱۸۴)

شطا مصر کا ایک مشہور شہر ہے وہاں کا رئیس پہلے سے مسلمانوں کی طرف مائل تھا جب اسلامی فوجیں دمیاط میں پہنچیں تو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ نکل کر مسلمانوں سے جاملا اور مسلمان ہو گیا۔

(مقریزی جلد ا ص ۲۲۶)

ان نومسلموں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ وہ الگ الگ محلوں میں آباد کرائے گئے چنانچہ فسطاط میں تین محلے قائم کیے گئے جن میں دو محلے یونانی نومسلموں کے اور ایک

یہودی نومسلموں کا تھا اور ان کا خاندان اس قدر وسیع تھا کہ ایک ایک معرکہ میں ان کے ہزار ہزار آدمی شریک ہوتے تھے۔

(مقریزی جلد اول ص ۲۹۸)

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بھی بہت کچھ اسلام کی اشاعت ہوئی ان کے زمانے میں آذر بائیجان والوں نے بغاوت کی اور اشعث بن قیس نے اس کو فتح کر کے ان کے ساتھ معاہدہ صلح کیا تو وہاں سے عرب آباد کرا دیئے کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، ان لوگوں کی ہدایت وارشاد کا یہ اثر ہوا کہ اشعث بن قیس دوبارہ حضرت علیؓ کی طرف سے آذربائیجان کے گورنر مقرر ہو کر آئے تو ان میں اکثر مسلمان ہو کر قرآن مجید پڑھنے لگے۔(فتوح البلدان صفحہ ۳۳۷)

ایک بار بہت سی رومی لونڈی گرفتار ہو کر آئیں تو حضرت عثمانؓ نے ان کو دعوت اسلام دی اور ان میں سے دو اسلام لائیں۔(الادب المفرد باب خفض المراءۃ)

حضرت امیر معاویہ کے عہد خلافت میں بھی بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے چنانچہ انہوں نے افریقہ کو فوج روانہ کی تو نافع بن قیس قریشی نے جو برقہ اور زویلہ کے گورنر تھے اس میں ان برابرہ کو بھی داخل کیا جو اسلام لا چکے تھے، اس فوج گراں کے ساتھ جب نافع نے افریقہ کے شہروں پر حملہ کیا اور بھی بہت سے بربر اسلام لائے معجم البلدان میں ہے:

واسلم علی یدہ خلق من البربر فشا فیھم دین اللہ حتی اتصل ببلاد السودان. (معجم البلدان ذکر قیروان)

''ان کے ہاتھ پر بہت سے بربر اسلام لائے اور ان میں خدا کا دین پھیل گیا یہاں تک کہ سوڈان تک پہنچ گیا۔''

غیر قوموں کے علاوہ عرب نے ابتداء ہی سے نہایت ذوق وشوق کے ساتھ اسلام قبول کرنا شروع کیا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جب خالد بن ولیدؓ نے عراق پر

حملہ کیا تو ربیعہ وغیرہ کے جو قبائل وہاں آباد تھے سب کے سب مسلمان ہو گئے۔(طبری ص ۲۱۲۲)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب حضرت ابو عبیدہؓ نے قنسرین پر حملہ کیا تو قبیلہ تنوخ کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور جو لوگ عیسائیت پر قائم رہے ان میں بھی ایک جماعت نے خلیفہ مہدی کے زمانے میں اسلام قبول کیا۔قبیلہ طے کے جو لوگ یہاں آباد تھے ان میں بھی بہت سے لوگ اسلام لائے۔جن لوگوں نے جزیہ پر مصالحت کر لی تھی، وہ بھی کچھ دنوں کے بعد دائرہ اسلام میں شامل ہو گئے۔حلب کے آس پاس جو عرب آباد ہو گئے تھے، اسی سلسلہ میں انہوں نے پہلے تو جزیہ پر مصالحت کر لی پھر بعد کو اسلام قبول کر لیا۔(فتوح البلدان ص ۱۵۲)

اسی طرح جب مسلمان شام میں آئے تو بہت سے شامی عرب مسلمان ہو گئے۔

(فتوح البلدان ص ۱۵۷)

تکریت پر حملہ ہوا تو تغلب، ایاد، تمر وغیرہ کے جو قبائل وہاں آباد تھے سب کے سب اسلام لائے اور مسلمانوں نے انہی کی جاسوسی سے تکریت کو فتح کیا۔(طبری ص ۲۴۷۵)

ابتدائے اسلام سے خلفاء کے زمانے تک جن قوموں اور جن ملکوں میں اسلام پھیلا یہ اس کی نہایت سادہ تاریخ ہے اب تاریخی حیثیت سے صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ صحابہ کرام کے عہد میں اسلام کیوں کر پھیلا؟ یورپ کے نزدیک اس کا سوال کا جواب ہمیشہ تلوار کی زبان نے دیا ہے لیکن ہم نے جو واقعات جمع کر دیئے ہیں ان میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس سے جبری اسلام کی شہادت مہیا کی جا سکے عہد نبوت میں صحابہ کرامؓ کے مساعی جمیلہ سے اسلام کی جو کچھ اشاعت ہوئی وہ محض ان کے وعظ و پند، ہدایت و ارشاد، فضائل اخلاق اور ذاتی رسوخ و اقتدار کی بدولت ہوئی عہد خلافت میں بے شبہ فتوحات کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام نے بھی وسعت و عمومیت حاصل کی لیکن اس زمانے میں بھی کسی سے تلوار کی زبان سے کلمہ نہیں پڑھوایا گیا۔

۱ بلکہ چند لوگوں نے تو صرف صحابہ کے فضائل واخلاق کی بنا پر اسلام قبول کیا چنانچہ جنگ قادسیہ میں ایک ایرانی گرفتار ہو کر آیا اور مسلمان ہو گیا اس کو مسلمانوں کی وفا داری، راست بازی اور ہمدردی کا منظر سامنے آیا تو بے ساختہ کہنے لگا کہ جب تک تم میں یہ اوصاف موجود ہیں تم شکست نہیں کھا سکتے، اب مجھے ایرانیوں سے کچھ مطلب نہیں۔

(طبری ص ۲۲۶۴)

شطا جو مصر کا ایک بہت بڑا رئیس تھا مسلمانوں کی اخلاقی حالت کا چرچا سن کر گرویدہ اسلام ہو گیا اور دو ہزار آدمیوں کے ساتھ اسلام قبول کیا، تاریخ مقریزی میں ہے۔

فخرج شطا فی الفین من اصحابه ولحق بالمسلمین وقد کان قبل ذالک یحب الخیر ویمیل الی ما یسمعه من سیرة اهل الا سلام.

''شطا دو ہزار کے ساتھ نکلا اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو گیا وہ پہلے نیکی کو دوست رکھتا تھا اور مسلمان کے محاسن اخلاق سن کر ان کی طرف مائل تھا۔''

صحابہ کے محاسن اخلاق میں مساوات ایک ایسا وصف تھا جو خود قلوب کو اپنی طرف مائل کرتا تھا بالخصوص جب مسلمانوں کی مساویانہ طرز معاشرت کا ایرانیوں کی ناہموار طرز معاشرت سے مقابلہ ہوتا تھا، تو یہ وصف خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہو جاتا تھا اور حق پسند لوگ خواہ مخواہ بندوں کی غلامی سے رہائی حاصل کرنا چاہتے تھے چنانچہ ایک بار زہرہ نے رستم سے دوران گفتگو میں اسلام کے جو محاسن بتائے ان میں ایک یہ تھا:

اخراج العباد من عبادة العباد الی عبادة اللہ تعالی.

''بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی غلامی میں داخل کرنا اسلام کا اصل مقصد ہے۔''

رستم نے سن کر کہا لیکن ایرانیوں نے تو اردشیر کے زمانے سے طبقہ سافلہ کے پیشے متعین

کر دیئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ اس دائرہ سے نکلے تو شرفاء کے حریف بن جائیں گے رفیل ایک شخص ابتدا ہی سے اس گفتگو کو سن رہا تھا، اس پر یہ اثر ہوا کہ رستم چلا گیا تو اس نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ (فتوح البلدان ص ۲۸۹)

۲ بہت سے لوگ دعوت و تبلیغ سے اسلام لائے مثلاً مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی کل قوم اس کی دعوت سے اسلام لائی ایک بار بہت سی لونڈیاں آئیں حضرت عثمانؓ نے ان کو دعوت اسلام دی اور ان میں سے دو مسلمان ہو گئیں قنسرین اور حلب پر حملہ ہوا تو وہاں کے عرب قبائل حضرت ابو عبیدہ کی دعوت سے اسلام لائے۔

جب اشعث بن قیس نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں آذربائیجان کو فتح کیا تو وہاں اہل عرب کی ایک جماعت مقرر کر دی کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ اس مقدس جماعت کے اثر سے چند ہی دنوں میں بہت سے لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید کی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو گئے۔

بہت سے لوگوں نے بطوع و رضا خود اسلام قبول کیا چنانچہ جنگ اسکندریہ کے بعد جب اسیران جنگ کو اختیار دیا گیا کہ وہ خواہ اسلام قبول کریں خواہ اپنے مذہب پر قائم رہیں تو ان میں بہت سے قیدیوں نے خود بخود اسلام قبول کر لیا۔

بعض لوگ بلاشبہ مغلوب ہو کر اسلام لائے لیکن ان کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا بلکہ ان کو خود نظر آیا کہ ان کی بھلائی اسی میں ہے کہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جائیں چنانچہ جنگ قادسیہ میں رستم کے قتل کے بعد باڈی گارڈ فوج نے کہا کہ ہماری حالت ایرانیوں سے مختلف ہے اب ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں ہم نے ایرانیوں کے لیے کوئی نمایاں کام نہیں کیا اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم مسلمانوں کے دین میں داخل ہو کر ان کے ذریعے سے عزت حاصل کریں۔ سیاہ سواری نے اپنے رفقاء کے ساتھ اسلام قبول کرنے کا ارادہ

کیاتو کہا کہ ہم لوگ پہلے ہی سے کہتے تھے کہ یہ لوگ اس سلطنت پر غالب ہو جائیں گے، اور اصطخر کے محل ان کے گھوڑے کے اصطبل بن جائیں گے، اب تم ان کا غلبہ علانیہ دیکھ رہے ہو سوچو اور ان کے دین میں داخل ہو جاؤ۔

نومسلموں کا تکفل:

اسلام کی ابتداء نہایت غربت کے ساتھ ہوئی اور ابتداء میں اس قدر مبغوض تھا کہ جو شخص اس کو قبول کرتا تھا اس کو مجبوراً اپنے گھر بار اہل وعیال اور دولت و مال سے کنارہ کش ہونا پڑتا تھا، اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جو لوگ اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتے تھے، اسلام ہی کو ان کے سدرمق کا متکفل ہونا پڑتا تھا، اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال کو اس خاص خدمت پر مامور کر دیا تھا کہ جو محتاج مسلمان آئیں قرض لے کر ان کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کر دیں۔ اس کے بعد جب کہیں سے مال آتا تو وہ قرض ادا کر دیا جاتا۔ (ابوداؤد کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین) لیکن صحابہ کی ذاتی فیاضیاں بھی بہت کچھ اس کار خیر میں حصہ لیتی تھیں۔ بالخصوص حضرت ابوبکرؓ کو اکثر اس کی توفیق ہوتی تھی ان کو تجارتی کاروبار نے نہایت دولت مند بنا دیا تھا، اور ان کی دولت کا بڑا حصہ مسلمانوں کی دستگیری اور اعانت میں صرف ہوتا تھا۔ اصابہ میں ہے:

وعندہ اربعون الفا فکان یعتق منھا ویعول المسلمین۔

"ان کے پاس چالیس ہزار...... تھے جن سے وہ غلاموں کو آزاد کراتے تھے اور مسلمانوں کا تکفل فرماتے تھے۔"

حضرت ام شریکؓ ایک نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں اس لیے ان کا گھر گویا مسلمانوں کا مہمان خانہ گیا تھا چنانچہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو یہاں صرف اس بناپر عدت بسر کرنیکی اجازت نہیں دی کہ انکے گھر میں مہمانوں کی کثرت ہے پردہ کا انتظام نہیں ہوسکتا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقہ ثلاثاً لا نفقہ لہا و کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب فی خروج الدجال) حضرت درہ بنت لہب بھی

نہایت فیاض تھیں اور مسلمانوں کو کھانا کھلایا کرتی تھیں ۔ (اصابہ تذکرہ درہ) کبھی کبھی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ کو نومسلموں کی اعانت کی طرف متوجہ فرماتے او رصحابہ بخوشی ان کا تکفل فرماتے تھے ۔ایک بار قبیلہ بنو عذرہ کے تین شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا اور آپؐ نے فرمایا ان کا بار کون اٹھائے گا؟ حضرت طلحہؓ نے کہا میں ۔ (مسند جلد اول ص ۱۶۳)

مہاجرین میں جو لوگ مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو صحابہ کے حوالے کر دیتے تھے، اور صحابہ ان کو تعلیم دیتے تھے اور ان کی معاش کے متکفل ہوتے تھے چنانچہ تعلیم قرآن کے عنوان میں اس کی مثالیں آئیں گی ۔

☆☆☆

اقامت دین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں عقائد و اعمال کی جو سطح قائم ہو چکی تھی ۔صحابہ کرامؓ نے نہایت مستعدی و سرگرمی کے ساتھ اس کو قائم رکھا۔

عقائد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جب عرب میں ارتداد کی عام ہوا چل گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے اس کے دفعیہ کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کر دی اور ان کے مساعی جمیلہ نے جو نیک نتائج پیدا کیے تاریخ میں ان کی تفصیل پڑھ کر اعتراف کرنا

پڑتا ہے کہ ان کے عہد میں اسلام مر کے دوبارہ زندہ ہوا اور کلمہ توحید کی صدا خاموش ہو کر دوبارہ غلغلہ انداز عالم ہوئی۔

حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اور بھی متعدد صحابہ کو اس نیک خدمت کے انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی، اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو قعر ضلالت میں گرنے سے بچایا، چنانچہ جب تمام ملک عرب کے اس عالمگیر ارتداد کی خبروں سے گونج اٹھا تو حضرت سہیل بن عمروؓ کو خوف ہوا کہ کہیں خود قریش بھی اس وبا میں مبتلا نہ ہو جائیں اس لیے انہوں نے خصوصیت کے ساتھ قریش کی طرف خطاب کر کے ایک طویل خطبہ دیا جس کے چند فقرے یہ ہیں:

یا معشر قریش لا تکونوا اخر من اسلم و اول من ارتد واللہ ان هذا الذین لیمتدن امتداد الشمس و القمر من طلوعهما الی غروبهما.

''اے گروہ قریش! یہ نہ ہو کہ تم سب کے اخیر میں تو اسلام لائے اور سب سے پہلے مرتد ہو جاؤ خدا کی قسم! یہ دین وہاں تک پھیلے گا جہاں تک چاند اور سورج کے طلوع و غروب کی حد ہے۔''

اس خطبے کا یہ اثر ہوا کہ تمام قبیلہ قریش اسلام پر قائم رہا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ)

حضرت ثمامہ بن آثالؓ یمامہ کے رئیس تھے آپؐ کے وصال کے بعد اگرچہ تمام یمامہ مرتد ہو گیا، لیکن ان کے زیر اثر جو لوگ تھے وہ عقیدہ توحید پر قائم رہے، اور وہ تمام اہل یمامہ کو مسیلمہ کی تقلید سے روکتے رہے لیکن جب ان کے ارشاد و ہدایت کا ان پر اثر نہ ہوا تو ان سے الگ ہو کر ہجرت کا عزم کر لیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ثمامہ بن آثالؓ)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بھی بہت سے لوگوں کو اس گمراہی سے نجات دلائی چنانچہ ایک بار وہ بنو حنیفہ کی مسجد سے گزرے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ مسیلمہ کے پیرو ہیں

سب کو طلب کیا اور ان سے توبہ کرائی ابن النواحہ نے انکار کیا تو سر بازار اس کی گردن اڑا دی اور فرمایا جو شخص اس عبرت انگیز منظر کو دیکھنا چاہے وہ بازار میں جا کر دیکھ سکتا ہے۔ (ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الرسل)

نماز:

خلفاء نے نماز کے تمام جزئیات وخصوصیات کو قائم رکھنے کے لیے جو انتظامات کیے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت عمرؓ نے تمام عمال کے نام ایک فرمان لکھا جس میں نماز کی اوقات کی تفصیل فرمائی اور ان کی پابندی کی طرف توجہ دلائی اور ان کے فرمان کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

ان اھم امرکم عندی الصلوۃ فمن حفظھا وحا فظ علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا فھو لما سوا ھا اضیع.

''میرے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ اہم کام نماز ہے جس شخص نے اس کی محافظت کی اس نے اپنے دین کی محافظت کی اور جس شخص نے اس کو ضائع کر دیا وہ اس کے سوا اور چیزوں کو بھی ضائع کرے گا۔''

اخیر میں نماز عشاء کا وقت لکھا تو اس کے ساتھ یہ فقرے لکھے:

فمن نام فلا نامت عینہ فمن نام فلا نامت عینہ فمن نام فلا نامت عینہ.

(موطائے امام مالک کتاب وقوت الصلوت)

''جو شخص بغیر عشاء کی نماز پڑھے ہوئے سو گیا تو اس کی آنکھ نہ سوئے نہ سوئے نہ سوئے۔''

۲۔ جمعہ کے غسل کے متعلق اختلاف ہے کہ واجب ہے یا سنت، بہرحال جو کچھ بھی ہو، لیکن حضرت عمرؓ نہایت شدت سے لوگوں کو اس کی پابندی پر مجبور کرتے تھے، ایک بار حضرت عثمانؓ دیر کر کے آئے اور شریک جمعہ ہوئے حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے،

فرمایا یہ کون سا وقت ہے؟ بولے ابھی بازار سے پلٹا تھا کہ اذان سنی اور وضو کر کے حاضر ہو گیا، بولے صرف وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو غسل کا حکم بھی دیتے تھے۔

(موطائے امام مالک کتاب الصلوۃ باب العمل فی غسل یوم الجمعہ)

۲۔ حضرت عمرؓ جماعت کی پابندی کا نہایت خیال رکھتے تھے۔ ایک دن سلیمان ابن ابی خیثمہ کو صبح کو جماعت میں نہیں دیکھا، تو ان کے گھر گئے اور پوچھا کہ میں نے ان کو نماز صبح میں نہیں پایا؟ معلوم ہوا کہ وہ تہجد کی نماز پڑھتے پڑھتے سو گئے اور صبح کو آنکھ نہ کھلی بولے میں شہادت دیتا ہوں کہ جماعت کے ساتھ فرض نماز رات بھر کی نماز سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ (موطائے امام مالک کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی العتمہ والصبح)

حضرت سعید بن یربوعؓ ایک صحابی تھے جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں حضرت عمرؓ نے ان کے لیے ایک غلام مقرر کر دیا تھا، کہ ان کو مسجد میں لا کر باجماعت نماز پڑھایا کرے۔

۴۔ جن اوقات میں نماز ممنوع ہے ان میں اگر کوئی نماز پڑھتا تھا تو اسکو سزا دیتے تھے۔

(موطائے امام مالک کتاب الصلوۃ باب النہی عن الصلوۃ بعد الصبح والعصر)

۵۔ حضرت عمرؓ صف کی ہمواری کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ خاص اس غرض کے لیے متعدد اشخاص مقرر کر دیئے تھے، جن کا کام صرف صف کو سیدھا کرنا تھا۔

(طبری ص ۲۷۲۳)

حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی اس قسم کے اشخاص مقرر تھے۔

(موطائے امام مالک کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی لتسویہ الصفوف
)

۶۔ نماز مفروضہ کی امامت اگرچہ خود خلفاء کرتے تھے لیکن تراویح کی امامت کے لیے حضرت عمرؓ نے دو مستقل امام مقرر فرمادیئے تھے، جو لوگوں کو باجماعت تراویح پڑھاتے تھے، عورتوں کی تراویح کے لیے ایک مستقل امام مقرر فرمایا تھا جن کا نام سلیمان بن ابی خیثمہؓ تھا، لیکن حضرت عثمانؓ نے مردوں اور عورتوں کی ایک مشترک جماعت قائم کی اور حضرت سلیمان بن ابی خیثمہ کو دونوں کا امام مقرر فرمایا، البتہ یہ نظام تھا کہ جماعت ہوجانے کے بعد جب مرد مسجد سے نکل جاتے تھے تو عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ سلیمان ابن ابی خیثمہؓ)

<u>زکوۃ:</u>

اسلام کے ارکان خمسہ میں زکوۃ ایک نہایت ضروری رکن ہے، لیکن حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ارتداد کی وبا عام پھیلی تو متعدد قبائل نے زکوۃ دینا موقوف کردیا، اس موقع پر اگر انہوں نے اس ستون کو نہ تھاما ہوتا تو اسلام کا یہ رکن اعظم قائم نہ رہتا، لیکن انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ جہاد کی تیاریاں شروع کردیں، اگرچہ حضرت عمرؓ نے اول اول اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ کلمہ گویوں سے کیوں کر جہاد کیا جاسکتا ہے؟ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوۃ و الزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لو منعو نی عقا لا کانو ایو دونہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لقاتلتھم علی منعہ۔

''خدا کی قسم جو لوگ نماز اور زکوۃ میں تفریق کریں گے میں ان سے جہاد کروں گا، کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اگر وہ ایک بکری کا بچہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتے تے روک رکھیں گے تو میں اس کے روکنے پر ان سے جہاد کروں گا۔''

بالآخر حضرت عمرؓ کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ انہوں نے جو کچھ کیا حق تھا۔

(ابو داؤد بخاری کتاب الزکوۃ)

حج:

خلفائے راشدین نے حج اور مناسک حج کو نہایت مستعدی کے ساتھ قائم رکھا تھا۔ بیت الحرام اگرچہ خود مکہ میں تھا لیکن خود اہل مکہ میں حج کا وہ ذوق وشوق نہیں تھا جس کے نشہ میں باہر والے مدہوشانہ آتے تھے۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو اہل مکہ کی طرف خطاب کرکے فرمایا ''اے اہل مکہ یہ کیا ہے؟'' کہ لوگ پراگندہ مو آتے ہیں اور تمہارے سر میں تیل پڑا ہوا ہے۔ جب پہلی کا چاند دیکھو تو فوراً احرام باندھ لو۔ (موطائے کتاب الحج باب اہلال اہل مکہ ومن بہا من غیرہم)

جب حج کا زمانہ آتا تو خود قافلہ سالار ہوتے اور تمام لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم فرماتے موطائے امام مالک میں ہے: ان عمر بن الخطاب خطب الناس بعرفة وعلمهم امر الحج. (موطائے امام مالک کتاب الحج باب الافاضة)

''حضرت عمرؓ بن الخطاب نے عرفہ میں خطبہ دیا اور لوگوں کو مسائل حج کی تعلیم دی۔''

حج کے زمانے میں بہت سے لوگوں کو اس خدمت پر مامور فرما دیتے تھے کہ حاجیوں کو منیٰ میں عقبہ کے پار پہنچا آئیں۔ (موطائے امام محمد کتاب الحج باب البتیوتۃ بمکۃ لیالی منیٰ)

کیونکہ عقبہ کے اسی طرف ٹھہر جانا مناسک حج میں محسوب نہ تھا، جولوگ احکام حج کی خلاف ورزی کرتے ان پر عموماً گرفت فرماتے ایک بار حضرت طلحہؓ بن عبید اللہؓ نے حالت احرام میں رنگین کپڑے پہنے تھے، حضرت عمرؓ کی نگاہ پڑی تو فرمایا، آپ لوگ دنیا کے لیے نمونہ ومثال ہیں اگر کوئی جاہل اس کپڑے کو دیکھے گا تو کہے گا کہ حالت احرام میں طلحہ بن عبید اللہ تو رنگین کپڑے پہنتے تھے، اس قسم کا کوئی کپڑا ہرگز نہ پہنو۔ (موطائے امام مالک کتاب الحج باب لبس الثیاب المصبغۃ فی الاحرام)

ایک بار ایک شخص طواف رخصت کیے بغیر چلا گیا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اس کو خود پکڑ کر واپس لائے۔ (موطائے امام مالک کتاب الحج باب وداع البیت)

روزہ:

روزہ ایک نہایت خشک اور بے آب ورنگ عبادت ہے لیکن حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت شاندار اور با رونق بنا دیا، تراویح کا خاص انتظام کیا اور اس کو باجماعت کر دیا، مسجدوں میں روشنی کروائی اور روزہ داروں کے روزینے مقرر کیے جس کی مقدار ایک درہم روزانہ تھی، حضرت عثمانؓ نے ترقی دے کر اس مقدار کو دوگنا کر دیا۔ (طبری ص ۲۸۴۴)

آج رمضان میں جو رونق وشان نظر آتی ہے وہ صحابہ کرام ہی کے فیض وبرکت کا نتیجہ ہے۔

تحریم مدینہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا تھا، یعنی حدود مدینہ کے اندر کے جانور، درخت اور گھاس بالکل محفوظ تھے اور ان کو کوئی شخص ہاتھ نہ لگا سکتا تھا، صحابہ کرامؓ اگرچہ بذات خود اس کی حرمت کا لحاظ رکھتے تھے تاہم حضرت عمرؓ نے اس کی نگرانی کے لیے ایک خاص عامل مقرر کر دیا تھا تاکہ ملجائے ایمان کا ادب واحترام ہمیشہ قائم رہے۔

نکاح وطلاق:

نکاح وطلاق کے تمام شرائط واحکام کو صحابہ کرامؓ نے نہایت سختی کے ساتھ قائم رکھا اور اس کی پابندی کرائی۔ایام عدت میں نکاح حرام ہے لیکن ایک عورت نے ایام عدت ہی میں نکاح کرلیا،حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو میاں بی بی دونوں کو سزا دی۔

(موطائے کتاب النکاح باب جامع مالایجوز من النکاح

(

جو عورتیں بیوہ ہوجاتیں ان کے لیے قبل انقضائے عدت گھر سے نکلنا ناجائز ہے حضرت عمرؓ اسی سختی کے ساتھ اس حکم کی پابندی کرواتے تھے کہ اس قسم کی عورتوں کو حج کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے۔(موطاء کتاب الطلاق باب مقام المتوفی عنہا زوجہا فی بیتہا حتی تحل)

نکاح متعہ اگرچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے زمانے میں حرام ہوچکا تھا تاہم حضرت عمرؓ کے عہد میں شدت کے ساتھ اس کی روک ٹوک کی گئی۔ایک بار ان کو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے ایک لونڈی کے ساتھ متعہ کیا ہے،گھبرا اٹھے اور چادر گھسیٹتے ہوئے پہنچے اور فرمایا کہ یہ متعہ ہے اگر میں نے پہلے سے اس کا اعلان کیا ہوتا تو اس شخص کو سنگسار کرتا۔(موطا کتاب النکاح باب نکاح المتعہ)

غرض احادیث کی کتابوں میں عبادات ومعاملات کے سینکڑوں احکام اس قسم کے موجود ہیں۔کہ اگر صحابہ کرامؓ نے ان کے استحکام وبقا میں کچھ بھی مداہنت کی ہوتی تو تمام معالم دین مٹ گئے ہوتے اور آج جو حالت قائم ہے وہ آج سے بہت پہلے قائم ہوچکی ہوتی۔

جمع وترتیب قرآن:

اسلام کا قیام وبقا تمام تر قرآن مجید کے قیام وبقا پر موقوف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں جو آیتیں نازل ہوتی تھی وہ اگرچہ الگ الگ سورتوں میں لکھ لی جاتی تھیں لیکن قرآن مجید منظم شکل میں مرتب نہیں ہوا تھا۔(فتح الباری جلد

۵ص ۱۰،۲۰)

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جب غزوہ یمامہ پیش آیا اور اس میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ کو قرآن مجید کے جمع و ترتیب کی طرف خاص توجہ ہوئی اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر اسی طرح حفاظ قرآن لڑائیوں میں شہید ہوئے تو قرآن مجید کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا، اس لیے میری رائے ہے کہ آپ جمع و ترتیب قرآن کا حکم صادر فرمائیے لیکن چونکہ یہ ایک نئی بات تھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ کام نہیں ہوا تھا، اس لیے اول اول حضرت ابوبکرؓ نے تامل کیا، لیکن بالآخر حضرت عمرؓ کے اصرار سے راضی ہو گئے، اور حضرت زید بن ثابتؓ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں کاتب وحی تھے طلب فرمایا اور یہ خدمت ان سے متعلق کی، اول اول انہوں نے بھی اس جدید کام کے شروع کرنے میں تامل کیا، لیکن بعد کو حضرت ابوبکرؓ کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو بھی کھول دیا انہوں نے اس آفتاب ہدایت کے ذرہ ہائے پریشان کو جمع کرنا شروع کیا، فتح الباری میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا حکم تھا کہ صرف وہ آیتیں اور سورتیں جمع کی جائیں جو لکھی ہوئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے سورہ برات کی آخری آیتوں کے لکھنے میں تامل کیا۔

(فتح الباری جلد ۹ص ۱۰)

کیونکہ لکھی ہوئی موجود نہ تھیں، لیکن خود بخاری میں حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے:

فتتبعت القرآن جمعته من العسب والخاف وصدور الرجال.

''میں نے قرآن مجید کی جستجو کی اور کھجور کی چھال وغیرہ اور صحابہ کرامؓ کے سینوں سے اس کو جمع کیا۔''

بہر حال قرآن مجید کی جمع و ترتیب میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا گیا حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں

اور جو لوگ قرآن مجید کی آیتوں کو پیش کریں۔ وہ جب تک دو گواہ نہ لائیں وہ قبول نہ کی جائیں۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۲)

اس پر نہایت شدت کے ساتھ عمل ہوا، چنانچہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیت رجم پیش کی تو چونکہ اس کا گواہ نہ تھا، انہوں نے اس کو نہیں لکھا۔ (اتقان ص ۱۳۷)

اس کے بخلاف حضرت خزیمہ انصاریؓ نے ایک آیت کا پتہ دیا تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو شخصوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا اس لیے وہ قبول کر لی گئی، اس حزم و احتیاط کے ساتھ تمام آیتیں جمع ہو کر الگ الگ سورتوں میں کاغذ پر لکھی گئیں، لیکن اس مجموعہ میں سور کی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ (فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴،۱۶)

یہ مجموعہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس محفوظ رہا، جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ کے ہاتھ آیا ان کے بعد حضرت حفصہؓ نے اس کو محفوظ رکھا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے ان کو اس طرف توجہ دلائی اور کہا کہ قبل اس کے کہ یہود ونصاریٰ کی طرح یہ امت اپنی کتاب میں اختلاف کرے، آپ اسکا تدارک فرمایئے، انہوں نے حضرت حفصہؓ کے یہاں سے اس مجموعہ کو منگوالیا، اور حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ، اور حضرت عبد الرحمٰن بن حارثؓ بن ہشام کو حکم دیا کہ اس کو قریش کی زبان میں لکھیں، ان لوگوں نے اب سورتوں میں بھی ترتیب قائم کی۔ (فتح الباری جلد ۹ ص ۱۹)

اس طرح جب قرآن مجید کے چند مجموعے تیار ہو چکے تو حضرت حفصہؓ کا مصحف واپس کر دیا اور تمام صوبوں میں انکا ایک ایک نسخہ روانہ کیا۔ صحیح بخاری میں ان مصاحف کی

تعداد مذکور نہیں اور کتابوں میں مختلف تعدادیں مذکور ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی تعداد سات تھی، ایک کو مدینہ میں محفوظ رکھا تھا، بقیہ کو مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، اور کوفہ کو روانہ کر دیا تھا، اور صوبوں کی تعداد کے لحاظ سے یہ روایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

احتساب

جو چیز مذہب و اخلاق کو صحیح اصول پر قائم رکھتی ہے شریعت کی اصطلاح میں اس کا نام احتساب ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مختلف مدراج قائم کر دیئے ہیں:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان .

(مسلم)

''تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر اس میں اسکی طاقت نہیں ہے تو زبان سے اس کا انکار کرے اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتا تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔''

صحابہ کرامؓ کے زمانے میں چونکہ تمام اخلاقی طاقتیں زندہ تھیں اس لیے اس مقدس دور میں آخری درجہ کے سوا احتساب کے اور تمام مدارج قائم کیے۔

ایک روز نماز جمعہ کی صف بندی میں اس قدر کشمکش ہوئی کہ آگے کے لوگ پیچھے اور پیچھے کے لوگ آگے ہو گئے۔ حضرت انس بن مالکؓ نے یہ بے ترتیبی دیکھی تو فرمایا کہ ہم لوگ عہد نبوت میں اس سے احتراز کرتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الصفوف)

حضرت معاذؓ اپنی قوم کے امام تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت کا ثواب بھی ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لیے پہلے آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے، پھر آ کر اپنی مسجد میں امامت کرتے تھے ایک روز اسی طرح امامت کی اور سورہ بقرہ پڑھنا شروع کی، ایک کاروباری صحابی جو تھک کر چور ہو گئے تھے، جماعت سے الگ ہو گئے اور الگ نماز پڑھ لی۔ ایک صحابی نے فوراً ٹوکا کہ تم منافق ہو گئے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب تخفیف الصلوۃ)

حضرت عائشہؓ ایک دفعہ ایک گھر میں مہمان اتریں، صاحب خانہ کی دو لڑکیوں کو

جواب جوان ہو چکی تھیں دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں۔تاکید کی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی فرمایا ہے۔(مسند جلد ا ص ۹۶)

ایک بار زیاد بن صبیح الحنفی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوئے بولے کہ نماز میں یہ پھانسی کی وضع۔(جب پھانسی دی جاتی ہے تو مصلوب کے ہاتھ اسی طرح باندھ دیئے جاتے ہیں)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرماتے تھے۔(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الاقعاء)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے بھائی حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ ان کے پاس آئے اور معمولی طرح سے جھٹ پٹ وضو کر کے چلے، حضرت عائشہ نے ٹوکا کہ عبد الرحمن وضو اچھی طرح کیا کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ وضو میں جو عضو نہ بھیگے اس پر جہنم کی پھٹکار ہو۔

(مسند جلد ۶ ص ۲۸۵)

علی بن عبد الرحمن المعادی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے دیکھا تو منع کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ اختیار کرو۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الاشارۃ فی التشہد)

ایک بار انہوں نے اور ایک آدمی کو دیکھا کہ نماز میں بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہے بولے اس طرح نہ بیٹھو یہ ان لوگوں کی نشست ہے جن کو عذاب دیا جائے گا۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب کراہیۃ الاعتماد علی الید فی الصلوۃ)

حضرت ابوتمیمہ جہمیؒ ایک تابعی تھے، ان کا معمول تھا کہ نماز صبح کے بعد بیٹھ کر کچھ وعظ و پند کرتے تھے، اور اس میں قرآنی آیات کی تلاوت فرماتے تھے، اور جب کوئی آیت سجدہ آجاتی تھی تو سجدہ کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے دیکھا تو بار بار منع کیا، وہ باز نہ

آئے تو فرمایا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ طلوع آفتاب سے پہلے سجدہ نہیں کرتے تھے۔ (ابو داؤد کتاب الصوم فیمن یقرا السجدۃ بعد الصبح)

ایک بار ایک صحابیہ خوب خوشبو لگا کر مسجد میں گئیں پلٹیں تو راہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کا سامنا ہو گیا، خوشبو آئی تو پوچھا کہ یہ خوشبو مسجد میں جانے کے واسطے لگائی تھی، بولیں "ہاں" فرمایا میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ "جو عورت مسجد میں جانے کے لیے خوشبو لگائے اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک پلٹ کر غسل جنابت نہ کر لے۔"

(ابو داؤد کتاب الترجل باب فی طیب المراۃ)

عرب میں یہ وحشیانہ طریقہ جاری تھا کہ اسیران جنگ کو باندھ کر قتل کر ڈالتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی اور عملاً اس کو مٹا دیا، ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ کے پاس چار کافر گرفتار ہو کے آئے اور انہوں نے ان کو اسی طرح قتل کر ڈالا، حضرت ابو ایوب انصاری کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ "آپ ؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اگر مرغیاں بھی ہوتیں تو میں ان کو اس طرح نہ مرواتا۔" (ابو داؤد کتاب الجہاد باب قتل الاسیر بالنبل)

ایک بار حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ کابل میں ایک فوج کے ساتھ تھے، اہل فوج نے مال غنیمت پایا اور باہم لوٹ مار کر کھا گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے سب نے اپنا اپنا حصہ واپس کر دیا" اور دوبارہ انہوں نے اس کو تقسیم کیا۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی النہی اذا کان فی الطعام قلۃ فی ارض اللہ)

حضرت انس بن مالک ابن ایوب کے پاس آئے دیکھا کہ چند نوجوان مرغی باندھ کر تیر کا نشانہ لگا رہے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(ابو داؤد کتاب الضحایا باب فی الرفق بالذبیحہ)

حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس کی چادر میں صلیب کے نقش ونگار بنے ہوئے ہیں، دیکھنے کے ساتھ ڈانٹا کہ یہ چادر اتار دو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے کپڑوں کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالتے۔ (مسند جلد ۶ ص ۲۲۵)

صحابہ کرامؓ مرتے دم تک بھی فرض احتساب سے غافل نہیں ہوتے تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پر موت کے آثار طاری ہوئے تو ان کی بی بی رونے لگیں فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تمہیں خبر نہیں" فوراً چپ ہوگئیں۔ (ابو داؤد کتاب الجنائز باب فی النوح)

ایک بار حضرت ابو حذیفہ نے مدائن میں ایک چبوترے پر چڑھ کے امامت کی، حضرت ابو مسعودؓ نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچ لیا، اور وہ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا کیا تمہیں خبر نہیں کہ عہد نبوت میں لوگ اس سے روکے جاتے تھے؟ بولے تم نے دامن کھینچا تو مجھے یاد آیا۔ مدائن ہی میں ایک دوسرے موقع پر حضرت عمار بن یاسرؓ نے بھی ایسا ہی کیا تو حضرت حذیفہ نے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور وہ چبوترے سے نیچے اتر آئے۔ (ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الامام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم)

ایک بار حضرت امام حسنؓ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابو رافعؓ بھی حسن اتفاق سے آگئے کہ ان کے بال گندھے ہوئے ہیں، فوراً ہاتھ سے کھول دیئے، انہوں نے برہم ہو کر ان کی طرف دیکھا، بولے کہ نماز پڑھیے برہم نہ ہوئیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ "چوٹی شیطان کا اڈہ ہے۔"

ایک بار اسی وضع کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن حارثؓ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ پیچھے کھڑے ہو گئے اور بال کھولنے لگے، وہ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا کہ میرے سر نے آپ کا کیا قصور کیا تھا، بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس طرح نماز پڑھتا ہے اسکی حالت بالکل اسی طرح کی سی ہوتی ہے جو نماز

پڑھے اور اس کی مشکلیں کسی ہوئی ہوں۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب الرجل یصلی عاقصا شعرہ)

ایک بار ایک شخص نے جمعہ پڑھا اور اسی جگہ دو رکعت سنت بھی ادا کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا تو دھکیل دیا اور کہا کہ "چار رکعت جمعہ پڑھتے ہو" اس سرزنش کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں سنت پڑھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اسی کا اتباع کرتے تھے۔

(ابو داؤد الصلوۃ باب الصلوۃ بعد الجمعہ)

حضرت قیس بن عبادؓ کا بیان ہے کہ میں پہلی صف میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضرت ابن کعبؓ نے مجھ کو پیچھے سے کھینچ کر ہٹا دیا اور خود میری جگہ کھڑے ہو گئے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ برا نہ مانو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو یہی وصیت فرمائی ہے۔ اس کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر تین بار فرمایا خدائے کعبہ کی قسم! اہل عقد ہلاک ہو گئے خدا کی قسم! میں عام لوگوں پر افسوس نہیں کرتا ان پر افسوس کرتا ہوں جنہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے قیس ابن عبادؓ نے پوچھا اہل عقد کون لوگ ہیں؟ بولے امراء۔ (نسائی کتاب القبلہ)

ایک بار حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ سورۃ فرقان پڑھ رہے تھے، حسن اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بھی یہی سورت پڑھائی تھی، حضرت عمرؓ نے سنا تو ان کو قرأت میں اختلاف معلوم ہوا چنانچہ ان کو چادر سے باندھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور کہا کہ جس طرح آپؐ نے مجھ کو پڑھایا ہے ان کی قرأت اس کی مخالف ہے، آپؐ نے فرمایا قرآن سات حروف پر نازل ہوا جس طرح ہو سکے پڑھو۔

(ابو داؤد ابواب کتاب الصلوۃ باب نزول القرآن علی سبعۃ احرف)

ایک بار صحابہ کرام کسی جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ جارہے تھے، حضرت ابو بکرؓ آئے اور کوڑا اٹھا کر کہا کہ "ہم لوگ آپ کے ساتھ جنازے میں دوڑتے ہوئے چلتے تھے۔"

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب الاسراع بالجنائز)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بازار میں زیتون کا تیل خریدا، اسی جگہ پر ایک شخص نے اس کو خریدنا چاہا نفع ملتا تھا، انہوں نے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا، اسی حالت میں پیچھے سے ایک شخص نے ان کی کلائی پکڑ لی مڑ کر دیکھا کہ حضرت زید بن ثابتؓ تھے فرمایا کہ جہاں خریدا ہے وہیں نہ بیچو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے"۔

(ابوداؤد کتاب البیوع باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی)

حضرت ابومسعود انصاریؓ حلقہ قائم کر کے بیٹھے تھے، دو آدمیوں نے کہا اس حلقہ میں کون ہے جو ہمارا فیصلہ کرے گا؟ ایک شخص نے کہا میں، حضرت ابومسعود انصاری نے کنکری اٹھا کر ماری اور کہا چپ۔ (ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب فی طلب القضاء والتسرع الیہ) "قضاءت کو جلدی قبول کرنا مکروہ ہے۔"

ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے پاؤں میں گھونگھرو دیکھا تو کاٹ ڈالا اور فرمایا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ "ہر گھونگرو کے ساتھ شیطان رہتا ہے۔" اسی طرح حضرت عائشہؓ نے بھی ایک لڑکی کے گھونگرو کٹوا دیئے۔ (ابوداؤد کتاب الخاتم باب ماجاء فی الجلاجل)

ایک بار ان کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰنؓ نہایت باریک ڈوپٹہ اوڑھ کر سامنے آئیں دیکھنے کے ساتھ ہی غصہ سے دوپٹہ چاک کر دیا پھر فرمایا تم نہیں جانتیں کہ سورۂ نور میں خدا نے کیا احکام نازل کیے ہیں؟ اس کے بعد گاڑھے کا دوسرا دوپٹہ منگوا کر اوڑھایا۔

(موطاء امام مالک کتاب اللباس)

ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کے سامنے ان کی تعریف کی، حضرت مقداد بن اسودؓ نے

اس کے منہ میں خاک اٹھا کر جھونک دی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدح کرنے والوں کے منہ میں خاک جھونک دی۔ (ابو داؤد کتاب الادب باب فی الکراہتیہ التمادح)

سلاطین وامراء کا احتساب درحقیقت جان کی جوکھوں ہے لیکن صحابہ کرامؓ نے نہایت دلیری اور حق گوئی کے ساتھ اس فرض کو ادا فرمایا۔

عہد نبوت کا یہ دستور تھا کہ عید گاہ میں ساتھ منبر نہیں جاتا تھا اور آپ نماز عید کے بعد خطبہ پڑھتے تھے، بنوامیہ نے یہ دونوں طریقے بدل دیئے، چنانچہ ایک بار مروان نے نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا چاہا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ مروان تم نے سنت کی مخالفت کی عید گاہ میں منبر ساتھ لائے اور خطبہ نماز سے پہلے پڑھا، حضرت ابوسعید خدریؓ بھی موجود تھے بولے یہ کون ہے؟ اس نے اپنا حق ادا کر دیا۔ (ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب الخطبہ)

ایک بار حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعت نماز ادا کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ٹوکا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس جگہ صرف دو رکعت نماز پڑھی ہے اس کے بعد تم لوگوں نے اور طریقے اختیار کر لیے ہیں میں تو اسی دو رکعت کو محبوب رکھتا ہوں۔

(ابو داؤد کتاب المناسک باب الصلوۃ بمنیٰ)

ایک بار حضرت یحییٰ بن سعید بن العاصؓ نے بی بی کو طلاق باین دی، مروان بن الحکم نے جو مدینہ کا گورنر تھا ان کو گھر سے رخصت کر دیا۔ حضرت عائشہ کو معلوم ہوا تو کہلا بھیجا کہ خدا سے ڈرو عورت کو سسرال ہی میں رہنے دو، مروان بن الحکم نے جواب دیا کہ طلاق باین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو گھر میں نہیں رہنے دیا تھا، بولیں کہ اگر تم فاطمہ کی حدیث پر عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے!

ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے رومیوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، ابھی مدت معاہدہ گزرنے نہ پائی تھی کہ حملہ کی تیاری کر دی کہ مدت گزرنے کے ساتھ ہی حملہ شروع

کر دیا جائے، فوج روانہ ہوئی تو حضرت عمرو بن عنسبہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر وفائے عہد کرنی چاہیے، بدعہدی جائز نہیں۔ (ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الامام یکون بینہ و بین العدو عہد فیسر نحوہ)

ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ مروان کے گھر میں گئے دیکھا کہ مصور تصویر بنا رہا ہے بولے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جو میری طرح مخلوق پیدا کرتا ہے وہ ایک ذرہ ایک دانہ اور ایک جو تو پیدا کر لے۔ (مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولاصورۃ)

☆☆☆

تجدید و اصلاح

عقائد و اعمال کی تجدید اور مذہب اور اخلاق کی اصلاح صحابہ کرامؓ کا سب سے بڑا فرض تھا، اور انہوں نے ہر موقع پر نہایت سرگرمی کے ساتھ اس مقدس فرض کو ادا کیا۔

رسوم جاہلیت کا انسداد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے جن عقائد و اعمال کو مٹا دیا تھا وہ جب کبھی رونما ہوتے تھے تو صحابہ کرامؓ نہایت سختی کے ساتھ ان کی مخالفت کرتے تھے، جاہلیت کے زمانے میں بچوں کے سرہانے استرا رکھ دیتے تھے، اور سمجھتے تھے کہ ان کے ذریعے بچے جنوں کے آسیب سے محفوظ رہیں گے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ (الادب المفرد باب الطیرۃ من الجن)

عرب میں قاعدہ تھا کہ مردے کی لاش پر نوحہ کرتے تھے، اسلام نے اس کی ممانعت کی

لیکن بعد کو کوفہ والوں نے جاہلیت کی اس رسم کو تازہ کیا اور قرظہ بن کعب کی لاش پر اسی طریقہ سے نوحہ وبکاء کیا، حضرت مغیرہ بن شعبہ کو معلوم ہوا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

من نیح علیه فانه یعذب بما نیح علیه یوم القیامه.

(مسلم کتاب الجنائز باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه)

''جس شخص پر نوحہ کیا گیا اس پر قیامت کے دن اس کی وجہ سے عذاب کیا جائے گا۔''

ایک بار حضرت ابوبکرؓ نے ایک عورت کو دیکھا کہ خاموش ہے، وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ اس نے خاموش حج کیا۔ اس کو فوراً ممانعت کی اور کہا کہ یہ جائز نہیں ہے یہ جاہلیت کا کام ہے۔

(بخاری باب ایام الجاہلیۃ)

حضرت عروہ بن مسعودؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے واپس ہو کر اپنے وطن طائف آئے تو ان کے قبیلے کے تمام لوگ ملاقات کو آئے اور جاہلیت کے طریقے پر سلام کیا۔

انہوں نے اس پر سختی سے اعتراض کیا اور کہا کہ تم کو اہل جنت کی طرح سلام کرنا چاہیے۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عروہ بن مسعودؓ)

شرک وبدعت کا استیصال:

خلفائے راشدینؓ کے عہد تک یہ معمول تھا کہ خطبہ عیدین کی نماز کے بعد دیا جاتا تھا، لیکن جب مروان نے اس سنت کو بدل دیا اور خطبہ کے بعد نماز پڑھنا شروع کی تو اسی وقت ایک شخص نے مخالفت کی اور حضرت ابوسعید خدریؓ نے اس کی تائید کی دوسرے سال مروان عید گاہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے آیا اور ان کو پہلے

منبر کی طرف لے جانا چاہا لیکن انہوں نے اس کو نماز کے لیے گھسیٹا اور کہا ابتداء نماز کی کیا ہوئی؟ اس نے کہا آپ کو اس مسئلہ میں جو کچھ معلوم ہے وہ تو ترک کر دیا گیا، لیکن انہوں نے تین بار فرمایا کہ مجھ کو جو کچھ معلوم ہے تم اس سے بہتر روش قائم نہیں رکھ سکتے۔ (مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین و بخاری کتاب العیدین)

صحابہ کرامؓ کو بدعات و محدثات کے استیصال کا اس قدر خیال تھا کہ نہایت چھوٹی چھوٹی باتوں پر دارو گیر کرتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن مغفل کے صاحبزادے نے نماز میں سورہ فاتحہ کے ابتداء میں بسم اللہ پڑھ لیا، انہوں نے سنا تو فوراً بول اٹھے کہ بیٹا یہ بدعت ہے اس سے بچو، شرک و بدعت کی تولید اکثر مذہبی عظمت سے ہوتی ہے جس کے مظہر صحابہ کرامؓ کے زمانے میں نہایت کثرت سے موجود تھے۔ لیکن جب کبھی صحابہ کرامؓ کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اس عظمت کا عملی اعتراف شرک و بدعت کی صورت اختیار کرلے گا، تو فوراً اس کی مخالفت کی۔ ایک بار حضرت عمرؓ سفر حج سے واپس آرہے تھے راستہ میں دیکھا کہ لوگ ایک مسجد کی طرف دوڑے ہوئے جا رہے ہیں پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا ایک مسجد ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی، بولے تم سے پہلے اہل کتاب اسی طرح مشرک ہو گئے جس کو نماز پڑھنا ہو وہ نماز پڑھے ورنہ آگے بڑھے۔ (وفاء الوفا ص ۴۴۹)

حضرت عمرؓ کے زمانے تک شجرۃ الرضوان قائم تھا، اور لوگ متبرک سمجھ کر اس کی زیارت کو آتے تھے، یہ دیکھ کر انہوں نے اس کو جڑ سے کٹوا دیا۔ (ازالۃ الخفاء جلد۲ ص ۹۱)

مسلمانوں میں غلاف کعبہ کی جو عزت و حرمت ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے تو پرانا غلاف چرا چھپا کر خادموں کو کچھ دے دلا کر لے لیتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھ کر گھر لے جاتے ہیں، اس کو مکانوں میں رکھتے ہیں، دوستوں کو بطور سوغات تقسیم کرتے ہیں قرآن میں رکھتے ہیں مسجدوں میں لٹکاتے ہیں اور مریضوں کو اس کی ہوا دیتے ہیں۔ لیکن قرن اول میں یہ حالت نہ تھی، متولی کعبہ صرف یہ کرتا تھا کہ غلاف کو زمین

میں دفن کر دیتا تھا کہ وہ ناپاک انسانوں کے مصرف کا نہ رہے، شیبہ بن عثمان نے جو اس زمانہ میں کعبہ کے کلید بردار تھے، حضرت عائشہ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ تعظیم غیر شرعی ہے، خدا اور رسول نے اس کا حکم نہ دیا، اور ممکن ہے کہ آئندہ اس سے سوء اعتقاد اور بدعات کا سرچشمہ پھوٹے، اس لیے شیبہ سے کہا، یہ تو اچھی بات نہیں تم برا کرتے ہو۔ جب غلاف کعبہ سے اتر گیا اور کسی نے اس کو ناپاکی کی حالت میں استعمال بھی کیا تو کوئی مضائقہ نہیں تم کو چاہیے کہ بیچ ڈالا کرو اس کی قیمت غریبوں اور مسافروں کو دے دیا کرو۔ (عین الاصابہ بحوالہ سنن بیہقی)

اصلاح اخلاق:

اسلام میں ہر مصلح اخلاق کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ خالص اسلامی اخلاق کو قائم رکھے، اور ان کو غیر قوموں کے اخلاق کے ساتھ مخلوط نہ ہونے دے۔ دوسرے یہ کہ جو اخلاق اصول مذہب، اصول انسانیت اور اصول شرافت کو صدمہ پہنچاتے ہیں، ان کا استیصال کرے، صحابہ کرامؓ نے اپنے دور خلافت میں یہ دونوں فرض نہایت مستعدی کے ساتھ ادا کیے حضرت عمرؓ نے تمام عمال کو تحفظ اخلاق عرب کی ہدایت فرمائی اور لکھا کہ:

اذنو الخیل و انتسلو او ایاکم و اخلاق الا عاجم و ان لا تجلسوا علی مائدۃ یشرب علھیا الخمر و لا یحل لمومن و لا مئومنۃ یدخل الحمام الا بمیزر الامن سقم. (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ)

"گھوڑوں کو قریب رکھو، تیر اندازی کرو اور اخلاق عجم کے اختیار کرنے اور ایسے دستر خوان پر بیٹھنے سے جس پر شراب پی جائے احتراز کرو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ بغیر کسی بیماری کے حمام میں بلا تہبند باندھے نہائے ۔"

فتوحات عجم کے بعد نرد بازی شطرنج بازی و مرغ بازی وغیرہ تضیع اوقات کے کھیل

ملک میں پھیلے تو صحابہ کرامؓ نے اس شدت کے ساتھ دارو گیر کی، حضرت عائشہ کے گھر میں کچھ کرایہ دار رہتے تھے ان کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں تو سخت برافروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دو گے تو میں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے خاندان میں کسی کو نرد کھیلتے ہوئے دیکھتے کو اس کو مارتے اور نرد توڑ ڈالتے ہے۔

ایک بار کچھ لوگ شطرنج کھیل رہے تھے، حضرت علیؓ نے دیکھا تو فرمایا:

ماهذه التما ثیل التی انتم لها عاکفون.

(طبقات ابن سعد تذکرہ سبرہ بن حبیب مسیرہ بن حبیب)

"یہ تصویریں کیا ہیں جن کے سامنے تم نے سر جھکا لیا ہے۔"

فتح عجم کے بعد اہل عرب شراب کے جدید اقسام و نام سے آشنا ہو گئے تھے، جن میں سے ایک باذق یعنی بادہ تھا، چونکہ عربی میں شراب کو خمر کہتے ہیں اور اس کا اطلاق صرف انگوری شراب پر ہوتا ہے اس بناء پر لوگوں کو شبہ تھا کہ ان شرابوں کا کیا حکم ہے؟ لیکن حضرت عائشہؓ نے اپنی مجلس میں بالاعلان کہہ دیا کہ شراب کے برتنوں میں چھوہارے تک نہ بھگوئے جائیں، پھر عورتوں کی طرف خطاب کر کے کہا، اگر تمہارے خم کے پانی سے نشہ آئے تو وہ بھی حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز کو منع فرمایا ہے۔

(سنن نسائی کتاب الخمر)

ایک دفعہ شام کی چند عورتیں حضرت عائشہ کی زیارت کو آئیں رومیوں کے اختلاط سے وہاں کی عورتیں بھی حمام میں برہنہ غسل کرتی تھی، فرمایا کہ تم ہی وہ عورتیں ہو جو حمام میں جاتی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو عورت اپنے گھر سے باہر کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے اور خدا کے درمیان پردہ دری کرتی ہے۔

(مسند جلد ۶ ص ۱۷۳)

قدیم زمانے میں یہودیہ عورتیں کے جو بد اخلاقیاں پھیل گئیں تھیں ان میں ایک یہ تھی

کہ جن عورتوں کے بال گر پڑتے تھے وہ مصنوعی بال لگا لیتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمادی تھی لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں عربی عورتوں نے بھی یہ روش اختیار کرلی وہ حج کو آئے تو ایک سپاہی کو مصنوعی بال کا ایک گچھا دے دیا، اور یہ منبر پہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس گچھے کو ہاتھ میں لے کر فرمایا:

یا اهل المدینه این علماء کم سمعت النبی صلی الله علیه و آله وسلم ینهی عن مثل هذه و یقول انما هلکت بنوا سرائیل حین اتخد هذه نساء هم

(بخاری کتاب یداء الخلق و کتاب الادب)

''اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ بنو اسرائیلی اسی وقت برباد ہوئے جب ان کی عورتوں نے اس کو اختیار کیا۔''

ایک دفعہ کسی عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میری بیٹی دلہن بنی ہے، لیکن بیماری سے اس کے بال گر گئے ہیں کیا مصنوعی بال جوڑ دوں فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔

(مسند جلد ۶ ص ۱۱۱)

عرب میں بداخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں وہ بہت کچھ تو خود بخود اسلام کے اثر سے مٹ گئیں اور جو رہ گئیں تھیں ان کو صحابہ کرامؓ نے بالکل مٹا دیا، مثلاً فخر و غرور کہ اسکے اظہار کی ایک صورت یہ تھی کہ لوگ لڑائیوں میں قبائل کی جے پکارتے تھے، حضرت عمرؓ نے اسکو حکماً منع کردیا۔ (کنز العمال)

اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز شاعری کی اصلاح تھی کیونکہ شعراء لوگوں کی ہجویں لکھتے تھے، اور اس سے سینکڑوں اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی تھیں حضرت عمرؓ نے اس کو جرم قرار دیا اور ہجو گوئی پر شعراء کو سزا دی، چنانچہ ایک بار نجاشی نے تمیم بن مقبل کی ہجو لکھی،

انہوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں استغاثہ کیا تو حضرت عمرؓ نے اور شعار پر تو کوئی گرفت نہیں کی لیکن جب یہ شعر سنا۔

اولیک اولاد الھجین واسرة للئیم ورھط العاجز المتذلل

یعنی یہ لوگ دوغلے کمینہ خاندان اور عاجز اور ذلیل قبیلہ کے ہیں۔

تو فرمایا کہ اب اس شعر پر معاف نہیں رکھ سکتا، چنانچہ اس کو قید کیا اور کوڑے لگائے۔

(اصابہ تذکرہ تمیم بن مقبل)

حطیہ مشہور ہجو گو شاعر تھا ایک بار اس نے زبرقان بن بدر کی ہجو کہی جس کا ایک شعر یہ تھا۔

دع المکارم لا ترحل لبغیتها واقعد فانک انت الطاعم الکاسی

''فضائل چھوڑ دے اس کے حاصل کرنے کے لیے سفر نہ کر، اور بیٹھ جا کیونکہ تو صرف کھانے اور پینے والا آدمی ہے۔''

زبرقان نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی تو انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ یہ ہجو ہے، انہوں نے کہا ہاں اس پر انہوں نے حطیہ کو تہ خانہ میں قید کر دیا۔ اور جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیرؓ نے سفارش کی تو یہ قول لے کر چھوڑا کہ پھر کسی کی ہجو نہ کہے گا

(اسد الغابہ تذکرہ زبرقان)

ہجو کے علاوہ شعراء اشعار میں علانیہ اپنے معشوقوں کے نام لیتے تھے، اور ان کے حسن کی تعریف کرتے جس کو عربی میں تشبیب کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے تمام شعراء کو حکم دیا:

لا یشبب احد بامراة الا جلده. (اسد الغابہ تذکرہ حمید بن ثور)

''کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تشبیب نہ کرے ورنہ اس کو سزا دی جائے گی۔''

اصلاح بین الناس:

اسلام نے عرب کے قدیم بغض وکینہ کو مٹا کر تمام مسلمانوں کو اتحاد واتفاق کی جس سنہری زنجیر میں جکڑ دیا تھا، صحابہ کرامؓ نے حتی المقدور کبھی اس کڑیوں کو جدا نہیں ہونے دیا، حضرت عروہ بن مسعود کے قبیلے کے لوگوں نے جب ان کے خون کا بدلہ لینا چاہا تو انہوں نے خود نہایت ایثار نفسی کے ساتھ فرمایا:

لاتقتلو افی قد تصدقت بدمی علی صاحبه لا صلح بذالک بینکم.

(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عروہ بن مسعودؓ)

''میرے بارے میں جنگ وجدل نہ کرو میں نے اپنا خون معاف کر دیا تا کہ اس ذریعہ سے تم لوگوں میں مصالحت ہو جائے۔''

انکے اصل قاتل حضرت اوس بن عوفؓ تھے، اس لیے مدت تک ان کو عروہؓ کے بیٹے حضرت ابوملیح بن عروہؓ اور ان کے بھتیجے حضرت قارب بن اسودؓ کی طرف سے انتقام کا کھٹکا لگا رہا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ان کی شکایت کی تو انہوں نے ان دونوں صاحبوں کو انتقام سے روکا اور ان سب کو باہم ملا دیا، اور سب نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ اوس بن عوف)

حضرت عمرؓ نے ہجو یہ اشعار کہنے پر اس قدر سختی اس لیے کی تھی کہ باہم لوگوں میں نا چاقی نہ ہونے پائے، چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے قریش کی ہجو میں جو اشعار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے کہے تھے، قریش کے اسلام لانے کے بعد ان کے پڑھنے کی ممانعت کر دی کہ اس سے پرانی رنجشیں تازہ ہوتی ہیں۔ (آغانی تذکرہ حضرت حسان بن ثابتؓ)

اصلاح معاش:

اصلاح معاش کے یہ معنی ہیں کہ معاش کے ناجائز طریقوں کو مٹا کر، جائز طریقوں کو

ترقی دی جائے اور صحابہ کرامؓ نے یہ دونوں فرض ادا کیے۔

ایک بار حضرت فضالہ بن عبیدؓ کو ایک مجمع میں معلوم ہوا کہ کچھ لوگ کھیل رہے ہیں برہم ہو کر اٹھے اور فرمایا کہ جو لوگ اس کی کمائی کھاتے ہیں، سور کا گوشت کھاتے ہیں اور خون سے وضو کرتے ہیں۔ (الادب المفرد باب الغناء واللہو)

ایک بار دو شخصوں نے ایک مرغ پر بازی لگائی، حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو مرغ کو مار ڈالنا چاہا ایک شخص نے کہا ایسی امت کو قتل کرتے ہو جو خدا کی تسبیح خواں ہے اس لیے چھوڑ دیا۔

(الادب المفرد باب قمار الدیک)

ایک شخص کا یہ معمول تھا کہ جب اس کی گھوڑیاں بچھیرے جنتیں تو اس خیال سے ذبح کر دیتا کہ جب تک یہ سواری کے قابل ہوں گے۔ میں زندہ کب رہوں گا؟ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو ایک تحریری حکم بھیجا کہ:

اصلحوا مارزقکم اللہ فان فی الامر توسعًا.

''خدا تم کو جو کچھ دے اس کی اصلاح کرو کیونکہ زندگی میں بڑی وسعت ہے۔''

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے ایک شخص کو ہدایت کی کہ اگر تم سنو کہ دجال نمودار ہو گیا ہے اور تمہارے ہاتھ میں کھجور کا ایک پودا ہو تو اطمینان سے اسکو لگاؤ کیونکہ اس کے بعد بھی لوگ زندہ رہیں گے۔ (الادب المفرد باب اصطناع المال)

☆☆☆

ارشاد وہدایت

دنیا اندھیرے میں بھٹک رہی تھی، نیکی کا چراغ گل ہوگیا تھا، بدی کی گھٹا افق عالم پر چھا گئی تھی کہ اسی حالت میں غار سے ایک چاند نکلا اور دنیا اجالی ہوگئی، لیکن یہ جو کچھ ہوا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کی تعلیم وتربیت، وعظ وپند اور ارشاد وہدایت کا نتیجہ تھا، اس لیے آپؐ کے بعد دنیا پھر اندھیری ہوجاتی اگر صحابہ کرامؓ نے اس سلسلے کو قائم نہ رکھا ہوتا۔

پند ونصیحت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ ہمہ وقت ارشاد وہدایت میں مصروف رہتے تھے تاہم یہ ایک ایسا اہم فرض تھا کہ اس کے لیے آپؐ نے ایک وقت مخصوص کرلیا تھا۔ اور ایک روز کاناغہ دے کر مستمراً صحابہ کرامؓ کو وعظ وپند فرمایا کرتے تھے، آپؐ کے بعد صحابہ کرامؓ نے بھی یہ روش قائم رکھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی جمعرات کے دن کو وعظ وپند کے لیے مخصوص کرلیا تھا۔

(مسلم کتاب المنافقین واحکامہم باب الاقتصاد فی الموعظۃ وبخاری کتاب العلم)

نمونہ ومثال:

آفتاب کسی کو اندھیرے میں بھٹکنے نہیں دیتا، لیکن بااین ہمہ زبان سے کچھ نہیں کہتا بلکہ اپنی شعاعوں کو بھیج دیتا ہے جو نہایت خاموشی کے ساتھ ہر شخص کی انگلی پکڑ کر سیدھی راہ پر لگا دیتی ہیں خلفاء راشدین بھی آفتاب کا پرتو تھے، اس لیے وہ ارشاد وہدایت کے لیے دنیا کے سامنے ایسی روشن مثالیں پیش کرنا چاہتے تھے، جن کو دیکھ کر ہر شخص خود بخود سیدھی راہ پالے۔

ایک دفعہ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ حالت احرام میں رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے،

حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا، لوگو تم امام ہو اور تمام دنیا تمہاری تقلید کرتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی جاہل آدمی اس کپڑے کو دیکھے گا تو کہے گا کہ طلحہ بن عبید اللہ حالت احرام میں رنگین کپڑے پہنتے تھے پس اے لوگو! اس قسم کا کپڑا ہرگز نہ پہنو۔ (موطائے امام مالک کتاب الحج باب لبس الثیاب المصبغۃ فی الاحرام)

وعظ گوئی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تو اس کی ضرورت ہی نہ تھی حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں بھی اس کا رواج نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں جن کے عہد خلافت میں اس کی ایجاد ہوئی اور حضرت تمیم داریؓ نے ان کی اجازت سے کھڑے ہو کر وعظ کہا۔ (مسند ابن حنبل جلد۳ص ۴۴۹)

چنانچہ اس طریقہ کو حضرت عمرؓ کے اولیات میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص وعظ کو محض گرمی محفل کا ذریعہ بنانا چاہتا اور اس میں تکلف وتصنع سے کام لیتا تو صحابہ کرامؓ نہایت سختی کے ساتھ روک ٹوک کرتے واعظین گرمی مجلس کے لیے مقفی ومسجع دعائیں بنا بنا کر پڑھا کرتے اور اپنے تقدس کے اظہار کے لیے موقع بے موقع ہر وقت وعظ کے لیے آمادہ رہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کے زمانے میں ابن ابی السائب تابعی نے یہ طریقہ اختیار کیا تو انہوں نے ان سے خطاب کر کے کہا، تم مجھ سے تین باتوں کا عہد کرو ورنہ بزور تم سے باز پرس کروں گی، عرض کیا ام المومنین وہ کیا باتیں ہیں: فرمایا دعاؤں میں مسجع عبارتیں نہ بناؤ اس لیے کہ آپ اور آپ کے اصحاب ایسا نہیں کرتے تھے، ہفتہ میں صرف ایک دن وعظ کہا کرو، اگر یہ کافی نہ ہو تو دو دن اور اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن، لوگوں کو خدا کی کتاب سے اکتا نہ دو، ایسا نہ کرو کہ جہاں لوگ بیٹھے ہوں آ کر بیٹھ جاؤ اور قطع کلام کر کے اپنا وعظ سنانا شروع کر دو۔ جب ان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کریں تب کہو۔ (مسند احمد جلد ۶ص ۲۱۷)

کلمات طیبہ:

صحابہ کرامؓ کی زبان سے جو کلمات طیبہ نکل گئے وہ بھی ارشاد و ہدایت کے سلسلے میں داخل ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''لوگوں میں اس طرح رہو جس طرح اڑنے والی شہد کی مکھی کہ اس کو ہر چڑیا اپنے آپ سے کمزور سمجھتی ہے لیکن اگر اس کو معلوم ہوتا کہ اس کے پیٹ میں کیا برکت بھری ہوئی ہے تو وہ ایسا نہ کرتی لوگوں کے ساتھ جسم اور زبان سے ملے جلے رہو لیکن دل اور عمل سے الگ رہو۔'' (دارمی باب فی اجتناب الاھواء)

ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابو الدرداؓ کو لکھا کہ ''علم ایک چشمہ ہے جس پر لوگ آتے ہیں اور اس سے نالیاں نکالتے ہیں اور خدا اس سے بہتوں کو فائدہ پہنچاتا ہے لیکن اگر کوئی حکمت خاموش ہو تو وہ جسم بے روح ہے، اگر کوئی علم لٹایا نہ جائے تو وہ مدفون خزانہ ہے عالم کی مثال اس شخص کی ہے جو تاریک راستے میں چراغ دکھاتا ہے تاکہ لوگ اس سے روشنی حاصل کریں اور اس کو دعا دیں۔''

(دارمی باب البلاغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتعلیم السنن)

اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے اور بھی بہ کثرت مقولے ہیں جن کو ہم تطویل کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہیں۔

☆☆☆

The End---------------------اختتام